قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

لاجواب واقعات

تصنیف لطیف
الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہلِ بیت اطہار
بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

لاجواب واقعات

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

نام کتاب	....	۲۰۰ لاجواب واقعات
مؤلف	....	الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور
پروف ریڈنگ	....	پیر طریقت حضرت مولانا قاری محمد اصغر نورانی
خصوصی دعا	....	پیر سیّد طاہر حسین شاہ کاظمی' پاک پتن شریف
حسب فرمائش	....	پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی قادری' رہنما سنی تحریک' لاہور الحافظ القاری محمد اختر سیالوی' گڑھی شاہو' لاہور
تحریک وتشویق	....	حضرت مولانا قاری خدا بخش بصری حضرت مولانا قاری ریاض احمد فاروقی حضرت مولانا محمد عبدالرشید قادری عطاری
صفحات	....	712
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	آصف حفیظ
اشاعت	....	مارچ 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	450روپے

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
(۱۸۲) مصنوعی، جھوٹی اور جعلی جنت	۶۵۰	بستہ ام	۷۱۰
(۱۸۳) دجال کی آنکھ	۶۵۳		
(۱۸۴) ایک رقت انگیز خط	۶۵۴		
(۱۸۵) اہل علم کی فضیلت اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ	۶۶۰		
(۱۸۶) مکہ کیسے فتح ہوا؟	۶۶۷		
(۱۸۷) اور سازش ناکام ہوگئی	۶۷۶		
(۱۸۸) سچ کی خوبیاں اور ایک سچی خبر	۶۷۸		
(۱۸۹) بازار میں داخل ہونے کی دعا اور اس کی فضیلت	۶۸۱		
(۱۹۰) ابوجہل کو خدائی چیلنج کا سامنا	۶۸۳		
(۱۹۱) اہل عرب کی خوبصورت روایات	۶۸۵		
(۱۹۲) بارگاہ رسالت میں فضیلت کا معیار	۶۸۹		
(۱۹۳) صدقے اس انعام کے	۶۹۲		
(۱۹۴) ایک انتہائی بابرکت رات	۶۹۳		
(۱۹۵) دین کے حوالے سے ہماری سوچ	۶۹۶		
(۱۹۶) اسلام میں غیر مسلموں کے لئے رعایت	۶۹۸		
(۱۹۷) رحمت الٰہی کی وسعتیں	۷۰۲		
(۱۹۸) جب زمین بول پڑے گی	۷۰۵		
(۱۹۹) حدیث پہ عمل کرنے کی برکت	۷۰۷		
(۲۰۰) گرچہ ناپا کم ولیکن دل بابا پاکان			

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاھداء

پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، محسن ملک وملت، پیشوائے جماعت اہل سنت، خلیفۂ مفتی اعظم ہندوستان، نائب محدّث اعظم پاکستان، نباض قوم عالم باعمل، نمونۂ اسلاف، پیر طریقت، رہبر شریعت رہنمائے احناف، نمونہ اسلاف حضرت علامہ ابوداؤد الحاج **محمد صادق** صاحب قادری رضوی زید مجدہ و مدظلہ امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان، خطیب جامع مسجد زینت المساجد گوجرانوالہ کی بارگاہ عالیہ میں صحت وتندرستی کے ساتھ درازیٔ عمر کی ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ......

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیازمند

غلام حسن قادری

الانتساب

اپنے دیرینہ اور مخلص دوست پیکر محبت وخلوص کشتۂ عشق رسول ﷺ الحافظ القاری جناب صاحبزادہ محمد زبیر مجددی نقشبندی زید شرفہٗ کے والد گرامی حضرت العلام، واجب الاحترام، محترم المقام مولانا حافظ محمد اکرم مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم مجددیہ مجد آباد شریف، چرنڈ) ضلع سیالکوٹ کے نام جن کو ہم سے جدا ہوئے پورا ایک سال ہو رہا ہے۔ ان کے پہلے سالانہ عرس کے موقع پر اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اور ان کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کرتے ہوئے۔

غلام حسن قادری

ابتدائیہ

الحمدللہ بابرکت واقعات' نامی کتاب سے جس سلسلہ کا آغاز کیا تھا زیرنظر کتاب اس سلسلہ کی تیسری کڑی ہے۔ اس میں بھی حسب سابق دوسو واقعات لکھے گئے ہیں۔ تینوں کتب (بابرکت واقعات' بے مثال واقعات اور لاجواب واقعات) میں اب تک چھ سو واقعات باحوالہ لکھے جا چکے ہیں۔ یادرہے نمبرنگ کے اعتبار سے چھ سو واقعات ہیں ورنہ تو کئی ایسے واقعات بھی آپ کو ملیں گے کہ ایک واقعہ کے تحت ضمنی طور پر دس دس بیس بیس واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ پورے ایک ہزار واقعات باحوالہ جمع کروں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کتنی لائبریریوں' مکتبوں اور کتابوں کی چھان بین کرنی پڑی اور آگے بھی کرنی پڑے گی۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں' ''عیاں راچہ بیاں'' احباب کی دعائیں شامل حال رہیں گی تو انشاءاللہ وہ دن دور نہیں ہے کہ جب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود
مرد باشد کہ ھراساں نہ شود

اپنے چند کرم فرماؤں کے نام لینا ضروری سمجھتا ہوں جو میرے لئے ہر وقت دعا گو بھی رہتے ہیں اور ہر کام پر میری حوصلہ افزائی بھی فرماتے ہیں۔

(۱) حضرت پیر سیّد طاہر حسین شاہ صاحب کاظمی قادری' پاکپتن شریف۔

(۲) حضرت پیر سیّد محمد یٰسین شاہ صاحب بخاری قادری سلطانی' برکت ٹاؤن شاہدرہ' لاہور۔

(۳) الحاج محمد شریف صاحب رضوی مرید خاص حضرت محدث اعظم پاکستان۔
(۴) حافظ پیر محمد عثمان نوشاہی قادری۔
(۵) الحافظ القاری محمد اختر سیالوی' گڑھی شاہو' لاہور
(۶) فاتح قادیانیت مولانا قاری ریاض احمد فاروقی سیوطی صاحب
خطیب جامع مسجد خاتم النبیین' بند روڈ' لاہور
(۷) زینت القراء ابو محمد قاری خدا بخش بصری صاحب
مدرس جامعہ نعمانیہ' لاہور
(۸) خطیب اہل سنت مولانا قاری غلام رسول قصوری' صاحب حسن ٹاؤن' لاہور
(۹) مبلغ دعوت اسلامی مولانا محمد عبدالرشید صاحب قادری عطاری'
چوہدری پارک' لاہور
(۱۰) استاذ الحفاظ جناب قاری محمد اکرم فیضی صاحب' سمن آباد' لاہور
خداوند کریم ان سب حضرات کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد
دعا گو' طالب دعا' غلام حسن قادری
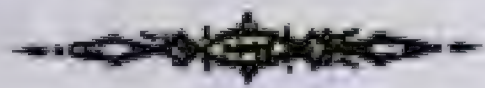
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ وَفَوِّضْ اُمُوْرَكَ اِلَيْهِ فَسِوَاهُ لَا يَمْلِكُ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكَ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ وَاعْمَلْ عَمَلَ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَؤُنَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ اَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ سِرًّا وَّ اِعْلَانًا ۝ وَاَشْكُرُهٗ عَلٰى مَا اَنْعَمَنَا وَاَعْطَانَا ۝ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةَ مَنْ نَّزَّهَ عَنِ الشِّرْكِ مَوْلَانَا ۝ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَشْرَفُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ اِنْسَانًا ۝ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا لِلْهِدَايَةِ عُنْوَانًا

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی

یا رسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

(۱)

شہد اور شہد کی مکھی

عربی میں شہد کی مکھی کو ''نحل'' کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک سورہ نازل فرمائی جس کا نام سورۂ نحل ہے۔ اس سورہ میں شہد کی مکھی کے فضائل اور اس کے فوائد ومنافع کا تذکرہ فرمایا ہے جو قابل ذکر ہے اور درحقیقت یہ مکھیاں عجائبات عالم کی فہرست میں ایک بہت ہی نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ اس مکھی کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مکھی کے گھروں یعنی چھتوں کا ڈسپلن اور نظام عمل اتنا منظم اور باقاعدہ ہے کہ گویا ایک ترقی یافتہ ملک کا ''نظام سلطنت'' ہے جو پورے نظام وانتظام کے ساتھ نظم مملکت چلا رہا ہے جس میں کوئی خلل اور فساد نہیں ہوتا۔

(۲) ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں یہ مکھیاں اس طرح رہتی ہیں کہ ان کا ایک بادشاہ ہوتا ہے جو جسم اور قد میں تمام مکھیوں سے بڑا ہوتا ہے۔ تمام مکھیاں اسی کی قیادت میں سفر اور کام کرتی ہیں۔ اس بادشاہ کو ''یعسوب'' کہتے ہیں۔

(۳) ان کا ''یعسوب'' ان مکھیوں کے لئے تقسیم کار کرتا ہے اور سب کو اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگا کر کام کراتا ہے چنانچہ کچھ مکھیاں مکان بناتی ہیں جو سوراخوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ یہ مکھیاں ان سوراخوں کو اتنی مضبوطی اور یکسانیت کے ساتھ مسدس (چھ گوشوں والا) شکل کا بناتی ہیں کہ گویا کسی ماہر انجینئر نے پرکار کی مدد سے ان سوراخوں کو بنایا ہے۔ سب کی شکل بالکل یکساں اور ایک جیسی، سب کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی بالکل برابر ہوتی ہے۔

(۴) کچھ مکھیاں ''یعسوب'' کے حکم سے انڈے بچے پیدا کرنے کا کام انجام دیتی

ہیں۔ کچھ شہد تیار کرتی ہیں، کچھ موم بناتی ہیں، کچھ پانی لاتی ہیں، کچھ پہرہ دیتی رہتی ہیں، مجال نہیں ہے کہ کوئی دوسری مکھی ان کے گھر میں داخل ہو سکے۔

(۵) یہ مکھیاں پھولوں پھلوں وغیرہ کا رس چوس کر لاتی ہیں اور شہد کے خزانے میں جمع کرتی رہتی ہیں اور پھلوں پھولوں کی تلاش میں جنگلوں اور میدانوں میں سینکڑوں میل الگ الگ دور دور تک چلی جاتی ہیں مگر یہ اپنے چھتوں کو نہیں بھولتی ہیں اور بلا تکلیف بغیر کسی تلاش کے سیدھے سینکڑوں میل کی دوری سے اپنے چھتوں میں پہنچ جاتی ہیں۔

(۶) یہ مکھیاں مختلف رنگوں اور مختلف ذائقوں کا شہد تیار کرتی ہیں۔ کبھی سرخ، کبھی سفید، کبھی سیاہ، کبھی زرد، کبھی پتلا، کبھی گاڑھا۔ مختلف موسموں میں اور مختلف پھلوں پھولوں کے بدولت شہد کے مختلف رنگ اور ذائقے بدلتے رہتے ہیں۔

(۷) یہ اپنے چھتے کبھی درختوں پر، کبھی پہاڑوں پر، کبھی گھروں میں، کبھی دیواروں کے سوراخوں میں، کبھی زمین کے اندر بنایا کرتی ہیں اور ہر جگہ یکساں ڈسپلن اور نظام کے ساتھ ان کا کارخانہ چلتا رہتا ہے۔

(۸) نافرمان اور باغی مکھیوں کو ان کا ''یعسوب'' مناسب سزائیں بھی دیتا ہے یہاں تک کہ بعض کو قتل بھی کرا دیتا ہے اور سب کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔ کبھی کوئی شہد کی مکھی کسی نجاست پر نہیں بیٹھ سکتی اور اگر کبھی کوئی بیٹھ جائے تو ان کا بادشاہ ''یعسوب'' اس کو سخت سزا دے کر چھتے سے نکال دیتا ہے۔

اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے

قرآن مجید نے اس شہد کی مکھیوں کے مسائل کا خطبہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل: ۶۸'۶۹)

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں

میں اور چھتوں میں پھر ہر قسم کے پھل میں سے کھا اور اپنے رب کی راہوں میں چل کہ تیرے لئے نرم و آسان ہیں۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ کی نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو''

اللہ تعالیٰ نے شہد کو تمام بیماریوں کے لئے شفاء فرمایا ہے چنانچہ بعض امراض میں تنہا شہد سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور بعض امراض میں شہد کے ساتھ دوسری دواؤں کو ملا کر بیماریوں کا علاج کرتے ہیں جیسا کہ معجونوں اور جوارشوں اور طرح طرح کے شربتوں کے ذریعے تمام بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اور ان سب دواؤں میں شہد شامل کیا جاتا ہے اس طرح شکنجبینوں میں بھی شہد ڈالی جاتی ہے جو پیٹ کے امراض کے لئے بے حد مفید ہے۔ بہرحال ہر مسلمان کو یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ شہد میں شفاء ہے اسلئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شہد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ''فیہ شفآءٌ للناس '' یعنی اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (غرائب القرآن علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

(۲)

بنی اسرائیل کا ایک گنہگار

بنی اسرائیل میں ایک گنہگار شخص تھا۔ جوں جوں اس کے گناہوں اور نافرمانیوں کا سلسلہ بڑھتا جاتا اللہ تعالیٰ اس پر اپنا رزق اور احسان بھی بڑھاتا جاتا۔ جب اس نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے گناہوں اور برائیوں میں ملوث رہنے کے لئے عذاب کا بیان سنا تو کہنے لگا: ''اے موسیٰ (علیہ السلام) میرا رب تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟ کیونکہ میں جب بھی گناہوں میں زیادتی کرتا ہوں تو وہ مجھے اپنا مزید فضل ونعمت عطا فرماتا ہے'' اس کی اس بات سے آپ علیہ السلام بہت حیران ہوئے۔ جب آپ علیہ السلام کوہِ طور پر مناجات کے لئے حاضر ہوئے تو عرض کی: ''یا اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے جو تیرے نافرمان بندے نے کہا ہے کہ جب بھی وہ گناہ کرتا ہے تو تو اس پر مزید احسان فرماتا ہے'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! میں اس کو عذاب دیتا ہوں لیکن وہ نہیں جانتا۔'' حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: ''مولیٰ! تو اسے کیسے عذاب دیتا ہے حالانکہ تو اس کے رزق کو کشادہ کرتا اور اسے ڈھیل دے دیتا ہے۔'' جواب ملا ''میں اسے اپنی بارگاہ سے دوری اور اپنے فضل وکرم سے محرومی کا عذاب دیتا ہوں' اپنی اطاعت سے غافل کر دیتا ہوں' اپنے حضور مناجات کی لذت سے سلائے رکھتا ہوں اور سحری میں اپنے عتاب اور اپنے دلنواز خطاب کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ میرے عزت وجلال کی قسم! میں اسے ضرور اپنا دردناک عذاب چکھاؤں گا اور اپنے انعام واکرام کی زیادتی سے محروم کردوں گا۔''

اے مسلمان! گناہوں میں مقابلہ کرنے والوں کو دیکھ کہ ان کو بہت زیادہ مہلت دے

دی گئی اوران کوعذاب دینے میں جلدی نہ کی گئی بلکہ انہیں ڈھیل دے دی گئی مگر وہ گناہوں کی لذات پر خوش ہیں حالانکہ یہی لذات ان کے لئے غم کا باعث بن جائیں گی۔ چنانچہ رب تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

خدا کی ڈھیل عذاب کا پیش خیمہ ہے

(۱) اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ○ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ○ (پ ۱۸، المومنون، ۵۵، ۵۶)

''کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے۔ یہ جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی سامان زینت سے مزین روگردانی کوواضح کر دیا (اور اس کی مثال یوں بیان فرمائی)

(۲) فَجَعَلۡنٰهَا حَصِیۡدًا كَاَنۡ لَّمۡ تَغۡنَ بِالۡاَمۡسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ○ (پ ۱۱، یونس ۲۴)

''تو ہم نے اسے کر دیا کاٹی ہوئی گویا کل تھی ہی نہیں، ہم یونہی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں غور کرنے والوں کے لئے۔''

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

''یہ ان لوگوں کے حال کی ایک تمثیل ہے جو دنیا کے شیفتہ (دلدادہ) ہیں اور آخرت کی انہیں کچھ پروا نہیں۔ اس میں بہت دل پذیر طریقہ پر خاطر گزیں کیا گیا ہے کہ دنیوی زندگانی امیدوں کا سبز باغ ہے اس میں عمر کھو کر جب آدمی اس غایت پر پہنچتا ہے جہاں اس کو حصول مراد کا اطمینان ہو اور وہ کامیابی کے نشے میں مست ہو اچانک اس کو موت پہنچتی ہے اور وہ تمام نعمتوں اور لذتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ قتادہ علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ دنیا کا طلب گار جب بالکل بے فکر ہوتا ہے اس وقت اس پر عذاب الٰہی آتا ہے اور اس کا تمام سروسامان جس سے اس کی امیدیں وابستہ تھیں، غارت ہو جاتا ہے تاکہ وہ نفع حاصل کریں اور ظلمات شکوک

واوہام سے نجات پائیں اور دنیائے ناپائیدار کی بے ثباتی سے بے خبر ہوں۔"

دنیا کی لذتوں میں مشغول رہنے والو! تمہارا رب واضح طور پر فرما رہا ہے:

اِنَّا اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا" (پ ۳۰' النباء' ۴۰)

"ہم تمہیں ایک عذاب سے ڈراتے ہیں کہ نزدیک آ گیا۔"

اس دن انہیں کس قدر رسوائی ہوگی جب اللہ تعالیٰ انہیں ان کی بداعمالیوں پر خبردار فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

اے مسلمانو! گناہوں کے بھیانک انجام پر غور کرو۔ کیسے لذتیں ختم ہو جائیں گی اور خامیاں باقی رہ جائیں گی۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ گناہ کی طلب سے بچو کیونکہ یہ بہت بری طلب ہے اور اس کے اثرات چہروں اور دلوں پر کتنے برے ہیں۔ سبحان اللہ! وہ بندہ کتنا خوش بخت ہے جس نے اپنے دل کو صاف ستھرا کر لیا' اپنے نامہ اعمال کو گناہوں سے پاک کر لیا اور اپنے ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر لیا۔ (الروض الفائق' مترجم)

(۳)

اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا

سو برس پہلے کا قصہ ہوگا شیخ سعید حلبی دمشق کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے درس دے رہے تھے۔ اتفاق سے اس دن ان کے پاؤں میں تکلیف تھی' اور وہ پاؤں پھیلائے بیٹھے تھے اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ استاذ پشت بہ قبلہ ہوتا ہے اور اس کے شاگرد سامنے بیٹھے ہوتے ہیں لہٰذا استاد کا چہرہ دروازے کی طرف تھا' پشت قبلے کی طرف تھی اور پاؤں دروازے کی طرف پھیلائے ہوئے تھے۔

اس وقت مصر کی خدیوی سلطنت کے بانی محمد علی پاشا کا بیٹا ابراہیم پاشا ملک بھر میں بڑا سفاک اور جلاد مشہور تھا۔ وہ شام کا گورنر تھا اور اس کی سفاکی کے قصے لوگوں کی زبانوں پر عام تھے۔ اس کو خیال ہوا کہ میں حضرت سعید حلبی کا درس جا کر سنوں اور ملاقات کروں۔ وہ دروازے کی طرف آیا۔ سب کا خیال تھا کہ حضرت کو ہزار تکلیف ہو اس موقع پر اپنا پاؤں سمیٹ لیں گے' اتنی دیر میں کیا ہو جائے گا' لیکن انہوں نے بالکل کوئی جنبش نہیں کی۔ نہ درس موقوف کیا نہ پاؤں سمیٹا' اسی طرح پاؤں پھیلائے رہے۔ ابراہیم پاؤں ہی کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔

ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ ہم بالکل لرزاں و ترساں تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ کیا ہمارے شیخ کی شہادت ہماری آنکھوں کے سامنے ہو گی یا تذلیل ہو گی' مشکیں باندھ لی جائیں گی اور کہا جائے گا لے چلو۔

شہزادہ کھڑا رہا اور وہ دیر تک درس دیتے رہے' التفات بھی نہیں کیا اور پاؤں بھی نہیں

سمیٹا، مگر اللہ جانے شیخ سعید کے فکر ونظر میں کیا اثر تھا کہ شہزادے نے کچھ نہیں کہا، کوئی سرزنش نہیں کی، کوئی شکایت نہیں کی اور چلا گیا۔

سننے والی بات جو ہے، وہ یہ کہ گورنر کچھ ایسا معتقد ہوا کہ اس نے جا کر اشرفیوں کا ایک توڑا غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ شیخ کو میرا اسلام دینا اور کہنا کہ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیں۔

آپ جانتے ہیں انہوں نے جواب میں کیا کہا؟ یہ آب زر سے لکھنے والا جملہ تھا جو علم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا۔ انہوں نے کہا اپنے بادشاہ کو سلام کہنا اور کہنا جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، اپنا پاؤں پھیلا لے یا ہاتھ پھیلا لے، ایک ہی کام ہوسکتا ہے دنیا میں۔ جب میں نے پاؤں پھیلائے تھے، میں اسی وقت سمجھتا تھا کہ اب میں ہاتھ نہیں پھیلا سکتا۔ ''ان الذی یمدر جلہ لایمدیدہ''

''پاؤں پھیلانے والا کبھی ہاتھ نہیں پھیلا سکتا۔''

انہی الفاظ کے ساتھ مورخ نے ان کو نقل کیا ہے۔ (پا جا سراغ زندگی از علی ندوی)

(۴)

اگر عالم اپنے علم کے ذریعے رضائے الٰہی کا طالب ہو

یہ کلمات اس وقت حماد بن سلمہ کی زبان سے نکلے جب کچھ لوگوں نے انہیں درخواست کی کہ بصرہ کا گورنر محمد بن سلیمان آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے۔ آپ اس کے دربار میں تشریف لے چلیں۔ یہ پیغام گورنر کے نمائندے نے لا کر پیش کیا۔

نمائندے کا بیان ہے کہ جب میں حماد کے گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چٹائی پر بیٹھے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ ان کے پاس ایک بیگ رکھا ہوا ہے جس میں چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ وضو کرنے کے لئے ایک لوٹا ہے اور بس۔ یہی ان کا ساز و سامان تھا۔ اس کے علاوہ ضرورت کی کوئی چیز تھی اور نہ ہی کپڑے۔ میں کچھ دیر بیٹھا ان کے بارے میں اور ان کے گھر کے بارے میں غور کرتا رہا۔ اتنے میں دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ حماد نے اپنی بیوی سے کہا: ''دیکھو کون ہے؟''

اس نے آ کر کہا: ''گورنر محمد بن سلیمان کا قاصد آپ کے نام پیغام لایا ہے۔''

حماد نے اسے اجازت دے دی۔ قاصد نے حاضر ہو کر گفتگو کا آغاز کیا اور گورنر کا پیغام پہنچاتے ہوئے کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو وہ صبح عطا فرمائے جو اس نے اپنے اولیاء اور فرمانبرداروں کو عطا کی ہے۔ ایک مسئلہ پیش آ گیا ہے جو ہم آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ براہ مہربانی گورنر

ہاؤس تشریف لائیں۔ والسلام

دارا وسکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ

قاصد کا خیال تھا کہ وہ گورنر کی دعوت کو خندہ پیشانی سے قبول کریں گے جس طرح بہت سے علماء حکمرانوں کی دعوت پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور سر کے بل چل کر جانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ حماد نے دوٹوک انداز میں مجھے حکم دیا:

اس دعوت نامے کو الٹ کر اس کی پشت پر لکھ دو:

''آپ کو بھی اللہ تعالیٰ اولیاء واصفیاء کی صبح عطا فرمائے۔ ہماری آنکھوں نے وہ علماء دیکھے ہیں جو کسی کے پاس چل کر نہیں جاتے تھے۔ اگر آپ کو کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے تو تشریف لے آئیے اور جو پوچھنا ہے پوچھ لیجئے۔ ہاں اپنے ساتھ سواروں اور پیادوں کی فوج ظفر موج مت لائیے۔ میں آپ کو نہیں صرف اور صرف اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہوں۔ والسلام۔''

یہ تحریر محمد بن سلیمان کے پاس پہنچی تو حماد کا اخلاص اور ان کی نظر میں علم اور علماء کا احترام براہ راست اس کے دل پر اثر انداز ہو گیا۔ وہ فوری طور پر فتویٰ معلوم کرنے کے لئے حماد کے گھر پہنچ گیا۔ تا کہ علماء کی ایسی مجلس میں حاضر ہو جہاں دلوں کو حیات نو ملتی ہے اور باطن کا زنگ دھل جاتا ہے۔ ایک دفعہ پھر تے دروازے پر دستک دی گئی۔

حماد نے اپنی بیوی سے کہا دیکھو دروازے پر کون ہے؟

انہوں نے آ کر بتایا ''گورنر محمد بن سلیمان ہے''

فرمایا ''اسے کہو تنہا آئے' اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔''

گورنر حماد کے کمرے میں داخل ہوا تو حد درجہ مرعوب ہو گیا جیسے کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ رعب کیوں طاری ہوا ہے؟ وہ سہا ہوا سراپا احترام بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ جیسے وہ عظیم الشان اور شان وشکوہ والے بادشاہ کے سامنے حاضر ہو۔ بڑی مشکل سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگا:

''جناب! کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر ہیبت چھا جاتی ہے؟''

حماد نے بڑے باوقار لہجے میں فرمایا:

علم کا رُعب کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

''جب عالم دین اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوتا ہے تو اس کی ہیبت ہر چیز پر طاری ہو جاتی ہے اور اگر اپنے علم کو دنیا کی دولت حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے تو خود ہر چیز سے مرعوب ہو جاتا ہے۔''

محمد بن سلیمان خاموش ہو گیا اور دل میں کہنے لگا اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا ہے۔ اگر علم کی دولت اخلاص کے ساتھ جمع ہو جائے تو حکومت کی عظمت اس کے ساتھ ہیچ ہے۔ علماء کا رعب اور دبدبہ اسی وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار رہوں اور اگر وہ اپنے علم سے دولت اور دنیا حاصل کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں سے ان کی ہیبت ختم کر دیتا ہے۔

پھر محمد بن سلیمان نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا انہوں نے جواب دے دیا۔ جاتے ہوئے اس نے کچھ نذرانہ پیش کیا۔ اس کا خیال تھا کہ چونکہ شیخ فقیر اور نادار ہیں اس لئے یہ ہدیہ ضرور قبول کر لیں گے۔ شیخ نے سارے کا سارا مال واپس کر دیا اور کچھ قبول نہیں کیا۔ اس طرح انہوں نے دنیا پر اپنے دین کی حفاظت کو ترجیح دے دی۔

(من رشحات الخلود فضیلۃ الشیخ سید محمد صالح فرفور رحمۃ اللہ علیہ)

حماد بن سلمہ اور محمد بن سلیمان کا تعارف

حماد بن سلمہ اور محمد بن سلیمان عباسی کا تعارف کچھ اس طرح ہے کہ

حماد بن سلمہ ابن دینار ولاء کے اعتبار سے بصری تھے' ان کی کنیت ابوسلمہ ہے' وہ بصرہ کے مفتی علم حدیث کے امام' حافظ' معتمد علیہ اور ثقہ تھے' نیز امام فقیہ' فصیح اور اہل بدعت کے بارے میں سخت تھے' ان کی متعدد تصانیف ہیں' ۱۶۷ھ میں ان کا انتقال ہوا جبکہ محمد بن سلیمان عباسی' مہدی کے زمانے میں بصرہ کے گورنر بنے پھر معزول کر دیئے گئے۔ ہارون الرشید نے انہیں بحال کر دیا اور اپنی بہن عباسیہ بنت مہدی کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

امیر کبیر تھے۔ ۱۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ (الاعلام)

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شرف ملت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ دور اول کے علماء کی یہی شان تھی۔ وہ فقر وفاقہ کے باوجود قناعت پسند تھے۔ وہ امراء کے دروازں پر اپنی غرض کے لئے نہیں بلکہ مسلم امہ کی حاجت کے لئے جاتے تھے۔ وہ اپنے علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی تھے۔ دنیا اور جاہ ومنزلت کو انہوں نے پس پشت ڈال رکھا تھا لہٰذا سلاطین اور امراء ان کے دروازے پر چل کر آتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکومت وسلطنت سے زیادہ رعب عطا فرمایا تھا۔

(حلیۃ الاولیاء" کسی قدر تصرف کے ساتھ)

علامہ اقبال نے ایسے ہی مردان حر کے بارے میں کہا ہے:

فقیری میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

(سدابہار خوشبوئیں)

(۵)

بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

جب سورۂ ''لھب'' نازل ہوئی اور ابولہب اور اس کی بیوی ''ام جمیل'' کی اس سورہ میں مذمت اتری تو ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل غصہ میں آپے سے باہر ہوگئی اور ایک بہت بڑا پتھر لے کر وہ حرم کعبہ میں گئی۔ اس وقت حضور ﷺ نماز میں تلاوت قرآن فرمارہے تھے اور قریب ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ''ام جمیل بڑبڑاتی ہوئی آئی اور حضور اقدس ﷺ کے پاس سے گزرتی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور مارے غصے کے منہ میں جھاگ بھرتے ہوئے کہنے لگی کہ بتاؤ تمہارے رسول کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے میری اور میرے شوہر کی ہجو کی ہے۔ حضرتُ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے رسول شاعر نہیں ہیں کہ کسی کی ہجو کریں۔ پھر وہ غیظ وغضب میں بھری ہوئی پورے حرم کعبہ میں چکر لگاتی پھری اور بکتی جھکتی حضور علیہ السلام کو ڈھونڈتی پھری۔ مگر جب وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی تو بڑبڑاتی ہوئی حرم سے باہر جانے لگی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ میں تمہارے رسول کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لے کر آئی تھی مگر افسوس کہ وہ مجھے نہیں ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس سے وہ کئی بار گزری مگر میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ اس طرح حائل ہوگیا کہ آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود وہ مجھے نہ دیکھ سکی۔ اس واقعہ کے متعلق مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان: ۴۱۵)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝

''اور اے محبوب! جب آپ نے قرآن پڑھا تو ہم نے آپ اور ان میں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ ڈال دیا۔''

ام جمیل انکھیاری ہوتے ہوئے اور آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود حضور علیہ السلام کے پاس ہی سے تلاش کرتی ہوئی بار بار گزری مگر وہ آپ کو نہیں دیکھ سکی۔ بلاشبہ یہ ایک عجیب بات ہے اور اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس قسم کے معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارہا صادر ہوئے ہیں اور بہت سے اولیاء اللہ سے بھی ایسی کرامتیں بار بار صادر ہوئی ہیں اور اولیاء کی یہ کرامتیں بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہی ہیں کیونکہ ہر ولی کی کرامت درحقیقت اس کے نبی علیہ السلام کا معجزہ ہوا کرتا ہے۔

(عجائب القرآن علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

(٦)

وعدہ پورا کرنے کا بے مثال واقعہ

ایرانیوں کا نامور سردار ہرمزان قادسیہ کے میدان جنگ سے فرار ہو کر ہواز چلا گیا تھا۔ اسلامی فوج نے اسے دوبارہ شکست دی اور دونوں بار ادائے جزیہ کی شرط پر اس نے صلح کر لی۔ تیسری بار اس نے رام ہرمز میں شکست کھائی اور تستر پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔ اس اثناء میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لشکر نے تستر شہر پر قبضہ کر لیا تو ہرمزان نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ اسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے چنانچہ اس نے زرق برق لباس پہنا اور بڑی شان سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر خلیفہ ثانی کے رعب و جلال نے اس کی سٹی گم کر دی۔ پھر پانی پینے کے حیلے سے اس نے امان حاصل کی اور عمر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔

(تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی' ج ا'ص ۳۹۹'۴۰۱)

یہ ہرمزان ایرانیوں کے ایک لشکر کا سردار تھا۔ ایک مرتبہ مغلوب ہو کر اس نے جزیہ دینا بھی قبول کیا تھا مگر پھر باغی ہو کر مقابلے پر آیا۔ آخر شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر اس حالت میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ تاج مرصع سر پر تھا' دیباج کی قبا زیب تن کیے ہوئے تھا' کمر سے مرصع تلوار آویزاں تھی اور بیش بہا زیورات سے آراستہ تھا۔ امیر المومنین اس وقت مسجد نبوی میں تن تنہا سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی پگڑی کو تکیہ بنا ہوا تھا' ہاتھ میں کوڑا تھا۔

ہرمزان بحیثیت قیدی امیر المومنین کی خدمت میں لایا گیا تھا۔ آہستہ آہستہ لوگوں کا

ازدحام ہوتا گیا۔ لوگوں کی کانا پھوسی سے امیر المومنین کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھتے ہی گویا ہوئے یہ ہرمزان ہے؟ لوگوں نے بتایا' ہاں۔ امیر المومنین نے فرمایا:

مسلمانوں کے غلبے کے دن

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ وَاَسْتَعِیْنُ بِاللّٰہِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذَلَّ بِالْاِسْلَامِ هٰذَا وَاَشْیَاعَهُ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهٰذَا الَّذِیْنَ وَاهْتَدُوْا بِهَدْیِ نَبِیِّکُمْ وَلَا تَبْطِرَنَّکُمُ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا غَرَّارَةٌ۔''

''میں جہنم کی آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور اسی سے مدد کا خواستگار ہوں۔ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے اسلام کے ذریعے سے اس (ہرمزان) کو اور اس کے گروہوں کو ذلیل و رسوا کیا۔ اے مسلمانو! تم اس دین کو مضبوطی سے تھامے رہو اور اپنے نبی کی ہدایت کو گلے سے لگائے رکھو' دنیا تمہیں ہرگز مغرور نہ بنائے کیونکہ یہ دنیا سراسر دھوکا ہی دھوکا ہے۔''

ہرمزان کو گرفتار کر کے لانے والے وفد نے کہا امیر المومنین! یہ ہواز کا حاکم ہے' آپ اس سے تبادلہ خیال کریں۔ امیر المومنین نے فرمایا جب تک یہ اپنے اس لباس میں رہے گا میں اس سے تبادلہ خیال نہیں کر سکتا چنانچہ ہرمزان نے اپنے جسم سے زرق برق لباس اتارا اور معمولی لباس میں آ گیا۔ امیر المومنین نے پوچھا:

''مَا عُذْرُكَ وَمَا حُجَّتُكَ فِیْ اِنْتِقَاضِكَ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ۔''

''بار بار میری بدعہدی کا تیرے پاس کیا عذر ہے؟''

ہرمزان گویا ہوا:

''اَخَافُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ قَبْلَ اَنْ اُخْبِرَكَ۔''

''مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ میری معذرت سنے بغیر ہی مجھے قتل نہ کر دیں۔''

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا درست' تمہاری معذرت ضرور سنی جائے گی۔

پھر ہرمزان نے پانی مانگا۔ پانی آیا تو اس نے پیالہ ہاتھ میں لے کر کہا میں ڈرتا ہوں کہیں آپ مجھے پانی پینے کی حالت میں ہی قتل نہ کر دیں۔

ہرمزان کی چالاکی

امیر المومنین نے فرمایا: تم خوف نہ کھاؤ۔ جب تک پانی نہ پی لو گے، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

ہرمزان نے یہ سنتے ہی پیالہ ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اس کا پانی گرا دیا اور کہا اس شرط کے مطابق اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہرمزان کی اس چالاکی اور فریب دہی پر بہت غصہ آیا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ درمیان میں بول اٹھے اور کہا: "امیر المومنین! یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: جب تک پورا حال نہ کہہ لو کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لو کسی قسم کے خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس کلام کی اور لوگوں نے بھی تائید کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہرمزان تو نے مجھے دھوکا دیا ہے لیکن میں تجھے دھوکا نہ دوں گا۔ اسلام نے اس کی تعلیم نہیں دی۔ ایفائے عہد اور حسن سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ امیر المومنین نے دو ہزار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی اور وہ مدینہ منورہ میں رہنے لگا۔ یہ واقعہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں قدرے مختلف الفاظ میں موجود ہے البتہ ہم نے زیادہ تر محمد رضا کی تالیف "الفاروق عمر بن الخطاب ثانی الخلفاء الراشدین" سے استفادہ کیا ہے۔ (دیکھیے ص ۲۴۱)

(۷)

خوفِ خدا کے سبب آنکھ نکال دی

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام شہر سے باہر تشریف لائے تا کہ لوگوں کے لئے بارش طلب کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ''اے عیسیٰ! بارش کا مطالبہ نہ کرو کیونکہ تمہارے ساتھ خطا کار ہیں۔'' حضرت سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اس بات کی خبر دی اور اعلان فرمایا: ''ہمارے ساتھ جو بھی گنہگار ہے وہ جدا ہو جائے''۔ راوی فرماتے ہیں سوائے ایک شخص کے تمام لوگ چلے گئے۔ اس کی دائیں آنکھ خراب تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا ''تم لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے۔'' اس نے عرض کی: ''اے روح اللہ (علیہ السلام) میں نے ایک لحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ ایک دن بلا ارادہ ایک عورت کے پاؤں پر نظر پڑی تھی تو میں نے اس آنکھ کو نکال دیا۔ اگر میری دوسری آنکھ پڑتی تو اسے بھی نکال پھینکتا۔'' راوی فرماتے ہیں'' یہ سن کر حضرت سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگ گئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہوگئی۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس نیک بندے سے ارشاد فرمایا ہمارے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں۔'' اس نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ (آپ کے ہوتے ہوئے) میں دعا کروں حالانکہ آپ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔'' پھر حضرت سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ السلام نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند کئے اور عرض کی: ''یا اللہ تو نے ہمیں پیدا فرمایا اور تو ہی ہمارے رزق کا کفیل ہے لہٰذا ہم پر موسلا دھار بارش نازل فرما'' ابھی حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ بارانِ رحمت برسنے لگی اور تمام شہروں اور مخلوق پر کھل کر برسی۔ (عیون الحکایات' الحکایۃ خامس والاربعون' ص ۶۴)

اے میرے مسلمان بھائی! دنوں اور مہینوں کے گزرنے کے ساتھ زمانے نے ہمیں نصیحت کی، ہم نے مسرت کے بعد غم دیکھ لیا اور جان لیا کہ زمانہ اپنے اہل کو مصائب و آلام میں مبتلا کرتا ہے اور ہمیں یقین ہو گیا کہ بالآخر قبروں کا منہ دیکھنا ہے۔ پس پرہیز گار ہی حقیقی شکر گزار ہے۔ دنیا نے کتنے چاند جیسے حسینوں کو چھپا دیا اور کتنے محلات و مکانات ویران ہو گئے تو کیا اب بھی ہماری آنکھیں نابینا یا اندھی ہیں۔ بلکہ اللہ بصیر تو ارشاد فرماتا ہے:

"فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ o" (پ۱۷،۴۶)

تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل
اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں

(۸)

دورِ جاہلیت کا ایک سردار

دورِ جاہلیت کا ایک شخص عربوں کا سردار تھا جس کا نام مفروق تھا۔ مفروق بن عمرو اصم شیبانی نے نبی اکرم ﷺ سے گفتگو کی' ابونعیم نے کہا: اس کا اسلام لانا میرے علم میں نہیں ہے۔ (تجرید الصحابہ حافظ ذہبی) اس نے نبی اکرم ﷺ کا چرچا سنا تو آپ کے پیغام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ جب وہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک طرف بیٹھ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہو کر اپنی چادر رسول اللہ ﷺ پر تان دی۔ مفروق نے پوچھا:

''آپ ہمیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ہماری دعوت یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔''

نیز یہ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تم ہمارا ساتھ دو اور اسلام کا پیغام پھیلانے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام دنیا تک پہنچائیں جس کا اس نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کیونکہ قریش اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کمربستہ ہیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا ہے اور حق کو چھوڑ کر باطل کو اپنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریف کیا ہوا ہے۔'' مفروق نے مزید سوال کیا:

اے قریشی! آپ ہمیں مزید کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟

دعوتِ اسلام دینے کا طریقہ

نبی اکرم ﷺ نے قرآن پاک کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (الانعام' ۶' ۱۵۳-۱۵۱)

اے حبیب آپ فرما دیجئے: آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو کچھ تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے' یہ کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ' ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو' اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے سبب قتل نہ کرو' ہم تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں' اور تم بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ' خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ' اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ' انہی کاموں کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہت عمدہ ہو' یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے' اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو' ہم کسی جان کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق' اور جب تم گفتگو کرو تو انصاف کرو' اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو' اور اللہ کا عہد پورا کرو' یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں پختہ حکم دیا گیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو' اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے' اللہ نے تمہیں اس کا تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

مفروق انگشت بدنداں رہ گیا

مفروق یہ بلند مطالب' نادر روزگار بلاغت اور بے مثال فصاحت سن کر انگشت بدنداں رہ گیا' کہنے لگا:

اے قریشی لقب! آپ مزید کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○

(النحل' ۱۶/ ۹۰)

''بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا' قریبی رشتہ داروں کو عطا کرنے کا' اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے' وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

مفروق یہ سن کر مزید حیرت اور تعجب میں مبتلا ہو گیا' اور بے ساختہ پکار اٹھا:

''اے گرامی قدر عرب! اللہ کی قسم! آپ بہترین اخلاق اور عمدہ ترین اعمال کی دعوت دیتے ہیں' وہ جھوٹے ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی ہے اور جو آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔''

اس کے ساتھ دور جاہلیت کے چند سرکردہ لوگ تھے' مثلاً ھمام بن قبیصہ' مثنیٰ ابن حارثہ اور نعمان بن شریک۔ مفروق نے کہا:

''یہ ہمارے شیخ ھمام بن قبیصہ ہیں' یہ عرب کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہیں۔''

ھمام نے کہا:

دونوں سرداروں کا ردّعمل

اے معزز قریشی! میں نے آپ کی گفتگو سنی اور آپ کے فرمان کی تصدیق کی۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایک نشست کے بعد ہمارا اپنے دین کو چھوڑ دینا اور آپ کی

اتباع کرنا بے سروپا' سوچ کی لغزش' جلد بازی اور عاقبت نااندیشی ہے۔ جلد بازی میں لغزش ہوسکتی ہے ہمارے پیچھے بھی کچھ لوگ ہیں' ہم نہیں چاہتے کہ ان کے بارے میں کوئی معاہدہ کریں۔ آپ بھی واپس جائیں' ہم بھی واپس جاتے ہیں۔ آپ بھی غور وفکر کریں' ہم بھی سوچ بچار کرتے ہیں۔

اس نے سوچا کہ مثنیٰ ابن حارثہ بھی اس کے ساتھ کلام میں شریک ہو۔ کہنے لگا:

''یہ ہمارے بزرگ' رہنما اور جنگ کے کمانڈر مثنیٰ ابن حارثہ ہیں۔''

مثنیٰ نے کہا:

اے محترم قریشی! میں نے آپ کی گفتگو سنی جو مجھے پسند آئی ہے۔ آپ نے جو کلام کیا وہ قابل قدر ہے۔ میرا بھی وہی جواب ہے جو ھمام ابن قبیصہ کا ہے۔

''ہم یمامہ اور اس کی دونوں جانبوں میں قیام پذیر ہیں۔ ایک جانب خطہ عراق ہے جو سرزمین عرب ہے۔ دوسری جانب خطہ فارس ہے جہاں کسریٰ کی نہریں بہتی ہیں۔ شاہ ایران نے ہم سے عہد لے رکھا ہے کہ ہم کوئی نیا کام نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی نئے پروگرام والے کو پناہ دیں گے۔ ہمارا گمان ہے کہ آپ ہمیں جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اسے موجودہ دور کے سلاطین پسند نہیں کریں گے۔ خطہ عرب کے رہنے والوں کا گناہ بخش دیا جائے گا اور عذر قبول کیا جائے گا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم سرزمین عرب سے متصل علاقوں میں آپ کی امداد کریں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے اچھا کیا کہ سچی بات کہہ دی' اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ وہی قائم ہوگا جو اس کا ہر جانب سے احاطہ کرے گا اور اسے مکمل طور پر قبول کرے گا۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (الاحزاب' ۳۳/۴۵-۴۶)

''اے غیب کی خبریں دینے والے! ہم نے آپ کو حاضر وناظر اور خوشخبری

دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔''

پھر نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گئے۔

اہلِ عرب کی خصوصیت

عربوں کی زندگی میں صاف گوئی اور بہادری ہے اور ان کے ادب میں بلاغت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی بلاغت' صداقت' فکر کی موزونیت' پڑوسیوں کے ساتھ وفاداری اور دوراندیشی کو پسند فرمایا۔

یاد رہے ہمام بن قبیصہ ابن مسعود عامری نمیری' بنوامیہ کے دور میں عرب کے بہادر ترین فرد تھے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے معاونین میں سے تھے۔ ۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

جبکہ مثنیٰ ابن حارثہ اسلمہ شیبانی رضی اللہ عنہ' صحابی ہیں' بڑے شہسوار' بہادر اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے تھے' عراق اور فارس کی فتح کے قائدین میں سے تھے۔ ۱۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

اور نعمان بن شریک شیبانی' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' ابونعیم نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ (سدابہار خوشبوئیں)

(۹)

اصحاب کہف کا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بے حد خراب اور نہایت ابتر ہو گیا۔ یہ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے خصوصاً ان کا ایک بادشاہ ''دقیانوس'' تو اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحاب کہف شہر ''افسوس'' کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے مگر یہ لوگ صاحب ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ ''دقیانوس'' کے ظلم و جبر سے پریشان ہو کر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے اس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہوئے اور سو گئے تو تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اس کو معلوم ہوا کہ یہ غار کے اندر موجود ہیں تو وہ بے حد ناراض ہوا اور فرط غیظ و غضب میں یہ حکم دے دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار اٹھا کر بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ اسی میں رہ کر مر جائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحب ایمان آدمی تھا۔ اس نے اصحاب کہف کے نام ان کی تعداد اور ان کا پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد پر رکھ دیا اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔

ایک نیک دل بادشاہ کی حکومت

یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام ''بیدروس'' تھا تخت نشین ہوا۔ اڑسٹھ سال تک بہت شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہوگئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے۔ قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج وغم میں ڈوب گیا اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہو کر خداوند قدوس کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ وزاری کر کے دعائیں مانگنے لگا کہ یا اللہ! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرمادے تاکہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہوکر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہوگئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار کو گرادیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت ودہشت سوار ہوگئی کہ دیوار گرانے والے لرزبراندام ہوکر وہاں سے بھاگ گئے اور اصحاب کہف بحکم الٰہی اپنی نیند سے بیدار ہوکر اٹھ بیٹھے اور ایک دوسرے سے سلام وکلام میں مشغول ہوگئے اور نماز بھی ادا کرلی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی ''یملیخا'' سے کہا: تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ اور نہایت خاموشی سے یہ بھی معلوم کرو کہ ''دقیانوس'' ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ ''یملیخا'' غار سے نکل کر بازار گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا ہے اور لوگ علانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ ''یملیخا'' یہ منظر دیکھ کر محو حیرت ہو گئے کہ الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ اس شہر میں تو ایمان واسلام کا نام لینا بھی جرم تھا۔ آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیوں کر آ گیا؟ پھر یہ ایک نانبائی کی دکان پر کھانا لینے گئے اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلن بند ہو چکا تھا بلکہ کوئی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو اپنا پرانا خزانہ مل گیا ہے۔ چنانچہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کردیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کردی اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟ ''یملیخا'' نے کہا: کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا: ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہی ہے۔ یہ سکہ تین سو برس

پرانا ہے اور برسوں گزر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہو گیا اور تم ابھی جوان ہو۔ لہٰذا صاف صاف بتاؤ کہ یہ عقدہ حل ہو جائے۔

بادشاہ کی دعا قبول ہوگئی

یہ سن کر "یملیخا" نے کہا: تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا کیا حال ہے؟ حکام نے کہا: آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گزرے کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ یملیخا نے کہا: ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو ان سے ملا دوں۔ چنانچہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اس غار کے پاس پہنچے۔ اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور و غوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالباً دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لئے آن پہنچی ہے تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر الٰہی اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے۔ حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اس تختی پر اصحاب کہف کا نام لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کر دیا ہے۔ ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحاب کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں۔ حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ "بیدروس" کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا تو اصحاب کہف نے غار سے نکل کر بادشاہ سے معانقہ کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا مقبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کر دی جس سے موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحاب کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ

اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحاب کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے اور سو گئے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحاب کہف کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوایا اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جا سکے۔ اس طرح اصحاب کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوا دی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لئے آیا کریں۔ (تفسیر خازن ملخصا سورۂ کہف)

اصحاب کہف کی تعداد

اصحاب کہف کی تعداد میں جب لوگوں کا اختلاف ہوا تو آیت نازل ہوئی کہ ''قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ '' یعنی اے محبوب! فرما دیجئے کہ اللہ اصحاب کہف کی گنتی کو زیادہ جانتا ہے اور تم میں سے بہت ہی کم لوگ ان کو جانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں انہیں کم لوگوں میں سے ہوں جو اصحاب کہف کی تعداد کو جانتے ہیں پھر آپ نے فرمایا: اصحاب کہف کی تعداد سات ہے اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ (تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۳)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ لا كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ○ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ○ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ○ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ○

''کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کے غار اور جنگل کے کنگرے والے ہماری ایک

عجیب نشانی تھے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ پھر بولے اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کا سامان کر تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا (سلا دیا) پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے۔ ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال سناتے ہیں۔ وہ چند جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انہیں زیادہ ہدایت عطا فرمائی۔'' (کہف رکوع ا پارہ ۱۵)

اس سے اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا پورا پورا حال بیان فرمایا ہے جس کو ہم پہلے ہی تحریر کر چکے ہیں۔

اصحاب کہف کے ناموں کی برکات

ان کے ناموں میں بھی بہت اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے نام یہ ہیں: مکسلیمنا، تملیخا، مرطونس، نینوس، ساریونس، ذونواس، فلسطیونس اور ساتواں چرواہا تھا۔ جو ان لوگوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا نام ذکر نہیں فرمایا اور ان لوگوں کے کتے کا نام ''قطمیر'' تھا اور ان لوگوں کے شہر کا نام ''افسوس'' تھا اور ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ (مدارک التنزیل ج ۳ ص ۸)

اور تفسیر صاوی میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کے نام یہ ہیں: مکسلیمنا، تملیخا، مرطونس، نینوس، ساریونس، ذونواس، فلسطیونس، یہ آخری چرواہے تھے جو راستے میں ساتھ ہو لئے تھے ا ان لوگوں کے کتے کا نام ''قطمیر'' تھا۔ (صاوی ج ۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب کہف کے ناموں کا تعویذ نو کاموں کے لئے فائدہ مند ہے (۱) بھاگے ہوئے کو بلانے کے لئے اور دشمنوں سے بچ کر بھاگنے کے لئے۔ (۲) آگ بجھانے کے لئے کپڑے پر لکھ کر آگ میں ڈال دیں۔ (۳) بچوں کے رونے اور تیسرے دن آنے والے بخار کے لئے۔ (۴) درد سر کے لئے دا میں بازو پر باندھیں۔ (۵) اُم الصبیان کے لئے گلے میں پہنائیں۔ (۶) خشکی اور -- ر میر

سفر محفوظ ہونے کے لئے۔ (۷) مال کی حفاظت کے لئے۔ (۸) عقل بڑھنے کے لئے۔
(۹) گنہگاروں کی نجات کے لئے۔ (صاوی ج ۳ ص ۹)

ٹھہرنے کی مدت

جب قرآن کی آیت: وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ "یعنی وہ لوگ غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اور زیادہ رہے" نازل ہوئی تو کفار کہنے لگے کہ ہم تین سو برس کے متعلق تو جانتے ہیں کہ اصحاب کہف اتنی مدت غار میں رہے مگر ہم نو برس کو نہیں جانتے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: تم لوگ شمسی سال جوڑ رہے ہو اور قرآن مجید نے قمری سال کے حساب سے مدت بیان کی ہے اور شمسی سال کے ہر سو برس میں تین سال قمری بڑھ جاتے ہیں۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۰)

(۱) مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنا حق ہے اور اصحاب کہف کا واقعہ اس کی نشانی اور دلیل ہے۔ جو قرآن مجید میں موجود ہے۔

(۲) جو اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان فرما دیتا ہے کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا۔

(۳) اللہ والوں کے ناموں میں برکت اور نفع بخش تاثیرات ہوتی ہیں۔

(۴) بیدروس ایک ایماندار اور نیک دل بادشاہ نے اصحاب کہف کے غار کی زیارت کے لئے سالانہ ایک دن مقرر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کے عرس کا دستور بہت قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔

(۵) بزرگوں کے مزاروں کے پاس مسجد تعمیر کرنا اور وہاں عبادت کرنا بھی بہت پرانا اور مبارک طریقہ ہے کیونکہ بیدروس بادشاہ نے اصحاب کہف کے غار کے پاس ایک مسجد بنوادی تھی جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ کہف میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰)

اغیار کے مذہبی مقامات کی حفاظت

جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بطریق ''سفرونیس'' کے ہمراہ بیت المقدس (یروشلم) میں داخل ہوئے' کل زادراہ ایک سرخ اونٹ تھا جس پر ایک تھیلی میں بھنے ہوئے جو اور دوسری میں کھجوریں' ایک پانی کا مشکیزہ اور ایک لکڑی کا برتن تھا۔ ایک غلام مدینہ سے ساتھ آیا تھا۔ یروشلم تک خلیفہ اور غلام اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور بطریق (پادری) بیت المقدس میں تھے کہ موذن نے اذان دی۔ پادری نے اصرار کیا کہ نماز ان کے گرجے ہی میں ادا کرلیں لیکن خلیفہ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مبادا آئندہ مسلمان میری نماز کو وجہ جواز بنا کر رفتہ رفتہ اس پر اپنا قبضہ جمالیں۔ مدعا یہ تھا کہ اغیار کے مذہبی جذبات اور ان کے معبد کی حفاظت کی جائے' اس لئے خلیفہ اسلام نے گرجا کے باہر نماز پڑھی۔ (مشاہیر اسلام ص ۵)

؎ نام عمر دا دل نوں بھاوے
صفت جہدی خدا فرما وے
آپ محمد نال سواوے
جوڑا خدمت گاراں دا
بن یار نبی دیاں یاراں دا

(۱۱)

ندامت وشرمندگی

بصرہ میں ایک نوجوان رہتا تھا جس کا نام رضوان تھا۔ وہ اکثر کھیل کود اور نافرمانیوں' آوارہ گردی اور سرکشی میں مبتلا رہتا' رات بھر شراب کے نشے میں مست رہتا۔ اس پر بدبختی غالب تھی اور شیطان نے اسے گمراہ کر رکھا تھا۔ ایک دن جب وہ شراب کے نشے میں مدہوش تھا اور نافرمان دوست بھی اس کے ساتھ تھے' اس نے ایک فقیر دیکھا جو راستے پر چلتے چلتے چند اشعار گنگنا رہا تھا' جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

''جب تو کسی دن اہل زمانہ سے تنہائی میں ہو تو یوں نہ کہہ کہ میں خلوت میں ہوں بلکہ یوں کہہ کہ مجھ پر ایک نگہبان ہے اور اللہ تعالیٰ کو لمحہ بھر بھی غافل نہ جان اور نہ یہ گمان کر کہ اس پر کوئی چھپی بات پوشیدہ ہے۔''

یہ نصیحت بھرا کلام سنتے ہی نوجوان رونے لگ گیا' اس نے فقیر کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ یہ اشعار دوبارہ پڑھے۔ فقیر نے دوبارہ پڑھے۔ نوجوان نے اسے اپنی مجلس میں آنے کے لئے اصرار کیا۔ چنانچہ وہ چلا آیا۔ نوجوان کہنے لگا: ''یا سیدی! اللہ کی قسم! آپ کی زیارت ہمارے لئے باعث سعادت ہے' ہمیں آپ کی آواز اور نغمہ بھلا لگا۔ لہٰذا اپنے نغموں سے ہماری زندگی کو پاکیزہ کر دو۔'' چنانچہ فقیر نے چند اشعار پڑھنا شروع کر دیئے جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''اللہ تعالیٰ کا رزق کھا کر بھی تو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ جب تو اس کی مخلوق میں چھپتا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اے انسان! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے

بچ تو جو بھی گناہ کرتا ہے وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا ہے اور جانتا ہے"

نوجوان خوفِ خدا سے بے ہوش ہو گیا

نوجوان پھر رونے لگا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے شراب کے برتن توڑ ڈالے اور فقیر کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی "یا سیدی! کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟" اس نے جواب دیا "یہ رب تعالیٰ سے صلح کی گھڑی ہے' اللہ تعالیٰ نے تجھے نیکی کے دروازے پر لوٹنے کی توفیق عطا فرمائی ہے' آج تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں تو تیرے لئے کتنی بڑی سعادت ہے (لہٰذا تم بارگاہِ الٰہی میں سچی توبہ کرلو)" نوجوان نے پھر چیخ ماری' اس پر غشی طاری ہوگئی اور زمین پر گر گیا۔ جب افاقہ ہوا تو عرض کرنے لگا "یاسیدی! کیا مجھ سے گزشتہ گناہوں کا مواخذہ ہوگا؟" فقیر نے کہا: "نہیں' اللہ کی قسم! خالص محبت کتنی عمدہ ہے! محبین کے لئے دور کے بعد لذت قرب کتنی اچھی ہے! پھر قرب کے بعد ہجر وفراق کی گھڑی کتنی شدید ہے! اے (اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے) عہد محبوت کو بھولنے والے! تو نے اپنے رب سے معاملہ کیا پھر غفلت کی میٹھی نیند سو گیا تو کس فضول کام میں مشغول ہے؟ اس سے تو نے کیا پایا؟ نہیں' تو نے تو اپنا مقصود ضائع کر دیا۔ آج ہی نیکیوں پر کمربستہ ہو جا اور گزشتہ گناہوں کو ترک کر دے اور درویشی اختیار کر لے۔ تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔" اس پر نوجوان کے آنسو بہہ پڑے اور اس کے دوست بھی رونے لگے پھر انہوں نے توبہ کی اور لباس زیب وزینت اتار پھینکا۔ نوجوان نے رب تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کی اور اپنے پچھلے برے افعال پر بے حد شرمسار ہوا۔ اس نے ساری رات آہ وبکا' گریہ وزاری اور حسرت وندامت سے بچھاڑیں کھاتے ہوئے فقیر کے پاس گزاری۔ جب سحری کا وقت ہوا تو اسے پھر اپنے گناہ اور نافرمانیاں یاد آگئیں۔ چنانچہ اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا اور اس پر غشی طاری ہوگئی۔ جب فقیر نے اسے حرکت دے کر دیکھا تو وہ دنیائے فانی سے رخصت ہو چکا تھا۔

(روض الفائق)

(۱۲)

نصیحت خالص

ابوعثمان عمرو بن عبید تمیمی بصری' مشہور عالم اور زاہد تھے' وعظ وارشاد میں ان کا ایک مقام تھا' منصور بادشاہ ان کی قدر ومنزلت کرتا تھا۔ ان کی وفات پر منصور نے مرثیہ کہا اور یہ عجائب میں سے ہے کہ خلیفہ وقت کسی عالم کا مرثیہ کہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ کے قریب مہران میں فوت ہوئے۔ (الاعلام بتصرف)

عبداللہ بن محمد بن علی بن عباس ابوجعفر منصور دوسرا خلیفہ' عباسی تھا۔ یہ عرب کے بادشاہوں میں پہلا خلیفہ تھا جس نے علوم کی طرف توجہ کی' فقہ' ادب اور فلکیات کا علم رکھتا تھا۔ علماء کا محب تھا' اپنے بھائی سفاح کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا' اسی نے شہر بغداد تعمیر کروایا اور ۱۴۵ھ میں اسے اپنا دار الحکومت بنایا' محتاط' عقل مند اور بہادر تھا۔ ۱۵۸ھ میں فوت ہوا۔ (الاعلام ج ۴' ص ۱۱۷)

لیکن یادرہے اسی کے حکم سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو پہلے قید اور پھر شہید کیا گیا۔

زمانہ علمی کے سلاطین پیکر خلوص علماء کو اپنے ہم نشین منتخب کیا کرتے تھے۔ بھول چوک کے خوف سے انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اسی لئے ان کے معاملات میں درستی اور ان کے اعمال میں راستی نمایاں ہوتی تھی۔ ایک دن عمرو بن عبید خلیفہ منصور کے پاس گئے اور کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا اور خیر وشر کے ایک ایک ذرے کے بارے میں آپ سے پوچھے گا۔ یقین کیجئے کہ امت مسلمہ قیامت کے دن آپ کے مدمقابل ہوگی اور اللہ تعالیٰ آپ سے وہی پسند فرمائے گا جس کو آپ اپنے لئے

پسند کرتے ہیں۔ بیٹے! آپ اپنے لئے یہی پسند کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ سے یہی پسند فرمائے گا کہ آپ اس کی مخلوق سے انصاف کریں۔"

ایک عالم کی بادشاہ سے جرأت مندانہ گفتگو

منصور پوری توجہ سے عمرو کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید ان کی گفتگو ختم ہو گئی ہے لیکن عمرو نے اسلام کا پیغام پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا اور تنبیہ کرتے ہوئے کہا: "امیر المومنین! آپ کے اس دروازے کے پیچھے ظلم کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے دروازے کے اس پار نہ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق۔"

وہ ایسے دل سے گفتگو کر رہے تھے جو ایمان سے معمور تھا۔ وعظ و نصیحت سے ان کا کا مقصد نہ تو کوئی مرتبہ حاصل کرنا تھا اور نہ ہی مال و دولت۔ ان کی اخلاص بھری نصیحت اس طرح منصور کے دل میں اتر گئی کہ خود اسے بھی پتہ نہ چل سکا۔ منصور پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بری طرح رونے لگا۔ سلیمان بن مجالد' منصور کے پاس کھڑا تھا' اس نے جب منصور کو روتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا: "اے عمرو! تم نے امیر المومنین کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔"

عمرو نے کہا: امیر المومنین! یہ کون ہے؟

منصور نے کہا: یہ آپ کا بھائی سلیمان بن مجالد ہے۔

عمرو نے منصور کی شاہانہ شان و شوکت سے مرعوب ہوئے بغیر پوری بے باکی سے کہا: "سلیمان! تجھ پر افسوس! امیر المومنین ایک دن مر جائیں گے اور تو جو کچھ اپنے سامنے دیکھ رہا ہے' سب گم ہو جائے گا اور سلیمان تو تو مردار ہے' کل فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔ تجھے وہی نیک عمل فائدہ دے گا جسے تو آگے بھیجے گا۔ امیر المومنین کے لئے تیری نسبت اس دیوار کا قرب زیادہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ تو خود انہیں نصیحت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور جو انہیں نصیحت کرتا ہے اسے منع بھی کرتا ہے۔"

پھر منصور کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہا:

''امیر المومنین! ایسے لوگوں نے آپ کو اپنی خواہشات پورا کرنے کے لئے سیڑھی بنا رکھا ہے۔'' منصور یہ گفتگو سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا:

''پھر میں کیا کروں؟ آپ اپنے ساتھیوں کو بلایئے، میں معاملات ان کے سپرد کر دیتا ہوں۔'' عمرو نے کہا:

''آپ خود انہیں اچھے عمل کے ذریعے بلایئے اور لوگوں کی گردنیں دبوچنے والے اس شخص کو حکم دیجئے کہ انہیں آزاد کر دے۔ آپ ایک دن میں ایسے حکام مقرر کیجئے کہ اگر ان میں سے کسی کے بارے میں شک پیدا ہو جائے یا کسی سے ناپسندیدہ فعل سرزد ہو جائے تو اسے معزول کر دیجئے اور اس کی جگہ کسی دوسرے کو حاکم مقرر کر دیجئے۔ اللہ کی قسم! اگر آپ ان سے سوائے عدل کے کچھ قبول نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس رویے کی بدولت ایسے لوگوں کو آپ کے قریب کر دے گا جو اقتدار کے بھوکے نہیں ہوں گے۔'' (من رشحات الخلود)

باعمل علماء اور نیک امراء کے لیے دُعا

اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں پر رحم فرمائے جو مخلص علماء کی نصیحت قبول کرتے تھے۔ جو بے باک علماء کو اپنا عمدہ ہم نشین بناتے تھے اور جب ان کے قدم ڈگمگاتے تھے تو علماء ان کی اصلاح کرتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ ان علماء پر رحم فرمائے جنہوں نے علمی امانت اس کے مستحقین تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوئے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (آل عمران، ۳: ۱۸۷)

''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔''

انہوں نے یہ عہد پورا کیا۔ کتاب کے احکام بیان کئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان پر اثر انداز نہیں ہوئی۔

(المحاسن والمساوی، امام بیہقی، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

(۱۳)

حضرت موسیٰ و جناب خضر علیہما السلام

ایک روایت ہے کہ جب فرعون مع اپنے لشکر کے دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ساتھ مصر میں قرار نصیب ہوا تو ایک دن موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اس طرح مکالمہ شروع ہوا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: خداوند! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب کون سا بندہ ہے؟ اللہ تعالیٰ: جو میرا ذکر کرتا ہے اور مجھ کبھی فراموش نہیں کرتا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: سب سے بہتر کرنے والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور کبھی بھی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرے!

حضرت موسیٰ علیہ السلام: تیرے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ: جو ہمیشہ اپنے علم کے ساتھ دوسروں سے علم سیکھتا رہے تاکہ اس طرح اسے کوئی ایک ایسی بات مل جائے جو اسے ہدایت کی طرف رہنمائی کرے یا اس کو ہلاکت سے بچالے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہو تو مجھے اس کا پتہ بتادے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خضر'' تم سے (علم کی ایک نوع میں) زیادہ علم والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں انہیں کہاں تلاش کروں؟

اللہ تعالیٰ: ساحل سمندر پر چٹان کے پاس۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: میں وہاں کیسے اور کس طرح پہنچوں؟

اللہ تعالیٰ: تم ایک ٹوکری میں ایک مچھلی لے کر سفر کرو۔ جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس وہیں خضر سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ (مدارک التنزیل نسفی، ج ۳، ۱۸)

مجمع البحرین کا سفر

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم اور شاگرد حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہم السلام کو اپنا رفیق سفر بنا کر "مجمع البحرین" کا سفر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے جب بہت دور چلے گئے تو ایک جگہ سو گئے۔ اسی جگہ مچھلی ٹوکری میں تڑپ کر سمندر میں کود گئی اور جس جگہ پانی میں ڈوبی وہاں پانی میں ایک سوراخ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر پھر چلنے لگے۔ جب دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے مچھلی طلب فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ چٹان کے پاس جہاں آپ سو گئے تھے مچھلی کود کر سمندر میں چلی گئی اور میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ آپ نے فرمایا: ہمیں تو اس جگہ کی تلاش تھی۔ بہر حال پھر آپ اپنے قدموں کے نشانات کو تلاش کرتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے جہاں حضرت خضر سے ملاقات کی جگہ بتائی گئی تھی۔

وہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے تعجب سے فرمایا: اس زمین میں سلام کرنے والے کہاں سے آ گئے؟ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں "موسیٰ" ہوں تو انہوں نے دریافت کیا کہ کون موسیٰ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جی ہاں، حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ مطلب یہ تھا کہ میں علم "اسرار" جانتا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں اور آپ علم "الشرائع" جانتے ہیں، کو میں نہیں جانتا!

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے خضر! کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلوں تاکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم دیئے ہیں آپ کچھ مجھے بھی تعلیم دیں؟ حضرت خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز ہرگز صبر نہ کر سکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں انشاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گا اور ہرگز ہرگز کبھی بھی کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر نے کہا: شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے کسی بات کے متعلق کوئی سوال نہ کریں۔ یہاں تک کہ میں خود آپ کو بتا دوں۔ غرض اس عہد و معاہدے کے بعد حضرت موسیٰ اور یوشع بن نون علیہما السلام کو اپنے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے پر چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک کشتی پر نظر پڑی اور کشتی والوں نے تینوں صاحبان کو کشتی میں سوار کر لیا اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں مانگا۔ جب یہ لوگ کشتی میں بیٹھ گئے تو حضرت خضر نے اپنے جھولے میں سے کلہاڑی نکالی اور کشتی کو پھاڑ کر اس کا ایک تختہ نکال کر سمندر میں پھینک دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پہلا سوال

یہ منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے اور حضرت خضر سے یہ سوال کر بیٹھے کہ

"اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا" (کہف، رکوع ۱۰)

کیا آپ نے کشتی پھاڑ دی؟ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی والے غرق ہو جائیں گے۔ یہ آپ نے بہت برا کام کیا۔

حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا؟ کہ آپ ہرگز ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا: میں نے بھول کر سوال کر دیا لہٰذا آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے کام میں مشکل نہ ڈالئے۔

پھر یہ حضرات کچھ دور آگے کو چلے تو حضرت خضر نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ حضرت خضر نے گلا دبا کر اور زمین پر پٹخ کر اس بچے کو قتل کر ڈالا۔ یہ ہوش ربا خونی منظر دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام میں صبر کی تاب نہ رہی

دوسرا سوال

آپ نے ذرا سخت لہجے میں حضرت خضر سے کہہ دیا:

''اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـئًا نُّكۡرًا''

(کہف' ع ۱۰)

''کیا آپ نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بلاشبہ آپ نے بہت ہی برا کام کر ڈالا ہے۔''

حضرت خضر نے پھر یہی جواب دیا کہ کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ ہرگز ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اب اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہ رہئے گا۔ اس میں شک نہیں کہ میری طرف سے آپ کا کوئی عذر پورا ہو چکا ہے۔

پھر اس کے بعد ان حضرات نے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی تو حضرت خضر نے اسم اعظم پڑھ کر اس دیوار کو سیدھی کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بد اخلاقی سے بیزار تھے ہی آپ کو غصہ آ گیا برداشت نہ کر سکے اور فرمایا:

تیسرا سوال

''لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَيۡهِ اَجۡرًا'' (کہف' ع ۱۱)

''اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے لیتے۔''

یہ سن کر حضرت خضر نے کہہ دیا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے ان کا راز میں آپ کو بتا دوں گا۔ سنئے جو کشتی میں نے پھاڑ ڈالی وہ چند مسکینوں کی تھی جس کی آمدنی سے وہ لوگ گزر بسر کرتے تھے اور آگے ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا جو سالم اور اچھی کشتیوں کو چھین لیا کرتا تھا اور عیب دار کشتیوں کو چھوڑ دیا کرتا تھا تو میں نے قصداً ایک تختہ نکال کر اس کشتی کو عیب دار کر دیا تا کہ ظالم بادشاہ کے غصب سے محفوظ رہے اور جس لڑکے کو میں نے قتل کر دیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے اور یہ لڑکا پیدائشی کافر تھا اور والدین اس لڑکے سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اس کی ہر خواہش

پوری کرتے تھے تو ہمیں یہ خوف وخطرہ نظر آیا کہ وہ لڑکا کہیں اپنے والدین کو کفر میں نہ مبتلا کر دے اسلئے میں نے اس لڑکے کو قتل کر کے اس کے والدین کو کفر سے بچالیا۔ اب اس کے والدین صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے بدلے میں اس کے والدین کو ایک بیٹی عطا فرمائے گا جو ایک نبی سے بیاہی جائے گی اور اس کے شکم سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ایک امت کو ہدایت کرے گا اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھی کرنے کا راز یہ تھا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان دونوں کا باپ ایک صالح اور نیک آدمی تھا۔ اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے لے لیتے۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں اس لئے ابھی میں نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے اور اے موسیٰ! آپ یقین واطمینان رکھیں کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔

(جلالین' صاوی' مدارک وغیرہ ملخصا)

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف

حضرت خضر علیہ السلام کی کنیت ابوالعباس اور نام "بلیا" اور ان کے والد کا نام "ملکان" ہے "بلیا" سریانی زبان کا لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس کا ترجمہ "احمد" ہے۔ "خضر" ان کا لقب ہے اور اس لفظ کو تین طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ خَضِر' خِضر' خُضر کے معنی سبز چیز کے ہیں یہ جہاں بیٹھتے تھے وہاں آپ کی برکت سے ہری ہری گھاس اگ جاتی تھی اس لئے لوگ ان کو "خضر" کہنے لگے!

یہ بہت ہی عالی خاندان سے ہیں اور ان کے آباواجداد بادشاہ تھے۔ بعض عارفین نے فرمایا ہے: جو مسلمان ان کا اور ان کے والد کا نام اور ان کی کنیت یاد رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (صاوی' ج ۴' ص ۱۷)

بعض لوگوں نے حضرت خضر کو نبی بتایا ہے لیکن اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ آپ ولی ہیں (جلالین) اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آپ اب بھی زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں

گے کیونکہ آپ نے آبِ حیات پی لیا ہے۔ آپ کے گرد بکثرت اولیاء کرام جمع رہتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ چنانچہ عارف باللہ حضرت سیّد بکری نے اپنے قصیدہ ''دردالسحر'' میں آپ کے بارے میں یہ تحریر فرمایا ہے:

حَیٌّ وَحَقِّكَ لَمْ یَقُلْ بِوَفَاتِهٖ اِلَّا الَّذِیْ لَمْ یَلْقَ نُوْرَ جَمَالِهٖ

فَعَلَیْهِ مِنِّیْ کُلَّمَا هَبَّ الصَّبَا اَزْکٰی سَلَامٍ طَابَ فِیْ اِرْسَالِهٖ

تیرے حق کی قسم! حضرت خضر زندہ ہیں اوران کی وفات کا قائل وہی ہوگا جوان کے نور جمال سے ملاقات نہیں کر سکا ہے تو میری طرف سے ان پر جب تک بادِ صبا چلے ستھرا سلام ہو کہ پاکیزگی کے ساتھ بادِ صبا اس کو پہنچائے۔

حضرت خضر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اس لئے یہ صحابی بھی ہیں۔ (تفسیر صاوی' ج ۳' ص ۱۸)

(۱۴)

شرائط کا پورا کرنا لازم ہے

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کے والد صحابی تھے جنہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی جبکہ لیث اور ابن لہیعہ کے نزدیک عبدالرحمٰن بھی صحابی تھے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن غنم کو فلسطین بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ وہ راس التابعین مشہور ہوئے اور ۷۸ ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۴، ص ۴۵، ۴۶)

عبدالرحمٰن بن غنم کا بیان ہے کہ ایک روز میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میرے گھٹنے ان کے گھٹنے سے لگے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

امیر المومنین! میں نے اس عورت سے شادی کی ہے شادی کے وقت میں نے اس کی شرط قبول کی تھی کہ میں اسے اسی کے گھر (میکے) میں رکھوں گا اپنے گھر نہیں لے جاؤں گا۔ مگر اب جبکہ میرے گھریلو حالات اس کے گھر کے حالات سے بہتر ہیں تو کیا میں اسے اپنے گھر لے جاسکتا ہوں (جبکہ یہ انکار کر رہی ہے)؟

امیر المومنین نے جواب دیا اس عورت سے تم نے جس شرط کی بنیاد پر شادی کی تھی اسے پورا کرنا تم پر لازم ہے۔ وہ کہنے لگا:

"هَلَكَتِ الرِّجَالُ إِذًا، لَا تَشَاءُ الْمَرْأَةُ أَنْ تُطَلِّقَ زَوْجَهَا إِلَّا طَلَّقَتْ"

''(اگر فیصلہ یہی ہے) تب تو مرد لوگ ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہے گی مگر (جب اپنی شرط پر بضد ہو جائے گی تو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے شوہر کو) چھوڑ دے گی۔''

امیر المومنین نے فرمایا:

''اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی شُرُوْطِهِمْ عِنْدَ مَقَاطِعِ حُقُوْقِهِمْ''

''مسلمان اپنے حقوق کے ختم ہونے پر اپنی عائد کردہ شرائط ہی کے پابند ہوتے ہیں۔

(اقضیۃ الخلفاء الراشدین'۶۴' مصنف عبدالرزاق'۲۲۷'۶' مصنف ابن ابی شیبۃ'۴۹۹'۳)

(۱۵)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک رقعے کا اثر

منقول ہے حضرت سیّدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے سامنے نصیحت آمیز بیان فرماتے اور ان کو بارگاہِ الٰہی کا شوق دلاتے۔ اس کے انعامات کی رغبت دلاتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے۔ یوں لوگوں کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا جانا لگا رہتا۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ حسب عادت منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور بیان شروع کرنے کا ارادہ کیا تو ایک عورت نے ایک رقعہ بڑھایا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پڑھا تو چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شدت سے آہ و بکا اور گریہ وزاری کرنے لگے اور پھر منبر شریف سے اتر آئے اور کوئی گفتگو نہ کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں نے پوچھا: ''اس رقعہ میں کیا لکھا ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پڑھ کر سنایا۔ اس میں اس مفہوم کے چند اشعار تھے:

''اے دوسروں کو تعلیم دینے والے! تو اپنے آپ کو یہ تعلیم کیوں نہیں دیتا؟ تو بیماروں اور کمزوروں کے لئے تو دوا تجویز کرتا ہے مگر وہ کیسے شفا پائیں گے جبکہ تو خود بیمار ہے۔ ہم نے دیکھا کہ تو ہمیں رشد و ہدایت کرتا ہے جبکہ خود اس سے دور رہتا ہے۔ پہلے اپنے نفس سے ابتدا کر اور اسے سرکشی سے روک۔ جب تو نے اسے روک لیا تو سمجھ لے کہ تو حکیم ہے۔ پھر تیری بات قبول کی جائے گی، تیرا بیان نفع بخش ہوگا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ لوگوں کو ایسے کام سے نہ روک جو تو خود کرتا ہے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تجھ پر بہت بڑا طعنہ ہے۔''

رقعہ پڑھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ شدت سے رونے دھونے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو دوستوں نے عرض کی: ''آپ کا کلام بہتر اور من پاک ہے

آپ کے بیان سے دل شفا پاتے اور غمزدہ تسلی پاتے ہیں' ایسا کلام آپ کے دل پر کیسے اثر نہ کرے جبکہ آپ تو امام ہیں اور امام بھی کیسے ہیں (جن کی عظمت دنیا جانتی ہے)''
آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پھر رونا آ گیا اور ارشاد فرمایا: ''میرے لئے یہ درست نہیں کہ لوگوں کے سامنے بیان کروں جبکہ میں اپنے آپ کو اس مقام پر نہیں پاتا۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو چھلک پڑے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ عشق الٰہی اور سوزش غم میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد نہ کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنا اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔

اے غفلت کے شکار مسلمان!

مسلمانو! کیا تم ان برگزیدہ بندوں کے دل نہیں دیکھتے؟ جو صاف شفاف شیشے کی مانند تھے' جن میں نصیحت بھرا بیان اثر کرتا تھا اور وعظ و نصیحت ان کی عشق الٰہی کی آگ مزید بھڑکا دیتی تھی اور تم بھی بیانات سنتے ہو مگر تمہارے دلوں پر اثر نہیں ہوتا۔ تم اپنے گناہوں کی میل کچیل آنسوؤں سے نہیں دھوتے بلکہ نفع مند چیزیں پس پشت ڈال دیتے ہو اور کھیل کود اور بے ہودہ باتوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہو۔

پیارے بھائیو! تمہارے دل و دماغ پر غفلت نے قبضہ جما لیا اور مہلت کے دنوں نے تمہیں دھوکا دیا تو اے اپنے ظلم کے سبب دھوکے میں مبتلا ہونے والو سنو! قرآن پاک واشگاف الفاظ میں فرما رہا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ (پ۱۳' ابراہیم ۴۲)

''ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے''

اور یہ مہلت مکمل طور پر نہیں بلکہ رب قدیر ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ (پ ۱۳' ابراھیم ۴۲)

ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن کے لئے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی جب یہ ڈھیل ختم ہو جائے گی تو وہ مزید مہلت مانگتے ہوئے کہیں گے:

اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (پ ۱۳' ابراھیم ۴۴)

''تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے''

پھر ان کو ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا ہوگا اور کہا جائے گا:

''اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ'' (پ ۲۲، فاطر: ۴۴)

''اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی''

روز محشر تم انہیں دیکھو گے کہ وہ اپنی قبروں سے بوکھلائے ہوئے نکلیں گے۔ جس دن پہلا صور پھونکا جائے گا تو وہ خدائے قہار و جبار کے حضور اس طرح حاضر ہوں گے کہ ان کے پہلو کانپ رہے ہوں گے اور بدبختی کی علامات ان پر واضح ہوں گی۔ چنانچہ رب العباد عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

''يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ'' (پ ۲۷، یٰسین)

''مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے۔''

جب ان کی بھوک بڑھے گی تو:

''لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ'' (پ ۳۰، الغاشیۃ ۶)

''ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے۔''

جب پیاس کی شدت جوش مارے گی تو:

''وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ'' (پ ۲۶، محمد، ۱۰)

''اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا کہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔''

طرح طرح کے عذاب

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''عذاب طرح طرح کا ہوگا اور جو لوگ عذاب دیئے جائیں گے ان کے بہت طبقے ہوں گے۔ بعض کو زقوم کھانے کو دیا جائے گا، بعض کو غسلین (دوزخیوں کی پیپ) بعض کو آگ کے کانٹے۔''

ننگے بدن ان کے لباس سے بہتر ہیں کیونکہ ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور جب وہ پانی مانگیں گے:

"یُغَاثُوْا بِمَاءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ" (پ ۱۵، الکھف، ۲۹)

"تو ان کی فریاد رسی ہو گی اس پانی سے کہ چرخ دیئے ہوئے (کھولتے ہوئے) دھات کی طرح ہے کہ ان کے منہ بھون دے گا۔"

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ غلیظ پانی ہے روغن زیتون کی تلچھٹ کی طرح۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ جب وہ منہ کے قریب کیا جائے گا تو منہ کی کھال اس سے جل کر گر پڑے گی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ وہ پگھلایا ہوا رانگ (سیسہ یا نرم دھات) اور پیتل ہے۔"

کیا تو نے نافرمانوں کو نہیں دیکھا کہ وہ سنتے ہی نہیں؟ حالانکہ قرآن پاک واضح طور پر فرما رہا ہے کہ

"اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ" (پ ۲۵، الدخان، ۴۰)

"بے شک فیصلہ کا دن سب کی میعاد ہے۔"

جب ان مجرموں کو آگ دیکھے گی جنہوں نے ایک لمحہ کی لذت کے بدلے برسوں کا عذاب خریدا تو:

"تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ" (پ ۲۹، الملک، ۸)

"معلوم ہوتا ہے کہ شدت غضب میں پھٹ جائے گی"

لہٰذا جو عذاب نار سے چھٹکارا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ توبہ کر لے۔

جب پاکیزہ بیانات تمہارے میلے دل پر اثر نہیں کرتے اور عذاب و خوف کی دھمکیاں تمہارے دلوں کو حیران و پریشان نہیں کرتیں تو رب تعالیٰ کے پاکیزہ کلام کی آیات بینات تم پر تلاوت کی جاتی ہیں:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (پ ۳۰، الزلزال، ۷، ۸)

"تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ بھر برائی کرے

اسے دیکھے گا۔"

ذرّہ بھر نیکی اور ذرّہ بھر برائی

سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر مومن کافر کو روز قیامت اس کے نیک و بد اعمال دکھائے جائیں گے۔ مومن کو اس کی نیکیاں اور بدیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ بدیاں بخش دے گا اور نیکیوں پر ثواب عطا فرمائے گا اور کافر کی نیکیاں رد کر دی جائیں گی کیونکہ کفر کے سبب اکارت ہو چکیں اور بدیوں پر اس کو عذاب کیا جائے گا۔ محمد بن کعب قرظی نے فرمایا: "کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی بدیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی بدی نہ ہوگی۔" اس آیت میں ترغیب ہے کہ "نیکی تھوڑی سی بھی کار آمد ہے اور ترہیب ہے کہ "گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔" بعض مفسرین نے فرمایا ہے: "پہلی آیت مومنین کے حق میں ہے اور پچھلی کفار کے (حق میں)"

اے احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں غفلت برتنے والے! اے عمر عزیز کو بیکار گنوانے والے! کب تک لہو ولعب میں مبتلا رہے گا جبکہ تیرے گناہ لکھے جا رہے ہیں۔ سفر آخرت میں تیری حالت کیسی ہوگی جبکہ تیرا راستہ پر خطر ہے۔ عنقریب تو اس ترازو کو دیکھ لے گا جو معمولی سی بات بھی ظاہر کر دے گا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

اے غافل انسان! موت تیرا پیچھا کیے ہوئے ہے۔ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو آسمان کو پھٹتا ہوا دیکھے گا اور تجھ پر مقرر فرشتہ تیری اچھائیوں اور برائیوں کو جمع کر کے ان کا دفتر بند کر چکا ہوگا۔ تجھ پر حجت قائم ہو چکی ہوگی۔ کوئی عذر یا بہانہ نہ چلے گا۔ وہاں ہر انسان اپنی آگے بھیجی ہوئی نیکی یا بدی کو ملاحظہ کرے گا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(۱۶)

قصہ ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج

ذوالقرنین کا نام ''سکندر'' ہے۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور جنگوں میں علمبردار رہے ہیں۔ یہ حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ ایک بڑھیا کے اکلوتے فرزند ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے مدتوں ان کی صحبت میں رہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ان کو کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ یہ نبی نہیں ہیں بلکہ ایک بندہ صالح ہیں جو ولایت کے شرف سے سرفراز ہیں۔

(صاوی ج ۳ ص ۲۱)

حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ ذوالقرنین (دو سینگوں والے) کے لقب سے اس لئے مشہور ہو گئے کہ انہوں نے دنیا کے دو سینگوں یعنی دو کناروں کا چکر لگایا تھا اور بعض کا قول ہے کہ ان کے دور میں لوگوں کے دو قرن ختم ہو گئے۔ سو برس کا ایک قرن ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے دو گیسو تھے اس لئے ذوالقرنین کہلاتے ہیں اور یہ بھی ایک قول ہے کہ ان کے تاج پر دو سینگ بنے ہوئے تھے اور بعض اس کے قائل ہیں کہ خود ان کے سر پر دونوں طرف ابھار تھا جو سینگ جیسا نظر آتا تھا اور بعضوں نے یہ وجہ بتائی ہے کہ چونکہ ان کے باپ اور ماں نجیب الطرفین اور شریف زادے تھے اس لئے لوگ ان کو ذوالقرنین کہنے لگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مدارک ج ۳ ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام روئے زمین کی بادشاہی عطا فرمائی تھی۔ دنیا میں کل چار

بادشاہ ایسے ہوئے ہیں جس کو پوری زمین کی مکمل بادشاہی ملی۔ان میں دو مومن تھے اور دو کافر۔مومن تو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین ہیں اور کافر ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود ہے اور تمام روئے زمین کے ایک پانچویں بادشاہ اس امت میں ہونے والے ہیں جن کا اسم گرامی حضرت ''امام مہدی'' ہے۔(صاوی،ج ۳،ص ۲۲)

حضرت ذوالقرنین کے تین سفر

قرآن مجید میں حضرت ذوالقرنین کے تین سفروں کا حال بیان ہوا ہے جو سورۂ کہف میں ہے۔ہم قرآن مجید ہی سے ان تینوں سفروں کا حال تحریر کرتے ہیں جن کی روداد بہت ہی عجیب اور عبرت خیز ہے۔

۱-حضرت ذوالقرنین نے پرانی کتابوں میں پڑھا تھا کہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص آب حیات کے چشمہ میں سے پانی پی لے گا تو اس کو موت نہ آئے گی اس لئے حضرت ذوالقرنین نے مغرب کا سفر کیا۔آپ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے وہ تو آب حیات کے چشمہ پر پہنچ گئے اور اس کا پانی بھی پی لیا مگر حضرت ذوالقرنین کے مقدر میں نہیں تھا۔وہ محروم رہ گئے۔اس سفر میں آپ جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی کا نام ونشان ہے وہ سب منزلیں طے کر کے آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ انہیں سورج غروب کے وقت ایسا نظر آیا کہ وہ ایک سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے جیسا کہ سمندری سفر کرنے والوں کو آفتاب سمندر کے کالے پانی میں ڈوبتا نظر آتا ہے۔وہاں ان کو ایک ایسی قوم ملی جو جانوروں کی کھال پہنے ہوئے تھے۔اس کے سوا کوئی دوسرا لباس ان کے بدن پر نہ تھا اور دریائی مردہ جانوروں کے سوا ان کی غذا کا کوئی دوسرا سامان نہیں تھا۔یہ قوم ''ناسک'' کہلاتی تھی۔حضرت ذوالقرنین نے دیکھا کہ ان کے لشکر بے شمار ہیں اور یہ لوگ بہت ہی طاقت ور اور جنگجو ہیں تو حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں کے گرد اپنی فوجوں کا گھیرا ڈال کر ان لوگوں کو بے بس کر دیا۔چنانچہ کچھ تو مشرف بہ ایمان ہو گئے اور کچھ آپ کی فوجوں کے ہاتھوں مقتول ہو گئے!

۲-پھر آپ نے مشرق کا سفر فرمایا یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے

تو یہ دیکھا کہ وہاں ایک ایسی قوم ہے جن کے پاس کوئی عمارت اور مکانات نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ سورج طلوع ہونے کے وقت یہ لوگ زمین کے غاروں میں چھپ جاتے تھے اور سورج ڈھل جانے کے بعد غاروں سے نکل کر اپنی روزی کی تلاش میں لگ جاتے تھے۔ یہ لوگ قوم ''منسلک'' کہلاتی تھی۔ حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں کے مقابلہ میں بھی لشکر آرائی کی اور جو لوگ ایمان لائے ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا اور جو اپنے کفر پر اڑے رہے ان کو تہہ تیغ کر دیا!

۳- پھر آپ نے شمال کی جانب سفر فرمایا یہاں تک کہ ''سدین'' (دو پہاڑوں کے درمیان) میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کی عجیب وغریب زبان تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ اشاروں سے بمشکل بات چیت کی جا سکتی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت ذوالقرنین سے یاجوج وماجوج کے مظالم کی شکایت کی اور آپ کی مدد کے طالب ہوئے۔

یاجوج ماجوج اور سدِ سکندری

یاجوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک فسادی گروہ ہے اور ان لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔ یہ لوگ بلا کے جنگجو خونخوار اور بالکل ہی وحشی اور جنگلی ہیں جو بالکل جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔ موسم ربیع میں یہ لوگ اپنے غاروں سے نکل کر تمام کھیتیاں اور سبزیاں کھا جاتے تھے اور خشک چیزوں کو لاد کر لے جاتے تھے۔ آدمیوں اور جنگلی جانوروں یہاں تک کہ سانپ' بچھو' گرگٹ اور ہر چھوٹے بڑے جانوروں کو کھا جاتے تھے۔

حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے فریاد کی کہ آپ ہمیں یاجوج وماجوج کے شر اور ان کی ایذا رسانیوں سے بچائیے اور ان لوگوں نے اس کے عوض کچھ مال دینے کی بھی پیش کش کی تو حضرت ذوالقرنین نے فرمایا: مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ بس تم لوگ جسمانی محنت میں میری مدد کرو چنانچہ آپ نے دونوں پہاڑوں کے درمیان بنیاد کھدوائی۔ جب پانی نکل آیا تو اس پر پگھلائے تانبے کے گارے سے پتھر جمائے گئے اور لوہے کے تختے نیچے اوپر چن کر ان کے درمیان میں لکڑی اور کوئلہ

بھروا دیا اور آگ میں جلوا دی۔ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی پھر پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا جو سب مل کر بہت ہی مضبوط اور نہایت مستحکم دیوار بن گئی۔

(صاوی ج ۳ ص ۲۲ و مدارک و خزائن العرفان)

قرآن مجید کی سورۂ کہف میں ''حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ'' سے ''مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا'' پہلے سفر کا ذکر ہے پھر ''ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا'' سے ''خُبْرًا'' تک دوسرے سفر کا تذکرہ ہے اور ''ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا'' سے ''وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا'' تک تیسرے سفر کی روداد ہے۔

یاجوج ماجوج کی ہلاکت

حدیث شریف میں ہے کہ یاجوج و ماجوج روزانہ اس دیوار کو توڑتے ہیں اور دن بھر جب محنت کرتے کرتے اس کو توڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ اب چلو باقی کو کل توڑ ڈالیں گے۔ دوسرے دن جب وہ لوگ آتے ہیں تو خدا کے حکم سے وہ دیوار پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب اس دیوار کے ٹوٹنے کا وقت آئے گا تو ان میں سے کوئی کہنے والا کہے گا کہ اب چلو انشاء اللہ تعالیٰ کل اس دیوار کو توڑ ڈالیں گے۔ ان لوگوں کے انشاء اللہ کہنے کی برکت اور اس کلمہ کا یہ ثمرہ ہوگا کہ دوسرے دن دیوار ٹوٹ جائے گی۔ یہ قیامت قریب ہونے کا وقت ہوگا۔ دیوار ٹوٹنے کے بعد یاجوج و ماجوج نکل پڑیں گے اور زمین پر ہر طرف فتنہ و فساد اور قتل و غارت کریں گے۔ چشموں اور تالابوں کا پانی پی ڈالیں گے اور جانوروں اور درختوں کو کھا ڈالیں گے۔ زمین پر ہر جگہوں میں پھیل جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان لوگوں کی گردنوں میں کیڑے پیدا ہو جائیں گے اور یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ○ (الانبیاء، ع ۷)

''یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یاجوج و ماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلکتے ہوئے دوڑتے ہوں گے۔''

(۱۷)

بے مثال عدل اور بے نظیر انصاف

سلطان محمود کا ایک بھانجا تھا۔ اس کا ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ ناجائز تعلق تھا۔ اس کے خاوند نے بہت داد و فریاد کی لیکن کسی نے نہ سنی۔ قاضی، وزیر اور امیر کوئی بھی شہزادے کے مقابلے میں اس غریب کی نہ سنتا تھا۔ آخر وہ شخص جرأت و ہمت کر کے خود سلطان تک پہنچا اور نہایت دلیری سے اپنے دکھ درد کی تمام داستان بیان کی۔ سلطان نے اس کو اطمینان دلایا اور کہا:

"میں تمہارا انصاف کروں گا مگر اس راز سے کسی کو آگاہ نہ کروں گا اور وہ پھر تمہارے مکان پر آئے تو سیدھے میرے پاس پہنچو۔"

بادشاہ نے دربانوں کو بھی تاکید کر دی کہ جب یہ شخص آئے تو فوراً مجھے خبر کر دو خواہ میں کسی حال میں ہوں۔

غرض جب شہزادہ حسب عادت گیا اور اس شخص کو اس کے مکان سے باہر نکال کر اس کی بیوی کے پاس جا بیٹھا تو اس نے سلطان کو خبر کر دی۔ سلطان خود آیا اور سارا ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے بھانجے کا سر تلوار کے ایک ہی وار سے الگ کر دیا اور تھوڑے وقفے کے بعد پانی مانگا اور دو نفل ادا کیے۔

یاد رہے سلطان محمود غزنوی ۳۸۷ھ، ۹۹۸ء میں اپنے باپ امیر ناصر الدین سبکتگین کی وفات پر غزنی میں تخت نشین ہوا۔ اس کی سلطنت میں ماوراء النہر (ترکستان) خراسان، افغانستان اور موجودہ پاکستان شامل تھے۔ محمود نے پنجاب کے راجہ جے پال اور اس کے بعد اس کے بیٹے آنند پال کو شکست دی۔ نیز کانگڑہ، متھرا، قنوج اور سومنات پر یلغار کی اور تمام ہندو راجاؤں کو ہرایا۔ ۱۰۲۱ء میں پنجاب کو سلطنت غزنوی میں مدغم کر لیا۔ محمود نے ۱۰۳۰ء میں وفات پائی۔ (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم ج ا ص ۷۹، ۸۰)

(۱۸)

استقامت ہو تو ایسی ہو

ہشام بن اسماعیل بن ولید بن مغیرہ مخزومی کی بیٹی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی۔ ۸۲ھ میں مدینہ منورہ کا گورنر بنا اور ۸۷ھ میں فوت ہوا۔ (الاعلام ج ۸ ص ۸۳) اس نے اپنے گورنری کے دور میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کو خط لکھا:

''تمام اہل مدینہ ولید بن عبدالملک بن مروان کی بیعت کرنے پر متفق ہیں لیکن سعید بن مسیب نے بیعت نہیں کی۔ ان کا اپنے اسی مؤقف پر اصرار ہے۔ ان کی بیعت کا مدینہ منورہ میں بڑا اثر ہے کیونکہ وہ اہل مدینہ کے امام مقتدا ہیں۔'' عبدالملک نے جواب میں لکھا:

''ان کی گردن پر تلوار رکھو۔ اگر پھر بھی نہ مانیں تو انہیں پچاس کوڑے مارو اور بازاروں میں ان کا جلوس نکالو۔''

جب یہ مکتوب گورنر کے پاس پہنچا تو سلیمان بن یسار' عروہ ابن زبیر اور سالم بن عبداللہ' حضرت سعید بن مسیب کے پاس گئے اور کہنے لگے:

''ہم آپ کے پاس ایک ایسے معاملے میں آئے ہیں جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ خلیفہ عبدالملک کا حکم آگیا ہے۔ اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو آپ کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ ہم آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتے ہیں' ان میں سے کوئی ایک قبول کر لیجئے۔ گورنر اسے قبول کر لے گا۔''

(۱) آپ کے سامنے خلیفہ کا مکتوب پڑھا جائے تو آپ خاموش رہیں۔ ہاں یا نہ میں جواب نہ دیں۔ سعید نے کہا: ''میں یہ نہیں کر سکتا۔''

کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ خاموشی کا مطلب بیعت کا اقرار ہوگا اور جب وہ ایک دفعہ انکار کر دیتے تھے تو بڑے سے بڑا آدمی بھی انہیں اقرار پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) ''آپ اپنے گھر میں بیٹھ جائیں اور کچھ دن نماز کے لئے باہر نہیں نکلیں۔ جب آپ کو کسی مجلس میں طلب کریں گے تو موجود نہیں پائیں گے۔ یہ بھی منظور ہے۔''

حضرت سعیدؒ نے کہا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ میں اذان سنوں (حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ) اور (حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ) کی آواز میرے کانوں میں پہنچے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔ اللہ کی قسم! یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔''

(۳) آپ اپنی مجلس سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ گورنر کسی شخص کو آپ کی مجلس میں بھیجے گا اور آپ وہاں موجود نہیں ہوں گے تو وہ خاموش ہو جائے گا۔

حضرت سعید بن مسیبؒ عبدالملک کے خوف سے راہ فرار اختیار کرنے پر بھی تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا مخلوق سے ڈرتے ہوئے اپنی نشست چھوڑ دوں؟''

میں ایک بالشت بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔

گورنر کو کھرا کھرا جواب

مذاکراتی ٹیم نے محسوس کیا کہ ان کا فیصلہ اٹل ہے اور ان میں کوئی لچک نہیں ہے۔ وہ لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔ سعید بھی ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے اور اسی جگہ بیٹھے جہاں ان کا معمول تھا۔ گورنر نے نماز پڑھنے کے بعد انہیں دیکھا تو اپنے پاس طلب کیا اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا:

''امیر المومنین نے ہمیں تحریری حکم دیا ہے کہ اگر آپ بیعت نہیں کرتے تو آپ کا سر قلم کر دیا جائے۔'' سعید نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ نے دو بیعتوں سے منع فرمایا ہے۔''

(علامہ سیوطی نے فرمایا یہ حدیث ''نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَۃٍ'' امام ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے (میں کہتا ہوں) لیکن اس سے مراد بیع ہے جو تجارت کی دو جزؤں میں سے ایک جزء ہے۔)

گورنر نے جب یہ دیکھا کہ وہ بیعت اور تعمیل پر آمادہ نہیں ہیں تو اس نے حکم دیا کہ

انہیں برآمدے میں لے چلو۔ ان کی گردن جھکا دی گئی۔ تلواریں میانوں سے باہر نکال لی گئیں۔ سعید خاموشی سے سراپا صبر بنے ہوئے تھے۔ ان پر خوف وہراس کا معمولی سا اثر بھی نہیں تھا۔ انہوں نے مخلوق کی خوشی کے لئے اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا اور اپنے خالق و مالک کی رضا کے مقام پر ثابت قدم رہے۔

گورنر نے جب دیکھا کہ یہ تو موت سے بھی نہیں ڈرتے تو اس نے دوسرا حکم دیا ان کے کپڑے اتار دیئے گئے اور انہیں پچاس کوڑے مارے گئے۔ مدینہ منورہ میں ان کا جلوس نکالا گیا اور لوگوں کو ان کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیا گیا۔ سعید کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس بیٹھتا تو اسے فرماتے:

''یہاں سے اٹھ جا' کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تمہیں بھی تکلیف دی جائے۔''

سعید مسجد میں ایک ہی جگہ بیٹھتے تھے۔ دوسری جگہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ وہ اپنے دوستوں کو کہا کرتے تھے:

''جب تم ظالموں کے مددگاروں کو دیکھو تو تمہارے دل انکار سے بھرے ہوئے ہونے چاہئیں تاکہ تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔''

(من رشحات الخلود للشیخ الفرور)

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اس واقعہ پر شیخ الحدیث شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ سعید بن مسیب سے راضی ہو وہ بغیر کسی تکلف کے اللہ تعالیٰ کی راہ پر سختی کے ساتھ قائم تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے سلسلے میں بڑے سے بڑے آدمی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ ناقابل شکست تھا۔ وہ حکومتی نمائندوں کی تمام تر کوشش کے باوجود ضمیر فروشی پر تیار نہیں ہوئے۔

انہیں مارا گیا' سزا دی گئی' توہین کی گئی' انہوں نے موت کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ ننگی تلوار اپنے سر پر لہراتے ہوئے دیکھیں لیکن وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے۔

ان کا عزم متزلزل ہوا اور نہ ہی ان میں لچک پیدا ہوئی بلکہ ان کی ایمانی قوت میں مزید اضافہ ہوا۔ انہوں نے اس خوفناک آزمائش کو اللہ تعالیٰ کی نعمت جانا اور ترقی و درجات کا ذریعہ قرار دیا۔

وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے:

''یہی وہ استقامت ہے جس کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اور ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم امانت ادا کریں اور کسی لالچ یا دھمکی کی بناء پر حق سے روگردانی نہ کریں۔'' (صفۃ الصفوۃ' بتصرف)

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

''ان لوگوں نے خاک وخون میں لوٹنے کی کتنی اچھی رسم کی بنیاد ڈالی؟ اللہ تعالیٰ ان پاک طینت عاشقوں پر رحمت فرمائے۔'' (سدا بہار خوشبوئیں)

تعارفِ شخصیات

اس واقعہ میں جن شخصیات کا ذکر ہوا ہے ان کا مختصر تعارف یہ ہے:

☆ -عبدالملک بن مروان ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ وہ بنوامیہ کے عظیم اور ذہین خلفاء میں سے تھا۔ مدینہ منورہ میں پرورش پائی۔ وہ وسیع علم والا فقیہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے سولہ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ کا گورنر بنایا۔ اپنے والد مروان کی وفات کے بعد ۶۵ھ میں خلیفہ بنا۔ وہ اپنے دشمنوں کے لئے سخت گیر اور شدید ہیبت والا تھا۔ اس کے دور میں فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے تاریخ اسلام میں دیناروں کا چیک جاری کیا۔ کہا جاتا تھا کہ ''امیر معاویہ حلم کے لئے اور عبدالملک احتیاط کے لئے ہیں۔'' دمشق میں ۸۶ھ میں فوت ہوا۔ (الاعلام' ج ۴' ص ۱۶۴)

☆ -سعید بن میسب بن حزن بن ابی وھب مخزومی' ان کی کنیت ابومحمد تھی۔ وہ تابعین کے سردار اور مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے۔ وہ حدیث' فقہ اور زہد و ورع کے جامع تھے۔ وہ زیتون کی تجارت سے گزر بسر کرتے تھے اور کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتے

تھے۔انہیں "روایۃ عمر" رضی اللہ عنہ (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت روایت کرنے والے) کہا جاتا تھا۔مدینہ میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔(الاعلام)

☆-سلیمان بن یسار ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔وہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے۔جب کوئی شخص فتویٰ لینے کے لئے حضرت سعید بن میبّب کے پاس جاتا تھا تو اسے کہتے تھے کہ سلیمان کے پاس جاؤ کیونکہ وہ موجودہ دور کے علماء میں سے زیادہ علم والے ہیں۔وہ مستند فقیہ اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔۱۰۷ھ میں وفات پائی۔

(الاعلام)

☆-عروہ ابن زبیر بن عوام ۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔مدینہ عالیہ کے ساتھ فقہاء میں سے تھے اور وہ دین کے عظیم عالم تھے۔وہ صالح بھی تھے اور کریم بھی اور کسی فتنے میں داخل نہیں ہوئے۔مدینہ منورہ میں ۹۳ھ میں وفات پائی۔(الاعلام)

☆-سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب مدینہ منوہ میں سات فقہاء میں سے تھے۔تابعین کے اکابر اور مستند علماء میں سے تھے۔مدینہ طیبہ میں ۱۰۶ھ میں رحلت ہوئی۔

(الاعلام)

(۱۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ جب ولادت کا وقت آیا تو حضرت مریم آبادی سے کچھ دور ایک کھجور کے سوکھے درخت کے نیچے تنہائی میں بیٹھ گئیں اور اسی درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ چونکہ آپ بغیر باپ کے کنواری مریم کے شکم سے پیدا ہوئے اس لئے حضرت مریم بڑی فکر مند اور بے حد اداس تھیں اور بدگوئی وطعنہ زنی کے خوف سے بستی میں نہیں آ رہی تھیں اور ایک ایسی سنسان زمین میں کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں کہ جہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ناگہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام اتر پڑے اور اپنی ایڑی زمین پر مار کر ایک نہر جاری کر دی اور اچانک کھجور کا سوکھا درخت ہرا بھرا ہو کر پختہ پھل لایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم کو پکار کر ان سے یوں کلام فرمایا:

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ۝ وَهُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ۝ فَكُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا (مریم، ع ۲، پارہ ۱۶)

”تو جبرائیل نے مریم کو اس کے تلے سے پکارا کہ غم نہ کھا بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کا تنا پکڑ کر اپنی طرف ہلا تو تجھ پر تازی پکی ہوئی کھجوریں گریں گی تو تم کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی رکھو۔“

سوکھے درخت میں پھل لگ جانا اور نہر کا اچانک جاری ہونا بلاشبہ یہ دونوں حضرت

مریم کی کرامات ہیں۔

سورۂ آل عمران میں ہے کہ حضرت بی بی مریم جب بچی تھیں اور بیت المقدس کی محراب میں عبادت کرتی تھیں تو بغیر کسی محنت کے وہاں بلا موسم کے پھل ملا کرتے تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پکی ہوئی کھجویں تو حضرت مریم کو ضرور ملیں لیکن خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ کھجور کی جڑیں ہلاؤ تب تم کو کھجوریں ملیں گی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ آدمی جب تک صاحب اولاد نہیں ہوتا اس کو بلا محنت بھی روزی مل جایا کرتی ہے اور وہ کہیں نہ کہیں سے کھا پی لیا کرتا ہے مگر جب آدمی صاحب اولاد ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ محنت کر کے روزی حاصل کرے۔ دیکھو حضرت مریم جب تک صاحب اولاد نہیں ہوئی تھیں تو بلا کسی محنت و مشقت کے ان کو محراب عبادت میں پھلوں کی روزی ملا کرتی تھی مگر جب ان کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے تو اب خدا کا حکم ہوا کہ کھجور کے درخت کو ہلاؤ اور محنت کرو اس کے بعد کھجوریں ملیں گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں کلام کرنا

جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر بنی اسرائیل کی بستی میں تشریف لائیں تو قوم نے آپ پر بدکاری کی تہمت لگائی اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اے مریم! تو نے یہ بہت برا کام کیا حالانکہ تمہارے والد میں کوئی خرابی نہیں تھی اور تمہاری ماں بھی بدکار نہیں تھیں۔ بغیر شوہر کے تمہارے لڑکا کیسے ہو گیا؟ جب قوم نے بہت زیادہ طعنہ زنی اور بدگوئی کی تو حضرت مریم خود تو خاموش رہیں مگر اشارہ کیا کہ اس بچے سے تم لوگ سب کچھ پوچھ لو تو لوگوں نے کہا: ہم اس بچے سے کیا اور کیونکر اور کس طرح گفتگو کریں یہ تو ابھی بچہ ہے جو پالنے میں پڑا ہوا ہے۔ قوم کا یہ کلام سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریر شروع کر دی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ○ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ○ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ○ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ

يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (مریم، رکوع ۲، پارہ ۱۶)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی اور برکت والا بنایا جہاں بھی رہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے میری ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا اور رہے سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن میں زندا اٹھایا جاؤں۔''

حفظِ مراتب کا لحاظ

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ پیدا ہوتے ہی فصیح زبان میں ایسی جامع تقریر فرمائی اور اس تقریر میں سب سے پہلے آپ نے اپنے کو خدا کا بندہ کہا تا کہ کوئی انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ سکے کیونکہ لوگ آئندہ آپ پر تہمت لگانے والے تھے اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی ہے اس لئے آپ کے منصب رسالت کا یہی تقاضا تھا کہ اپنی والدہ پر لگائی جانے والی تہمت کو رفع کرنے سے پہلے اس تہمت کو دفع کریں جو اللہ تعالیٰ پر لگائی جانے والی تھی۔ اللہ اکبر! سچ ہے کہ خداوند قدوس جس کو نبوت کے شرف سے نوازتا ہے یقیناً اس کی ولادت نہایت ہی پاک اور طیب و طاہر ہوتی ہے اور بچپن ہی سے اس میں نبوت کے اعلیٰ آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

☆ - سورۂ مریم کے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا ذکر میلاد شریف بیان فرمایا ہے: آخر میں سلام کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پڑھ کر آخر میں صلوٰۃ پڑھنا یہ اللہ تعالیٰ کی مقدس سنت ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مبارک عمل ہے۔

☆ - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ بالا تقریر سے معلوم ہوا کہ نماز زکوٰۃ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک یہ ایسے فرائض ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی فرض تھے۔

(۲۰)

بنے ہے شاہ کے مصاحب پھرے ہے اتراتے

سیف الدین نامی ایک عرب امیر ہندوستان کے ایک بادشاہ کے پاس آیا۔ اس کی نہ صرف مہمان نوازی اور خاطر داری کی گئی بلکہ کچھ عرصے کے بعد بادشاہ نے اپنی بہن فیروزہ کی شادی اس غریب الدیار امیر کے ساتھ کر دی۔ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی اور بادشاہ نے اسے جاگیر میں گجرات اور کھمبایت (جوناگڑھ اور رن کچھ وغیرہ) کے علاقے دیئے لیکن اس بدو نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہ کی۔ بیس دن کے بعد جب محل شاہی میں جانے لگا تو بلا اطلاع اندر جانے کا قصد کیا کہ میں بادشاہ کا بہنوئی ہوں' میرے لئے ادب آداب اور اطلاع وغیرہ کی کیا ضرورت ہے؟ دربان نے منع کیا کہ بلا اجازت آپ اندر نہیں جا سکتے مگر امیر نے اس کو جھڑک کر اندر گھسنا چاہا۔ زبردستی اندر جانے لگا تو دربان نے سر کے بال پکڑ کے باہر گھسیٹا۔ امیر نے دربان کو زور سے لاٹھی رسید کی حتیٰ کہ خون نکل آیا۔ دربان اسی عالم میں بادشاہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ تھوڑی دیر تک عالم سکوت میں رہا اور کہا یہ جرم ایسا سنگین ہے کہ بادشاہ بھی معاف نہیں کر سکتا۔ قاضی کے پاس جاؤ اور مقدمہ پیش کرو۔ قاضی کمال الدین شہر کے رئیس القضاۃ تھے۔ ان کے پاس مقدمہ گیا۔ انہوں نے ساری کیفیت سنی اور چونکہ امیر سیف الدین کو اپنے فعل سے انکار نہ تھا اس لئے اسے رات بھر قید رکھا۔ شہزادی فیروزہ نے جو امیر کی بیوی اور بادشاہ کی بہن تھی' بھائی کے خوف سے قید خانے میں بچھونا اور کھانا تک نہ بھیجا۔ دوسرے دن دوپہر کو قاضی نے اس کی رہائی کا حکم دیا۔ (تاریخ دہلی' ص ۱۷۲)

(۲۱)

یوم عاشوراء کی اکتیس خصوصیات

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا اور وہ یوم عاشوراء کا روزہ ہے اور اس سے مراد ماہِ محرم کا دسواں دن ہے۔ لہٰذا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو اور اپنے گھر والوں پر کھلا خرچ کرو (شعب الایمان میں ہے) ''جو اس دن اپنے اہل وعیال پر مال میں فراخی وکشادگی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال رزق وافر فرمائے گا'' (شعب الایمان' باب فی الصیام' صوم التاسع مع العشر' الحدیث ۳۷۹۵' ج ۳' ص ۳۶۶) پس تم اس دن کا روزہ رکھو کہ (۲) اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرما کر انہیں صفی اللہ کے مقام پر فائز فرمایا (۳) اسی دن حضرت سیّدنا ادریس علیہ السلام کو اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا (۴) اسی دن حضرت سیّدنا نوح نجی اللہ علیہ السلام کو کشتی میں طوفان سے نکالا (۵) اسی دن حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار ہوئی (۶) اسی دن حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی (۷) اسی دن حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی ملی (۸) اسی دن حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا ضعف دور ہوا (۹) اسی دن حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کی تکلیف رفع کی گئی (۱۰) اسی دن حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (۱۱) اسی دن دریا نے پھٹ کر بنی اسرائیل کو راستہ دیا اور فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا (۱۲) اسی دن حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام کی لغزش معاف ہوئی (۱۳) اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا اور (۱۴) یہی وہ دن ہے جس دن ہمارے

آقا ﷺ کو آپ کے سبب آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف کرنے کا مژدۂ جاں فزا سنایا گیا (۱۵) یہی وہ پہلا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا (۱۶) اسی دن آسمان سے پہلی بارش برسی (۱۷) زمین پر سب سے پہلی رحمت بھی اسی دن اتری (۱۸) جس نے یوم عاشوراء کو شب بیداری کی گویا اس نے ساتوں آسمان والوں کے برابر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی (۲۰) جس نے اس رات چار رکعات اس طرح ادا کیں کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور اکاون بار سورۂ اخلاص پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرما دے گا (۲۱) جس نے عاشوراء کے دن کسی کو پانی پلایا اللہ بڑی پیاس کے دن (بروز قیامت) اسے ایسا جام پلائے گا کہ اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا اس نے لحہ بھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی (۲۲) جس نے اس دن کچھ صدقہ کیا گویا اس نے کسی سائل کو کبھی خالی نہیں لوٹایا (۲۳) جس نے عاشوراء کے دن غسل کیا تو وہ مرض موت کے سوا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا (۲۴) جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس سے حسن سلوک کیا گویا وہ تمام اولادِ آدم کے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا (۲۵) جس نے اس دن کسی مریض کی عیادت کی گویا اس نے بنی آدم کے تمام مریضوں کی عیادت کی (۲۶) اس دن عرش (۲۷) لوح اور (۲۸) قلم پیدا کیے گئے (۲۹) اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کو پیدا فرمایا (۳۰) اسی دن حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا اور (۳۱) اسی دن قیامت قائم ہو گی۔

(الموضوعات لابن الجوزی کتاب الصیام باب فی ذکر عاشوراء ج ۲ ص ۲۰، اللآئی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب الصیام ج ۲ ص ۹۲، ۹۳، حاشیہ اعانۃ الطالبین بالصوم فصل فی صوم التطوع ج ۲ ص ۴۴۴، ۴۴۵)

یاد رہے اس روایت کو علامہ ابن جوزی، علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے موضوع قرار دیا ہے لہٰذا عوام میں بیان نہ کی جائے (الموضوعات، ج ۲، ص ۲۰۰، ماثبت بالسنۃ مترجم، ص ۲۴) اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے: ”اس کے راوی ثقہ ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعد والوں نے اس کو وضع کر کے ان سندوں کے ساتھ ترتیب دے دی۔“

(۲۲)

مولائے کائنات اور قاضی شریح

حضرت علی بن ابی طالب ابن عبدالمطلب ہاشمی قریشی، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، امیر المومنین، چوتھے خلیفہ راشد اور ان فیروز بخت دس حضرات میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ مشہور جنگ آزما بہادر اور اکابر خطباء، علماء اور فقہاء میں سے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد (بچوں میں) سب سے پہلے اسلام لائے، اعلان نبوت سے تیرہ سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید کیے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

جبکہ قاضی ابوامیہ شریح بن حارث کندی، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے مشہور قاضی اور فقیہ تھے۔ اصلاً یمن کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کوفہ کے قاضی رہے۔ حجاج کے زمانے میں استعفیٰ پیش کر دیا جسے اس نے منظور کر لیا۔ حدیث میں ثقہ اور قضاء کے امین تھے۔ شعر و ادب میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ طویل عمر پائی اور ۷۸ھ میں کوفہ میں رحلت فرمائی۔

جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صفین کی طرف روانہ ہوئے تو ان کی ایک زرہ گم ہو گئی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد کوفہ تشریف لائے تو آپ کو وہ زرہ ایک یہودی کے پاس مل گئی۔ جسے آپ نے پہچان لیا۔ آپ نے یہودی کو فرمایا:

''یہ زرہ میری ہے۔ میں نے نہ تو اسے فروخت کیا ہے اور نہ ہی اسے رہن رکھا ہے۔'' یہودی نے کہا: ''یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضے میں ہے۔''

حضرت علی نے فرمایا:

''ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں۔ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔''

خلیفۂ وقت اپنے ہی بنائے ہوئے قاضی کی عدالت میں

دونوں روانہ ہو گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے اور قاضی شریح کے پہلو میں بیٹھ گئے اور فرمایا اگر میرا فریق مخالف یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔ قاضی شریح نے کہا: ''امیر المومنین! فرمائیے! کیسے تشریف لانا ہوا؟''

حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا:

''یہ زرہ جو یہودی کے پاس ہے میری ہے۔ میں نے نہ تو فروخت کی ہے اور نہ ہبہ کی ہے۔'' قاضی شریح: ''امیر المومنین! آپ کے پاس گواہ ہیں؟''

حضرت علی: ''ہاں' قنبر اور حسن گواہی دیں گے کہ یہ زرہ میری ہے۔''

قاضی شریح: ''باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی جائز نہیں ہے۔''

حضرت علی: ''ایک جنتی کی گواہی جائز نہیں ہے؟''

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ"

''حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

(یہ حدیث امام ترمذی نے باب المناقب میں' نیز ابن ماجہ (نمبر ۱۱۸) نے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل نے کئی جگہ روایت کی ہے)

جناب قانون یہ ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں ہے۔ قاضی شریح نے یہ کہا اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔

یہودی مسلمان ہو گیا

یہودی یہ فیصلہ اور یہ عدل و انصاف دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ ایسا انصاف تو اس نے کبھی

دیکھا تھا اور نہ سنا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ امیر المومنین! مجھے اپنے قاضی کے پاس لے آئے۔ قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اس کے باوجود ان کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی۔ ان کے ہاں قانون کا اتنا احترام ہے؟ وہ بے ساختہ پکار اٹھا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین برحق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ امیر المومنین! میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ زرہ آپ کی ہے۔ (من رشحات الخلود)

یہ تھا دور اول کا محکمہ عدل' جو صرف حق وانصاف جانتا تھا۔ حقوق اور ذمہ داریوں کو ایک ترازو میں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ خلیفہ وقت فریق مخالف یہودی کے ساتھ قاضی کے پاس چلے گئے اور جب قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا تو برہم نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان ججوں پر رحم فرمائے اور ان خلفاء سے راضی ہو جنہوں نے اس نظام کے آگے سر تسلیم خم کیا اور اس کے قوانین اپنی ذات پر نافذ کئے۔ اس طرح امت مسلمہ کو نظام مصطفیٰ (ﷺ) کے نافذ کرنے کی راہ دکھائی۔

یہ تھی عدلیہ کی حقیقی آزادی کہ اس وقت کے قاضی (جج) خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ دینے کی جرأت رکھتے تھے اور ان پر فیصلہ اوپر سے مسلط نہیں کیا جاتا تھا۔

(سدا بہار خوشبوئیں)

(۲۳)

طویل عمر سراسر وبال

انسان کی وہ طویل عمر جس میں انسان کے تمام قویٰ مضمحل اور بیکار ہو جاتے ہیں اور آدمی بالکل ہی ناقص القوۃ، کم عقل اور قلیل الفہم ہو کر بچپن کی ہیئت کے مثل عقل و دانائی اور ہوش و خرد سے عاری اور نسیان کے غلبہ سے سارا علم بھول جاتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے، چلنے پھرنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمر انسانی کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ؀ (النحل، رکوع ۹)

اور اللہ نے تم لوگوں کو پیدا کیا پھر وہی تمہاری جانیں قبض کرے گا اور تم میں سے کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔''

اس ''اَرْذَلِ الْعُمُرِ'' کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔ تاریخی تجربہ ہے کہ بعض لوگ ساٹھ ہی برس کی عمر میں ایسے ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ ایک سو برس کی عمر پا کر بھی کھوسٹ عمر کی منزل میں نہیں پہنچتے۔ ہاں امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نوے برس کی عمر والے کے تمام قویٰ اور حواس عمل و تصرف سے ناکارہ ہو جاتے ہیں اور وہ ہر قسم کی کمائی اور حج و جہاد وغیرہ کے قابل نہیں رہ جاتے اور یہ عمر اور اس کی کیفیات واقعی اس قابل ہیں کہ انسان اس سے خدا کی پناہ مانگے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزوں سے

پناہ مانگا کرتے تھے اور یوں دعا مانگا کرتے تھے:

اس عمر سے اللہ کی پناہ

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسْلِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔"

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی سے اور کاہلی سے اور کھوسٹ عمر سے اور قبر کے عذاب سے اور فتنہ دجال سے اور زندگی کے فتنے سے اور موت کے فتنے سے۔"

▪ اسی لئے منقول ہے کہ مشہور بزرگ گو مستند عالم دین حضرت محمد بن علی واسطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کے لئے خاص طور پر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

یَارَبِّ لَا تُحْیِنِیْ اِلٰی زَمَنٍ
اَکُوْنُ فِیْهِ کَلًّا عَلٰی اَحَدٍ
خُذْ بِیَدِیْ قَبْلَ اَنْ اَقُوْلَ لِمَنْ
اَلْقَاهُ عِنْدَ الْقِیَامِ خُذْ بِیَدِیْ

اے اللہ! مجھے اتنے زمانے تک زندہ نہ رکھ کہ میں کسی پر بوجھ بن جاؤں تو اس سے قبل میری دست گیری فرمالے کہ میں ہر ملنے والے سے اٹھتے وقت یہ کہوں کہ تم میرا ہاتھ پکڑلو۔

حدیث شریف میں ہے اور بعض لوگوں نے اس کو حضرت عکرمہ کا قول بتایا ہے کہ جو شخص قرآن کو پڑھتا رہے گا وہ ارذل العمر (کھوسٹ عمر) کو نہ پہنچے گا اور ایسے ہی جو قرآن میں غور وفکر کرتا رہے گا اور قرآن پر عمل بھی کرتا رہے گا وہ بھی اس کھوسٹ عمر سے محفوظ رہے گا۔ (روح البیان' ج ۵' ص ۵۵)

زندگی اور موت اور کم یا زیادہ عمر یہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ واختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے کم عمر عطا فرمائے جس کو چاہے طویل عمر بخشے۔ کسی انسان کو ہرگز ہرگز اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ انسان کو چاہئے کہ بہرحال خداوند قدوس کی مرضی پر صابر وشاکر رہے۔ ہاں

البتہ یہ دعا مانگتا رہے کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کو نیکیوں میں گزارے اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھے کیونکہ تھوڑی سی عمر ہے اور نیکیوں میں گزرے تو اس سے بڑا کوئی انعام نہیں اور عمر طویل پائے مگر حسنات اور نیکیوں میں نہ گزرے تو وہ لمبی عمر بہت بڑا خسارہ اور وبال ہے اور اس کا ہر وقت دھیان رکھے کہ کسی بوڑھے شخص کی بے ادبی نہ ہونے پائے بلکہ ہمیشہ بوڑھوں کا اعزاز واحترام پیش نظر رہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دربار رسالت میں فقر وفاقہ کی شکایت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لعلك مشيت امام شيخ'' غالباً تم کسی بوڑھے آدمی کے آگے آگے چلے ہو گے یہ اسی کی نحوست ہے۔

(روح البیان ج ۵ ص ۶)

(۲۴)

عورت کا قتل

حنظلہ بن ربیع تمیمی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ انہیں حنظلہ اُسیدی بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اسدی بن عمرو بن تمیم ان کے جد امجد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو اہل طائف کی طرف بھیجا تھا۔ بعد میں حنظلہ رضی اللہ عنہ قرقیسیا (عراق) چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۸۴، ۸۵)

حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ ہمارا گزر ایک مقتول عورت کے پاس سے ہوا۔ وہاں لوگوں کا مجمع تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''مَا كَانَتْ هٰذِهٖ تُقَاتِلُ فِيْمَنْ يُقَاتِلُ''

''مقاتلین کے ساتھ عورت تو قتال نہیں کر رہی تھی۔''

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیادت کے لئے ایک رہنما اصول وضع فرمایا اور اس قسم کے معاملات میں اپنا فیصلہ اور حکم جاری فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین سے فرمایا: جب یہ عورت تم سے لڑنے والوں کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف نہیں لڑ رہی تھی تو اسے قتل کیوں کیا گیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام دے کر روانہ کیا: ''لَا تَقْتُلَنَّ ذُرِّيَّةً وَّلَا عَسِيْفًا''

''بچے اور مزدور ہرگز قتل نہ کیے جائیں۔''

مراسیل ابوداؤد میں عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ طائف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قتل کر دی گئی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت

فرمایا: "مَنْ قَتَلَ هٰذِهٖ؟"

"اس عورت کو کس نے قتل کیا ہے؟"

ایک آدمی نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں نے اسے قتل کیا ہے۔ دراصل میں نے غنیمت کے طور پر اسے پایا تھا اور اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا تھا مگر جب اس نے ہماری شکست دیکھی تو میری تلوار کی طرف لپکی تا کہ مجھے قتل کر دے چنانچہ میں نے اس کی حرکت کو بھانپ لیا اور اس پر قابو پا کر اسے قتل کر دیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کی بات سن کر اس پر کوئی نکیر نہیں فرمایا اور مقتولہ کو مٹی سے ڈھانپنے کا حکم دیا۔ (مراسیل ابی داؤد ۳۶، ۳۷)

معلوم ہوا کہ عورت اگر کسی دشمنانہ کارروائی کا حصہ ہے تو اسے قتل کیا جا سکتا ہے۔

(۲۵)

صدقہ و خیرات کی برکات

منقول ہے کہ ایک عیال دار فقیر نے اپنے اہل و عیال سے مل کر عاشوراء کے دن روزہ رکھا۔ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا لہٰذا وہ خوراک کی تلاش میں گھر سے نکلا تا کہ افطاری کا اہتمام کر سکے لیکن کچھ نہ ملا۔ پھر وہ سناروں کے بازار میں داخل ہوا اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنی دکان میں قیمتی چمڑے کے ٹکڑے بچھا کر ان پر سونے چاندی کے ڈھیر الٹ رہا ہے۔ وہ اس کے پاس گیا اور سلام کر کے کہا: ''جناب! میں حاجت مند ہوں ممکن ہو تو مجھے ایک درہم قرض دے دو تا کہ میں اپنے گھر والوں کے لئے افطاری کا سامان خرید سکوں' میں آج کے بابرکت دن آپ کے لئے دعا کروں گا۔'' لیکن سنار نے اپنا منہ پھیر لیا اور فقیر کو کچھ نہ دیا' فقیر کا دل ٹوٹ گیا۔ وہ واپس آ رہا تھا اور اس کے آنسو رخسار پر بہہ رہے تھے کہ سنار کے ایک یہودی پڑوسی نے اسے دیکھ لیا اور دکان سے نکل کر اس فقیر کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''میں تجھے دیکھ رہا تھا کہ تو میرے فلاں پڑوسی سنار سے کچھ بات کر رہا تھا؟'' فقیر نے بتایا ''میں نے اس سے ایک درہم مانگا تھا تا کہ اپنے گھر والوں کی افطاری کا بندوبست کر سکوں لیکن اس نے مجھے خالی لوٹا دیا' میں نے اسے یہ بھی کہا تھا کہ میں آج کے بابرکت دن تمہارے حق میں دعا کروں گا۔'' یہودی نے پوچھا: ''آج کون سا دن ہے؟'' فقیر نے اسے بتایا ''آج عاشوراء کا دن ہے اور پھر اس کے بعض فضائل بیان کئے تو یہودی نے اس فقیر کو دس درہم دیئے اور کہا: ''اس دن کی عظمت کی خاطر یہ قبول کر لو اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔'' فقیر وہاں سے روانہ ہوا تو اس کا دل خوشی سے پھولا ہوا تھا۔ اس نے گھر والوں پر اچھی طرح خرچ

کیا۔

یہودی نواز دیا گیا اور مسلمان محروم کر دیا گیا

جب رات ہوئی تو اس مسلمان سنار نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے۔ پیاس اور مصائب شدت اختیار کر چکے ہیں پھر اس نے اچانک ایک سفید موتیوں کا محل دیکھا جس کے دروازے یاقوت کے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر کہا: ''اے اس محل کے مالک! مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے'' تو اسے ایک آواز سنائی دی ''کل شام تک یہ محل تیرا تھا لیکن جب تو نے فقیر کا دل توڑا اور اسے کچھ نہ دیا تو اس محل سے تیرا نام مٹا کر تیرے اس یہودی پڑوسی کا نام لکھ دیا گیا ہے جس نے اس فقیر کی حاجت پوری کی اور اس کو دس درہم دیئے۔'' چنانچہ بیدار ہونے کے بعد سنار گھبراتے ہوئے اور خود کو ملامت کرتے ہوئے اپنے یہودی پڑوسی کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''تم میرے پڑوسی ہو میرا تم پر حق ہے اور مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔'' یہودی نے پوچھا: ''بتاؤ! کیا حاجت ہے؟'' اس نے کہا: ''کل شام تم نے جو دس درہم فقیر کو دیئے تھے ان کا ثواب سو درہم کے بدلے مجھے دے دو۔'' تو اس نے جواب دیا ''اللہ کی قسم! میں ایک لاکھ دینار کے بدلے بھی نہ دوں گا بلکہ اگر تو نے اس محل کے دروازے میں بھی داخل ہونے کی خواہش کی جو تو نے کل رات خواب میں دیکھا تھا تو میں اس کی بھی اجازت نہ دوں گا۔'' مسلمان سنار نے پوچھا: ''تمہیں اس راز کی خبر کیسے ہوئی؟'' تو یہودی نے جواب دیا اس کی خبر مجھے اس ذات نے دی ہے جو کسی بھی چیز کو کہتی ہے ''ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے'' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔''

(حاشیہ اعانۃ الطالبین، باب الصوم، فصل فی التطوع، ج ۲، ص ۴۴۵)

(۲۶)

مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ بادشاہ میرے ہاتھ چومے......

عبدالعزیز بن عبدالسلام مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے شافعی فقیہ تھے' ۵۷۷ھ دمشق میں پیدا ہوئے' وہیں پلے بڑھے پہلے زاویہ الغزالی میں خطیب اور مدرس مقرر ہوئے پھر جامع اموی کے خطیب مقرر ہوئے۔ ۶۶۰ھ قاہرہ میں رحلت ہوئی' ان کی تصانیف بھی ہیں۔ (الاعلام)

الملک الصالح: نجم الدین ایوب' صلاح الدین ایوبی کے والد اور اسد الدین ابن شیر کوہ کے بھائی تھے' جبل جور میں پیدا ہوئے' تعلیم و تربیت موصل میں حاصل کی۔ نڈر اور دلیر بن کر ابھرے' بڑے رحیم و کریم' حلیم اور شفیق تھے' ان کے دروازے پر آنے والے وفدوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''هُوَ مُتْلِفُ الْمَوْجُوْدِ بِبَذْلِ الْجُوْدِ'' یعنی جو کچھ موجود ہوتا لٹا دیتے تھے' عماد کاتب کہتے ہیں کہ نجم الدین ایوب ۱۸ ذوالحجہ ۵۶۸ھ بروز پیر قاہرہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے تو باب النصر کے پاس گھوڑے نے انہیں گرا دیا' انہیں اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ اس واقعہ کے بعد آٹھ دن زندہ رہے اور ۲۷ ذوالحجہ بروز منگل اس دنیا سے رحلت کر گئے۔ انہیں دار سلطانیہ کے ایک کمرے میں ان کے بھائی اسد الدین کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا' پھر دو سال کے بعد ان دونوں کو مدینہ طیبہ میں منتقل کر دیا گیا۔ 'میں کہتا ہوں' کہ ان دونوں کی قبر وزیر موصل جمال الدین کی قبر کے پاس ہے۔

(کتاب الروضتین' ابوشامہ مقدسی' ج ۱' ص ۲۰۹ ملخصاً)

تاریخ کے اوراق میں یہ (سرنامۂ عنوان) وہ زریں مقولہ ہے جو سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے الملک الصالح کے وزیر کو ارشاد فرمایا۔ وزیر ان کے پاس بادشاہ کا رومال اس بات کی نشانی کے طور پر لایا تھا کہ بادشاہ نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔ وزیر

میٹھی میٹھی باتیں کر کے انہیں شیشے میں اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہنے لگا:

بھلا میں بادشاہ کے ہاتھوں کو بوسہ دوں؟

"آپ کے اور الملک الصالح کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہے۔ آپ کو جن عہدوں سے معزول کیا گیا ہے، آپ ان پر دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں بلکہ آپ کو ترقی بھی مل سکتی ہے لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ آپ بادشاہ کے سامنے کسی قدر نرمی اختیار کریں اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دے دیں۔"

وزیر کا خیال تھا کہ عہدوں (اور گریڈ) کے حاصل کرنے کے لئے شیخ خم کھا جائیں گے۔ جیسے کہ دنیا حاصل کرنے کے لئے بہت سے علماء کا وطیرہ ہے لیکن شیخ جلال میں آ گئے۔ ان کے دل میں پائے جانے والے ایمان اور علم کی عزت پھڑک اٹھی۔ شیخ پورے جلال کے ساتھ فرمانے لگے:

اے مسکین! اللہ کی قسم! یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دوں۔ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے ہاتھوں کو بوسہ دے۔

پھر گرجدار آواز میں فرمایا:

اے قوم! تم ایک وادی میں ہو اور میں دوسری وادی میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس خوشامد سے محفوظ رکھا ہے جس میں تم گردن تک دھنسے ہوئے ہو۔

وزیر شیخ کی گفتگو سن کر سمجھ گیا کہ یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ اس پر باعمل اور سراپا اخلاص علماء کا یہ انداز بھی منکشف ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے معاملے میں قدم اٹھاتے وقت حکومت اور بادشاہ سے اجازت نہیں لیا کرتے۔ وزیر لالچ کا حربہ ناکام دیکھ کر دھمکی پر اتر آیا۔ کہنے لگا:

"جناب عالی! یہ عرض کرتے ہوئے معذرت خواہ ہوں کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ اگر آپ میری درخواست قبول نہ کریں تو آپ کو قید کر دوں۔" اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ شیخ نے کہا: "تم جو چاہو کرو۔ میں اپنے مؤقف پر قائم ہوں اور اس سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

عالم دین قید خانے میں

چنانچہ شیخ کو الملک الصالح کے خیمے کے پاس ایک خیمے میں قید کر دیا گیا۔ شیخ اس طرح خوش خوش اس قید خانے میں داخل ہوئے جیسے کسی دلکش باغ میں جا رہے ہوں۔ انہوں نے اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا تھا اور دنیا کی بجائے دین کو منتخب کر لیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ جیل کے متلاشی تھے تاکہ یک سوئی اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کر سکیں۔ بڑے لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ تنہائی اور علیحدگی کو پسند کرتے ہیں تاکہ پراگندہ خیالی کو دور کر سکیں اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں محو ہو جائیں۔ شیخ نے پرسکون لہجے میں قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا اور اس کے معانی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ بادشاہ بھی انہیں تلاوت کرتے ہوئے سنتا رہتا۔

بادشاہ کے پاس فرنگی بادشاہ آ کر بطور مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے انہیں صیدا شہر اور قلعہ شقیف اس شرط پر دے دیا تھا کہ اسے اس کے دشمن نجم الدین ایوب سے نجات دلا دیں۔ ایک دن فرنگی بادشاہوں نے اپنے پڑوس میں شیخ کو تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے سنا تو الملک الصالح سے پوچھا: ''یہ کون پڑھ رہا ہے؟'' بادشاہ نے کہا: ''یہ ہمارا سب سے بڑا عالم دین ہے۔ چونکہ میں نے مسلمانوں کے قلعے تمہارے سپرد کر دیئے گئے اس لئے انہوں نے مجھ پر نکتہ چینی کی تھی۔ اس کی پاداش میں میں نے انہیں قید کر دیا۔ دمشق کی خطابت سے معزول کر دیا اور دوسرے تمام عہدوں سے سبکدوش کر دیا۔'' فرنگی بادشاہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''اگر یہ عالم ہمارے پاس ہوتے تو ہم ان کے پاؤں دھوتے اور ان کے پاؤں کا دھوون پینے کو سعادت جانتے۔'' (اخلاق العلماء، تبصرف)

یہ تھی اس باعمل اور پیکر اخلاص عالم کی عظمت خداداد۔ انہوں نے اپنی خودداری سے اسلام کے مینارے کو بلند کر دیا۔ بادشاہ کی چاپلوسی کی بجائے جیل اور ابتلا کو برداشت کیا۔ یہاں تک کہ دشمنوں کے بادشاہ ان کے پاؤں کے دھوون پیتے۔ جس بادشاہ کا تذکرہ ہو رہا ہے اس کا نام نجم الدین ایوب ہے اب یا تو غلطی سے اس کے دشمن کا نام نجم الدین ایوب لکھا گیا ہے یا پھر ممکن ہے کہ مخالف کا نام بھی یہی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (سدا بہار خوشبوئیں)

(۲۷)

ایک بے وقوف بڑھیا

مکہ مکرمہ میں ایک بڑھیا ریطہ بنت عمرو تھی جس کے مزاج میں وہم اور عقل میں فتور تھا۔ وہ روزانہ دوپہر تک محنت کر کے سوت کاتا کرتی تھی اور دوپہر کے بعد وہ کاتے ہوئے سوت کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی تھی اور اپنی باندیوں سے بھی تڑواتی تھی۔ یہی روزانہ کا اس کا معمول تھا۔ (صاوی ج ۶ ص ۲۷۳)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں کھا کر یا اس کے نام پر لوگوں سے کوئی عہد کر کے اپنی قسموں اور عہدوں کو توڑ دیا کرتے ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس عورت سے تشبیہ دیتے ہوئے قسموں اور عہدوں کے توڑنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ط

(النحل، رکوع ۱۳)

"اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو اور قسموں کو مضبوط کر کے مت توڑو اور تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے سوت کو مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کر کے توڑ دیا۔"

ہر قسم کی بدعہدی اور عہد شکنی ممنوع اور شریعت میں گناہ ہے۔ اسی طرح اللہ کی قسم کھا کر

بلاضرورت اس کو توڑنا بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اوفوا بالعقود'' یعنی اپنے عہدوں اور معاہدوں کو پورا کرو اور فرمایا: ''واحفظوا ایمانکم'' یعنی اپنی قسموں کی حفاظت کرو ہاں البتہ اگر کسی خلاف شرع بات کی قسم کھالی ہو تو ہرگز اس قسم پر اڑے نہیں رہنا چاہئے بلکہ لازم ہے کہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۸)

امیر عادل کی وسیع الظرفی

امیر عبداللہ بن محمد اپنے بھائی کی وفات پر ۲۷۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے ۲۵ برس حکومت کی اور اس کا بیشتر وقت بغاوتیں فرو کرنے میں گزرا۔ اس کے گیارہ بیٹوں میں سے مطرف اور محمد بڑے تھے۔ محمد بوجوہ محل سرائے میں قید تھا۔ باپ کی غیر موجودگی میں مطرف نے محمد کو قتل کرا دیا پھر وزیر السلطنت عبدالملک کو مروا دیا۔ امیر عبداللہ اور عبدالملک کے قصاص میں مطرف کو قتل کرا دیا۔ مقتول محمد بن عبداللہ کا بیٹا عبدالرحمٰن اپنے دادا کا جانشین بنا جو خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر کے نام سے مشہور ہوا۔

("تاریخ اسلام" از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ج ۲، ص ۱۴۴، ۱۴۹)

عبداللہ اپنے بھائی المنذر خلف محمد کے بعد ۸۸۸ھ میں اندلس کا امیر بنا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی اکثر لوگوں کو رہا کر دیا خصوصاً سیاسی قیدیوں پر بہت مہربانی کی۔ ان کی جائیدادیں بھی انہیں واپس کر دیں۔

شیخ سلیمان بن البانغہ نے ایک مرتبہ امیر عبداللہ سے بغاوت کی تھی لیکن سلطان نے اپنی فطری فیاضی کے تقاضے سے اس کا قصور معاف کر دیا۔ ۹۰۰ء میں سلیمان نے امیر عبداللہ کی ایک ہجو لکھی جو سارے ملک میں پھیل گئی۔ اس ہجو میں سلطان کو خچر اور وزراء کو خچربان بتایا گیا تھا۔

اب دیکھئے ایک راست باز عادل اور شفیق حاکم نے اپنی ہجو لکھنے والے کے خلاف کیا فیصلہ سنایا۔ حکمران وقت نے سلیمان کو بلوایا اور اس سے کہا:

''سلیمان! میری عنایات خراب زمین پر پڑیں اس لئے ضائع ہو گئیں۔ میں نہ خواست گارِ تعریف ہوں نہ ہجو کے قابل' کیونکہ یہ دونوں باتیں میرے نزدیک یکساں ہیں۔ بغاوت بہت بڑا جرم ہے لیکن میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ گو اس معافی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا لیکن میں انتقام پر درگزر کو ترجیح دیتا ہوں۔ میری ہجو کے اشعار میرے سامنے پڑھو' میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ایک ایک شعر کے صلے میں ایک ایک ہزار روپیہ دوں گا۔ خچر تو پھر ایک کارآمد جانور ہے تو مجھ پر جس قدر بڑا الزام لگاتا میں اسی قدر زیادہ اپنی عنایات کا بوجھ تم پر ڈالتا۔''

سلیمان امیر کے قدموں پر گر پڑا اور زار و قطار رو کر معافی مانگنے لگا۔ امیر نے اسے معاف کر دیا اور پھر وہ تا دمِ مرگ وفادار رہا۔

(ناقابل فراموش واقعات' ص ۲۳۳' معمولی تصرف کے ساتھ)

(۲۹)

شب عاشوراء کا وسیلہ کام آ گیا

منقول ہے بصرہ میں ایک مالدار آدمی رہتا تھا۔ ہر سال شب عاشوراء کو اپنے گھر میں لوگوں کو جمع کرتا جو قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ اسی طرح رات بھر تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کا سلسلہ جاری رہتا۔ پھر وہ شخص سب کو کھانا پیش کرتا۔ مساکین کی خبر گیری کرتا۔ بیواؤں اور یتیموں سے بھی اچھا سلوک کرتا۔ اس کا ایک پڑوسی تھا جس کی بیٹی اپاہج تھی۔ اس لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا: ''اے میرے والد محترم! ہمارا پڑوسی ہر سال اس رات لوگوں کو کیوں جمع کرتا ہے؟ اور پھر سب مل کر تلاوتِ قرآن اور ذکر کرتے ہیں۔'' باپ نے بتایا ''یہ عاشواء کی رات ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بہت حرمت ہے اور اس کے بہت زیادہ فضائل ہیں۔'' جب سب گھر والے سو گئے تو بچی سحری تک بیدار رہ کر قرآن عظیم کی تلاوت اور ذکر الٰہی سنتی رہی۔ جب لوگوں نے قرآن کریم ختم کر لیا اور دعا مانگنے لگے تو اس لڑکی نے بھی اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا دیا اور عرض کی: ''یا اللہ! تجھے اس رات کی حرمت کا واسطہ اور ان لوگوں کا واسطہ جنہوں نے ساری رات تیرا ذکر کرتے ہوئے جاگ کر گزاری ہے! مجھے عافیت عطا فرما دے میری تکلیف ختم کر دے اور میرے دل کی شکستگی دور فرما دے۔'' ابھی اس کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کی تکلیف اور بیماری ختم ہو گئی اور وہ اپنے پاؤں پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب باپ نے اس کو پاؤں پر کھڑے ہوئے دیکھا تو پوچھا: ''اے میری بیٹی کس نے تجھ سے اس رنج وغم اور مصیبت کو دور کیا ہے؟'' تو اس نے جواب دیا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنی رحمت کا بادل برسایا اور انعامات و نوازشات میں ذرہ بھر بھی بخل نہ کیا۔ اے میرے والد محترم! میں نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں

اس رات کا وسیلہ پیش کیا تو اس نے میری تکلیف دور فرمادی اور میرے جسم کو صحیح فرمادیا۔"

موت سے غافل نہ ہوا ے بے خبر

اے مسلمانو! نفع حاصل کرنے کے لئے زمانے کو غنیمت جانو کہ ایسے اہم دن گنتی کے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جانو کہ سلامتی کے اوقات موجود ہیں۔ جلد از جلد خوب کوشش کرنے والے کی طرح اچھے اعمال کرلو۔ دنیا کی فضولیات سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اس کی غلامی سے چھٹکارا حاصل کرلو اس سے پہلے کہ تم حسرت کی گھڑی سے دوچار ہو جاؤ۔ اس کے بعد تم قبر کے تاریک گڑھے میں چلے جاؤ گے۔ کتنے ہی لوگ یوم عاشوراء سے پہلے تندرست تھے لیکن آج وہ بیمار ہیں۔ کتنے ہی افراد مطمئن تھے کہ اچانک موت کا قاصد آیا تو وہ کوچ کر گئے اور لمحہ بھر بھی نہ ٹھہر سکے۔ کتنے ہی ستونوں جیسے لوگ تھے، جنہیں شہوات ولذات کے ساتھ مضبوط کیا گیا تھا مگر وہ بھی گر گئے۔ کتنے ہی موجود تھے جو اس دن کے آنے سے پہلے پہلے فنا ہو گئے۔

اے میرے بھائی! عنقریب تیرا بھی یہی حال ہو گا لیکن دنیا کا دھوکا اسے تجھ سے چھپاتا ہے اور تیرا بھی یہی انجام ہو گا۔ لہٰذا غور وفکر کر کہ تو کس ڈگر پر چل رہا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیری تندرستی بیماری میں بدل گئی ہے، عافیت ختم ہو چکی ہے، قلم نے تیری تقدیر میں مصیبتیں لکھ دی ہیں، اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے مطابق تیری عمر ختم ہو چکی ہے، تیری موت کا وقت قریب آچکا ہے اور روح ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ چکی ہے اور تو نعمتوں کی لذت بھول چکا ہے، دل دوستوں کی جدائی پر حسرت کا شکار ہے اور چھپے ہوئے آنسو بہہ نکلے ہیں۔ تیری یہ حالت محض ایک لمحہ ہو گی پھر روح پرواز کر جائے گی اور دکھ ڈیرے ڈال لے گا اور تو انتہائی وحشت ناک تاریک گھر میں قیام کرے گا۔ افسوس ہے تجھ پر اگر تجھے تیرے پروردگار نے گناہوں کی سزا دی اور تجھ سے اپنی نافرمانیوں کا انتقام لیا۔ افسوس ہے تجھ پر! اگر پل صراط سے تیرے قدم پھسل گئے۔ ہائے! اس پر حسرت وافسوس! جس کی حالت ایسی ہو گی وہ کب تک خواہشات کی اس غفلت میں مبتلا رہے گا؟ (الروض)

(۳۰)

حضرت ادریس علیہ السلام

آپ کا نام ''اخنوخ'' ہے۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث بن آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتداء بھی آپ ہی سے ہوئی۔ اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے علم نجوم وحساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے اور آپ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا بہ کثرت درس دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب ''ادریس'' ہو گیا اور آپ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ بہت سے لوگوں کو آپ کا اصلی نام معلوم ہی نہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا نام ''ادریس'' ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ حضرت کعب احبار وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا: میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں' کیسا ہوتا ہے؟ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ ملک الموت نے اس حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کر کے اسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی اور آپ زندہ ہو گئے پھر آپ نے فرمایا: اب مجھے جہنم دکھاؤ تا کہ خوف الٰہی زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی کیا گیا۔ جہنم کو دیکھ کر آپ

نے داروغہ جہنم سے فرمایا: دروازہ کھولو۔ میں اس دروازے سے گزرنا چاہتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گزرے پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا: مجھے جنت دکھاؤ۔ وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازوں کو کھلوا کر جنت میں داخل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش پوری فرمادی

تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے کہا: اب آپ اپنے مقام پر تشریف لے چلئے۔ آپ نے فرمایا: اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' تو موت کا مزہ میں چکھ ہی چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا'' کہ ہر شخص کو جہنم پر گزرنا ہے تو میں گزر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا اور جنت میں پہنچنے والوں کے لئے خداوند قدوس نے یہ فرمایا ہے: ''وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ'' کہ جنت میں داخل ہونے والے جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لئے کیوں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی بھیجی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا میرے اذن سے کیا اور وہ میرے ہی اذن سے جنت میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم انہیں چھوڑ دو وہ جنت ہی میں رہیں گے چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کے اوپر جنت میں ہیں اور زندہ ہیں۔

(خزائن العرفان، ص ۴۴۷)

حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے اور ان کو ملنے والی نعمتوں کا مختصر اور اجمالی تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ مریم میں ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ

(مریم، رکوع ۴)

''اور کتاب میں حضرت ادریس کو یاد کرو۔ بے شک وہ صدیق تھے جو غیب کی خبریں دیتے تھے اور ہم نے انہیں بلند مقام (آسمان) پر اٹھالیا۔ یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اولاد آدم کے نبیوں میں سے۔''

حضرت ادریس علیہ السلام کے واقعہ سے یہ ہدایت کا سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسولوں اور نبیوں پر کتنا بڑا فضل وکرم اور انعام واکرام ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے واجب الایمان اور لازم العمل ہے کہ خداوند قدوس کے رسولوں اور نبیوں کی تعظیم وتکریم اور ان کا ادب واحترام قائم رکھے اور ان کے ذکر جمیل سے خیر وبرکت حاصل کرتا رہے۔ قرآن کی مقدس آیتوں اور حدیثوں میں بار بار خدا کے ان برگزیدہ رسولوں اور نبیوں کا ذکر جمیل اس بات کی دلیل ہے کہ ان بزرگوں کا ذکر خیر اور تذکرہ موجب رحمت وباعث خیر وبرکت ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۱)

ان کے جو سفیر ہو گئے

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی دعوت دینے کے لئے مختلف بادشاہوں اور سرداروں کے پاس نمائندے بھجوائے تاکہ وہ اسلام کے پیغام سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ تعمیل تھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○ (الانبیاء' ۱۰۷)

''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے''

آپ چند لمحات ان نمائندوں میں غور کریں ان کے منتخب کرنے میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت ظاہر ہو جائے گی۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو یمن میں ذوالکلاع اور ذوعمرو کے پاس بھیجا۔ ذوعمرو یہودی تھا' اس نے حضرت جریر کو کہا:

''اگر آپ کے صاحب سچے ہیں تو وہ آج اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ اس مہینے اور اس دن وصال فرما جائیں گے اور وہ روئے زمین پر آخری نبی ہوں گے۔''

حضرت جریر اور ان کے ساتھیوں نے وہ تاریخ نوٹ کر لی۔ کچھ دنوں کے بعد سواروں کی آمد پر اطلاع ملی کہ نبی اکرم ﷺ اسی دن رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرما گئے ہیں چنانچہ ذوالکلاع اور ذوعمرو دونوں صدق دل سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ

(۲) رسول اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ ابن خلیفہ کلبی کو شاہ روم قیصر کے پاس بھیجا۔

قیصر نے نبی اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی اپنی جیب میں رکھ لیا۔ حضرت دحیہ کلبی کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ "اگر میرے ملک میں ہوتے تو میں ضرور ان کی پیروی اور امداد کرتا۔"

(۳) نبی اکرم ﷺ نے شجاع ابن وہب اسدی کو جبلہ ابن ایہم غسانی کے پاس بھیجا۔

(۴) سرکار دو عالم ﷺ نے بنو الاسد ابن عبد العزیٰ کے حلیف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس صاحب اسکندریہ کے پاس بھیجا۔ مقوقس نے حضرت حاطب کا احترام کیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن' حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ حضرت سیرین بطور تحفہ بھجوائیں۔ آپ نے حضرت سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی۔ اس کے علاوہ مقوقس نے ایک خچر اور دراز گوش بھی بھجوایا۔

(۵) حضور جان نور ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا جن کا نام اصحمہ تھا۔ وہ اسلام لا چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ابو سفیان بن حرب کی صاحبزادی اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رملہ کا نکاح کرانے کے لئے وکیل بنایا۔ حضرت اُم حبیبہ اپنے شوہر عبداللہ ابن جحش کے ساتھ ہجرت کر کے گئی تھیں۔ وہ وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور عیسائیت پر ہی حبشہ میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اُم حبیبہ کی حفاظت فرمائی اور وہ اسلام پر قائم رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی تو آپ نے انہیں پیغام نکاح بھجوایا اور حضرت نجاشی کو نکاح پڑھانے کے لئے وکیل مقرر فرمایا۔ نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے انہیں چار سو دینار بطور مہر دیئے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں چند ملبوسات بھجوائے۔ ایک قمیص' شلوار' عمامہ' اسوانی چادر اور دو سادہ موزے۔ نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

(۶) حبیب خدا ﷺ نے بنو عامر ابن لوی کے بھائی حضرت سلیط ابن قیس کو اہل یمن کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا۔

(۷) شفیع روز محشر ﷺ نے بنو امیہ کے حلیف حضرت علاء ابن الحضرمی کو بحرین

کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا۔ وہاں کے لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے خراج بھجوایا۔ پہلے پہل بحرین کے خراج کا جو مال مدینہ طیبہ پہنچا وہ ستر ہزار درہم تھا۔

(۸) سید الانبیاء ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص سہمی کو جلندی ابن مستکبر کے دو بیٹوں جیفر ازدی اور عبد ازدی کے پاس عمان بھیجا۔ وہ دونوں اسلام لے آئے اور عمان پر غالب آگئے۔

(۹) رسول رحمت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن حذافہ سہمی کو شاہ ایران' کسریٰ ابن ہرمز کے پاس بھیجا۔ اس نے جب نبی اکرم ﷺ کا مکتوب گرامی پڑھا تو کہنے لگا:

''انہوں نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے؟''

یہ کہہ کر مکتوب مبارک پھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے یہ سزا دی کہ ملک ایران مکمل طور پر پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جمعیت کا خاتمہ فرما دیا اور مسلمان ان کے ملک کے وارث ہو گئے۔

(اَلْمُحَبَّر' محمد بن حبیب بغدادی' بتصرف)

تعارف شخصیات:

مندرجہ بالا واقعہ میں مذکور شخصیات کا بالترتیب تعارف اس طرح ہے:

☆ جریر بن عبداللہ ابن جابر بجلی' مشہور صحابی ہیں' ان کی کنیت ابو عمرو ہے' نبی اکرم ﷺ نے ان کی بڑی عزت افزائی فرمائی۔ حضرت جریر بڑے وجیہ اور حسین و جمیل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کی جنگ میں انہیں سرکردہ حضرات میں شامل فرمایا۔ ۵۴ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔ (الاصابہ)

☆ ذوالکلاع: اسمیفع ابن باکور' اسی طرح ''اصابہ'' میں ہے۔ (الاعلام) میں ہے سمیفع ابن ناکور ابن بعفر' یمن کے بادشاہ تھے' دور جاہلیت کے آخر میں تھے' جب اسلام آیا تو مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ ان کے پاس حضرت جریر تشریف لے گئے تو وہ اسلام لے آئے اور چار ہزار غلام آزاد کیے۔ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے غلام طلب کیے تو انہوں نے ان کے پاس

فروخت نہیں کیے بلکہ انہیں بھی آزاد کر دیا۔ جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور ۳۷ھ میں صفین میں شہید ہوئے۔ (الاعلام واصابہ)

☆ ذوعمرو: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں یمن کے بادشاہ تھے۔ آپ کی دعوت پر اسلام لے آئے۔ ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے۔ (دیکھئے اصابہ نمبر ۲۵۰۳)

☆ دحیہ کلبی ابن خلیفہ مشہور صحابی ہیں' پہلے پہل غزوۂ خندق کے موقع پر حاضر ہوئے۔ اتنے حسین وجمیل تھے کہ بطور مثال ان کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔ امین وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کی صورت میں نازل ہوا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں قیصر روم کے پاس نمائندہ بنا کر بھیجا۔ حضرت دحیہ جنگ یرموک میں شامل تھے۔ آپ دمشق تشریف لے آئے تھے۔ مقام مزّہ میں قیام فرمایا۔ مروی ہے کہ وہیں وفات پائی۔ آپ کی قبر انور کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں تقریباً ۴۵ھ میں ہوئی۔

☆ جبلہ ابن ایہم: آل جفنہ سے تھا اور غسانیوں کا آخری بادشاہ تھا۔ ایک عرصہ دور جاہلیت میں زندہ رہا۔ دومتہ الجندل کی جنگ میں شریک ہوا۔ جنگ یرموک میں رومی عیسائیوں کی طرف سے شامی عربوں کے مقدمتہ الجیش میں شامل تھا پھر اسلام لے آیا۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ بعد ازاں مرتد ہو کر شام چلا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ اس نے ایک اعرابی کی آنکھ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ بدلے کے طور پر اعرابی اسے تھپڑ مارے۔ جبلہ نے کہا کیا اس کی آنکھ میری آنکھ جیسی ہے؟ اللہ کی قسم! میں ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جہاں آپ کی مجھ پر حکومت ہو' پھر مرتد ہو کر روم کے شہروں میں چلا گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ ۲۰ھ میں مر گیا۔

(فتوح البلدان' بلاذری' اس واقعہ کی تفصیل "زندۂ جاوید خوشبوئیں" میں ملاحظہ فرمائیں)

☆ حاطب بن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر رہے۔ بڑے ماہر تیرانداز تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں مقوقس ابن راعیل کے پاس بھیجا۔ دور جاہلیت میں قریش کے نامور شہسوار اور شاعر تھے۔ ۳۰ھ مدینہ منورہ میں

رحلت ہوئی۔ (الاصابہ بتصرف) مقوقس: قبطیوں کا فرماں روا تھا اس کا نام مقوقس ابن راعیل ہے۔

☆ ماریہ قبطیہ بنت شمعون' نبی اکرم ﷺ کی کنیز اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ اصل میں مصری تھیں۔ مقوقس نے انہیں اور ان کی بہن سیرین کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت ماریہ قبطیہ کو نان ونفقہ پیش کرتے رہے۔ ۱۴ھ مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ عنہا

☆ عمرو ابن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بہادر ترین صحابہ میں سے ہیں۔ دور جاہلیت میں ان کی شہرت تھی۔ بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ شریک جنگ ہوئے پھر اسلام لے آئے۔ بنو عامر نے انہیں گرفتار کیا۔ ان کے امیر عامر ابن طفیل نے انہیں رہا کر دیا۔ خلفائے راشدین کے دور میں زندہ رہے۔ بہت سی جنگوں میں شریک ہوئے۔ ان کی بہادری اور پیش قدمی کی بڑی شہرت ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ کے دور خلافت میں ۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں رحلت ہوئی۔

☆ اسوانی: ایک گاؤں اسوان کی طرف نسبت ہے جو مصر کے آخر میں نوبہ کے شہروں کے قریب ہے۔

☆ سلیط ابن قیس علوی انصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ یوم الجسر میں شہید ہوئے۔ لاولد تھے۔

☆ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں' صدر اسلام کے نبرد آزما مردوں میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بحرین میں صدقات کی وصولی پر مقرر فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مقرر فرمایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ بھیجا تو راستے میں ۲۷ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (الاعلام)

☆ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عرب کے عالی دماغ دانشور تھے۔ صلح حدیبیہ کے عرصے میں اسلام لائے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذات السلاسل کی جنگ میں انہیں امیر مقرر فرمایا اور

عمان کا گورنر مقرر کیا۔ شام کے جہاد میں لشکروں کے کمانڈر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مصر کے لئے امیر مقرر فرمایا تو اسے فتح کیا۔ ۴۳ھ میں قاہرہ میں رحلت فرما ہوئے۔ (الاعلام)

☆ عبداللہ ابن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شاہِ ایران کسریٰ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رومیوں نے انہیں قید کرلیا پھر رہا کر دیا۔ فتح مصر میں شریک ہوئے اور وہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۳۳ھ میں رحلت فرمائی۔ (سدابہار خوشبوئیں)

(۳۲)

آزادی کا پروانہ

ابومحمد علی بن احمد بن سعید ابن حزم اندلسی مشہور عالم دین، فقیہ، مورخ اور شاعر تھے۔ وہ ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے پردادا نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا۔ ابتدائی زندگی میں ابن حزم کو قید و بند کا سامنا کرنا پڑا۔ طوق الحمامہ، المحلیٰ، رسالہ فی فضل الاندلس، الاحکام، کتاب الفصل اور کتاب الاخلاق والسیر ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ ان کی ۴۰۰ تصانیف ۸۰ ہزار صفحات پر محیط تھیں۔ ابن حزم کا انتقال ۴۵۶ھ میں ہوا۔

(اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ا)

جذوۃ المقتبس نامی کتاب میں حمیدی ذکر کرتے ہیں کہ امام ابن حزم کے والد ابوعمر احمد، منصور (پورا نام محمد بن ابی عامر معروف بہ حاجب المنصور اندلس کے خلیفہ ہشام ثانی کا وزیراعظم) کے دور میں وزیر تھے۔ وہ ایک مرتبہ منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ منصور کے سامنے درخواستیں پیش کرتے جاتے تھے اور وہ ان کو پڑھ کر حکم لکھتا جاتا تھا۔ ایک ماں کی درخواست آئی جس میں اس کے قیدی بیٹے کی رہائی کی درخواست کی گئی تھی۔

منصور کے نزدیک یہ شخص بہت بڑا مجرم تھا، چنانچہ اس نے اسے اپنے قریب ہی قید کر رکھا تھا۔ جب اس کے پاس درخواست آئی تو اسے مجرم یاد آ گیا۔ اس کا غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اس نے وزیر سے کہا: "ذَكَّرْتَنِيْ وَاللهِ بِهٖ"

"اللہ کی قسم! تم نے مجھے اس شخص کو یاد دلا دیا ہے۔"

اس نے قلم پکڑا اور اس کی رحم کی درخواست پر لکھنا چاہا "یصلب" یعنی اسے پھانسی پر

چڑھا دیا جائے مگر قلم نے اس پر لکھا "یُطْلَقْ" یعنی آزاد کر دیا جائے۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

منصور نے لکھ کر کاغذ وزیر کی طرف بڑھا دیا۔ اب وزیر نے قلم سنبھالا اور پولیس آفیسر کو لکھا کہ منصور کے حکم کے مطابق اس شخص کو آزاد کر دیا جائے۔

منصور نے وزیر سے پوچھا کہ کیا لکھ رہے ہو؟ اس نے کہا فلاں شخص کو آزاد کر دیا جائے۔ منصور خاصا چیں بہ جبیں ہوا اور کہنے لگا: "مَنْ اَمَرَ بِهٰذَا؟"

"اس کا حکم کس نے دیا ہے؟"

وزیر نے ورق اس کی طرف بڑھا دیا۔ کہنے لگا: "وَهِمْتُ وَاللّٰهِ لَيُصْلَبَنَّ"

"اللہ کی قسم! مجھے لکھتے وقت وہم ہو گیا ہوگا' اسے تو پھانسی دینی ہے۔"

اس نے اپنے لکھے پر قلم پھیر اور چاہا کہ اس پر لکھے "یصلب" مگر اتفاق سے اس نے پھر لکھا "یُطْلَقُ" وزیر نے دوبارہ ورق پکڑا اور اس کو ایک نظر دیکھنے کے بعد پولیس کی طرف آزاد کرنے کا حکم لکھنے ہی لگا تھا کہ منصور کی نظر اس ورق پر پڑ گئی جس پر آزادی کا پروانہ لکھا تھا۔

اب تو اس کا غصہ مزید بڑھ گیا۔ غصے سے بولا "مَنْ اَمَرَ بِهٰذَا؟" اس کا حکم کس نے دیا تھا؟

وزیر نے اس کے دستخط پر انگلی رکھ دی۔ منصور نے اپنا خط پہچان لیا' اپنے ہاتھ ہی سے اس نے لکھا ہوا تھا۔ اس نے پھر کاغذ پکڑا اور اس پر "یصلب" لکھنا چاہا مگر تیسری بار پھر اس نے قلم سے لکھا "یطلق"۔ وزیر نے پھر دستخط شدہ ورق پکڑا اور اس پر پولیس کے نام حکم جاری کرنے لگا۔ منصور نے پھر دیکھا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے۔ وہ آزادی کا پروانہ جاری کر رہا تھا۔ خلیفہ کا غصہ آسمان کی بلندیوں پر پہنچ گیا۔ اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا لفظ "یطلق" دیکھا تو اس کی گردن جھک گئی۔ کہنے لگا:

"نَعَمْ! يُطْلَقُ عَلٰى رَغْمِيْ، فَمَنْ اَرَادَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِطْلَاقَهٗ لَا اَقْدِرُ اَنَا عَلٰى مَنْعِهٖ"

"ہاں' میرے نہ چاہنے کے باوجود اسے چھوڑ دیا جائے' جس کو اللہ تعالیٰ رہا کرنا چاہے میں اس کی رہائی کو روک نہیں سکتا۔" (جذوۃ المقتبس)

(۳۳)

سیب سے جنتی پوشاک برآمد ہوگئی

منقول ہے کہ مصر میں کھجوروں کا ایک تاجر رہتا تھا جس کا نام عطیہ بن خلف تھا۔ وہ بہت مالدار تھا پھر اچانک فقیر ہوگیا کہ اس کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے ایک کپڑے کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچا۔ جب عاشوراء کا دن آیا تو اس نے جامع مسجد عمرو بن عاص میں نماز فجر ادا کی۔ عام طور پر اس مسجد میں عاشوراء کے دن ہی عورتیں دعا کے لئے آتی تھیں۔ وہ تاجر بھی باقی لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو کر دعا مانگنے لگا۔ وہ عورتوں سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا تھا کہ ایک عورت اپنے ساتھ یتیم بچوں کو لے کر اس کے پاس آئی اور عرض کی: ''جناب! میں اللہ تعالیٰ کے نام سے سوال کرتی ہوں کہ آپ میری مشکل آسان کر دیں' مجھے کچھ عنایت فرمائیں جس سے میں ان بچوں کی غذا حاصل کر سکوں کیونکہ ان کا باپ مر چکا ہے اور اس نے ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا۔ میں ایک عزت دار خاتون ہوں۔ میرا کوئی واقف کار بھی نہیں کہ اس کے پاس جا سکوں۔ آج محض اس ضرورت و حاجت کی وجہ سے مجھے ذلیل ہو کر گھر سے نکلنا پڑا اور نہ ہی مجھے مانگنے کی عادت ہے۔'' تاجر نے اپنے دل میں سوچا کہ میں تو کسی چیز کا مالک نہیں اور اس لباس کے سوا میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں۔ اب اگر میں یہ لباس اس کو دیتا ہوں تو خود برہنہ ہو جاؤں گا اور اگر اس کو خالی لوٹاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں کیا عذر پیش کروں گا۔ بہر حال اس نے عورت سے کہا: ''میرے ساتھ چلو' میں تمہیں کچھ دوں گا۔'' وہ عورت اس کے ساتھ اس کے گھر گئی۔ تاجر نے اس کو دروازے پر کھڑا کر دیا اور خود گھر میں داخل ہو کر اپنے کپڑے اتار کر ایک پھٹا پرانا

کپڑا لپیٹ لیا اور پھر دروازے کی دراز میں سے وہ لباس اس عورت کو دے دیا۔ عورت نے اس کے حق میں دعا کی "اللہ تعالیٰ آپ کو جنتی پوشاک پہنائے اور آپ کو بقیہ عمر کسی کا محتاج نہ کرے۔" تاجر عورت کی دعا سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر گھر میں داخل ہو کر رات گئے تک ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں ایک ایسی حسین و جمیل حور دیکھی جس کی مثل دیکھنے والوں نے نہ دیکھی ہو گی۔ اس کے ہاتھ میں ایک سیب تھا جس کی خوشبو آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی تھی۔ حور نے وہ سیب تاجر کو دیا تو اس میں سے ایک جنتی حلہ نکلا جس کی قیمت ساری دنیا بھی نہ بن سکے۔ اس نے وہ لباس تاجر کو پہنایا اور خود اس کے قرب میں بیٹھ گئی۔ تاجر نے پوچھا: "تم کون ہو؟" بولی "میرا نام عاشوراء ہے اور میں تیری جنتی بیوی ہوں۔" تاجر نے پوچھا: "مجھے یہ مقام و مرتبہ کیسے ملا؟" تو اس نے جواب دیا "اس بیوہ اور یتیم بچوں کی دعا کی وجہ سے جن پر تو نے کل احسان کیا تھا۔" جب تاجر بیدار ہوا تو وہ اتنا خوش تھا جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا سارا گھر جنتی لباس کی خوشبو سے معطر تھا۔ اس نے وضو کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آسمان کی جانب منہ اٹھا کر عرض کی: "اے پروردگار! اگر میرا خواب سچا ہے اور جنت میں میری بیوی عاشوراء ہو گی تو مجھے اپنی بارگاہ میں واپس بلا لے۔" ابھی اس کی دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو جنت میں بھیج دیا۔

(نزھۃ المجالس، کتاب الصوم، باب فضل صیام عاشوراء......الخ، ج ۱، ص ۲۲۳)

ہر جان اپنے عمل میں گروی ہے

اے مسلمان! یہ چند ایک بشارتیں ہیں جو بندۂ مومن کو موت کے وقت ملتی ہیں تو اب اس کی تیاری کرنے والے کہاں ہیں؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے دنیا میں بھلائی کا بیج بویا اور آخرت میں تعریف کی فصل کاٹیں گے؟ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ کہاں گئے جنہوں نے خزانے جمع کیے اور شہروں کو آباد کیا؟ اور وہ کہاں ہیں جنہوں نے لشکروں کی قیادت کی اور لوگوں کو اپنا غلام بنایا؟ وہ کہاں ہیں جنہوں نے پختہ محلات بنائے؟ ان کے آباؤ اجداد کہاں ہیں؟

سبحان اللہ! وہ لوگ کتنے عظیم ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اچھے اعمال میں جلدی کی اور حیا و وقار کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اس دن کے لئے اچھے اعمال کیے جس کے بارے میں ہے:

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ (پ ۲۹، مدثر ۳۸)

''ہر جان اپنی کرنی (اعمال) میں گروی ہے''۔

(۳۴)

ایک گاؤں کی بربادی کا واقعہ

''حصور'' یمن کا ایک گاؤں تھا۔ اس گاؤں والوں کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو بھیجا جن کا نام موسیٰ بن میشا تھا جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے تھے۔ گاؤں والوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور پھر آپ کو قتل کر دیا۔ اس ناجائز حرکت پر خدا کا قہر وغضب اور اس کا عذاب گاؤں والوں پر اتر پڑا۔ گاؤں والے طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہو گئے۔ یہاں تک کہ ''بخت نصر'' کافر و ظالم بادشاہ اس گاؤں پر مسلط ہو گیا او۔ اس نے نہایت ہی بے دردی کے ساتھ پورے گاؤں کے تمام مردوں کو قتل کر دیا اور سب عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈی بنالیا اور شہر کو تاخت و تاراج کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ جب شہر میں قتل عام شروع ہوا تو گاؤں والے بھاگنے لگے۔ اس وقت فرشتوں نے بطور استہزاء کہا: اے گاؤں والو! مت بھاگو اور اپنے گھروں میں اپنے مال و دولت کو لے کر آرام و چین کی زندگی بسر کرو کہاں بھاگ رہے ہو ٹھہرو! یہ انبیاء علیہم السلام کے خون ناحق کا بدلہ ہے جو تمہیں مل رہا ہے۔ آسمان سے ملائکہ کی یہ آواز پورے گاؤں میں آتی رہی اور ''بخت نصر'' کے لشکروں کی تلواریں ان کے سر اڑاتی رہیں۔ جب گاؤں والوں نے یہ منظر دیکھا تو اپنے گناہوں اور جرموں کا اقرار کرنے لگے مگر ان کی آہ و زاری اور گریہ و بے قراری نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا۔ گاؤں میں ہر طرف خون کی ندیاں بہہ گئیں اور سارا گاؤں تہس نہس ہو گیا۔ قرآن مجید نے ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی کی داستان کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

بڑے جرم کی بڑی سزا

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ○ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ○ (الانبیاء، رکوع ۲)

''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ظالم تھیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی تو جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو وہ اس سے بھاگنے لگے (تو فرشتوں نے کہا) کہ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں میں جاؤ شاید تم سے لوگوں کو کچھ پوچھنا ہو تو وہ بولے ہائے رے! ہماری خرابی بے شک ہم ظالم تھے تو وہ لوگ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کاٹ کر بجھایا ہوا کھیت بنادیا۔''

اور بعض مفسرین کرام نے فرمایا: اس آیت میں گاؤں سے مراد گزشتہ ہلاک شدہ امتوں کے گاؤں ہیں یعنی حضرت نوح و حضرت لوط و حضرت صالح و حضرت شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک و برباد کر دی گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صاوی، ج ۲، ص ۶۰)

حضرت انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و توہین اور ان کی ایذا رسانی و قتل یہ سب بڑے بڑے وہ جرم عظیم ہیں کہ خداوند قدوس کا عذاب ان لوگوں پر ضرور ہی آتا ہے چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ بہت سی بستیاں انہیں جرموں میں تباہ و برباد ہو گئیں۔

(۳۵)

آپ کو کیا شکایت ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علم و فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے اعتبار سے جلیل القدر صحابی بلکہ اکابر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ وہ مہاجرین سابقین میں سے ہیں انہیں چھٹے نمبر پر اسلام لانے اور مکہ معظمہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ سفر و حضر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، رفیق اور صاحب راز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ اور آپ کے مبارک نعلین ان ہی کے پاس ہوتے تھے۔ وہ ''ابن اُمّ عبد'' کے عنوان سے معروف تھے۔ ۳۲ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

لوگوں نے پوچھا: ''آپ کو کیا شکایت ہے؟''

فرمایا: ''گناہوں کی شکایت ہے۔''

(یہ الفاظ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہے۔ جب وہ بیمار ہوئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے گئے۔)

دریافت کیا: ''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

فرمایا: ''اپنے رب کی رحمت۔''

سوال کیا: ''کیا آپ کے لئے حکیم کو بلاؤں؟''

فرمایا: ''حکیم ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے)

اچھا یہ بتائیں: ''آپ کو کچھ عطیہ بھجوا دوں؟''

فرمایا: ''مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔''

مشورہ دیا: ''آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔''

فقر و فاقہ سے نجات

فرمایا: ''آپ کو میری بیٹیوں کے فقر و فاقہ کے بارے میں کیوں خوف ہے؟''

میں نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی اسے کبھی فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔''

(یہ حدیث امام علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع صغیر میں (نمبر ۹۴۲۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں (نمبر ۶۲۵۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اس میں یہ اضافہ ہے: مسبحات (وہ سورتیں جو سبح للہ سے شروع ہوتی ہیں) میں ایک آیت ہے جو ہزار آیات کے برابر ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رحلت فرما گئے۔ انہوں نے وفات سے پہلے حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی مقرر کر دیا تھا۔ ابن مسعود نے دو سال بیت المال سے وظیفہ نہیں لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو سال کا وظیفہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ابن مسعود کے وارثوں کو دے دیا۔ رضی اللہ عنہم (اسد الغابہ، اصابہ، بتصرف)

یہ تھا ایمان خالص جس نے دلوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ ان میں قناعت رضائے الٰہی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ راسخ کر دیا۔ وہ بیمار ہوتے تو کسی سے نہیں پوچھتے تھے کہ ڈاکٹر آیا یا نہیں؟ وہ اپنے دل میں اولاد کی فکر نہیں پالتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہماری اولاد قرآن کی پناہ میں فقر اور تنگدستی سے محفوظ ہے۔ چونکہ ان کا سینہ یقین کی ٹھنڈک اور ایمان کی روح سے سرشار تھا اس لئے پرسکون نفس اور راحت سے مالا مال دل کے ساتھ اپنے رب کے دامن رحمت میں منتقل ہو گئے۔

(۳۶)

بادشاہ کی انصاف پسندی

ملک شاہ' سلطان الپ ارسلان سلجوقی کا بیٹا تھا۔ ۱۰ ربیع الاول ۴۶۵ھ بمطابق ۱۰۷۳ء کو تخت پر بیٹھا۔ نیشا پور تو اس کا دار الحکومت تھا۔ بغداد' حرمین شریفین اور بیت المقدس میں بھی اس کا خطبہ پڑھا گیا۔ وہ ۱۵ شوال ۴۸۸ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۰۹۲ کو بعمر ۳۷ سال انتقال کر گیا۔ دولت سلجوقیہ کے عروج و اقبال اور عظمت و جلال کا اس کے ساتھ ہی خاتمہ ہو گیا۔ خلفاء بغداد کا عزل و نصب سب اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد دولت سلجوقیہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ملک شاہ کا وزیر نظام الملک طوسی اپنے عہد کا نامور سیاستدان اور علم دوست منتظم تھا جسے حسن بن صباح کے ایک باطنی فدائی نے شہید کر دیا۔

جبکہ امام الحرمین نظام الملک طوسی کی مجلس کے رکن تھے۔ ان کا نام عبدالملک' لقب ضیاء الدین' کنیت ابو المعالی اور خطاب امام الحرمین تھا۔ تاریخ پیدائش ۱۸ محرم الحرام ۴۱۹ھ ۱۰۲۸ء ہے۔ مدینہ میں حلقہ درس قائم کیا۔ فتاویٰ لکھے اور وہیں سے امام الحرمین کا خطاب حاصل کیا۔ نظام الملک نے نیشا پور میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا جس کے آپ مدرس اعظم مقرر ہوئے۔ سرکاری حیثیت سے تمام مذہبی معاملات' خطابات اور اوقات و فتاویٰ کے آپ افسر تھے۔ بڑے پایہ کے مصنف اور صوفی تھے۔ جمادی الآخر ۴۷۸ھ مطابق ۱۰۵۸ء میں نیشا پور میں انتقال ہوا۔

چنانچہ ملک شاہ سلجوقی اپنے دار السلطنت نیشا پور میں مقیم تھا۔ اس نے اپنی سلطنت کے مختلف شہروں کے دورے کا پروگرام بنایا۔ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تھا۔ آخری

عشرہ تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جیسے ہی رمضان ختم ہوگا وہ عید کے فوراً بعد دورے پر نکل جائے گا۔ رمضان المبارک کی ۲۹ ویں شب تھی۔ اس نے اپنے وزراء اور مصاحبوں کے ساتھ چاند دیکھنا شروع کیا۔ سلطان نے گو خود چاند نہیں دیکھا اور نہ کسی اور ذمہ دار نے دیکھا لیکن بادشاہ کی مرضی اور اس کا خیال معلوم کر کے سب نے اس کو رویت ہلال کا یقین دلایا اور حکم ہو گیا کہ کل عید ہے۔

رویت ہلال کمیٹی کا فیصلہ مسترد

امام الحرمین ابو المعالی جو مفتی اور رئیس القضاۃ تھے ان کو خبر ہوئی تو انہوں نے منادی کو بلوایا اور کہا کہ ان الفاظ کے ساتھ منادی کرا دو "ابو المعالی کہتا ہے کل تک ماہ رمضان ہے۔ جو میرے فتویٰ پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ کل بھی روزہ رکھے۔"

رئیس القضاۃ کی اس منادی کو مفتریوں نے نہایت برے الفاظ میں سلطان تک پہنچایا بلکہ یہاں تک کہا کہ ابو المعالی کے خیالات سلطنت کے بارے میں اچھے نہیں ہیں اور عوام ان کے معتقد ہیں۔ اگر سلطان کے حکم کے مطابق کل عید نہ ہوئی تو بڑی توہین اور ذلت ہو گی۔ سلطان طبیعت کا برا نہیں تھا' اس لئے امام الحرمین کی منادی ناگوار گزرنے کے باوجود اس نے حکم دیا کہ ان کو عزت واحترام کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔ فتنہ پردازوں نے پھر کہا کہ جو شخص سلطان کے حکم کی عزت نہ کرے وہ قابل احترام نہیں ہے۔ سلطان نے کہا جب تک میں براہ راست ان سے گفتگو اور حقائق معلوم نہ کرلوں ایسے رفیع القدر شخص کی عزت میں فرق نہیں آنا چاہئے۔ قاضی صاحب کو جب شاہی پیغام پہنچا تو اس خیال سے کہ درباری لباس پہننے سے دیر نہ ہو جائے اور حاسدین اللہ جانے دربار میں کس پیرایے میں میری تاخیر بیان کریں' جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھے اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ محل کے دروازے پر دربان نے روکا کہ درباری لباس کے بغیر اندر جانا منع ہے۔ ادھر حاسدین نے سلطان کو اطلاع کی کہ امام الحرمین نے پہلے ہی حکم عدولی کی ہے' اب دوسری گستاخی یہ کی ہے کہ معمولی لباس پہن کر آگئے ہیں۔ سلطان کی طبیعت کچھ اور مکدر ہو گئی مگر اندر آنے کا حکم دیا۔ رئیس القضاۃ جیسے ہی دربار میں آئے سلطان نے پوچھا اس ہیئت کذائی سے آپ

کیوں تشریف لائے ہیں اور درباری لباس کیوں نہیں پہنا؟ قاضی صاحب نے کہا اے سلطان! میں اس وقت جس لباس میں ہوں اسی سے نماز پڑھتا ہوں اور وہ شرعاً جائز ہوتی ہے۔ پس جب اللہ کے سامنے میں اسی طرح پیش ہوتا ہوں تو آپ کے سامنے آنے میں کیا قباحت؟ البتہ دستور کے مطابق میرا لباس درباری نہیں ہے اور اس کی وجہ گستاخی نہیں بلکہ میں نے سوچا کہ ذرا سی دیر کی غفلت میں فرشتے میرا نام نافرمانوں کی فہرست میں نہ لکھ لیں اور مجھ سے بادشاہِ اسلام کے حکم کی مخالفت سرزد نہ ہو جائے اس لئے جلدی میں جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح چلا آیا۔ سلطان نے کہا جب اسلام میں حاکم کی اطاعت اس قدر واجب ہے تو پھر ہمارے حکم کے خلاف منادی کرانے کے کیا معنی ہیں؟

بادشاہ نے اپنی غلطی مان لی

قاضی صاحب نے فرمایا جو امور حکم سلطانی پر موقوف ہیں ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے اور جو حکم فتویٰ کے متعلق ہے وہ بادشاہ ہو یا کوئی اور اسے مجھ سے پوچھنا چاہئے کیونکہ بحکم شریعت علماء کا فتویٰ ہی حکم شاہی کے برابر ہے۔

جب سلطان نے امام صاحب کی یہ تقریر سنی تو اس کا غصہ جاتا رہا اور ان کی جرأت وصداقت سے بہت خوش ہوا اور اعلان کرا دیا کہ میرا حکم درحقیقت غلط تھا اور امام الحرمین و رئیس القضاۃ کا فیصلہ صحیح ہے۔ (نظام الملک طوسی حصہ اول ۱۳۳)

آج بھی اگر علمائے کرام حق گوئی کو اپنا شعار بنا لیں تو حکمران ان کا احترام کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اسی طریقے پر عمل ہونے سے آسمان کے نیچے عدل وانصاف اور امن و امان قائم ہو سکتا ہے۔

(۳۷)

حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام کا معجزہ

دس محرم کے دن کی قدر و منزلت معروف ہے کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات عطا فرمائی۔ جب آپ علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ کشتی سے باہر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کے رفقاء نے بھوک کی شکایت کی کیونکہ ان کا تمام کھانے کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ آپ علیہ السلام نے انہیں بچا ہوا کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ کوئی مٹھی بھر گندم لے کر آیا، کوئی مٹھی بھر مسور کی دال، کوئی لوبیا کی مٹھی لایا تو کوئی بھنے ہوئے چنے لے آیا۔ یہاں تک کہ مختلف اناجوں کی سات مٹھیاں جمع ہو گئیں اور وہ عاشوراء کا دن تھا۔ حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام نے اس اناج پر بسم اللہ شریف پڑھی اور اسے پکا کر سب نے کھایا اور آپ علیہ السلام کی برکت سے سب کا پیٹ بھر گیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (پ ۱۲، ہود ۴۸)

''فرمایا گیا اے نوح کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کے کچھ گروہوں پر۔

اور یہ وہ پہلا کھانا تھا جو طوفان کے بعد روئے زمین پر پکایا گیا۔ پھر لوگوں نے اسے یوم عاشوراء کی سنت بنا لیا۔ پس جو اس دن کھانا پکائے اور فقراء و مساکین کو کھلائے تو اس کے لئے اجر عظیم ہے۔ (تفسیر روح البیان، سورۂ ہود، تحت الآیۃ ۴۸، ص ۱۴۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی

منقول ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا: وہ ان

سے مخاطب ہوگا اور کلام فرمائے گا نیز انہیں تختیوں کی صورت میں تورات عطا فرمائے گا تو آپ علیہ السلام کو تیس روزے رکھنے کا حکم دیا۔ آپ علیہ السلام نے روزے رکھے اور وہ ذوالحجۃ الحرام کا مہینہ تھا۔ آپ علیہ السلام نے معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی منہ کی بو کو ناگوار جانا اور خرّوب (یعنی کیرب، یہ ایک درخت کا نام ہے) کی لکڑی کی مسواک فرمائی۔ ایک قول کے مطابق وہ زیتون کی تھی جبکہ ایک قول یہ ہے کہ کسی دوسری لکڑی کی تھی۔ آپ علیہ السلام کو فرمایا گیا ''اے ہمارے حکم سے روزے رکھنے والے! تو نے اپنی رائے سے کیسے افطار کرلیا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاک ہے؟'' پھر آپ علیہ السلام کے اس فعل پر بطورِ کفارہ مزید دس روزے رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ (پ۹، الاعراف ۱۴۲)

''اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں۔''

ایک قول کے مطابق ''بعشر'' سے مراد محرم کا پہلا عشرہ تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ذوالحجہ الحرام کا پہلا عشرہ تھا۔ پہلے قول کے مطابق آخری دن یوم عاشوراء کا تھا اور یہی وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور ان پر اپنی کتاب تورات نازل فرمائی۔

بڑی شان والا دن

یہ ایسا عظیم دن ہے کہ اس میں نیکیوں کا اجر دُگنا کردیا جاتا ہے اور ہر گناہ معاف کردیا جاتا ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی روز حضرت سیّدنا نوح نجی اللہ علیہ السلام کو نارِ نمرود سے نجات عطا فرمائی۔ اسی دن حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کو مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ اسی روز حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کے طویل دکھ درد کے بعد حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کو ان سے ملایا۔ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا۔ اسی دن بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستے بنائے گئے تاکہ وہ اسے پار کر فرعون

سے نجات پائیں۔ اسی دن حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام کی لغزش معاف ہوئی۔ اسی دن حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو ان کی سلطنت دوبارہ عطا کی گئی۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا اور حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔
اسی دن حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام رحمت باری تعالیٰ لے کر نازل ہوئے اور یہی وہ دن ہے جس میں حضور سیّد المرسلین، جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف فرمانے کی خوشخبری سنائی گئی۔

کرنے کے کام

اس دن کی عظمت و شرافت کے لئے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا گویا اس نے ساری زندگی روزہ رکھا اور جس نے عاشوراء کی رات کو قیام کیا تو وہ بڑا اجر اور بڑی عطا پا کر کامیاب ہوا اور جس نے اس دن کسی بے لباس کو کپڑے پہنائے یا بھلائی کا کوئی کام کیا اللہ اس کو دردناک عذاب سے محفوظ فرمادے گا۔ جس نے اس دن کسی یتیم کی حاجت پوری کی یا کسی بھوکے کو کھانا کھلایا یا کسی کو پانی کا ایک گھونٹ پلایا اللہ اس کو جنت کے دستر خوان پر کھانا کھلائے گا اور مہر لگی ہوئی شراب طہور اور سلسبیل (یعنی جنتی چشمے) کا پانی پلائے گا۔ جس نے اس دن صدقہ کیا بروز قیامت وہ اپنے صدقے کے گھنے سائے میں ہوگا۔ جس نے اس دن اپنے گھر والوں پر خرچ میں فراخی کی اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے گی اور اس کی سیرت وصورت کو اچھا کر دیا جائے گا۔ پس اس دن اللہ تعالیٰ کی خوب پاکی بولو اور کلمہ طیبہ شریف کی کثرت کرو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جلدی جلدی توبہ کرلو اور اعمال صالح کے ذریعے طویل سفر کے لئے زادِ راہ تیار کرلو۔ اس دن کی فضیلت پر انعامات و اکرامات کی روایات اس کثرت سے ہیں کہ ان کے اظہار سے ہر زبان قاصر ہے۔

(نزهة المجالس، كتاب الصوم، باب فضل صيام عاشوراء......الخ، ج ۱، ص ۲۳۲)

(۳۸)

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

قرآن مجید میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر صرف دو سورتوں میں یعنی سورۃ الانبیاء اور سورۂ ص میں کیا گیا ہے اور ان دونوں سورتوں میں صرف آپ کا نام مذکور ہے نام کے علاوہ آپ کے حالات کا مجمل یا مفصل کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ سورۂ انبیاء میں ہے:

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (الانبیاء ع ۶)

''اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو (یاد کرو) یہ سب صبر والے تھے۔''

اور سورۂ ص میں اس طرح ارشاد ہوا:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ۝ (رکوع ۴)

''اور یاد کرو اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل (کے واقعات) اور یہ سب نیکو کاروں میں سے ہیں۔''

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید نے نام کے سوا کچھ بیان نہیں کیا ہے اسی طرح حدیثوں میں بھی آپ کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالکفل علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی اور پیغمبر تھے جو کسی قوم کی ہدایت کے لئے معبوث ہوئے تھے۔

البتہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے فرزند ہیں اور انہوں نے خالصاً لوجہ اللہ کسی کی ضمانت کر لی تھی جس کی وجہ سے ان کو کئی برس قید کی تکالیف برداشت کرنی پڑی۔ (موضح الفرقان سورۂ انبیاء)

اور بعض مفسرین نے تجویز فرمایا: حضرت ذوالکفل درحقیقت حضرت حزقیل علیہ السلام کا لقب ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اور زمانہ حال کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ذوالکفل ''گوتم بدھ'' کا لقب ہے اس لئے کہ اس کے دارالسلطنت کا نام ''کپل وستو'' تھا جس کا معرب ''کفل'' اور عربی میں ''ذو'' صاحب اور مالک'' کے معنی میں بولا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی ''کپل وستو'' کے مالک اور بادشاہ کو ذوالکفل کہا گیا ہے اور ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ''گوتم بدھ'' کی اصل تعلیم توحید اور حقیقی اسلام ہی تھی مگر بعد میں یہ دین بھی دوسرے ادیان باطل کی طرح مسخ ومنحرف ہو گیا مگر واضح رہے کہ زمانہ حال کے چند لوگوں کی یہ رائے کہ ''ذوالکفل'' گوتم بدھ کا لقب ہے میرے نزدیک یہ محض ایک خیال تک بندی ہے۔ تاریخ اور تحقیقی حیثیت سے اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذوالکفل علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں اور بنی اسرائیل کے ان حالات و واقعات کے سوا جن کی تفصیلات قرآن مجید میں مختلف انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں آتی رہی ہیں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی خاص واقعہ ایسا درپیش نہیں ہوا جو عام تبلیغ وہدایت سے زیادہ اپنے اندر عبرت وموعظت کا پہلو رکھتا ہو اس لئے قرآن مجید نے فقط ان کے نام ہی کے ذکر پر اکتفاء کیا اور حالات و واقعات کا ذکر نہیں فرمایا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۹)

ایک بیوہ بادشاہ کے دربار میں

سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک مرتبہ اصفہان کے جنگ میں شکار کھیل رہا تھا۔ کسی گاؤں میں قیام ہوا۔ وہاں ایک غریب بیوہ کی گائے تھی جس کے دودھ سے اس کے تین بچوں کی پرورش ہوتی تھی۔ سلطان کے لشکریوں نے اس گائے کو ذبح کر کے خوب کباب اڑائے۔ غریب بڑھیا کو خبر ہوئی تو وہ بدحواس ہوگئی۔ لشکریوں کے اس نامناسب فعل پر کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا۔ ان کے آگے کوئی لاوارث بیوہ کی فریاد سننے کو تیار نہ تھا۔ ساری رات اس نے پریشانی میں کاٹی۔

صبح ہوئی' دل میں خیال آیا کہ کوئی نہیں سنتا تو نہ سہی' کیا بادشاہ بھی نہ سنے گا جس کو اللہ نے غریبوں کو ظالموں سے نجات دینے کے لئے اتنی بڑی سلطنت دی ہے؟ بادشاہ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ معلوم ہوا بادشاہ فلاں راستے سے شکار کو نکلے گا چنانچہ اصفہان کی مشہور نہر کے پل پر جا کر کھڑی ہوگئی۔ جب سلطان پل پر آیا تو بڑھیا نے ہمت اور جرأت سے کام لے کر کہا:

''اے الپ ارسلان کے بیٹے! میرا انصاف اس نہر کے پل پر کرے گا یا پل صراط پر؟ جو جگہ پسند ہو انتخاب کر لے۔''

بادشاہ کے ہمراہی یہ بے باکی دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے۔ بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس عجیب وغریب اور حیرت انگیز سوال کا اس پر خاص اثر ہوا ہے۔ بڑھیا سے کہا:

''پل صراط کی طاقت نہیں ہے۔ میں اسی جگہ فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہو کیا کہتی ہو؟''

بڑھیا نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے لشکریوں کی اس ظالمانہ حرکت پر افسوس کا اظہار کیا اور گائے کے عوض اس کو ستر گائیں دلائیں اور مالامال کر دیا اور جب بڑھیا نے کہا: ''تمہارے عدل و انصاف سے میں خوش ہوں اور میرا اللہ خوش ہے تب وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ (یہ واقعہ محمد دین فوق کی کتاب ''ناقابل فراموش واقعات' ص ۲۱۰'' سے معمولی تصرف کے ساتھ لیا گیا ہے اور انہوں نے ''نظام الملک طوسی'' حصہ دوم' ص ۶۸۶ سے نقل کیا ہے)

آہ! کیا زمانہ تھا' کہنے والے کیسے جرأت مند تھے اور سننے والے کیسے عالی حوصلہ! اگر موجودہ تہذیب وشائستگی کے زمانے میں کوئی شخص اس طرح حاکم کی سواری روک لے اور اس سے ایسی آزادانہ گفتگو کرے تو شاید پاگل خانے بھجوا دیا جائے۔

(۴۰)

اسلامی فتوحات کا راز

فتوحات کا پہلا سبب سچا اور خالص ایمان ہے۔ دنیا بھر کے دانشور مسلمانوں کی فتح کے سبب مبہوت ہیں اور اس کا سبب تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں۔ وہ قوم جو اپنے علاقے سے نکلتے ہوئے ڈرتی تھی اور جو روم اور ایران کی حکومتوں کو ہمیشہ تعظیم و احترام کی نظروں سے دیکھتی تھی اس قوم کو یکا یک کیا ہوا؟ کہ اس نے تھوڑے سے عرصے میں اس وقت کی دو سپر طاقتوں کو روند ڈالا۔

ہاں ہاں! قدیم اور جدید مفکرین حیران ہیں کہ عربوں میں یہ جرأت کہاں سے آ گئی؟ وہ چند ہزار تھے ان کے پاس ستر عورت کے علاوہ بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑے نہیں تھے۔ وہ بھوکے تھے ان کے پاس جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے سے زیادہ خوراک نہیں تھی۔ ان کے پاس سامان جنگ بہت ناکافی تھا۔ جو تلواریں تھیں ان پر پرانے کپڑے لپٹے ہوئے تھے۔ نیزوں پر دھجیاں لپٹی ہوئی تھیں۔

ظہور اسلام سے پہلے عربوں کے پاس طاقت تھی نہ فوج۔ وہ عجمی پڑوسیوں کے خوف کے مارے صحراؤں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اچانک اسلام نے ان کے نحیف و نزار جسموں میں بجلیاں دوڑا دیں۔ انہوں نے شہروں کے شہر پامال کر دیئے اور اس وقت کی دو سپر طاقتوں کا غرور مختصر مدت میں خاک میں ملا دیا۔ اس جگہ ہم تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر کر غور و فکر کرتے ہیں تا کہ ہمیں پتا چلے کہ اس کا سبب کیا تھا؟

پہلا سبب یہ تھا کہ جب عرب اسلام لائے تو ان کا یقین محکم تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے

دنیا اور آخرت کی سرفرازی کی جو دعوت دی ہے برحق ہے۔ ان کا کوئی عمل دنیا کے لئے نہیں، بلکہ ہر عمل آخرت کے لئے تھا۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ غازی بنتے ہیں یا شہید۔ وہ دنیا کی زندگی سے زیادہ شہادت پر خوش ہوتے تھے۔ ذرا سنئے! وہ غیر مسلم بادشاہوں سے کس طرح گفتگو کرتے تھے۔ آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ وہ موت سے کس قدر بے خوف تھے؟ بعض تو شہادت کا اس قدر شوق رکھتے تھے کہ انہیں شہادت کے بغیر موت آجاتی تو کف افسوس ملتے تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت اور شاہِ مصر

سنئے! شاہ مصر، مقوقس ابن راعیل نے حضرت عبادہ ابن صامت کو رومیوں کے لشکروں، ان کی تعداد اور ساز و سامان کی کثرت سے ڈرایا۔ اس وقت مسلمان مجاہدین رومیوں کے کچھ قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت عبادہ نے ایمان سے لبریز لب و لہجے میں جواب دیا:

''سنو! تم اور تمہارے ساتھی کسی مغالطے میں نہ رہنا، تم ہمیں رومیوں کے لشکروں کی کثرت تعداد اور ساز و سامان کی فراوانی سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو؟ تم ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ ہم ان کے مقابلے کی تاب نہیں لاسکیں گے؟ میری زندگی کے مالک کی قسم! جن چیزوں سے تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو وہ ہمارے عزائم کو متزلزل نہیں کر سکتیں۔ تم نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو اس نے رومیوں کے خلاف ہمارے جہاد کے شوق کو مہمیز لگائی ہے اور جذبہ جاں بازی کی چنگاری کو شعلہ جوالہ بنا دیا ہے۔ اگر ہم سارے کے سارے شہید ہو جائیں تو جب ہم اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو ہمارا عذر مقبول ہو گا۔ ہمارے لئے اس کی محبت و رضا کے حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہو گا۔ ہمارے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھوں کی ٹھنڈک اور محبوب نہیں ہے۔

اس وقت تمہارے مقابل ہمارے لئے دو فضیلتوں میں سے ایک یقینی ہے
اگر ہم تم پر غالب آگئے تو ہمیں دنیا کی عظیم غنیمت حاصل ہو گی۔
اگر تم ہم پر غالب آگئے تو ہمیں آخرت کی غنیمت حاصل ہو گی۔

اور یہ ہمارے نزدیک دونوں میں سے زیادہ محبوب ہے اور ہم اسی کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ، ۲، ۲۴۹)

"کتنے ہی چھوٹے گروہ اللہ کے اذن سے بڑے گروہوں پر غالب آ گئے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ہم میں سے ہر شخص صبح وشام اپنے رب سے دعا مانگتا ہے کہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما۔ مجھے میرے وطن اور اہل وعیال کی طرف نہ لوٹا۔ ہم میں سے کسی کو اپنے پس ماندگان کا کوئی غم نہیں۔ ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے اہل وعیال کو اپنے رب کے سپرد کر کے آیا ہے۔ ہمیں اگر فکر ہے تو صرف آخرت کی۔ تم نے جو کہا ہے کہ ہم معاشی طور پر تنگدستی اور ناداری کا شکار ہیں تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم بڑے خوشحال ہیں۔ اگر ہمیں پوری دنیا کی دولت بھی حاصل ہو جائے تو ہم اس میں سے اتنی ہی دولت لیں گے جتنی اس وقت لے رہے ہیں۔ (من نسمات الخلود)

ہر سچے مسلمان کا عقیدہ

تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں ہر سچے ایمان والے مسلمان کا یہی عقیدہ تھا۔ اسی لئے بڑے بڑے سلاطین اور ملوک ان مسلمان عربوں سے خوف کھاتے تھے کیونکہ ان کے پاس ناقابل شکست عقیدہ اور ایسا سچ تھا جو ایک اٹل حقیقت تھا۔ دوسروں کے پاس یہ زندہ اور محترم بنیادیں نہیں تھیں۔ یہ بنیادیں سیدنا محمد عربی ﷺ لائے تھے اور ان کے رگ وپے میں اتار دی تھیں۔ وہ لوگ ان پر عمل پیرا ہو کر اقوام عالم کے حکمران بن گئے اور انہوں نے قیصر وکسریٰ کے محلات کو زمین بوس کر دیا۔ حیران کن فتوحات حاصل کرنے، ظلم کے محلات خاک میں ملانے، ایوان عدل قائم کرنے اور اسلامی حکومت کے قیام کا بڑا سبب یہ تھا۔

اسلامی فتوحات کا ایک دوسرا سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ مسلمانوں میں وہ مردانِ کار آ رہا

تھے جو فتح ونصرت کے جھنڈوں کی شرائط کے حامل تھے۔ اس دور کا امتیاز یہ ہے کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے نابغہ روزگار افراد پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کے لئے کامیابی مقدر فرما دی تھی۔ لہٰذا انہیں سیاست‘ جنگ‘ حکمت و دانش اور صبر کے اعتبار سے ایسے باکمال کمانڈر عطا فرمائے جو دنیا بھر کے جنگی ماہرین کا انتخاب تھے۔ مثلاً:

خالد بن ولید‘ سعد بن ابی وقاص‘ ابوعبیدہ ابن الجراح‘ حمزہ ابن عبدالمطلب‘ علی بن ابی طالب‘ ضرار بن ازور‘ قعقاع ابن عمرو تمیمی‘ زیرکی اور سیاسی مہارت میں مغیرہ ابن شعبہ‘ معاویہ ابن ابی سفیان‘ عمرو بن العاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اعلیٰ رحانی قائدین اور پیکران صداقت وتقویٰ میں سے ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب‘ آخری دو حضرات عزم و ہمت‘ حکمت و دانش اور احتیاط میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ رضی اللہ عنہم۔

وہ صبر کی پالیسی پر گامزن تھے

اسلام کے دور اول میں ان حضرات اور ان جیسے دیگر باکمال افراد کا وجود اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا ایک بڑا سبب تھا۔ مشکل ترین حالات میں صبر ہی ان کا ساز وسامان تھا۔ اسی لئے وہ صبر کے بعد ملنے والی کامیابی کو نیک فال تصور کرتے تھے۔ یوں بھی صبر نصف ایمان ہے۔ یہ حضرات جنگوں میں جلد بازی سے کام نہیں لیتے تھے۔ ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ جس قدر ہو سکے جنگ کو طول دیا جائے۔ اسی لئے عربوں نے ملک شام کے شہروں کے خلاف جنگ نہیں کی۔ بلکہ اس کے اطراف میں جنگ کرتے تھے اور جنگ کو طویل کرنے اور صبر کی پالیسی پر گامزن رہتے تھے۔

جنگ ہو یا امن‘ مجاہدین اسلام ہر حال میں واپسی کا راستہ محفوظ رکھتے تھے۔ فتح کیسی بھی ہوتی اس پر مغرور نہیں ہوتے تھے۔ شہروں پر اس وقت تک حکم جاری نہیں کرتے تھے جب تک ان کا اقتدار وہاں مستحکم نہ ہو جاتا اور مضبوط قیادت میسر نہ ہو جاتی۔ یہ سب اس بناء پر تھا کہ انہوں نے اسلامی شریعت کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور وہ آخرت پر صرف ایمان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کے لئے عمل بھی کرتے تھے۔ اسی لئے دنیا ان کے پاس

ذلیل وخوار ہو کر آئی اور ان کا چرچا بھی خوب ہے اور اجر وثواب بھی خوب۔ یہ وہ قابل قدر اخلاق ہیں جنہیں چمکانے اور تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلام نے آ کر اس جماعت کی صلاحیتوں کو نکھار دیا اور ان کی معنوی قوتوں کو معراج کمال پر فائز کر دیا۔ انفرادی شجاعت وسخاوت کو عمومی اور اسلامی شجاعت وسخاوت کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اسلام نے قابل صد احترام دلوں اور عالی قدر عقلوں کو محبت کی چاشنی عطا کر دی اور ان کو جمع کر کے ایسی طاقت پیدا کر دی جس کا ایک ہی مقصد تھا' اسلام کے جھنڈے کو دنیا بھر میں لہرانا اور ہدایت وبصیرت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔

(ابن کثیر' الروض الانف' قصص العرب' الفتوۃ للدسوتی' بتصرف)

تعارف شخصیات:

واقعہ میں مذکور شخصیات کا تعارف ملاحظہ ہو:

☆ عبادہ ابن صامت انصاری خزرجی جلیل القدر صحابی ہیں' بدر میں حاضر ہوئے' بیعت عقبہ کے موقع پر مقرر کیے جانے والے نقباء میں سے ایک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت ابو مرثد غنوی کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ وہ بدر کے تمام مشاہد میں حاضر تھے۔ فتح مصر میں بھی حاضر ہوئے۔ وہ پہلے صحابی ہیں جو فلسطین کے قاضی مقرر ہوئے۔ وہ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے پورا قرآن پاک یاد کیا۔ ۳۴ھ مقام رملہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ

☆ خالد بن ولید ابن مغیرہ مخزومی قریشی' سیف اللہ (اللہ کی تلوار) عظیم فاتح' جلیل القدر صحابی ہیں۔ وہ اسلام اور جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور شہسواروں میں سے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تو نبی اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں مجاہدین کا کمانڈر مقرر فرمایا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اس منصب پر بحال رکھا' بعدازاں معزول فرما دیا (یاد رہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معزول کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ ایک سپاہی کی حیثیت سے جہاد میں مصروف رہے۔ فتوحات میں خاص توفیق ان کے شامل حال تھی۔ راجح قول کے مطابق

۲۱ھ حمص میں ان کی رحلت ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

☆ سعد بن ابی وقاص قریشی زہری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی' عراق اور مدائن کے فاتح اور ان چھ حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے مقرر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہلے تیر چلانے والے اور ان دس خوش بخت حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں زبان رسالت سے جنت کی خوشخبری دی گئی۔ انہیں ''فارس الاسلام'' (اسلام کا شہسوار) کہا جاتا ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بدر میں حاضر ہوئے' قادسیہ فتح کیا' قبائل عرب کے لئے کوفہ بسایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں برقرار رکھا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔ آپ مدینہ منورہ لوٹ آئے اور مدینہ طیبہ کے قریب رحلت فرما گئے (رضی اللہ عنہ) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبل از نبوت ۶۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

☆ ابو عبیدہ ابن عامر الجراح رضی اللہ عنہ امیر' قائد' فاتح شام' جلیل القدر صحابی اور ان دس خوش نصیب حضرات میں سے ایک ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی۔ ان کا لقب ''امین الامۃ'' ہے۔ وہ پہلے پہل اسلام لانے والے صحابہ میں سے ہیں۔ تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد شام کے لئے جانے والے لشکر کا کمانڈر مقرر کیا اور ان کے ہاتھوں فتح شام مکمل ہوئی۔ ان کی نرم دلی' امانت اور تواضع کی بناء پر لوگوں کے دل ان سے متعلق ہو گئے۔ ۱۷ھ طاعون عمواس میں رحلت ہوئی۔

☆ ابو عمارہ حضرت امیر حمزہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا' دور جاہلیت اور اسلام میں قریش کے سرداروں اور سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو پہلے انہیں اسلام قبول کرنے میں تردد ہوا پھر قریش کی ناخوشی کے باوجود دل و جان سے ایمان لے آئے۔ قریش نے کہا: آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قوت حاصل ہو گئی۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے بہت حد تک باز آ گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق مدینہ طیبہ کی طرف

ہجرت کی۔ غزوۂ بدر اور دیگر مواقع پر حاضر ہوئے۔ غزوۂ احد میں جام شہادت نوش کیا۔ ابوسفیان کی زوجہ ہندہ بنت عتبہ کے آزاد کردہ غلام وحشی نے انہیں شہید کیا۔ اعلان نبوت سے ۵۳ سال پہلے پیدا ہوئے اور ۳ھ میں جام شہادت نوش کیا۔

☆ ضرار بن ازور اسدی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی' اسلام کے عظیم جاں باز مجاہد' یرموک اور فتح دمشق میں حاضر ہوئے۔ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں بہادر ترین شہسواروں میں سے تھے۔ انہوں نے یمامہ کے دن مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ ۱۱ھ میں رحلت ہوئی۔

قعقاع بن عمرو عاصم کے بھائی رضی اللہ عنہ' شہسوار صحابہ کرام میں سے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پوچھا کہ آپ نے جہاد کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور گھوڑا' فرمایا یہی تیاری کی انتہا ہے۔ ان کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا لشکر میں قعقاع کی آواز ہزار مرد سے بہتر ہے۔ جنگ قادسیہ میں انہوں نے بڑی جاں بازی کا مظاہرہ کیا۔

☆ مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ عمرۂ حدیبیہ سے کچھ پہلے اسلام لائے۔ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔ یمامہ اور شام وعراق کی فتوحات میں شریک ہوئے۔ عرب کے زیرک ترین افراد میں سے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بصرہ کے گورنر رہے پھر کوفہ کے گورنر رہے۔ بعدازاں کوفہ ہی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ ۵۶ھ کوفہ میں رحلت ہوئی۔

☆ معاویہ ابن ابی سفیان صخر قریشی اموی (رضی اللہ عنہما) شام میں بنوامیہ کی حکومت کے بانی اور عرب کے ممتاز اور بڑے دانشور' جلیل القدر صحابی ہیں' وہ فصیح بھی تھے اور حلیم بھی۔ مکہ معظمہ میں اعلانِ نبوت سے بیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ کاتب وحی بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دمشق شام کا گورنر بنایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کے

تمام شہروں کا گورنر بنا دیا پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۴۰ھ میں تمام عالم اسلام کے خلیفہ بنے۔ ۶۰ھ دمشق میں ان کی رحلت ہوئی۔ وہ ایک سوتیس احادیث کے راوی ہیں اور تاریخ اسلام کے عظیم فاتح ہیں۔ رضی اللہ عنہ

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' عبداللہ ابن ابوقحافہ تیمی قریشی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے پہلے مرد' پہلے خلیفہ راشد اور دنیائے عرب کی عظیم ترین شخصیت' مکہ معظمہ میں اعلانِ نبوت سے اکاون سال پہلے پیدا ہوئے۔ عربوں کے ایک سردار کی حیثیت سے پرورش پائی۔ وہ عربوں میں امیر ترین اور قبائل کے انساب واحوال کے مشہور عالم تھے۔ ان کا لقب ''عالم قریش'' تھا۔ انہوں نے دورِ جاہلیت میں شراب اپنے اوپر حرام کر رکھی تھی۔ ۱۱ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے دن ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ آپ نے مرتدین اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے والوں سے جہاد کیا۔ آپ کے دور میں بکثرت فتوحات ہوئیں' بڑے حلیم' نرم مزاج اور نامور خطیب تھے۔ اس کے ساتھ ہی بڑے دلیر اور بہادر بھی تھے۔

آپ کی خلافت کی مدت دو سال اور ساڑھے تین ماہ تھی۔ ۱۳ھ مدینہ طیبہ میں وفات ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی خبر دی تو آپ نے بلاتردد اس کی تصدیق کی۔ اس لئے آپ کو 'صدیق' کا لقب دیا گیا۔ بعض علماء نے اس لقب کی کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی ہیں۔ کتب حدیث میں آپ کی روایت کردہ ۱۱۴۲ احادیث ہیں۔ رضی اللہ عنہ

☆ عمر بن خطاب بن نفیل قریشی عدوی کی کنیت ابوحفص ہے۔ ہجرت سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ سب سے پہلے آپ کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔ جلیل القدر صحابی ہیں' شہرۂ آفاق بہادر' عادل' سراپا احتیاط اور بہت بڑے فاتح تھے۔ قریش کے نامور بہادروں اور سرداروں میں سے تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے اسلام

لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات سے پہلے ان کی وصیت کے مطابق ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اور آپ کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ سب سے پہلے آپ نے ہجری تاریخ مقرر فرمائی اور تاریخ اسلام میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے رجسٹر تیار کروائے نبی اکرم ﷺ نے انہیں لقب ''فاروق'' عطا فرمایا۔ ابولؤلؤۃ فیروز نے دھوکے سے آپ کو اس وقت شہید کیا جب آپ ۲۳ھ میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

(سدابہار خوشبوئیں)

(۴۱)

دنیا کی پانچ نہریں جنت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے پانچ نہروں کو جنت سے جاری فرمایا ہے۔ ( ) جیحون' (۲) سیحون' (۳) دجلہ' (۴) فرات' (۵) نیل۔ یہ پانچوں ندیاں ایک ہی چشمہ سے جاری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جنت کے ایک چشمہ کو پہاڑوں کے اندر امانت رکھ دیا ہے اور پہاڑوں سے ان نہروں کو زمین پر جاری فرما دیا ہے جس سے لوگ طرح طرح کے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ جب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو زمین پر بھیجے گا اور وہ چھ چیزوں کو زمین سے اٹھا لے جائیں گے۔ (۱) قرآن مجید' (۲) تمام علوم' (۳) حجر اسود' (۴) مقام ابراہیم' (۵) موسیٰ علیہ السلام کا تابوت' (۶) مذکورہ بالا پانچوں نہریں اور جب یہ چھ چیزیں زمین سے اٹھالی جائیں گی تو دین و دنیا کی برکت روئے زمین سے اٹھ جائے گی اور لوگ ان برکتوں سے بالکل محروم ہو کر رہ جائیں گے۔ (صاوی' ج ۳' ص ۹۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ (المومنون' ع ۱)

''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازے سے' پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔''

اس آیت میں ''وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝'' کا یہی مطلب ہے کہ ان

پانیوں اور نہروں کو ایک وقت ہم اٹھا کر جہاں سے ہم نے اتارا ہے وہاں پہنچا دیں گے اور زمین سے یہ سب ناپید ہو جائیں گے۔

تو بندوں پر لازم ہے کہ خداوند قدوس کی ان نعمتوں کی شکرگزاری کے ساتھ حفاظت کریں اور ہرگز ہرگز پانی کو بے کار ضائع نہ کریں اور ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں کہ کہیں یہ نعمت ہم سے سلب نہ کر لی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۲)

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

حضرت سیّدنا مخزوم بن ہانی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہی (جن کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی) ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاوّل شریف بروز پیر عام الفیل (وہ سال ہے جس میں ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ پر چڑھائی کی تھی) شاہ ایران' نوشیروان سے بیالیس سال اور بادشاہ عمرو بن ہند سے ساڑھے آٹھ سال بعد اس جہانِ فانی میں جلوہ گر ہوئے۔''

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام' ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ج ۱ ص ۱۶۱)

☆ ایک رات حضرت سیّدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ وادی ابطح میں محوآرام تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خواب میں اپنے جسم اطہر سے ایک سفید زنجیر نکلتی دیکھی۔ اس کے چار کنارے تھے۔ ایک کنارہ مشرق میں جا پہنچا' دوسرا مغرب میں' تیسرا آسمان تک اور چوتھا کنارہ واپس لوٹ آیا یہاں تک کہ وہ ایک سبز درخت بن گیا۔ جب صبح ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر معلوم کی تو بتانے والوں نے بتایا ''اگر آپ کا خواب سچا ہے تو یقیناً آپ کی مبارک پشت سے ایک ایسی ہستی کا ظہور ہوگا جس پر تمام زمین وآسمان والے ایمان لائیں گے۔''

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر' کتاب مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ذکر اخبار غریبہ' ج ۱ ص ۳۱۰ بتغیر)

☆ حضرت سیّدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''جب اللہ تعالیٰ نے موجودات کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا اور زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند فرمایا تو اپنے فیض ذات سے مٹھی بھر لے کر اس سے ارشاد فرمایا' اے نور! محمد بن جا' اس نور نے ایک نوری ستون کی صورت

اختیار کر لی اور اس قدر روشن ہوا کہ عظمت کے پردے تک جا پہنچا اور رب کائنات کو سجدہ کیا اور کہا: ''الحمد للہ! یعنی سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تجھے اسی لئے پیدا فرمایا اور تیرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا ہے' تجھی سے اپنی مخلوق کی ابتدا کروں گا اور تجھی پر اپنی رسالت کا سلسلہ ختم کروں گا۔''

نور محمدی کے چار حصے

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کر کے ایک حصے سے لوحِ محفوظ اور دوسرے سے قلم کو پیدا فرمایا پھر قلم سے ارشاد فرمایا: ''لکھ!'' تو قلم پر ایک ہزار سال تک ہیبت الٰہی سے لرزہ طاری رہا۔ اس کے بعد قلم نے عرض کی: ''اے میرے رب! کیا لکھوں؟'' ارشاد فرمایا: ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھ''۔ پس قلم نے لکھا اور مخلوق کے متعلق علم الٰہی پر رسائی پالی۔ پھر اس نے یہ باتیں لکھیں: (۱) حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں موجود اولاد کی تعداد۔ (۲) جو اطاعت الٰہی بجالائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (۳) حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام' حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی امتوں کے متعلق بھی لکھا یہاں تک کہ جب حضور شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی' قلم یہ جملہ ''وہ اسے جہنم میں ڈال دے گا'' ابھی لکھنا ہی چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی ''اے قلم! ذرا ادب سے۔'' تو قلم وہ ہیبت وجلال الٰہی سے شق ہو گیا پھر دست قدرت سے تراشا گیا۔ تب سے قلم میں یہ بات جاری ہو گئی کہ تراشے بغیر نہیں لکھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قلم سے ارشاد فرمایا اس امت کے متعلق لکھ ''یہ امت گنہگار ہے اور رب غفار (یعنی بہت بخشنے والا) ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرے حصے سے عرش کو پیدا کیا۔ پھر چوتھے حصے سے مزید چار حصے کر کے پہلے حصے سے عقل' دوسرے سے معرفت' تیسرے سے سورج' چاند اور آنکھوں کا نور اور دن کی روشنی پیدا فرمائی اور یہ سب حقیقتاً نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے انوار ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نور کی اس چوتھی

قسم کے چوتھے حصے کو بطور امانت عرش کے نیچے رکھا۔

نورِ مصطفیٰ آدم علیہ السلام کی پشت میں

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کی پشت مبارک میں رکھا۔ پھر فرشتوں سے آپ علیہ السلام کو سجدہ کروایا اور جنت میں داخل کر دیا۔ فرشتے صف در صف آپ علیہ السلام کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑے ہو کر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا کرتے۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: ''یا اللہ! یہ فرشتے میری پشت کے پیچھے صف باندھ کر کیوں کھڑے رہتے ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''یہ فرشتے میرے حبیب، خاتم الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی زیارت کرتے ہیں جسے میں تیری پشت سے پیدا فرماؤں گا۔'' حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے عرض کی: ''یا الٰہی! اس مبارک نور کو میری پیشانی میں رکھ دے تاکہ یہ فرشتے میرے سامنے رہیں، پشت کی طرف نہ جائیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا۔ فرشتے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے نذرانے پیش کرتے رہتے۔ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے عرض کی: ''یا الٰہی میں بھی اس مبارک نور کی زیارت کرنا چاہتا ہوں لہٰذا اسے میری پیشانی سے نکال کر کسی ایسی جگہ رکھ دے جہاں میں اس کی زیارت کر سکوں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی انگشت شہادت میں منتقل فرما دیا۔ فرشتے تسبیح پڑھتے تو آپ علیہ السلام کی انگشت مبارک میں وہ نور بھی تسبیح خوانی کرتا۔ اسی وجہ سے اس انگلی کو ''المسبحہ'' (یعنی تسبیح والی انگلی) کہتے ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے عرض کی: ''یا اللہ! کیا اس مبارک نور میں سے کچھ میری پشت میں بھی باقی ہے؟'' جواب ملا ''ہاں! میرے محبوب کے صحابہ کا نور ابھی باقی ہے۔'' عرض کی: ''یا اللہ! اس بقیہ نور کو میری بقیہ انگلیوں میں رکھ دے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نور درمیان والی انگلی، امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نور بنصر (درمیان کے ساتھ والی انگلی) میں، امیر المومنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نور خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) میں اور امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نور انگوٹھے میں رکھ دیا۔ جب

تک حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام جنت میں رہے یہ نور ان کی انگلیوں میں چمکتا رہا۔ جب آپ علیہ السلام درخت کی آزمائش سے دوچار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو دوبارہ واپس پشت میں رکھ دیا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو اس ودیعت کیے گئے نور کے راز کی قدر ومنزلت کی پہچان کرائی اور فرمایا: ''پاک صاف ہو کر تسبیح وتقدیس کرو پھر دونوں طاہر ہو جاؤ اور اپنی اہلیہ حوا کا حق زوجیت ادا کرو کہ میں تم دونوں سے اپنے اس فیض آثار نور کا ظہور فرمانے والا ہوں۔'' پس آپ علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے حضرت سیّدنا حضرت سیّدہ حوا رضی اللہ عنہا میں منتقل فرما دیا پھر آپ علیہ السلام اس نور کو حضرت سیّدہ حوا رضی اللہ عنہا کی پیشانی میں سورج کی مانند دائرے کی صورت میں دیکھا کرتے۔'' (مصنف عبدالرزاق المفقود من الجزء الاول' کتاب الایمان' باب فی تخلیق نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم' الحدیث ۱۸' ص ۶۳' بالفاظ مختلفہ)

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عالی نسب ہیں:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب کے متعلق حضرت علامہ سیّدنا یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں ''حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سعد بن عدنان تک کے سلسلہ نسب پر امت کا اجماع ہے اور اس سے اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک مذکور نسب قابل اعتماد نہیں (یعنی ناموں میں اختلاف ہے)۔''

(وسائل الرصول الی شمائل الرسول' ص ۴۸)

☆ جب حضرت سیّدنا شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو نورِ محمدی آپ علیہ السلام کی پیشانی میں منتقل کر دیا گیا۔ جب آپ علیہ السلام بڑے ہوئے اور جوانی کی حدود میں قدم رکھا تو حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اس خدائی راز کو کسی پاک باز بی بی میں ہی منتقل فرمائیں گے تاکہ یہ کسی پاک باز مرد تک ہی منتقل ہو۔'' اس کے بعد نورِ محمدی حضرت سیّدنا شیث علیہ السلام سے آنوش' ان سے قینان' ان سے مہلائیل' ان سے یرد' اخنوخ' ان سے متوشلخ' ان سے لمک' ان سے حضرت نوح علیہ السلام ان سے سام' ان سے ارفخشد' ان سے شالخ' ان سے عیبر' ان سے فالخ' ان سے ارغو' ان سے ساروغ' ان سے ناحور' انسے تارخ'

ان سے حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام' ان سے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام' ان سے قیذر'ان سے بنت'ان سے سلامان'ان سے ہمیسع' ان سے یسع اذان سے عدنان'ان سے معد'ان سے نزار'ان سے مضر'ان سے الیاس'ان سے مدرکہ'ان سے خزیمہ'ان سے کنانہ'ان سے نضر'ان سے مالک' ان سے فہر'ان سے غالب'ان سے لوی'ان سے کعب'ان سے مرہ' ان سے کلاب' ان سے قصی' ان سے عبد مناف' ان سے ہاشم' ان سے حضرت سیّدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان سے حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا جو سلطان بحرو بر صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم ہیں۔''

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام' ج ا'ص ۲۳ تا ۲۷)

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

مازال نور محمد منتقلا

فی الطیبین الطاہرین اولی العلا

حتی لعبد اللہ جاء مطہرا

ومکرما ومعظما ومبجّلا

ترجمہ: حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نور ہمیشہ طیب وطاہر اور برتر و بالا لوگوں میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ پاک وصاف اور معظم ومکرم حالت میں حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا۔

ایک ضروری وضاحت:

حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے نسب مبارک میں آپ کے والد گرامی حضرت تارخ کے متعلق فقیہ العصر' حضرت علامہ مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا اور آزر آپ علیہ السلام کے چچا کا نام تھا'' (فتاوی فیض الرسول ج ۲'ص ۵۶۸) نیز حکیم الامت' مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس فرمان باری تعالیٰ ''وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ '' (پ ۷'الانعام'۷۴) کے تحت تفسیر نعیمی میں تحریر

فرماتے ہیں "(آزر) کون تھا؟ اس میں گفتگو ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مسالک الحنفاء" میں فرمایا اور "مفرداتِ امام راغب، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی" وغیرہ میں ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام سگا باپ نہ تھا

آزر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا چچا تھا، آزر بت پرست تھا۔ آپ (علیہ السلام) کے والد کا نام "تارخ" ہے جو مومن و موحد تھے۔ "تفسیر ابن کثیر" نے بھی یہی کہا۔ بعض نے فرمایا: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی اور خاندانی بزرگ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے (مزید فرماتے ہیں) خیال رہے کہ عربی میں "اب" اور "والد" دونوں کے معنی ہیں باپ مگر "اب" عام ہے کہ سگے باپ کو بھی "اب" کہتے ہیں اور سوتیلے باپ، دادا، چچا بلکہ سارے اصول خاندان کو بلکہ استاد کو بلکہ شیخ کو بلکہ "مربی" کو بھی "اب" کہتے ہیں۔ دیکھو "لاتنکحوا مانکح اباء کم" یہاں "آباء" سے مراد سارے اصول ہیں۔ باپ، دادا کہ ان سب کی منکوحہ بیویاں ہم پر حرام ہیں۔ "ابائك ابراهيم واسماعيل واسحق" یہاں آباء میں چچا بھی داخل ہیں۔ حضرت اسماعیل جناب یعقوب کے چچا تھے۔ "ماوجدنا عليه اباء نا" میں "اباء" سے مراد استاد بھی ہیں۔ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "ردوا على ابى" میرے باپ عباس کو میرے پاس لاؤ۔" یہاں "اب" سے مراد چچا ہے۔ بہرحال "اب" بہت عام ہے مگر "والد" اکثر سگے باپ کو کہتے ہیں۔ "وبالوالدين احسانا" یونہی لفظ اُمّ ہے سگی ماں۔ سوتیلی ماں، دودھ کی ماں، دادی، نانی، چچی، ساس سب کو "ام" کہہ دیتے ہیں۔ دیکھو! "امهاتكم اللاتى ارضعنكم" میں دائی دودھ پلانے والی کو "ام" فرمایا۔ "حرمت عليكم امهاتكم" میں سگی ماں، سوتیلی ماں، دادی، نانی کو "ام" فرمایا مگر والدہ عموماً سگی کو ماں کہتے ہیں۔ "والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين" یا جیسے "وبرا م بوالديه" جب یہ سمجھ لیا تو سمجھو کہ قرآن کریم نے ہر جگہ آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "اب" فرمایا ہے کہیں "والد" نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ کا سگا باپ نہ تھا۔" (تفسیر نعیمی ج ۷، ص ۴۹۰)

قدیمی شہنشاہ عالی گھرانہ:

جب اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ ﷺ کو رفیع الشان صلبوں سے بلند رتبہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر کی طرف منتقل فرمایا تو اس منتقلی کے ساتھ ہی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں۔ ساری مخلوق ایک دوسرے کو بشارتیں دینے لگی، زمین و آسمان میں اعلان کر دیا گیا ''اے عرش! وقار و سنجیدگی کا نقاب اوڑھ لے۔ اے کرسی! فخر کی زرہ پہن لے۔ اے سدرۃ المنتہیٰ! خوشی سے جھوم جا۔ اے ہیبت اور رعب و دبدبہ کے انوار! تم بھی خوب روشن ہو جاؤ۔ اے جنت! خوب آراستہ پیراستہ ہو جا۔ اے محلات کی حورو! تم بھی بلندی سے دیکھو۔ اے رضوان (باغبانِ جنت)! جنت کے دروازے کھول دے اور حور و غلماں کو سامانِ زینت سے آراستہ پیراستہ کر کے کائنات کو خوشبوؤں سے معطر کر دے۔ اے مالک (داروغہ جہنم)! جہنم کے دروازے بند کر دے کیونکہ آج کی رات میری قدرت کے خزانوں میں چھپا ہوا نور اور راز عبداللہ سے جدا ہو کر آمنہ کے بطن میں منتقل ہونے والا ہے اور جس گھڑی یہ نور منتقل ہو گا اسی لمحے میں اپنے محبوب ﷺ کو مکمل صورت دے دوں گا اور یہ لوگوں کے سامنے انسان کامل ظاہر ہو گا۔''

اللہ تعالیٰ نے یکم رجب المرجب شب جمعہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کی منتقلی کا اعلان فرمایا جبکہ سیّدنا امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جمادی الآخری کی پندرہویں رات تھی۔ نورِ محمدی کی منتقلی کی رات ہر گھر اور مکان میں نور داخل ہو گیا اور ہر چوپایہ محو کلام ہو گیا۔ حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے رسولِ پاک ﷺ سے حاملہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس رات قریش کے ہر چوپائے نے (بزبان فصیح) کلام کرتے ہوئے کہا: ''رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں جلوہ فرما ہو چکے ہیں، رب کعبہ کی قسم! آپ ﷺ دنیا کے لئے امان اور اہل دنیا کے چراغ ہیں۔''

(رسائل میلاد مصطفیٰ ﷺ، رسالہ مولد النبی ﷺ لابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۱۹)

☆ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں ''جب حمل کو چھ ماہ ہوئے تو آپ ﷺ کے والد محترم میرے سرتاج حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے اور

کسی نے خواب میں آکر مجھے پاؤں کی جنبش سے اٹھایا اور ارشاد فرمایا: ''اے آمنہ! تجھے بشارت ہو کہ تیرے شکم اطہر میں پرورش پانے والی ذات تمام جہانوں سے بہتر ہے' جب ان کی ولادت ہو جائے تو ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا اور اپنے اس معاملے پر کسی کو آگاہ نہ کرنا۔'' (البدایہ والنہایہ لابن کثیر' کتاب الشمائل' باب ما اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... الخ' ج ۴' ص ۲۷)

ولادتِ مبارک اور عجائبات ولادت:

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں ''جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شکم میں تشریف فرما رہے' میں نے کبھی درد والم' بوجھ یا پیٹ میں مروڑ محسوس نہ کیا۔ حمل ٹھہرنے کے کامل نو (۹) ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوگئی۔ جب وقت ولادت قریب آیا تو عام عورتوں کی طرح مجھ پر بھی گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ میرے خاندان والے میری اس کیفیت سے واقف نہ تھے' میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت سیّدنا عبدالمطلب طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھے۔ لہٰذا میں نے دست طلب اس ذات کے سامنے دراز کر دیا جس پر کوئی پوشیدہ چیز بھی مخفی نہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میری غم گسار بہن' فرعون کی بیوی حضرت سیّدہ آسیہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ یہ حضرت سیّدہ مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا تھیں۔ پھر میں نے چودھویں کے چاند جیسے چمکتے دمکتے چہرے دیکھے' یہ حوروں کا قافلہ تھا۔ جب دردِ زہ کی تکلیف زیادہ ہوئی تو میں نے ان خواتین سے ٹیک لگا لی۔ پھر عالم الغیب والشہادہ نے مجھ پر ولادت آسان فرما دی اور میرے بطن سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور عالم یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں پر جھکے ہوئے ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت سیّدہ آسیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کرنے لگیں' حضرت سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا بھی جلدی جلدی حاضر ہوگئیں۔ حوروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کے بوسے لئے۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی......

حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام بھی کاشانۂ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سیّدنا میکائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا۔ حضرت سیّدنا اسرافیل علیہ السلام بھی

خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ پھر فرشتے آقائے نامدار ﷺ کو نگاہوں سے اوجھل لے گئے اور آپ ﷺ کو ساری کائنات کی سیر کرانے لگے۔ تمام جنتی نہروں کو آپ ﷺ کے غسل فرمانے سے فیض یاب کیا اور آپ ﷺ کا اسم گرامی جنتی درختوں کے پتوں پر رقم کر دیا پھر لمحہ بھر میں آپ ﷺ کو واپس بھی لے آئے اور آپ ﷺ کو ساری کائنات پر فضیلت دی گئی۔ حضرت سیّدہ آسیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی چشمان کرم میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیّدہ مریم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ناف مبارک کاٹنا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حور عین (بڑی بڑی آنکھوں والی حور) نے حبیب خدا ﷺ کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس کے بعد تین فرشتے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی جانب جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال' دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیب خدا ﷺ کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا پھر چوغے سے ختم نبوت وتصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن و چمکدار تھی اور اس مہربان نبی ﷺ کی پشت مبارک پر لگا دی۔ پس یوں آپ ﷺ پر سعادت وتوفیق کی تکمیل ہوئی۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو حکم ہوا ''مقرب فرشتوں سے پہلے دنیا میں سے کسی کو محبوب کریم ﷺ کی زیارت کے لئے نہ بلائیں۔''

عرشِ الٰہی خوشی سے جھوم اُٹھا

آپ ﷺ کی ولادت پر عرش خوشی سے جھوم اٹھا اور کرسی بھی خوشی سے اترانے لگی اور جنوں کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے ''بے شک ہمیں اپنے راستے میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔'' اور فرشتے انتہائی خوشی ورعب سے تسبیح خوانی کرنے لگے' ہوائیں جھوم جھوم کر چلنے لگیں اور انہوں نے بادلوں کو ظاہر کر دیا' باغات میں ٹہنیاں جھکنے لگیں اور کائنات کے گوشے گوشے سے ''اَھْلاً وَّسَھْلاً مَرحبا'' کی صدائیں آنے لگیں۔''

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب ﷺ کی فیروز بختیوں کے ستارے کائنات

میں ظاہر فرمائے تو کائنات روشن ہوگئی اور آپ ﷺ کی جود و عطا کی بجلیوں کو چمکایا تو وہ چمکنے دمکنے لگیں اور رسالت مصطفوی ﷺ کے چاند نما دلائل کے انوار کو پھیلایا تو وہ خوب جگمگانے لگے اور کفار کی امیدوں کو ختم کر دیا پس وہ خاک میں مل گئیں اور آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرما کر کفار بادشاہوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کیا۔ پس آپ ﷺ کے رعب و دبدبے سے ان کے سر پست ہو گئے اور انہیں گردنیں جھکانی پڑیں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے انسانیت مانوس ہوگئی اور اس نے رفعت و بلندی پالی۔ جن چوری چھپے سننے سے روک دیئے گئے۔ آسمانی فرشتے رکوع و سجود کرنے لگے۔ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حسین و جمیل حبیب خدا ﷺ کو جنم دے کر کامیابی و کامرانی کے مقام پر فائز ہو گئیں اور حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جیسی دانش مند خاتون آپ ﷺ کو دودھ پلانے سے مشرف ہوئی اور کائنات بھر میں مداحین (تعریف کرنے والوں) کی زبانیں شکر ادا کرتے ہوئے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف میں مگن ہوگئیں۔'' وصلی اللہ علی سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم ۔(الروض الفائق)

(۴۳)

پھرتے ہیں میرؔ اور کوئی پوچھتا نہیں

ابو حازم احمد بن محمد القاضی بغداد کے محلہ حوض داؤد میں رہتے تھے۔ وہ ۳۱۶ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے ابو حازم (تابعی) کے واسطے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے ہر درخت کی شاخیں سونے کی ہوں گی۔" (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۰۸)

قاضی ابو حازم کو ایک مرتبہ خلیفہ معتضد باللہ (۲۷۹ھ، ۲۸۹ھ) نے پیغام بھیجا کہ فلاں شخص کی طرف جس پر کئی لوگوں نے دعویٰ کر کے اپنا اپنا مال لے لیا ہے میرا بھی کچھ مال نکلتا ہے۔ مجھے بھی مدعی سمجھئے اور میرے دعوے پر غور کر کے میرا حصہ بھی مجھے دلوائیے۔

قاضی نے جواب میں کہلا بھیجا کہ قضا کی ذمہ داری میری گردن پر ڈال کر اب آپ یہ فرماتے ہیں کہ بغیر گواہوں کے آپ کے دعوے کو مان لوں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ آپ گواہ پیش کیجئے!

خلیفہ نے کہلا بھیجا کہ فلاں اور فلاں میرے دو معزز گواہ ہیں۔ قاضی نے جواب دیا وہ گواہ آپ کے نزدیک معزز ہوں گے، تاہم جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ بموجب احکام شرع وہ شہادت دینے کے قابل ہیں یا نہیں، آپ کے دعوے کو نہیں مان سکتا، نہ ان کی شہادت قبول کر سکتا ہوں۔ خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے ابو الحسین الخصیبی سے اس سلسلے میں جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں:

"یَشْهَدَ انِ عِنْدِیْ وَأَسْأَلُ عَنْهُمَا، فَإِنْ زُكِّيَا قَبِلْتُ شَهَادَتَهُمَا وِاِلَّا

أَمْضَيْتُ مَا قَدْ ثَبَتَ عِنْدِیْ"

''وہ دونوں گواہ آ کر میرے پاس شہادت دیں' میں ان کی تفتیش کروں گا۔ اگر وہ شہادت کے قابل ہوئے تو میں ان کی شہادت قبول کروں گا بصورت دیگر میں ثابت شدہ مقدمے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔''

خلیفہ کے گواہوں نے جب سنا کہ عدالت میں ہم پر خوب جرح ہونے والی ہے تو انہوں نے شہادت دینے سے انکار کر دیا اور ابوحازم نے خلیفہ کے مقدمے کو خارج کر دیا اور خلیفہ کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ (تاریخ الخلفاء' جلال الدین سیوطی' ۳۲۳)

(۴۴)

اے ہوا دشمنان اسلام کو پکڑ لے

الملک الصالح ایوب کے زمانے میں فرنگیوں نے دمیاط پر اس کے باشندے کی بے خبری میں حملہ کر دیا۔ ایوب منصورہ میں مقیم تھا۔ فرنگی دمیاط اور اس کے ساز وسامان پر قابض ہو گئے۔ وہاں کے باشندے اپنے اموال اور زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ غنیمت جانا کہ انہوں نے اپنی جانیں بچالی ہیں۔ بہت سے لوگ شہید اور بہت سے زخمی ہو گئے۔ اسی دوران الملک الصالح ایوب کا انتقال ہو گیا۔ ان کی کنیز (یہ بادشاہ کی کنیز تھی پھر اس کے بیٹے کی ماں بن گئی) شجرۃ الدرر نے اس خیال سے بادشاہ کی موت کو چھپائے رکھا کہ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے حوصلے پست نہ ہو جائیں۔

یہاں تک کہ بادشاہ کا بیٹا طوران شاہ آ گیا۔ لوگوں نے اس کی حکومت اور اطاعت کی بیعت کی۔ اس نے ایک لشکر جرار تیار کیا۔ فرنگیوں سے جنگ کی۔ ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا۔ ان کے تیس ہزار افراد تہ تیغ کئے اور شہر دمیاط واپس حاصل کر لیا۔

مسلمانوں کے لشکروں میں عابد و زاہد اور علماء کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے تھے۔ ان ہی میں علم و عمل اور اخلاص کے پیکر، غیرتِ اسلامی کے سراپا شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ زمانۂ ماضی میں علماء بھی جنگی ہتھیاروں کے استعمال کی تربیت حاصل کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کمال جرأت سے لیس ہو کر اپنے شاگردوں سمیت خود بخود بادشاہوں کے سامنے پیش ہو جاتے تھے۔ اس طرح وہ گھڑ سواری اور تیر اندازی کے مقابلوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ علماء اپنے شاگردں کو تیر

اندازی، تیرا کی، گھڑ سواری اور ضروریات جہاد کی ٹریننگ دیا کرتے تھے۔

شیخ عزالدین ابن عبدالسلام بھی اس لشکر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔ جب مسلمانوں اور فرنگیوں میں جنگ شروع ہوئی اور معرکہ کارزار گرم ہوا تو ابتداء میں فرنگیوں کا پلڑا بھاری رہا۔ اچانک مسلمانوں کے رخ پر شدید آندھی آئی جس نے انہیں بے بس کر کے رکھ دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی امداد نہ آتی تو قریب تھا کہ وہ شکست کھا جاتے۔ مجسمہ اخلاص، مجاہد عالم شیخ عزالدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت کی دعا مانگی اور تین مرتبہ کہا:

''اے ہوا! دشمنانِ اسلام کو گرفتار کر لے''

اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا کا رخ دشمنوں کی طرف ہو گیا۔ جس نے ان کی سواریوں کو بے کار کر کے رکھ دیا۔ اکثر فرنگی دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ اس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا فرمائی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک مسلمان بے ساختہ پکار اٹھا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، جس نے ہمیں امت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسا شخص عطا کیا ہے، جس کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی ہے۔'' (النجوم الزاھرۃ، بتصرف)

جب علماء فوج کی کمانڈ کرتے تھے

دورِ اوّل کے علماء بنفس نفیس جہاد میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اپنے شاگردوں سمیت سامانِ جنگ تیار کیا کرتے تھے۔ لشکروں میں جاں نثاری اور ثابت قدمی کی روح پھونک دیا کرتے تھے۔ حقیقت میں یہی لوگ فوجوں کے روحانی کمانڈر ہوا کرتے تھے۔ فوجی، علماء کے ارشادات اور ان کی مخلصانہ ہدایات دل کے کانوں سے سنا کرتے تھے۔ اسی لئے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد دی جاتی تھی۔ علماء انہیں احکام فقہیہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ انہیں پر خلوص حکام کی اطاعت وفرمانبرداری کی ضرورت سے روشناس کیا کرتے تھے۔ انہیں احکام جہاد سے آگاہ کرتے تھے۔ علماء کی ثابت قدمی اور سنگین حالات میں ان کے صبر کو دیکھ کر افواج کا مورال بلند ہو جاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان جدھر رخ کرتے تھے، فتح

ونصرت ان کا استقبال کیا کرتی تھی۔ (سدابہار خوشبوئیں)

نوٹ: طوران شاہ ابن الملک الصالح نجم الدین ایوب ابن الملک الکامل محمد' مصر میں حکومت ایوبیہ کا آٹھواں اور آخری بادشاہ اور الملک المعظم کا لقب اختیار کرنے والا تیسرا بادشاہ۔ اس کا قیام باپ کے نائب کی حیثیت سے دیار بکر کے قلعے میں تھا۔ جب ۶۴۷ھ میں اس کا باپ فوت ہو گیا اور شجرۃ الدر نے اس کی موت کی خبر کو مخفی رکھ کر اسے بلایا تو وہ مصر آ گیا۔ طوران شاہ نے اپنے والد کی وفات کے چار ماہ بعد لباس شاہی زیب تن کیا' فرنگیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور دمیاط واپس حاصل کر لیا پھر وہ شجرۃ الدر سے برگشتہ ہو گیا جس نے بحری بادشاہوں کو اس کے خلاف بھڑکا دیا۔ انہوں نے طوران شاہ کو فارسکور میں قتل کر دیا۔ اس کی حکومت کی مدت صرف چالیس دن تھی۔ اس مدت میں وہ نہ تو قاہرہ میں داخل ہوا اور نہ ہی اسے پہاڑی قلعے میں شاہی تخت پر بیٹھنا نصیب ہوا۔ اس کے قتل سے مصر میں حکومت ایوبیہ کا ۸۶ سالہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ ۶۴۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

(۴۵)

تخلیق انسانی کے مراحل

اللہ تعالیٰ بڑا قادر و قیوم ہے اگر وہ چاہے تو ایک لمحہ میں ہزاروں انسانوں کو پیدا فرما دے مگر وہ قادر مطلق اپنی قدرت کاملہ کے باوجود اپنی حکمت کاملہ سے انسانوں کو بتدریج شرف وجود بخشتا ہے۔ چنانچہ نطفہ ماں کی بچہ دانی میں پہنچ کر طرح طرح کی کیفیات اور قسم قسم کے تغیرات سے ایک خاص قسم کا مزاج حاصل کر کے جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر وہ جما ہوا خون گوشت کی ایک بوٹی بن جاتا ہے پھر گوشت کی بوٹی ہڈیاں بن جاتی ہیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھ جاتا ہے اور اس میں نطق اور سمع و بصر وغیرہ کی مختلف طاقتیں ودیعت رکھی جاتی ہیں پھر ماں اس بچہ کو جنتی ہے اس طرح مختلف منازل و مراحل کو طے کر کے ایک انسان بتدریج عالم وجود میں آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے تخلیق انسانی کے ان مراحل کا نقشہ ان الفاظ میں پیش فرمایا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

(المومنون' رکوع ۱)

''پھر ہم نے انسان کو ایک پانی کی بوند بنایا ایک مضبوط ٹھہراؤ۔ (بچہ دانی) میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا۔ پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا کر ان ہڈیوں کو گوشت پہنا دیا اسے

ایک دوسری صورت میں اٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے سب سے بہتر پیدا فرمانے والا۔"

تخلیق انسانی کے ان مختلف مراحل سے گزرنے میں خداوند قدوس کی کون کون سی حکمتیں اور کیا کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں؟ ان کو بھلا ہم عام انسان کیا اور کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟ لیکن کم سے کم ہر انسان کے لئے اس میں عبرتوں اور نصیحتوں کے بہت سے سامان ہیں تا کہ انسان یہ سوچتا رہے اور کبھی اس سے غافل نہ رہے کہ میں اصل میں کیا تھا اور خداوند قدوس نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا یہ غور کر کے خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایمان لائے اور کبھی فخر و تکبر اور خودنمائی کو اپنے قریب نہ آنے دے اور یہ سوچ کر کہ میں نطفہ کی ایک بوند سے پیدا ہوا ہوں ہمیشہ عاجزی و فروتنی کے ساتھ منکسر المزاج بن کر زندگی بسر کرے اور یہ سوچ کر قیامت پر بھی ایمان لائے کہ جس خدا نے مجھے ایک بوند نطفہ کے پانی سے انسان بنا دیا وہ بلاشبہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ مجھے زندہ کر کے میرے اعمال نیک و بد کا حساب لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۶)

ہم نے تیری خاطر شرابی کا دل دھو دیا

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو نشے کی حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے شراب بہہ رہی تھی۔ اس حالت میں بھی اس کے منہ سے اللہ اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نگاہ اوپر اٹھائی اور عرض کی: ''یااللہ! یہ بندہ ایسی حالت میں تیرا ذکر کر رہا ہے جو تیرے شایانِ شان نہیں۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پانی منگوایا' اس کا منہ دھویا اور اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب اس کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے۔ تجھے اس حالت میں دیکھا تو تیرا منہ دھو کر چلے گئے۔ وہ سخت پشیمان و شرمسار ہوا اور اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا: ''اے نفس! تیری بربادی ہے' اگر تو اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کرام رحمہم اللہ سے بھی حیا نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا؟'' پھر اس نے نادم ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔ رات کو جب حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ محوِ آرام ہوئے تو خواب میں کسی کی آواز سنی ''اے سری! تو نے ہماری رضا کے لئے اس شرابی کا منہ دھویا تو ہم نے تیرے لئے اس کا دل دھو دیا ہے۔'' جب سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ صبح بیدار ہوئے تو اس آدمی کے متعلق معلوم کیا۔ آخر کار اسے ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا: ''اے میرے بھائی! کیسے ہو؟'' اس نے عرض کی: ''یا سیدی! آپ میرا حال کیوں پوچھتے ہیں؟ حالانکہ اس کریم ذات نے آپ کو آگاہ فرما دیا ہے کہ اس نے آپ کی وجہ سے میرا دل کھول دیا اور میری حالت سدھاری۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''تمہیں کس نے بتایا؟'' جواب دیا ''جس نے اپنے غیر سے میرا دل پاک کیا اور مجھ پر اپنے عفو و کرم اور رضامندی کی بارش برسائی۔'' (الروض الفائق)

(۴۷)

اب ایسے عدل کے لئے زمین ترس رہی ہے

چوتھی صدی ہجری میں عباسی خلافت کمزور ہوگئی تو اثنا عشری آل بُویہ کے افراد بغداد میں نائب السلطنت اور سلطان بن کر حکومت کرنے لگے۔ عضد الدولہ ۳۶۴ھ میں بغداد میں داخل ہوا اور اس نے خلیفہ طائع اللہ (۳۶۳ھ، ۳۸۱ھ) کو بغداد واپس بلا کر بیعت کی۔ ۳۶۶ھ میں وہ اپنے باپ رکن الدولہ مقیم خراسان کی وفات پر اس کا جانشین بنا۔ بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ عضد الدولہ نے ۳۷۲ھ میں وفات پائی۔

(دیکھئے تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، ج ا، ص ۱۱۱۲، ۱۱۱۴)

سلطان عضد الدولہ کو اس کے ایک مخبر (خفیہ پولیس کے اہلکار) کے ذریعے سے خبر ملی کہ قاضی القضاۃ کے پاس ایک شخص بیس ہزار دینار بطور امانت رکھوا گیا تھا۔ وہ شخص حج کے بعد رومیوں کے خلاف جہاد میں شامل ہوا اور زخمی ہو کر قید ہو گیا۔ چار سال کے بعد اسے رہائی ملی اور دس برس کے بعد جب واپس اپنے شہر میں آیا اور قاضی سے دینار طلب کئے تو اس نے جان پہچان تک سے انکار کر دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر زیادہ تنگ کرو گے تو دیوانہ قرار دے کر بیمارستان (ہسپتال) بھجوادوں گا جہاں ساری عمر سڑتا رہے گا۔

سلطان نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے ساری داستان مفصل سنی، دو سو دینار خرچ کے لئے دے کر رخصت کر دیا اور کہا جس وقت میں بلاؤں، اسی وقت جہاں اور جس حال میں ہو چلے آنا۔

اس کے جانے کے بعد عضد الدولہ نے قاضی کے امتحان کے لئے ایک دن اس کو خلوت میں بلوایا اور شہزادوں اور شہزادیوں کے متعلق گفتگو کر کے کہا کہ زندگانی کا کوئی اعتبار

نہیں، شہزادوں کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ اپنی بہنوں کو مقرر شدہ حصہ نہ دیں گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ جیسے متقی اور دیندار کے پاس کچھ ہیرے جواہرات اور نقدی جمع کرا دوں تاکہ اگر میرے مرنے کے بعد شہزادے اپنی بہنوں کو ورثے میں سے حصہ نہ دیں تو آپ اس وقت لڑکیوں کی مدد کر سکیں اور انہیں یہ امانت دے دیں۔ آپ اس کام کے لئے وسیع تہ خانہ بنوائیں اور میرے اور آپ کے اور اس علام الغیوب کے سوا جو دلوں کے تمام حالات جاننے والا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ سلطان نے قاضی کو دو سو دینار تہ خانہ بنوانے کے لئے بھی دیئے۔

بادشاہ کی کارگر تدبیر

قاضی صاحب دل میں خوش ہو کر رخصت ہوئے کہ بڑھاپے میں اللہ نے سنی۔ اس قدر مال مفت ملنے لگا ہے کہ جس کی کبھی توقع بھی نہ ہو سکتی تھی۔ بیس ہزار دینار بھی گھر بیٹھے مل گئے اور عضد الدولہ کے مرنے کے بعد یہ جواہرات اور خزانہ بھی سب میرا ہی ہے نہ کوئی دستاویز ہے نہ کوئی گواہ۔

تہہ خانہ تیار کروا کر قاضی نے عضد الدولہ کو اطلاع دی۔ سلطان نے ایک سو چالیس صندوق دیناروں سے بھرے۔ چند پیالوں میں لعل و یاقوت اور فیروزے بھر کر خزانے میں پہلے ہی رکھوا لئے تھے۔ قاضی کو بلوا کر یہ خزانہ دکھایا۔ قاضی یہ دیکھ کر نہال ہو گیا۔ سلطان نے کہا آج رات تک یہ امانت پہنچ جائے گی۔ یہ کہہ کر اس کو رخصت کر دیا۔

اس کے بعد اس مظلوم کو بلوایا اور کہا آج قاضی کے پاس جا کر سختی سے اپنے دیناروں کا تقاضا کرو۔ اگر وہ نہ مانے تو کہو میں سلطان سے کہہ دوں گا جو آپ کی عزت خاک میں ملا دے گا اور مجھے میرا مال بھی دلوا دے گا۔

وہ شخص گیا اور سختی سے تقاضا کرنے لگا۔ قاضی نے سوچا کہ اگر اس کم بخت نے شور مچایا تو شاید سلطان تک بات پہنچ جائے جبکہ سلطان نے آج ہی خزانہ بھجوانے کا وعدہ کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس بیس ہزار دینار کے بدلے وہ لاکھوں دینار اور جواہرات ہاتھ سے جاتے رہیں اور بے اعتباری و بے عزتی الگ ہو۔

یہ سوچ کر قاضی نے اس کی ساری رقم اس کے حوالے کردی اور کہا جو کچھ اب تک ہوا' وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے تھا۔ اب تم صبر نہیں کرتے تو لے جاؤ' تمہارا ہی مال ہے۔ وہ شخص دینار اٹھا کر سیدھا عضدالدولہ کے پاس لے گیا۔

عضدالدولہ کو معلوم ہو گیا کہ قاضی نے واقعی خیانت کی ہے اور اگر اس کو ان جواہرات کا طمع نہ ہوتا تو کبھی وہ امانت واپس نہ دیتا۔ اس نے قاضی کا تمام مال اور اسباب ضبط کر لیا' اس کو عہدۂ قضا سے ہٹا دیا اور اس کی ضعیفی کی وجہ سے اس سے زیادہ کوئی اور سزا نہ دی۔

(نظام الملک طوسی' حصہ دوم' ص ۲۶۲)

(۴۸)

یہ ہیں غازی اسلام سلطان نورالدین زنگی

نورالدین زنگی رحمتہ اللہ علیہ کا نام محمود اور لقب الملک العادل تھا۔ شام ومصر اور دیار جزیرہ کے بادشاہ تھے۔ وہ اپنے زمانے کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ عادل، عظیم اور فصیح تھے۔ اپنی رعایا کی ضروریات کا حددرجہ اہتمام کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سے مدارس بنائے۔ بڑے متواضع مگر بارعب اور باوقار تھے۔ علماء کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ وہ آرزو کیا کرتے تھے کہ انہیں شہادت کی موت آئے چنانچہ وہ خوانیق کی بیماری کے سبب فوت ہوئے تو انہیں شہید قرار دیا گیا۔ ۵۶۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

چنانچہ الملک العادل سلطان نورالدین زنگی کی ملکہ نے انہیں پیغام بھیجا کہ مجھے ملنے والا وظیفہ بہت کم ہے، اس میں اضافہ کیا جائے۔ سلطان نورالدین نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ سرخ ہوگیا اور طیش کے عالم میں کہنے لگے:

''میں انہیں کہاں سے دوں؟ کیا ان کا اپنا مال ان کے لئے کافی نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! میں ان کی خواہش پوری کرنے کے لئے جہنم میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر ان کا خیال ہے کہ جو اموال میرے پاس ہیں وہ میری ملکیت ہیں تو یہ بہت ہی برا خیال ہے۔ یہ مسلمانوں کے اموال ہیں۔ ان کے لئے اور ان کی ضروریات کے لئے محفوظ ہیں۔ میں تو صرف ان کا محافظ ہوں۔ میں ان میں خیانت نہیں کرسکتا۔'' پھر سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانوں کے بیت المال میں کچھ نہیں ہے۔ ہاں! حمص میں تین دکانیں میری ملکیت ہیں وہ میں انہیں ہبہ کرتا ہوں۔ وہ لے لیں اللہ تعالیٰ انہیں برکت عطا فرمائے۔''

سلطان نے اپنی ملکہ کو مسلمانوں کے بیت المال میں سے ایک درہم بھی نہیں دیا بلکہ اپنا ذاتی مال انہیں دے دیا۔ ملکہ نے وہ دکانیں لے لیں۔ ان دکانوں کی آمدن بہت کم تھی تاہم ملکہ نے اسی پر اکتفا کیا اور اس کے بعد کبھی سلطان سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔

ایک عظیم گواہی

سلطان رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد و زاہد اور عادل و منصف تھے۔ ان کے بارے میں ابوالحسن ابن اثیر (علی بن محمد عزالدین جزری معرف بہ ابن الاثیر محدّث، مورخ، حافظ، ادیب، لغت، علم بیان اور انساب کے ماہر تھے۔ ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے، موصل میں رہے اور رہیں ۶۳۰ھ میں وفات پائی۔ ''الکامل فی التاریخ، اسد الغابہ، اللباب فی تہذیب الانساب'' وغیرہ ان کی تصانیف یادگار ہیں) کہتے ہیں:

''میں نے اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد آج تک کے گزشتہ بادشاہوں کی تاریخ کا وسیع مطالعہ کیا ہے لیکن مجھے خلفائے راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے بعد کوئی ایسا سلطان نظر نہیں آیا جو الملک العادل نور الدین زنگی سے زیادہ اچھی سیرت والا اور ان سے زیادہ عدل و انصاف کے قریب ہو۔ انہوں نے اپنے چوبیس گھنٹے عدل کے پھیلانے، جہاد کی تیاری، ظلم کے ازالے، عبادت کی ادائیگی اور احسان و انعام کے لیے وقف کر رکھے تھے۔ اگر وہ کسی دوسری قوم میں ہوتے تو وہ ان پر فخر کرتی اور انہیں اپنی عزت قرار دیتی۔ انہوں نے کھانے، پینے اور لباس میں تمام حرام چیزوں کو ترک کر رکھا تھا۔ ان سے پہلے سلاطین گویا دور جاہلیت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کی تمام تر توجہ پیٹ اور جنسی خواہشات پر مرکوز تھی۔ وہ کسی نیکی کو اچھا جانتے تھے اور نہ ہی کسی برائی کو برا جانتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان زنگی کو حکومت عطا فرمائی۔ وہ شریعت مبارکہ کے امر و نہی کے احکام پر عمل پیرا ہوئے۔''

جہاں تک ان کے زہد، عبادت اور علم کا تعلق ہے تو وہ وسیع مملکت اور شہروں کے کثیر ذخیرے کے باوجود صرف اپنی ملکیت سے کھاتے تھے اور اسی سے لباس زیب تن کرتے تھے اور ملکیت بھی وہ تھی جو انہوں نے مال غنیمت میں سے اپنے حصے سے خریدی تھی۔ انہوں نے فقہاء

کو بلایا اور ان سے فتویٰ طلب کیا کہ میرے لئے کیا کچھ حلال ہے؟ انہوں نے جو فتویٰ دیا اس سے سر مو تجاوز نہیں کیا۔ انہوں نے بادشاہوں کے عدل وانصاف کی سنت کی پیروی کا نیا معیار پیش کیا۔ شریعت نے جو ریشم' سونا اور چاندی حرام کی ہے اسے کبھی نہ پہنا۔ انہوں نے اپنے زمانے میں تمام شہروں میں شراب کے پینے اور بیچنے کو قانونی طور پر حرام قرار دیا۔ وہ شراب پینے والے پر شرعی حد جاری کرتے تھے۔ ان کے نزدیک سب لوگ برابر تھے۔ شریعت مطہرہ کا دل سے احترام کرتے تھے اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے:

ہم شریعت کے پابند ہیں

''ہم شریعت کے پابند ہیں اور اسی کے احکام جاری کریں گے۔''

وہ بڑے پختہ کار زاہد تھے۔ دنیا سے اتنا حصہ لیتے تھے جو مقدارِ کافی سے بھی کم ہوتا تھا۔ ان کا مقولہ ہے: ''زہد کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا آدمی کے ہاتھ میں نہ ہو بلکہ زہد یہ ہے کہ انسان کا دل دنیا کی محبت سے خالی ہو۔''

یہی زہد کی حقیقت ہے۔ ان کے جلیل القدر مناقب اتنے ہیں کہ اس مختصر واقعہ میں بیان نہیں کئے جا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق تھا۔ رات کو باقاعدہ نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ابن اثیر کہتے ہیں:

''وہ رات کو بکثرت نوافل ادا کرتے تھے۔ دعا و استغفار اور تلاوت قرآن میں مصروف رہتے۔ یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جاتی۔''

اس گفتگو کے باوجود اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ نور الدین زنگی کون تھا؟ تو سنئے! الملک العادل' سلطان نور الدین ابوالقاسم محمود زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے دو مرتبہ دمشق کا محاصرہ کیا۔ تیسری مرتبہ اسے فتح کر لیا۔ وہاں سنت کو قائم کیا اور بدعات کا قلع قمع کر دیا۔ وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے اٹھائے۔ پھر انہوں نے مصر فتح کیا اور وہاں سنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بول بالا کیا۔

انہوں نے اپنے لئے ایک دار تعمیر کیا۔ اس کا نام ''دار العدل'' رکھا۔ وہاں خود بیٹھ کر مظلوموں کی شکایات خود سنا کرتے تھے۔ لوگوں کے مقدمات اور مظالم کا فیصلہ کیا کرتے

تھے یہاں تک کہ ان کے ہاں ظلم وستم کا خاتمہ ہوگیا اور پولیس کی ضرورت ہی نہ رہی۔ وہ آدمی رات قیام کرتے تھے۔ نماز پڑھتے' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور بکثرت دعائیں مانگتے۔ رات کو جو دعائیں مانگتے ان میں سے ایک یہ ہے:

''میرے اللہ! محمود زنگی کی نہیں' اپنے دین کی امداد فرما!''

دشمن کی گواہی

ان کے غیر مسلم دشمن کہا کرتے تھے:

''نورالدین کے پاس اگرچہ سامانِ جنگ کی کثرت ہے' فوجیں بھی کم نہیں ہیں لیکن اس کی فتح ونصرت کا راز یہ نہیں ہے۔ اسے جو فتح وظفر دی جاتی ہے تو اپنے رب کی بارگاہ میں دعا والتجا اور رات کی نماز کی بنا پر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اس کے دامن سوال کو مرادوں سے بھر دیتا ہے اور اس کے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا۔ اس طرح وہ ہم پر غالب آجاتا ہے۔''

یہ ہے غیر مسلموں کا تاثر اور عقیدہ' سلطان نورالدین زنگی کے بارے میں' کاش کہ مسلمانوں کے موجودہ دور کے حکمران صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرتے۔ ان کی سیرت میں ولولہ انگیز اور پاکیزہ روح ہے جو حکام اور عوام الناس کی اعلیٰ ترین فضائل کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عملی نفاذ کی ٹریننگ دیتی ہے۔ اگر نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) عملاً نافذ ہو جائے تو امت مسلمہ کا حال اور مستقبل سنور جائے۔ (الروضتین' ابوشامہ اور ابن اثیر' بتصرف)

یہی وہ خوش قسمت سلطان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دو یہودیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ''یہ دونوں ہمیں ایذا پہنچانے کے درپے ہیں ان کا علاج کرو۔''

سلطان نے مدینہ منورہ حاضر ہوکر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک قریبی مکان سے سرنگ کھود کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ سلطان نے روضہ اقدس کے اردگرد انتہائی گہری خندق کھدوا کر ان دونوں موذیوں کو قتل کرکے اس میں پھینک دیا اور سیسہ پگھلا کر اس خندق کو بھر دیا تاکہ آئندہ کسی خبیث کو یہ جرأت نہ ہوسکے۔ رحمۃ اللہ علیہ (سدابہار خوشبوئیں)

(۴۹)

بابرکت درخت

قرآن مجید میں مبارک درخت سے مراد ''زیتون'' کا درخت ہے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد یہ سب سے پہلا درخت ہے جو زمین پر اُگا اور سب سے پہلے جہاں اگا وہ کوہ طور ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوئے۔ زیتون کے درخت کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض عالموں نے فرمایا: تین ہزار برس تک یہ درخت باقی رہتا ہے۔

(صاوی، ج ۳، ص ۹۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے: زیتون میں بہت سے فوائد اور منفعتیں ہیں۔ اس کے تیل سے چراغ جلایا جاتا ہے اور یہ بطور سالن کے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کو سر اور بدن پر مالش بھی کرتے ہیں اور یہ چمڑے کی دباغت میں بھی کام آتا ہے اور اس سے آگ بھی جلاتے ہیں اور اس کا کوئی جزو بھی بیکار نہیں یہاں تک کہ اس کی راکھ سے ریشم دھو کر صاف کیا جاتا ہے اور یہ حضرت انبیاء علیہم السلام کے مکانوں اور مقدس زمینوں میں اگتا ہے اور اس کے لئے ستر انبیاء کرام نے برکت کی دعائیں مانگی ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعاؤں سے بھی یہ درخت سرفراز ہوا ہے۔ (صاوی، ج ۳، ص ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک درخت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ○

''اور ہم نے وہ درخت پیدا کیا ہے جو طور سیناء سے نکلتا ہے اور تیل اور کھانے والوں

کے لئے سالن لے کر اگتا ہے۔" دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور رکوع ۵)

"اور چراغ روشن کیا جاتا ہے برکت والے درخت زیتون سے جو نہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا۔

درسِ ہدایت:

الغرض! زیتون ایک بڑی برکت والا درخت ہے۔ یوں تو ہر جگہ یہ درخت بغیر کسی محنت اور پرورش کے ہوتا ہے لیکن خاص طور پر ملک شام اور عام طور پر ملک عرب میں بکثرت پایا جاتا ہے اور ان مقامات پر اس کا تیل بھی لوگ کثرت سے استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں گوشت اور مچھلی بھی اسی تیل میں تل کر لوگ کھاتے ہیں۔ اس کے تیل کو عربی میں "زیت" کہتے ہیں اور یہ تیل بیچنے والا "زیات" کہلاتا ہے۔ اگر مل سکے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ تبرکاً اس کا استعمال کریں کیونکہ قرآن میں اس کو مبارک درخت فرمایا گیا ہے اور ستر انبیاء کرام علیہم السلام نے اس میں برکت کے لئے دعائیں فرمائی ہیں لہٰذا اس کے بابرکت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور جب بابرکت چیز ہے تو اس میں یقیناً فوائد و منافع بھی بہت زیادہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۰)

خدا کا عاشق

حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے ایک کمزور، زرد رنگ اور دبلی ٹانگوں والا نوجوان دیکھا جو زادِ راہ اور پانی کے بغیر سفر کر رہا تھا، نہ ہی اس نے جوتے پہن رکھے تھے۔ میں نے اسے سلام کیا اور پوچھا: ''کیا بات ہے میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں؟'' تو وہ رونے لگ گیا۔ پھر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

''میرے دل میں جو موجود تھا اس سے میرا بدن پگھل گیا اور میرے بدن میں جو کچھ تھا اس سے میرا دل پگھل گیا۔ اب چاہو تو میری رسی کاٹ دو اور چاہو تو جوڑ دو۔ میری نظر میں تمہاری طرف سے ہر عمل اچھا ہے۔ لوگوں کا مجھے دیوانہ کہنا صحیح تو ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ میں کس کی محبت میں دیوانہ ہوں۔''

حضرت سیّدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''پھر میں نہ جان سکا کہ وہ نوجوان کہاں گیا۔''

اے بھائی! دیکھ! ان ہستیوں کا معاملہ بہترین ہے، ان کی منزل کتنی عمدہ ہے، ان کا انجام کتنا اچھا ہے۔ ان کا میل کچیل بھی کتنا صاف و شفاف ہے! بے شک لوگوں کی زندگی اس وقت تک بے غبار نہیں ہوتی جب تک انہیں ابتلاء و آزمائش کے کنویں میں ڈال نہ دیا جائے۔ ان کے دل غربت و افلاس میں مطمئن دکھائی دیتے ہیں اور یہ لمبی امیدیں نہیں رکھتے اور انہیں (بروز قیامت) تمام مخلوق کے سامنے شوق (دیدارِ الٰہی) کے بازار میں پکارا

جائے گا" کیاتم آزمائش میں صبر کرتے رہے؟" تو یہ جواب دیں گے" جی ہاں!" پھر اللہ تعالیٰ انہیں توفیق کی پاکیزہ شراب کے جام پلائے گا جن پر تصدیق کی مہر لگی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کی مذمت کرتے ہیں اور تحقیق کے چٹیل میدانوں میں غائب رہتے ہیں۔ راہِ حق میں فقر و فاقہ سے لذت حاصل کرتے ہیں اور بیابانوں میں خلوتوں سے انس حاصل کرتے ہیں۔ محبوبِ اکبر کے ذکرِ خیر پر ٹوٹ کر گر جاتے ہیں اور جب پراگندہ حال فقراء کے لئے آخر میں عظیم انعامات کا مژدہ جاں فزا سنتے ہیں تو ان پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔

حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جب بھوک لگتی تو بستی کی طرف نکل جاتے۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ایک کتا بھونکنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے کتے! اسے تکلیف نہ دے جو تجھے تکلیف نہیں دیتا تو وہی کھاتا ہے جو تجھے ملے اور میں بھی وہی کھاتا ہوں جو مجھے ملے۔ اگر میں جنت میں داخل ہو گیا تو تجھ سے بہتر ہوں اور اگر دوزخ میں داخل ہوا تو تو مجھ سے بہتر ہے۔" (الروض)

(۵۱)

درباری بھی ایسے ہونے چاہئیں

خلیفہ معتضد باللہ احمد بن طلحہ بن متوکل کی ولادت ۲۴۲ھ میں ہوئی اور زمامِ حکومت اس نے ۲۷۹ھ میں سنبھالی۔ یہ بہت مغلوب الغضب تھا۔ غصے کے وقت کسی پر بھی رحم کرنا نہیں جانتا تھا بلکہ بعض مجرمین کو زندہ دیوار میں چنوا دیتا تھا اس لئے اس کے خوف و دہشت سے اس کے دس سالہ زمانہ حکومت میں کسی فتنے نے سر اٹھانے کی کوشش نہیں کی چنانچہ ملک میں امن و خوشحالی کا دور چل پڑا۔

۲۸۴ھ میں خلیفہ معتضد باللہ نے ارادہ کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر برسر منبر لعنت کی جائے۔ وزیر عبیداللہ نے منع کیا کہ سوتے فتنے کو جگانا اچھا نہیں' لوگوں میں شورش پیدا ہو گئی تو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا مگر خلیفہ نے وزیر کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا اور احکام جاری کر دیئے کہ جس قدر ممکن ہو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مناقب اور خوبیاں بیان کی جائیں' اس کے برعکس امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نقائص و عیوب اجاگر کئے جائیں۔

قاضی یوسف نے جب سنا تو دوڑے آئے اور ہرچند کہ جانتے تھے کہ جب خلیفہ نے اپنے وزیر کا کہنا نہیں مانا تو میری کیا سنے گا لیکن اس حکم کا نتیجہ چونکہ وہ ملک اور مالک دونوں کے لئے برا سمجھتے تھے اس لئے خلیفہ سے کہہ ہی دیا کہ آپ وہ غلطی کر رہے ہیں جس کی اصلاح بعد میں نہ ہو سکے گی۔ چاروں طرف آگ لگ جائے گی اور بجھائے نہ بجھے گی۔ خلیفہ نے کہا:

"اِنْ تَحَرَّكَتِ الْعَامَّةُ وَضَعْتُ السَّيْفَ فِيْهَا ."

''اگر عوام نے مزاحمت کی کوشش کی تو اس آگ کو آبِ شمشیر سے بجھاؤں گا۔''

قاضی یوسف نے پھر کہا جوش' غصے اور ضد کا یہ وقت نہیں ہے۔ سلطنت کو بیٹھے بٹھائے آپ مصیبت میں پھنسا رہے ہیں۔ خلیفہ نے یہ سن کر تھوڑی دیر غور کیا اور اپنے احکام منسوخ کر دیئے۔ (تاریخ الخلفاء' امام سیوطی' ۳۲۰'۳۲۲)

(۵۲)

موسیقی سے علاج

ابو یوسف یعقوب ابن اسحاق کندی' اپنے زمانے میں عرب اور اسلام کے نادر روزگار فلسفی اور شاہان کندہ کی اولاد میں سے تھے۔ بصرہ میں پلے بڑھے پھر بغداد جا کر علم حاصل کیا۔ طب' جیومیٹری' موسیقی اور فلکیات کے علوم میں شہرۂ آفاق ہوئے۔ ۲۶۰ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

ان کا ایک پڑوسی بڑا امیر کبیر تاجر تھا۔ اس کا ایک بیٹا بڑا ذہین اور فطین تھا جس نے اسے خرید وفروخت سے بے نیاز اور تجارت کی مشقت سے فارغ کر دیا تھا۔ وہی آمد اور خرچ کا حساب کتاب رکھتا تھا۔ وہ تاجر ابن اسحاق کندی کا دوست نہیں تھا بلکہ اس کی توہین اور اس پر طعن کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ ہمیشہ انہیں پریشان کرنے' لوگوں کو ان کے خلاف مشتعل کرنے اور انہیں اذیت دینے کے درپے رہتا۔

اس کے بیٹے کو اچانک دل کا سکتہ (ہارٹ اٹیک) لاحق ہو گیا جس نے اسے سراپا رنج والم بنا دیا۔ اسے اتنا شدید صدمہ ہوا کہ اس کے ہوش وحواس گم ہو گئے۔ اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ اس نے لوگوں سے کیا لینا ہے اور کیا دینا ہے؟ اسے بیٹے کی بیماری سے سخت شاک پہنچا۔ وہ بغداد کے ہر طبیب کے پاس چل کر گیا اور اچھے سے اچھے طبیب کو لا کر دکھایا تا کہ وہ اس کے بیٹے کا شافی علاج کرے لیکن سب کوششیں بے کار گئیں۔ چونکہ بیماری بہت خطرناک تھی اس لئے کوئی بھی طبیب اس کے بیٹے کا کارگر علاج نہ کر سکا اور اسے کسی سے بھی فائدہ نہ ہو سکا۔ اس کی بے تابی دیکھی نہ جاتی تھی۔ کیونکہ اس کا جواں سال اور لائق بیٹا اس کے سامنے موت کے خوفناک چنگل کا شکار ہو رہا تھا۔

مجبوری سب کچھ کروا لیتی ہے

کسی نے اسے کہا: تم نابغہ روزگار فلسفی، طبیبوں کے استاد اور اس بیماری کے علاج کے سب سے بڑے ماہر کے پڑوسی ہو۔ اگر تم ان سے رجوع کرو تو تمہاری دلی مراد پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تمہارا مریض تندرست ہو جائے گا۔

اس نے سوچا کہ میں کندی کے پاس کیا منہ لے کر جاؤں۔ میں تو زندگی بھر اسے اذیتیں دیتا رہا ہوں لیکن مجبوری تھی اس کے باوجود مارے شرمندگی کے خود تو ان کے پاس نہ جا سکا، اپنے کچھ دوستوں کو ان کے پاس بھیج دیا۔ کندی کو صورت حال معلوم ہوئی تو وہ فوراً تاجر کے گھر چلے آئے۔ آتے ہی انہوں نے تاجر کے بیٹے کا معائنہ کیا اور اس کی نبض چیک کی اور حکم دیا کہ موسیقی میں میرے نامور شاگردوں اور رباب بجانے کے ماہرین کو بلایا جائے اور ایسے افراد کو حاضر کیا جائے جو دلوں اور جانوں کو تقویت دینے والے، غم انگیز اور شوق افروز نادر دھنوں کے ماہر ہوں چنانچہ اس قسم کے چار افراد حاضر کیے گئے۔ انہیں حکم دیا کہ مریض کے سرہانے رباب کی ایسی دھنیں مسلسل بجاتے رہیں۔ انہیں بجانے کا طریقہ بتایا اور یہ بھی بتایا کہ تمہاری انگلیاں رباب کی فلاں جگہ اس انداز میں چلنی چاہئیں۔

شاگرد اسی انداز میں لگا تار رباب بجاتے رہے۔ کندی کی انگلیاں لڑکے کی نبض پر جمی رہیں۔ یہاں تک کہ لڑکے نے لمبے لمبے سانس لینا شروع کر دیئے۔ نبض کی حرکت میں تیزی آ گئی۔ آہستہ آہستہ اس میں زندگی کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ اس نے حرکت کی، اٹھ کر بیٹھ گیا اور گفتگو کرنے لگا۔ رباب بجانے والے اسی طرح مسلسل رباب بجاتے رہے۔

کندی نے اس کے باپ کو کہا: ''اپنے بیٹے سے لین دین کے بارے میں جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو اور نوٹ کر لو۔ وہ پوچھنے لگا، بیٹا اسے جواب دیتا رہا۔ تاجر نے سب کچھ لکھ لیا۔''

جب وہ تمام ضروری باتیں پوچھ چکا تو رباب بجانے والوں کی توجہ بھی بٹ گئی اور جس طریقے سے وہ بجا رہے تھے وہ بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔ اچانک لڑکے کی پھر وہی پہلے

والی حالت ہوگئی اور اس پر دوبارہ سکتہ طاری ہوگیا۔

اس کے باپ نے درخواست کی کہ آپ اپنے شاگردوں کو پھر حکم دیں کہ وہی دھنیں چھیڑ دیں۔ کندی نے کہا:

''یہ نہیں ہوسکتا۔ اس کی زندگی کی تھوڑی بہت رمق باقی تھی جس سے ہم نے فائدہ اٹھا لیا۔ جو کچھ ہو چکا وہ دوبارہ نہیں ہوسکتا۔ جس شخص کی مدت حیات ختم ہوگئی ہے اس میں' میں تو کیا کوئی انسان بھی اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی کا جو حصہ اور عطیہ عنایت فرمایا تھا اس نے حاصل کر لیا ہے۔'' (اخبار الحکماء' للقفطی' بتصرف)

ایک مخلص طبیب کی خصوصیات

یہ تھی اطباء کی روحانی دانش' انہوں نے طب کی جگہ موسیقی کو استعمال کیا۔ کندی جیسے ماہرین سے لوگوں نے اس لئے فائدہ حاصل کیا کہ وہ ایماندار تھے اور امت مسلمہ کی پرخلوص خدمت کی نیت رکھتے تھے۔ دشمن کے بلانے پر بھی بغیر کسی پس و پیش کے چلے گئے۔ فیس کے نام پر کوئی درہم طلب کیا نہ ہی دینار۔ پاکدامنی' قناعت اور خدمت خلق ان کے جان و مال میں پلا دی گئی تھی۔ وہ اپنے اعمال میں سراپا خلوص تھے۔ وہ لوگوں کے جان و مال اور عزتوں کے محافظ تھے۔ انہوں نے اپنی جانوں اور زندگیوں کو مسلم اُمہ کو فائدہ پہنچانے اور ان کا دکھ درد بانٹنے کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ سلف صالحین میں طبیب وہی ہوتا تھا جو دین متین' عمدہ اخلاق' پاکدامنی اور قناعت کا حامل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی قوت عطا فرمائی تھی جس کی بناء پر وہ عوام اور امراء پر حکمرانی کرتا تھا۔ انہیں ماہ رمضان کی عذر شرعی کی بناء پر روزے چھوڑنے کا حکم دیتا تھا اور بعض اوقات انہیں کھانے وغیرہ سے منع کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جانوں' مالوں اور عزتوں کی قیادت عطا فرما رکھی تھی۔ (مسلمان طبیبوں کا یہ بھی شیوہ رہا ہے کہ وہ نادار مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ ایک حکیم صاحب نے بتایا کہ اسلامی مدارس کے طلباء تو کجا' ہم تو سکھوں کے گوردواروں سے آنے والے طلباء کو بھی دوائی فری دیا کرتے تھے)

ڈاکٹرو! امت مسلمہ سے شفقت سے پیش آؤ۔ نادار' فقیر اور مسکین مریضوں کی

رعایت کرو۔ تمہیں سلف صالحین اطباء اور امت مسلمہ کے محسنوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ تم جانوں' مالوں اور عزتوں کے امین (پاسدار) ہو اور امین خیانت نہیں کرتا۔ تم ملت اسلامیہ کا نچوڑ ہو' لہٰذا غریبوں پر رحم کرو۔ ہمارے نبی محترم محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے:

"اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى' اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ"

"رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرمائے گا۔ تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان کا مالک تم پر رحم فرمائے گا۔"

(یہ حدیث امام احمد' ابوداؤد' ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ امام احمد' ترمذی اور حاکم نے یہ اضافہ کیا: قرابت داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیچیدہ تعلق ہے۔ جس نے صلہ رحمی کی اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا اور جو اسے قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کر دے گا۔ ایک روایت میں حدیث کے درمیان عبادالرحمٰن یعنی "اِرْحَمُوْا عِبَادَ الرَّحْمٰنِ" ہے۔ (دیکھئے جامع صغیر)

(۵۳)

کنویں والوں کا حال

''رس'' لغت میں پرانے کنویں کے معنی میں آیا ہے اس لئے ''اصحاب الرس'' کے معنی ہوئے ''کنویں والے'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''اصحاب الرس'' کے نام سے ایک قوم کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اس کی ہلاکت کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ سورۂ فرقان میں ارشاد فرمایا:

وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ○ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ○ (الفرقان' رکوع ۴)

''اور عاد اور ثمود اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیانی زمانہ کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور ہم نے ہر ایک کے واسطے مثالیں بیان کیں اور ہم نے ان کو مکمل تباہ کر کے مٹا دیا۔''

اور سورۂ ق میں ہلاک شدہ قوموں کی فہرست بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ○ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ○ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ○ (ق' رکوع ۱)

''ان سے پہلے بھی نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود و عاد و فرعون و برادرانِ لوط و اصحاب ایکہ اور تبع کی قوم ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو

جھٹلایا تو ان سبھوں پر میرا عذاب لازمی طور پر آ گیا۔"

اصحاب الرس کون تھے؟

"اصحاب الرس" کون تھے اور کہاں رہتے تھے؟ اس بارے میں مفسرین کے اقوال اس قدر مختلف ہیں کہ حقیقت حال بجائے منکشف ہونے کے اور زیادہ مستور ہو گئی ہے بہر حال، ہم مختصراً چند اقوال یہاں ذکر کر کے ایک اپنی بھی پسندیدہ بات تحریر کرتے ہیں۔

قول اول: علامہ ابن جریر کی رائے یہ ہے کہ رس کے معنی غار کے بھی آتے ہیں اس لئے "اصحاب الاخدود" (گڑھے والوں) ہی کو "اصحاب الرس" بھی کہتے ہیں۔

قول دوم: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس قول کو حق بتایا ہے کہ "اصحاب الرس" قوم عاد سے بھی صدیوں پہلے ایک قوم کا نام ہے۔ یہ لوگ جس جگہ آباد تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان کو مبعوث فرمایا تھا۔ اس سرکش قوم نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی اور کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا جس کی سزا میں پوری قوم عذاب الٰہی سے ہلاک و برباد ہو گئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ فرقان و تاریخ ابن کثیر، ج ۱)

قول سوم: ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ آذربائیجان کے قریب ایک کنواں تھا۔ اس کنویں کے قریب جو قوم آباد تھی اس نے اپنے نبی کو کنویں میں ڈال کر زندہ دفن کر دیا تھا اس لئے ان لوگوں کو "اصحاب الرس" کہا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ فرقان و تاریخ ابن کثیر، ج ۱)

قول چہارم: قتادہ کہتے ہیں کہ "یمامہ" کے علاقہ "فلج" نامی ایک بستی تھی۔ "اصحاب الرس" وہیں آباد تھے اور یہ وہی قوم ہے جس کو قرآن مجید میں "اصحاب القریہ" بھی کہا گیا ہے اور یہ مختلف نسبتوں سے پکارے جاتے ہیں۔

قول پنجم: ابوبکر عمر نقاش اور سہیلی کہتے ہیں کہ "اصاحب الرس" کی آبادی میں ایک بہت بڑا کنواں تھا جس کا پانی وہ لوگ پیتے بھی تھے اور اس سے اپنے کھیتوں کی آبپاشی بھی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے گمراہ ہو کر اپنے پیغمبر کو قتل کر دیا تھا۔ اس جرم میں عذاب الٰہی اتر پڑا اور یہ پوری قوم ہلاک و برباد ہو گئی۔

قول ششم: محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "ان

اول الناس یدخل الجنة یوم القیمة العبد الاسود ''جنت میں سب سے پہلے جو شخص داخل ہوگا وہ ایک غلام ہوگا۔

کالا غلام سب سے پہلے جنت میں جائے گا

اور یہ اس لئے کہ ایک بستی میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا مگر ایک کالے غلام کے سوا کوئی ان پر ایمان نہیں لایا پھر اہل شہر نے اس نبی کو ایک کنویں میں ڈال کر کنویں کے منہ کو ایک بہت بھاری پتھر سے بند کر دیا تا کہ کوئی کھول نہ سکے مگر یہ سیاہ فام غلام روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور ان کو فروخت کر کے کھانا خریدتا اور کنویں پر پہنچ کر پتھر اٹھاتا اور نبی کی خدمت میں کھانا پیش کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس غلام پر جنگل میں نیند طاری کر دی اور یہ چودہ سال تک سوتا ہی رہ گیا۔ اس درمیان میں قوم کا دل بدل گیا اور ان لوگوں نے نبی کو کنویں میں سے نکال کر توبہ کر لی اور ایمان قبول کر لیا پھر چند دنوں کے بعد نبی کی وفات ہوگئی۔ چودہ سال کے بعد جب کالے غلام کی آنکھ کھلی تو اس نے سمجھا کہ میں چند گھنٹے سویا ہوں۔ جلدی جلدی لکڑیاں کاٹ کر وہ شہر میں پہنچا تو یہ دیکھا کہ شہر کے حالات بدلے ہوئے ہیں۔ دریافت کیا تو سارا قصہ معلوم ہوا اور اسی غلام کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ایک کالا غلام جائے گا۔ (مروج الذہب' ج ۸٦)

قول ہفتم: مشہور مورخ علامہ مسعودی بیان کرتے ہیں کہ ''اصحاب الرس'' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یہ دو قبیلے تھے ''قیدما'' (قیدماہ) اور دوسرا (یامین) یا ''رعویل'' اور یہ دونوں قبیلے یمن میں آباد تھے۔ (ارض القرآن' ج ۲' ص ۵٦)

قول ہشتم: مصر کے ایک عالم قرج اللہ ذکی کردی کہتے ہیں کہ لفظ ''رس' ارس'' کا مخفف ہے اور یہ شہر قفقاز کے علاقہ میں واقع ہے۔ اس وادی میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو معبوث فرمایا جن کا نام ابراہیم زردشت تھا۔ انہوں نے اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دی مگر ان کی قوم نے سرکشی اور بغاوت اختیار کی چنانچہ یہ قوم عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئی۔

''اصحاب الرس'' کے بارے میں یہ آٹھ اقوال ہیں جن میں سے بھی اقوال معرض بحث میں ہیں اور لوگوں نے ان اقوال و روایا پر کافی رد و قدح کیا ہے جن کی تفصیلات کو ذکر

کر کے ہم اپنی مختصر کتاب کو طول دینا پسند نہیں کرتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''اصحاب الرس'' کے بارے میں قرآن مجید سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کا وجود یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہو گزرا ہے۔ اب رہا یہ فیصلہ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کے زمانہ کی کسی قوم کا تذکرہ ہے یا کسی قدیم العہد قوم کا ذکر ہے تو قرآن مجید نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا ہے اور مذکورہ بالا تفسیری روایتوں سے اس کا قطعی فیصلہ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۴)

راشی قاضی کو کوڑوں کی سزا

متوکل علی اللہ سلطنت عباسیہ کا حکمران تھا۔ اس نے ۲۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک حکومت کی۔ اس کا نام جعفر ابوالفضل بن معتصم بن ہارون رشید ہے۔ اس کی ماں کا نام شجاع ہے۔ اس کی ولادت ۲۰۵ھ یا ۲۰۷ھ میں ہوئی۔ خلافت کا منصب ملنے کے بعد اس نے اہل سنت سے ہمدردی ظاہر کی اور اہل سنت سے دل کھول کر تعاون بھی کیا۔ محدثین کرام کی توقیر میں کوئی کسر نہ چھوڑی حتیٰ کہ تاریخ میں یہ معروف ہوگیا کہ تین خلفاء کے کارنامے بے حد قابل قدر ہیں۔

ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے مرتدین کا زور ختم کیا۔ دوسرے عمر بن عبدالعزیز جنہوں نے ظلم و بہیمیت کا صفایا کیا اور تیسرے متوکل علی اللہ جس نے جہمیہ کا زور ختم کر کے سنت کو زندہ کیا۔

اسی کے دور حکومت میں ۲۳۴ھ میں دمشق میں ایک زبردست زلزلہ آیا جس میں فلک بوس عمارتیں زمین بوس ہوگئیں اور ۵۰ ہزار لوگ تباہ ہو گئے۔ ۲۳۶ھ میں متوکل نے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی عالی شان قبر اور اس کے اردگرد کے مکانات کو منہدم کرا دیا اور لوگوں کو اس کی زیارت سے منع کر دیا۔

متوکل کے زمانے میں مصر کا قاضی القضاۃ ابوبکر محمد بن ابواللیث تھا۔ وہ ظالم، سخت گیر اور رشوت خور تھا۔ انصاف نہ ہونے کی وجہ سے عام لوگ اس کے ہاتھوں نالاں تھے۔ حاکم مصر کے پاس لوگوں نے اس کی شکایات کیں مگر حاکم نے کوئی توجہ نہ دی۔ آخر بعض لوگ

حاکم مصر کی چشم پوشی اور قاضی کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بغداد پہنچے۔ خلیفہ متوکل علی اللہ نے تمام شکایات بغور سنیں اور تحقیقات کا حکم دیا۔ جب یقین ہو گیا کہ لوگ واقعی اس سے نالاں ہیں تو ایسی سخت سزا دی کہ لوگ برسوں اس عبرت انگیز سزا کا ذکر کرتے رہے۔ قاضی کی داڑھی منڈوا کر اس کو گدھے پر سوار کرایا اور پھر سارے شہر میں اس کی ہیئت کذائی کی تشہیر کی گئی اور کئی دنوں تک ہر روز اس کو بیس کوڑے لگائے جاتے رہے اور اس کی جگہ حارث بن سکین مالکی کو مصر کا قاضی مقرر کیا۔

(تاریخ الخلفاء تالیف امام جلال الدین سیوطیؒ ۳۰۱، ۳۰۲)

(۵۵)

مظلوم کی دعا

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں مامون کے پاس حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چمڑے کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے سر پر جلاد برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ مامون نے کہا: ''عبداللہ! اس شخص کو سنبھال۔''

میں نے آستین کلائی سے اوپر چڑھائی اور اس شخص کے سر پر کھڑے ہو کر تلوار میان سے نکال لی۔ میں مامون کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا حکم دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مامون پر اونگھ طاری کر دی۔ اس کا سر نیند کے اثر سے بار بار جھک رہا تھا۔ مامون کہہ رہا تھا:

''میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب گار ہوں...... میں اللہ تعالیٰ سے خیر مانگتا ہوں۔''

شام ہوئی تو اس نے مجھے کہا: ''یہ شخص تمہارے سپرد ہے اس کی حفاظت کرو۔''

میں نے تلوار کی پیٹی اس کے گلے میں ڈال دی اور اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا۔ دوسرے دن اسے مامون کے دربار میں حاضر کر دیا۔ دوسرے دن بھی وہی کچھ ہوا جو پہلے دن ہوا تھا۔ تیسرے دن مامون نے مجھے کہا:

''اسے رہا کر دو اور اسے دس ہزار درہم دے دو۔''

میں بڑا خوش ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس شخص کو قتل سے نجات عطا فرمائی۔ میں نے اسے پیچھے سوار کر لیا لیکن تلوار کی پیٹی اس کے گلے میں نہیں ڈالی۔ اس نے کہا:

''کیا وجہ ہے؟ آج آپ نے میرے گلے میں پیٹی نہیں ڈالی۔''

میں نے کہا: ''تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔''
اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہنے لگا:
''جب مجھے معاف کر دیا گیا ہے تو مجھے رہا کر دیجئے۔''
میں نے کہا: ''مجھے امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تمہیں دس ہزار درہم دے دوں۔''
کہنے لگا: ''مجھے دراہم کی حاجت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے' مجھے رہا کر دیجئے۔''
میں نے کہا: ''جب امیر المومنین ہمیں کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو ہم اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ حکم کی تعمیل ضروری ہے۔''
جب وہ میرے پیچھے سوار تھا تو اس کے طرزِ عمل نے مجھے تجسس میں مبتلا کر دیا تھا۔

ایک عالی شان دُعا

میں نے اس سے پوچھا:
''جب تم میرے پیچھے سوار تھے تو چپکے چپکے کیا کر رہے تھے؟ میں دھیمی آواز تو سن رہا تھا لیکن یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''
کہنے لگا: ''جب میں ناقابل برداشت غم والم کا شکار ہوا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ دکھائی نہ دیا۔ میں اس کی مقدس بارگاہ کیطرف دل سے متوجہ ہوا اور بے کسی کے عالم میں میری زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے:
''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ كُلَّ يَوْمٍ فِيْ شَانٍ' لَايَشْغَلُكَ شَانٌ عَنْ شَانٍ' فَاجْعَلْ مِنْ شَانِكَ رَحْمَةً تَنْقُلُ مَا فِيْ قَلْبِ هٰذَا الرَّجُلِ مِنَ الْغَضَبِ اِلَى الرِّضَا' وَمِنَ الْغِلْظَةِ اِلَى اللِّيْنِ وَالرَّاْفَةِ' يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ' يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ' يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .''
''اے اللہ! تو ہر آن نئی شان میں ہے' تجھے ایک شان دوسری شان سے منع نہیں کرتی' تو اپنی شان سے ایک رحمت عطا فرما جو اس شخص کے دل میں پائے جانے والے غیظ و غضب کو خوشنودی سے بدل دے اور سختی کو نرمی اور رحمت

سے بدل دے۔ اے سب سے بڑے مہربان! اے سب سے زیادہ رحم کرنے
والے! اے سب سے زیادہ مہربان!''

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے مامون کے غصے کو خوشنودی سے اور سختی کو نرمی سے تبدیل فرمادیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بھروسہ اللہ کی رحم پر ہی ہے۔

(المحاسن والمساوی للبیہقی بتصرف)

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں انقلاب برپا کردیتا ہے۔ دل کی کیا طاقت ہے؟ برے کام سے اجتناب اللہ تعالیٰ کے اذن ہی سے ہے۔ اس لئے انسان کو جو بھی غم اور صدمہ لاحق ہو اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہئے اور اس یقین سے معمور دل سے دعا مانگنی چاہئے کہ وہ کریم اپنے کرم سے ضرور قبول فرمائے گا۔ وہی تو ہے جو دلوں کو جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ بے شک وہ جو چاہے کرے۔

(۵۶)

حضرت سیّدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کا دانشمندانہ جواب

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ایک بار مجھے قبرستان جانا ہوا۔ وہاں میں نے حضرت سیّدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ایک قبر کے قریب بیٹھے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ جواب دیا میں ایسی قوم کے پاس ہوں جو مجھے اذیت نہیں دیتی اور اگر میں غائب ہو جاؤں تو میری غیبت نہیں کرتی۔ میں نے عرض کی: "روٹی مہنگی ہو گئی ہے؟" فرمانے لگے: "اللہ کی قسم! مجھے کوئی پروانہیں اگر چہ ایک دانہ دینار کا ملے۔ ہم پر اس کی عبادت فرض ہے جیسا کہ اس نے ہمیں حکم دیا ہے اور ہمارا رزق اس کے ذمہ کرم پر ہے جیسا کہ اس نے ہم سے وعدہ کر رکھا ہے۔" (الروض)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے جو حضرت بہلول علیہ الرحمہ جیسے لوگوں پر سو فیصد صادق آتا ہے۔ آپ بھی اس سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔

"میرا حوض عدن سے عمانِ بلقاء تک پھیلا ہوا ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے پیالے آسمانی ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ جس نے اس سے ایک بار پی لیا اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس پر لوگوں میں سب سے پہلے فقراء و مہاجرین حاضر ہوں گے" امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟" ارشاد فرمایا: "ان کے بال غبار آلود اور کپڑے میلے ہوتے ہیں وہ عیش پسند عورتوں سے نکاح نہیں کرتے اور ان کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل حدیث ثوبان الحدیث ۲۲۴۳۰ ج ۸ ص ۳۲۱)

(۵۷)

جھاڑی والوں کا حال

''ایکہ'' جھاڑی کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا شہر سرسبز جنگلوں اور ہرے بھرے درختوں کے درمیان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے ''اصحاب ایکہ'' کے سامنے جو وعظ فرمایا وہ قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ○ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ○ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ○ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ○ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ فَکَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ (شعراء)

''کیا تم لوگ ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار رسول ہوں لہٰذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں اس (ہدایت) پر تم لوگوں سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو وہی دے گا جو سارے جہان کا پروردگار

ہے۔ ناپ پورا دو اور ناپ تول گھٹانے والوں میں سے مت ہو جاؤ اور درست ترازو سے تولو اور لوگوں کو چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے (یہ وعظ سن کر) وہ لوگ بولے کہ (اے شعیب) تم پر جادو کر دیا گیا ہے اور تم تو ہمارے ہی جیسے ایک آدمی ہو اور یقیناً ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو تو' آپ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے تمہارے کرتوت کو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلا دیا تو انہیں شامیان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بلاشبہ وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ ''اصحاب ایکہ'' نے حضرت شعیب علیہ السلام کی مصلحانہ تقریر کو سن کر بدزبانی کی اور اپنی سرکشی اور غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیغمبر کو جھٹلا دیا اور یہاں تک اپنی سرکشی کا اظہار کیا کہ پیغمبر سے یہ کہہ دیا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو۔ اس کے بعد اس قوم پر خداوند قہار و جبار کا عذاب آ گیا' وہ عذاب کیا تھا؟ سنیے اور عبرت حاصل کیجیے۔

خداوند قہار کا عذاب

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جس سے پوری آبادی میں شدید گرمی اور لو کی حرارت و تپش پھیل گئی اور بستی والوں کا دم گھٹنے لگا تو وہ لوگ اپنے گھروں میں گھسنے لگے اور اپنے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کرنے لگے مگر پانی اور سایہ سے انہیں کوئی چین اور سکون نہیں ملتا تھا اور گرمی کی تپش سے ان کے بدن جھلسے جا رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی بھیجی جو شامیانے کی طرح پوری بستی پر چھا گئی اور اس کے اندر ٹھنڈک اور فرحت بخش ہوا تھی۔ یہ دیکھ کر سب گھروں سے نکل کر اس بدلی کے شامیانے میں آ گئے۔ جب تمام آدمی بدلی کے نیچے آ گئے تو زلزلہ آ گیا اور آسمان سے آگ برسی جس میں سب کے سب ٹڈیوں کی طرح تڑپ تڑپ کر جل گئے۔ ان لوگوں نے اپنی سرکشی سے یہ کہا تھا کہ اے شعیب! ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کر دو چنانچہ وہی عذاب اس

صورت میں اس سرکش قوم پر آ گیا اور سب کے سب جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئے۔

(صاوی' ج ۳' ص ۱۵۰)

واضح رہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ایک قوم ''مدین'' دوسرے ''اصحاب ایکہ'' ان دونوں قوموں نے آپ کو جھٹلا دیا اور اپنے طغیان و عصیان کا مظاہرہ اور اپنی سرکشی کا اظہار کرتے ہوئے ان دونوں قوموں نے آپ کے ساتھ بے ادبی اور بدزبانی کی اور دونوں قومیں عذاب الٰہی سے ہلاک کر دی گئیں۔''اصحاب مدین'' پر تو یہ عذاب آیا کہ ''فَاَخَذَتۡھُمُ الصَّیۡحَۃُ'' یعنی حضرت جبرائیل کی چیخ اور چنگھاڑ کی ہولناک آواز سے زمین دہل گئی اور لوگوں کے دل خوف و دہشت سے پھٹ گئے اور سب دم زدن میں موت کے گھاٹ اتر گئے۔

اور ''اصحاب ایکہ'' عذاب الظلۃ سے ہلاک کر دیئے گئے جس کا تفصیلی بیان ابھی ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔(صاوی' ج ۳' ص ۱۵۰)

(۵۸)

ایک قیدی کی حق گوئی

خلیفہ واثق باللہ ہارون معتصم باللہ کی ولادت ۱۹۶ھ میں ہوئی۔ وہ ۲۲۷ھ سے ۲۳۲ھ تک حکمران رہا۔ خلق قرآن کا مسئلہ اس دور کا سب سے عظیم فتنہ تھا۔ خلیفہ نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا ہوا تھا۔ جانے کتنے علماء کو شہید کیا گیا اور کتنوں کو ناحق قید خانوں میں ڈال گیا۔

اس نے ۲۳۱ھ میں مصر کے گورنر کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ مساجد کے ائمہ اور مؤذنوں کا امتحان لو کہ وہ مسئلہ خلق قرآن میں کیا کہتے ہیں۔ اسی سال واثق باللہ نے سولہ سو مسلم قیدیوں کو شاہ روم کی قید سے نجات دلائی اور حکم دیا کہ جو قیدی مسئلہ خلق قرآن مان لے اس کو دو دینار دے کر رخصت کر دیا جائے اور جو نہ مانے اس کو زندان میں ڈال دیا جائے۔

خلیفہ واثق باللہ کی طرف سے احمد بن ابی داؤد اس بات کے لئے مقرر تھا کہ وہ لوگوں کو طوعاً وکرہاً قرآن کو مخلوق ماننے کی ترغیب دے اور جو قرآن کو مخلوق نہ کہے اس کو جیسے چاہے سزا دے۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو دعوت دینی شروع کی کہ وہ خلق قرآن کے قائل ہو جائیں۔

بادشاہ روم کی قید سے رہائی پانے والے قیدیوں میں سے ایک شخص پابہ سلاسل خلیفہ واثق باللہ کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ یہ قیدی خلق قرآن کا قائل نہیں تھا۔ احمد بن ابی داؤد بھی وہاں موجود تھا۔ قیدی احمد بن ابی داؤد کی طرف سے متوجہ ہو کر گویا ہوا:

"اَخبِرنِی عَن هٰذَا الرَّأیِ الَّذِی دَعَوتُمُ النَّاسَ اِلَیهِ، اَعَلِمَهٗ رَسُولُ

اللہ ﷺ فَلَمْ یَدْعُ النَّاسَ اِلَیْہِ، اَمْ شَیْءٌ لَمْ یَعْلَمْہُ"

''اس رائے کے متعلق مجھے بتاؤ (جو تمہاری رائے ہے کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے اور) جس کی طرف تم لوگوں کو (زبردستی اور لالچ دے کر) بلاتے ہو۔ کیا رسول اکرم ﷺ کو بھی اس کا علم تھا اور پھر بھی آپ نے جانتے ہوئے بھی لوگوں کو اس کی طرف نہیں بلایا؟ یا اس رائے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کو کچھ علم ہی نہیں تھا؟''

ابن ابی داؤد نے کہا رسول اکرم ﷺ کو اس کا علم تھا۔ قیدی نے کہا جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا (تشدد، سختی، قید اور قتل) وہ تم کیوں کرتے ہو؟ جو کام رسول اکرم ﷺ نے ناجائز سمجھا اس کو تم نے کس طرح جائز قرار دے دیا؟ یہ باتیں سن کر سب لوگ حیران رہ گئے۔ واثق باللہ ہنسنے لگا اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے قصر کے اندر چلا گیا۔ اپنے فرش پر لیٹ کر کہنے لگا جس بات کو رسول اللہ ﷺ نے ناجائز قرار دیا اس کو ہم جائز سمجھ رہے ہیں اور جس معاملے میں آپ نے خاموشی اختیار کی ہم اس کی سختی کر رہے ہیں چنانچہ اس نے قیدی کو تین سو دینار دیئے اور اس کو اس کے وطن واپس بھیج دیا اور پھر کبھی کسی کو اس مسئلے کے متعلق تکلیف نہیں دی بلکہ اسی دن سے ابن ابی داؤد سے واثق کی ناراضگی بڑھتی گئی۔

جس قیدی کا اوپر تذکرہ ہوا وہ ابوعبدالرحمٰن بن محمد الأذرمی تھے جو امام ابوداؤد اور امام نسائی کے استاذ تھے۔ (تاریخ الخلفاء، امام سیوطی، دار المعرفہ (۲۹۷)

(۵۹)

جیسے عوام ویسے حکمراں

پہلے زمانوں کے خلفاء ایسے تھے کہ جب لوگوں کو شریعت مبارکہ سے منحرف اور خواہشات میں ڈوبا ہوا دیکھتے تو پہلے اپنے آپ کو سیدھا کرتے تھے اور جب حکمران سیدھا ہو جاتا تو رعایا بھی راہ راست پر آجاتی تھی۔

سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد جب خلافت کی طلب کے بغیر حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو ان کے سامنے ایسی سواریاں پیش کی گئیں جن پر کبھی کسی نے سواری نہیں کی تھی۔ رواج یہ تھا کہ مستعمل سواریاں فوت ہونے والے خلیفہ کے بیٹوں کے لئے ہوتی تھیں۔ نئی اور غیر مستعمل سواریوں کا استعمال کرنا نئے خلیفہ کا حق شمار کیا جاتا تھا۔ جب نئی سواریاں پیش کی گئیں تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

''یہ کیا ہے؟'' انہیں چھوڑ کر اپنا خچر تلاش کرنے لگے' مزاحم کو حکم دیا کہ ''یہ سواریاں مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔''

پھر ان کے لئے نئے پردے لٹکائے گئے جنہیں کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ یہ خلیفہ کی پہلی نشست کے لئے اہتمام تھا۔ فرمایا: ''یہ کیا ہے؟''

انتظامیہ نے بتایا کہ یہ پردے اور نشستیں ہیں جن پر کبھی کوئی شخص نہیں بیٹھا۔ یہ نئے خلیفہ کی پہلی نشست گاہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ نیا خلیفہ ان انتظامات سے خوش ہوگا اور ان انتظامات کو برقرار رکھ کر ان سے لطف اندوز ہوگا۔ حضرت عمر ثانی نے فرمایا:

یہ مسلمانوں کی امانت ہے

''مزاحم! یہ سب پردے مسلمانوں کے اموال میں جمع کرادو۔''

پھر اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس چل دیئے۔ آگے کیا دیکھتے ہیں کہ نئے قالین بچھے ہوئے ہیں جن پر آج تک کوئی نہیں بیٹھا تھا۔ یہ بھی نئے خلیفہ کی پہلی نشست کا اہتمام تھا۔ آپ نے پاؤں سے قالین الٹ دیا اور براہِ راست چٹائی پر بیٹھ گئے۔ مزاحم کو حکم دیا:

''یہ بھی مسلمانوں کے بیت المال میں بھیج دو۔ ہمیں ان کی حاجت نہیں ہے۔''

یہ بھی اس زمانے کی رسم تھی کہ جس بوتل سے خوشبو اور تیل استعمال کیا گیا ہو وہ سابق خلیفہ کی اولاد کے لئے ہوتی تھی۔ نئی بوتل نئے خلیفہ کے لئے ہوتی تھی۔ سلیمان بن عبدالملک کے اہل وعیات رات بھر تیل اور خوشبوئیں ایک بوتل سے دوسری بوتل میں منتقل کرتے رہے اور نئے نئے کپڑے پہن کر انہیں مستعمل بناتے رہے۔ صبح ہوئی تو سلیمان کے گھر والوں نے کہا:

''یہ بوتلیں ہماری ہیں اور یہ آپ کی۔ یہ کپڑے آپ کے ہیں اور یہ ہمارے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟ اور یہ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا:

''یہ مرحوم خلیفہ کے مستعمل کپڑے ہیں۔ یہ اس کے استعمال میں آنے والی خوشبوئیں ہیں۔ یہ سب چیزیں خلیفہ کی اولاد کے لئے ہیں۔ غیر مستعمل کپڑے اور خوشبوئیں بعد والے خلیفہ یعنی آپ کے لئے ہیں۔'' حضرت عمر نے تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا:

''یہ سب کچھ میرے لئے اور سلیمان کے لئے ہے اور نہ ہی تمہارے لئے۔ مزاحم! یہ سب اسلامی بیت المال میں جمع کرا دو۔ ان میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ مزاحم نے حکم کی تعمیل کی اور سب چیزیں بیت المال میں جمع کرا دیں۔''

آخری حربہ بھی ناکام ہو گیا

وزراء نے جب دیکھا کہ خلیفہ تو اپنے لئے کوئی چیز مختص کر ہی نہیں رہا تو وہ سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنے دل میں کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! جب خلیفہ اپنی ساری چیزیں بیت المال میں جمع کرا رہا ہے تو ہمیں کیا حصہ ملے گا اور ہمیں کیا فائدہ ہو گا؟ ان پر پری پیکر اور زہرہ جمال کنیزوں کا حربہ آزمانا چاہئے کیونکہ عورتیں شیطان کے ناقابل شکست جال ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کے

دام میں آجائیں۔ پھر تو ہماری عید ہوگی۔ تب ہم بھی اپنے دلوں کے ارمان پورے کرسکیں گے۔

انہوں نے آپ کے سامنے مورتیوں جیسی گل بدن اور نازنین کنیزیں پیش کیں۔ یہ بھی نئے خلیفہ کا حق تھا۔ حضرت عمر نے انہیں دیکھا تو ایک ایک سے پوچھنے لگے:

''تم کون ہو؟ تم کس کی ملکیت تھیں؟ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟''

آپ کے استفسار پر ہر کنیز اپنی اصلیت بتاتی رہی اور یہ کہ وہ کس کی تھی؟ اور کس طرح پکڑی گئی؟ آپ ساتھ ہی ساتھ حکم دیتے رہے کہ انہیں باعزت طریقے سے ان کے گھروں تک پہنچادیا جائے۔ یہاں تک کہ سب کو رخصت کردیا۔

وزراء نے حضرت عمر ثانی کا طرزِ عمل دیکھا تو ان کے دل ٹوٹ گئے۔ انہیں پتا چل گیا کہ یہ سب لوگوں کو راہِ حق پر چلائیں گے اور ہمیں ان سے کچھ ملے گا نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عوام اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں۔ **الناس علی دین ملوکھم**

حضرت عمر تین دن اپنے گھر میں گوشہ نشین رہے۔ کسی کو ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ بنو مروان اور بنو امیہ کے بڑے بڑے لوگ دروازے پر آپ کے منتظر بیٹھے تھے۔ وہ دیکھنے کے خواہش مند تھے کہ اس دروازے سے کیا برآمد ہوتا ہے؟ انہوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ سیاست کا رخ بدل چکا ہے اور مال و دولت کا حصول ناممکن ہے۔ وہ تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ لوگوں کے اموال ہمارے درمیان تقسیم کیے جائیں گے لیکن اب مایوسی نے انہیں گھیر لیا۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ خلیفہ اپنے گھر سے نکلیں اور ہم پر ان کی حقیقت کھلے اور معلوم ہو کہ ان کے عزائم کیا ہیں؟

دیکھئے کس شان سے امت کا امام آتا ہے

ایک صبح آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور عوام و خواص سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کردیا۔ آپ نے تمام رعایا کو نظام مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا جسے لوگوں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ ظالموں سے مظلوموں کا حق دلوایا' کتاب وسنت کے احکام کو زندہ کیا' عدل وانصاف کا پرچم لہرایا' دنیا سے بے تعلقی اختیار کی' اللہ تعالیٰ کی امداد سے اپنے

آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لئے وقف کر دیا۔ آپ نے عالم باعمل کی زندگی بسر کی۔ للّٰہیت میں وقت گزارا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ و رضی اللہ عنہ۔

وقت کے حکمران کے راہِ راست پر آتے ہی تمام امت مسلمہ سدھر گئی۔ جب شاہانِ وقت اور حکمران سیدھے ہو جائیں تو رعایا بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز یکتائے روزگار خلیفہ تھے۔ جب وہ خلیفہ بنے تو بیت المال لوٹ مار کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وزراء اور ان کے حواری عوام کے مال میں حصہ دار بن چکے تھے۔ آپ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا کیا۔ ہر ظلم کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف کا معیار قائم کیا۔ یہ سب ان کے قوی ایمان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد کی اور ان کی آرزوئیں پوری کیں۔ اسی طرح جو حکمران بھی عوام کا خیر خواہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نصرت و امداد کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس کا مددگار اور یاور ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا کہ حکمرانوں کے مشیر اور حاشیہ بردار فساد کی جڑ ہیں اور ان کا مقصد سوائے جاہ و مال کے کچھ نہیں تو ان کے حزن و ملال کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ انہوں نے مزاحم کو فرمایا:

''میرا گمان ہے کہ کاروبارِ خلافت چلانے کے لئے کوئی معاون نہیں ملے گا؟''

مزاحم نے جواب میں ایسی بات کہی جس سے حضرت عمر کا سب دکھ کافور ہو گیا۔ اس نے کہا:

''امیر المومنین! آپ کی حیثیت ایک بازار کی سی ہے اور بازار میں وہی مال دیا جاتا ہے جو اس کے لائق ہوتا ہے۔''

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے راستہ نکال ہی دیتا ہے

یہ حضرت عمر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے وزیر اور معاون عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب کاموں میں ان کے دست و بازو رہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

''وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۔ (الطلاق)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔'' (سیرت عمرو بن عبدالعزیز' ابن عبدالحکم' بتصرف)

یاد رہے! عمر بن عبدالعزیز ابن مروان قریشی اموی کی کنیت ابو حفص تھی' پیکر صلاح و تقویٰ' پانچوں خلیفہ راشد' مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہاں کے امیر بنے' سلیمان بن عبدالملک نے ان کے تقویٰ اور نیکی کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا۔ آپ کی مدت خلافت طویل نہیں تھی ۔ کہا گیا ہے کہ انہیں معرّہ کے قریب دیر سمعان میں زہر دیا گیا۔ اڑھائی سال خلیفہ رہے۔ عدل' ایثار اور مسلمانوں کی خدمت کے سلسلے میں ان کے بہت سے واقعات ہیں۔ انہیں ''اشج بن امیۃ'' (بنوامیہ کا پختہ ارادے والا) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۶۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ

☆ مزاحم: حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے۔ حضرت عمر ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کے معترف تھے۔

☆ سلیمان بن عبدالمطلب بن مروان' اموی خلیفہ تھا' دمشق میں پیدا ہوا' اپنے بھائی کی وفات کے دن خلیفہ بنا۔ عقل مند' فصیح اور فتوحات کا شائق تھا۔ اس کے دور میں جرجان اور طبرستان فتح ہوا۔ ۹۹ھ میں حلب اور معرۃ النعمان کے درمیان دابق میں فوت ہوا۔

(۶۰)

ایسی جنت قید خانہ ہے جس میں قربِ الٰہی نہ ہو

منقول ہے کہ حضرت سیّدہ رابعہ عدویہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک آدمی کے پاس سے گزریں جو جنت اور اللہ تعالیٰ کی اس میں تیار کی گئی نعمتوں کو یاد کر رہا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا نے اسے فرمایا: ''اے شخص! کب تک خدائے واحد کو چھوڑ کر اس کے غیر میں مشغول رہے گا؟ ارے اللہ تجھ پر رحم فرمائے! تجھے چاہئے کہ پہلے قربِ الٰہی کو دیکھ پھر جنت کو دیکھ۔'' اس نے کہا: ''اے پاگل عورت! یہاں سے چلی جا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا: ''میں پاگل نہیں۔ پاگل تو وہ ہے جو میری بات نہ سمجھ سکا۔ اے جنت کے محتاج! ایسی جنت تو ایک قید خانہ ہے جس میں قربِ الٰہی حاصل نہ ہوا اور ایسی دوزخ بھی اس کے لئے تو ایک باغ ہے جسکا مونس وغم گسار اللہ تعالیٰ ہو۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو کھاتے پیتے اور مسرور تھے۔ جب درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تو وہی جنت آپ علیہ السلام کے لئے قید بن گئی اور حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے پروردگار کا راز محفوظ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب و پسندیدہ بنا لیا اور جب آپ علیہ السلام کو آگ میں داخل کیا گیا تو وہ آپ علیہ السلام پر سلامتی اور ٹھنڈک بن گئی۔'' (الروض)

(۶۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش و پرورش

فرعون کو نجومیوں نے یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔ اس لئے فرعون نے اپنی فوجوں کو یہ حکم دے دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ اسی مصیبت و آفت کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے' ان کی والدہ نے فرعون کے خوف سے اِن کو ایک صندوق میں رکھ کر صندوق کو مضبوطی سے بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دریا سے نکل کر ایک نہر فرعون کے محل کے نیچے بہتی تھی۔ یہ صندوق دریائے نیل سے بہتے ہوئے نہر میں چلا گیا۔ اتفاق سے فرعون اور اس کی بیوی ''آسیہ'' دونوں محل میں بیٹھے ہوئے نہر کا نظارہ کر رہے تھے۔ جب ان دونوں نے صندوق کو دیکھا تو خدام کو حکم دیا کہ اس صندوق کو نکال کر محل میں لائیں۔ جب صندوق کھولا گیا تو اس میں سے ایک نہایت خوبصورت بچہ نکلا جس کے چہرہ پر حسن و جمال کے ساتھ ساتھ انوار نبوت کی تجلیاں چمک رہی تھیں۔ فرعون اور آسیہ دونوں اس بچے کو دیکھ کر دل و جان سے اس پر قربان ہونے لگے اور آسیہ نے فرعون سے کہا:

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (القصص' ع ۱)

''یہ بچہ میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرو۔ شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور وہ (انجام) سے بے خبر تھے۔''

حکمتِ خداوندی کے کیا کہنے

اس پورے واقعہ کو قرآن مجید نے سورہ طٰہٰ میں اس طرح بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ

ہے:

''اور جب ہم نے (اے موسیٰ) تیری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی جو الہام کرنا تھا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے کہ وہ اس کو اٹھا لے جو میرا اور اس کا دشمن ہے اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی اور اس لئے کہ تو میری نگاہ کے سامنے پالا جائے۔'' (سورۂ طٰہٰ رکوع ۲' پارہ ۱۶)

چونکہ ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام شیر خوار بچے تھے اس لئے ان کو دودھ پلانے والی کسی عورت کی تلاش ہوئی مگر آپ کسی عورت کا دودھ پیتے ہی نہیں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے حد پریشان ہو کر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ''مریم'' کو جستجوئے حال کے لئے فرعون کے محل میں بھیجا اور مریم نے جب یہ حال دیکھا کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا تو انہوں نے فرعون سے کہا: میں ایک عورت کو لاتی ہوں شاید کہ یہ اس کا دودھ پینے لگیں چنانچہ ''مریم'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرعون کے محل میں لے کر گئیں اور انہوں نے جیسے ہی جوش محبت سے سینے سے چمٹا کر دودھ پلایا تو آپ دودھ پینے لگے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ان کا بچھڑا ہوا لعل مل گیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ قصص میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ خوش ہو گئیں

''اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ یقیناً قریب تھا کہ وہ اس کا حال

کھول دیتی اگر ہم اس کے دل پر ڈھارس نہ بندھا دیتے۔ یہ اس لئے ہم نے
کیا کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے اور موسیٰ کی ماں نے ان کی بہن سے
کہا: اس کے پیچھے تو چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو اس
کی خبر نہ تھی اور ہم نے سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں تو حضرت موسیٰ کی
بہن بولی: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے کا بتا دوں کہ تمہارے لئے اس بچے کو
پال دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں تو ہم نے اسے ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا
کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے
لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے!''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام ''یوحانذ'' اور باپ کا نام ''عمران'' ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام ''مریم'' ہے مگر یاد رکھو کہ یہ وہ مریم نہیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ''مریم'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے سینکڑوں برس بعد ہوئی ہیں۔ (صاوی، ج ۳، ص ۴۵، ص ۴۶)

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو دشمن سے وہ کام کرا لیتا ہے جو دوست بھی نہیں کر سکتے۔ دیکھ لیجئے کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا دشمن تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے ہی گھر میں ہوئی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی حفاظت فرماتا ہے تو کوئی بھی اس کو نہ ضائع کر سکتا ہے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے۔ غور کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طرح بہ حفاظت صحت و سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی ماں کی گود میں پہنچا دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۲)

حضرت عمرؓ ابوبکر صدیق کے فیصلے کی زد میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی جمیلہ تھیں۔ ان کا نام پہلے عاصیہ تھا جس کے معنی نافرمان عورت کے ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ ان کے پاس اگر کوئی ایسے نام والا آدمی یا عورت لائے جاتے جس کے معانی اچھے نہیں ہوتے تھے تو آپ اس کو بدل دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عاصم انہی کے بطن سے تھے۔ عاصم ابھی چھوٹے ہی تھے کہ کسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ کو طلاق دے دی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے قبا میں رہائش پذیر تھے بعد میں مدینہ آ گئے تھے۔ ایک دن اتفاق سے قبا کی جانب جا نکلے۔ دیکھا کہ ان کے بیٹے عاصم بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ بیٹے کو دیکھا تو پدری شفقت غالب آ گئی۔ بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور پکڑ کر گھوڑے پر بٹھا لیا اور ساتھ لے جانا چاہا۔ ادھر جمیلہ کو بھی کسی نے بتا دیا۔ وہ بھاگتی ہوئی آئیں اور گھوڑے کی لگام پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں عاصم میرا لخت جگر ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ رکھوں گی۔ آپ اسے نہیں لے جا سکتے۔

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ عاصم کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ اختلافی باتیں شروع ہو گئیں، جھگڑے نے طول پکڑا۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پہنچا۔ دونوں نے اپنے اپنے حق میں دلائل دیئے۔ امیر المومنین نے مقدمے کی بغور سماعت کی اور فیصلہ صادر فرمایا: عاصم اپنی ماں جمیلہ کے پاس رہے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلاف فیصلہ سنا اور پھر خلیفۃ الرسول کے فیصلے کے سامنے اپنی گردن جھکا دی اور اس فیصلے پر کوئی انگشت نمائی نہیں کی اور عاصم کو اس کی ماں ہی کے پاس چھوڑ دیا۔ (الفاروق عمر بن الخطاب ثانی الخلفاء الراشدین' تالیف محمد رضا' ص ۱۲)

(۶۳)

صحابہ کرام کی حکومت اور ان کی عبادت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے مقرر کردہ امراء اور عاملوں کو چیک کرتے رہتے تھے۔ تاکہ ان کی زندگی اور خوشحالی کو ملاحظہ فرماتے رہیں اور معلوم ہو کہ وہ عیش و عشرت کی پر کیف زندگی بسر کرتے ہیں یا زاہدانہ؟ اور یہ بھی پتہ چلے کہ وہ مسلمانوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ یا انہیں کس حد تک نظر انداز کرتے ہیں؟ وقت کے حکمران کی یہ ہمہ وقتی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عاملوں کا کڑا محاسبہ کرتا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت عمر نے اپنے ایک گورنر مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت ابوعبیدہ نے عرض کی:

''میں نہیں چاہتا کہ آپ اپنی آنکھوں کا پانی بہائیں!''

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہو سکا کہ آنکھوں کا پانی بہانے سے ان کی مراد کیا ہے؟ حضرت فاروق اعظم، مسلمانوں کے وزیر مال ابوعبیدہ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہیں کوئی چیز بھی دکھائی نہ دی۔ انہوں نے اظہار حیرت کرتے ہوئے فرمایا:

''ابوعبیدہ! تمہارا ساز و سامان کہاں ہے؟''

مجھے تو سوائے ایک پلیٹ، کمبل اور پرانے مشکیزے کے کچھ دکھائی نہیں دیتا حالانکہ آپ امیر ہیں، آپ کے پاس غلہ بھی ہے، ساز و سامان اور مال بھی ہے؟''

ابوعبیدہ اٹھ کر گئے اور ایک صندوقچی سے روٹی کے چند ٹکڑے نکال کر لے آئے۔ امیر اور وزیر ہونے کے باوجود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زاہدانہ زندگی دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''امیر المومنین! میں نے آپ سے عرض نہیں کیا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے گھر اپنی آنکھوں کا پانی بہائیں۔ میرے لئے اتنی جگہ کافی ہے کہ جہاں دوپہر کو تھوڑی دیر ستالیا جائے۔'' فاروق اعظم خود دنیا سے بے تعلق تھے اس کے باوجود فرمایا:

''ابو عبیدہ! تمہارے علاوہ ہم سب کو دنیا نے فریب دیا ہے۔ واللہ! دنیا نے ہمیں دامِ فریب میں جکڑ لیا ہے۔''

اسلام کے دورِ اول میں اسلامی حکومت کے وزیر مال ایسے ہوتے تھے۔ مال ان کی دسترس میں تھا لیکن انہوں نے بقدر کفایت بھی نہ لیا۔ امت مسلمہ نے ان کی اقتدا کی۔ انہوں نے قناعت اختیار کی تو عوام بھی قناعت پسند ہو گئے۔ اگر وہ بندۂ حرص و ہوس ہوتے تو عوام و خواص بھی ان کے نقش و قدم پر چلتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب افواج نے مال غنیمت کے انبار لگا دیئے تو انہیں فوجیوں کی پاکدامی پر تعجب ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''امیر المومنین! آپ خود پاکدامن ہیں۔ لہٰذا رعایا بھی پاک دامن ہے۔

آپ کا دامن خیانت سے پاک ہے۔ لہٰذا آپ کا عملہ بھی خیانت سے تر دامن نہیں ہے۔'' (من رشحات الخلود)

(۶۴)

سیّدنا حبیب نجار رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز حکایت

الروض الفائق میں ہے کہ حضرت سیّدنا حبیب نجار رحمۃ اللہ علیہ متقی، پرہیزگار، اولیاء کرام رحمہم اللہ میں سے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ رات بھر عبادت کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے اور افطار کے لئے جو کچھ کھانا حاضر کیا جاتا وہ دوسروں کو دے دیتے اور خود ساری رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھوکے ہی قیام میں گزار دیتے۔ جب صبح قریب ہونے کو آتی تو عاجزی وانکساری سے بھرے الفاظ میں عرض کرتے ''میں غفلت کے سمندروں میں ڈوبا رہا اور گناہ کے میدانوں میں چلتا رہا۔ اپنی رسوائی کے دامن کو کھینچتا رہا۔ بدبختی کے جنگلوں میں حیران و سرگراں بھٹکتا رہا۔ یا اللہ! تیرے سوا کوئی سہارا نہیں۔ میں تیرے در کے علاوہ کوئی در نہیں پاتا کہ جہاں التجا کروں۔ یاالٰہی! یہ تیرا ذلیل، گنہگار اور بیمار بندہ تیرے بابِ کرم پر حاضر ہے اور تجھ سے پناہ کا طلب گار ہے۔ ہائے میری ہلاکت و بربادی اگر تو نے مجھ پر رحم نہ فرمایا اور ہائے میری طویل حسرت! اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا'' پھر قرآن پڑھ لیتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا تو سورۂ یٰسین کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرما رہے تھے: ''اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ؁'' (پ۲۳، یٰسین ۲۴) ''بے شک جب تو میں کھلی گمراہ میں ہوں۔''

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں'' جب حبیب نجار نے اپنی قوم سے ایسا نصیحت آمیز کلام کیا تو وہ لوگ ان پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور ان پر پتھراؤ شروع کیا اور پاؤں سے کچلا یہاں تک کہ قتل کر ڈالا۔ قبران کی انطاکیہ میں ہے۔ جب قوم نے ان پر حملہ شروع کیا تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادوں سے بہت جلدی کر کے یہ کہا۔

قبر میں فرشتوں کو جواب

تدفین کے بعد جب فرشتوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اگلی آیت مبارکہ تلاوت کی:

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ○ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ○ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ○

(پ۲۳' یٰسین' ۲۵ تا ۲۷)

مقرر میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو۔ اس سے فرمایا گیا کہ جنت میں داخل ہو۔ کہا کسی طرح میری قوم جانتی جیسے میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں کیا۔"

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں "جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں۔ حبیب نجار نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حبیب کی مغفرت کی اور اکرام فرمایا تا کہ قوم کو مرسلین کے دین کی طرف رغبت ہو۔ جب حبیب قتل کر دیئے گئے تو اللہ رب العزت کا اس قوم پر غضب اور ان کی عقوبت و سزا میں تاخیر نہ فرمائی گی۔ حضرت جبرائیل کو حکم ہوا اور ان کی ایک ہولناک آواز سے سب مر گئے۔"

سبحان اللہ! یہ کیسے عظیم لوگ ہیں جو اپنے محبوب حقیقی کے حضور مناجات کرتے رہتے ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں' یہ عشق و محبت کا بھاری بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جب رات کی تاریکی چھا جائے تو خوش ہوتے ہیں۔ یہی لوگ کل جنت الخلد میں نعمتیں لوٹیں گے اور اپنے محبوب حقیقی کے وجہ کریم کا جلوہ دیکھیں گے۔

ان کی شان قرآنِ پاک یوں بیان فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(پ۱۱' یونس' ۶۲)

"سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔"

ولی کون ہے؟

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے تو اطاعت الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الٰہی ہو اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اولیاء کی ہے۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا: ''ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا: ''ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے۔ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ''یعنی ایمان و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو خالص اللہ کے لئے محبت کرے۔ اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہیں جو ملامت سے قربِ الٰہی کی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے۔ جسے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتی ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔''

(۶۵)

اور آگ گلزار ہوگئی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے معاملہ میں پہلے تو اپنی قوم سے مناظرہ کر کے حق کو ظاہر کر دیا مگر لوگوں نے حق کو قبول نہیں کیا بلکہ کہا کہ کل ہماری عید کا دن ہے اور ہمارا ایک بہت بڑا میلہ لگنے والا ہے۔ وہاں آپ چل کر دیکھیں کہ ہمارے دین میں کیا لطف اور کیسی بہار ہے؟

اس قوم کا یہ دستور تھا کہ سالانہ ان لوگوں کا ایک میلہ لگتا تھا۔ لوگ ایک جنگل میں جمع ہوتے اور دن بھر لہو ولعب میں مشغول رہ کر شام کو بت خانہ میں جا کر بتوں کی پوجا کرتے اور بتوں کے چڑھاوے مٹھائیوں اور کھانوں کو پرشاد کے طور پر کھاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم کی دعوت پر تھوڑی دور تو میلہ کی طرف چلے لیکن پھر اپنی بیماری کا عذر کر کے واپس لوٹ آئے اور قوم کے لوگ میلہ میں چلے گئے پھر جو میلہ میں نہیں گئے آپ نے ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا:

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۝ (الانبیاء' ع۵)

''مجھے خدا کی قسم ہے کہ میں ضرور تمہارے بتوں کے ساتھ برا سلوک کروں گا تمہارے چلے جانے کے بعد۔''

چنانچہ اس کے بعد آپ کلہاڑی لے کر بت خانہ میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے بت ہیں اور دروازہ کے سامنے ایک بہت بڑا بت ہے۔ ان جھوٹے معبودوں کو دیکھ کر توحید الٰہی کے جذبہ سے آپ جلال میں آگئے اور کلہاڑی سے مار مار کر بتوں کو چکنا چور کر ڈالا اور سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑی اس کے کندھے پر

رکھ کر آپ بت خانہ سے باہر چلے آئے۔ قوم کے لوگ جب میلہ سے واپس لوٹ کر بت پوجنے اور پرشاد کھانے کے لئے بت خانہ میں گھسے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے دیوتا ٹوٹے پھوٹے پڑے ہیں۔ ایک دم سب بوکھلا گئے اور شور مچا کر چلانے لگے کہ

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء رکوع)

''ہمارے خداؤں کے ساتھ کس نے یہ سلوک کیا ہے؟ بے شک وہ ظالم ہے۔''

معبودانِ باطلہ کا حشر

کچھ لوگوں نے کہا: ہم نے ایک جوان کو جس کا نام ''ابراہیم'' ہے اس کی زبان سے ان بتوں کو برا بھلا کہتے سنا ہے۔ قوم نے کہا: اس جوان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔ شاید لوگ گواہی دیں کہ اس نے بتوں کو توڑا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بلائے گئے تو قوم کے لوگوں نے پوچھا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے اس بڑے بت نے کیا ہوگا کیونکہ کلہاڑی اس کے کندھے پر ہے۔ آخر تم لوگ ان ٹوٹے پھوٹے خداؤں ہی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ کس نے تمہیں توڑا ہے؟ اگر یہ بت بول سکتے ہوں تو ان ہی سے پوچھ لو وہ خود بتا دیں گے کہ کس نے انہیں توڑا ہے؟ قوم نے سر جھکا کر کہا اے ابراہیم! ہم ان خداؤں سے کیا اور کیسے پوچھیں؟ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ بت بول نہیں سکتے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلال میں تڑپ کر فرمایا:

اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ○ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

(الانبیاء، رکوع ۵، پارہ ۱۷)

''تو کیا تم لوگ اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا تم لوگ پوجتے ہو کیا تم لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟''

آپ کی اس حق گوئی کا نعرہ حق سن کر قوم نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ شور مچایا اور چلا چلا کر بت پرستوں کو بلایا اور کہا:

حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ○ (الانبیاء، رکوع ۵)

''اے لوگو! حضرت ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہے تو ضرور کرو۔''

چنانچہ ظالموں نے اتنا لمبا چوڑا آگ کا الاؤ جلایا کہ اس آگ کے شعلے اتنے بلند ہو رہے تھے کہ اس کے اوپر سے کوئی پرندہ بھی اڑ کر نہیں جا سکتا تھا پھر آپ کو ننگے بدن کر کے ان ظلم وستم کے مجسموں نے ایک گوپھن کے ذریعے اس آگ میں پھینک دیا اور اپنے اس خیال میں مگن تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جل کر راکھ ہو گئے ہوں گے مگر احکم الحاکمین کا فرمان اسی آگ کے لئے صادر ہو گیا کہ يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ○

''ہم نے فرمادیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔''

وہ شمع کیوں بجھے جسے روشن خدا کرے

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا جس کو قرآن نے اپنے فاتحانہ لہجے میں ارشاد فرمایا:

وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ○ (الانبیاء، ع ۵، پارہ ۱۷)

''اور انہوں نے (حضرت ابراہیم) کا برا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا ناکام بنادیا۔''

آگ بجھ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ اور سلامت رہ کر نکل آئے اور ظالم لوگ کف افسوس مل کر رہ گئے۔

روایت ہے کہ جب نمرود نے اپنی ساری قوم کے روبرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تو زمین وآسمان کی تمام مخلوق چیخیں مار مار کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگی خداوندا! تیرے خلیل آگ میں ڈالے جا رہے ہیں اور ان کے سوا زمین میں کوئی اور انسان تیری توحید کا علمبردار اور تیرا پرستار نہیں لہٰذا تو اجازت دے اور ہم ان کی امداد و نصرت کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم میرے خلیل ہیں اور میں ان کا معبود ہوں تو اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سبھوں سے فریاد کر کے مدد طلب کریں تو میری اجازت ہے کہ سب ان کی مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا کسی اور سے کوئی مدد نہ کریں تو تم سب سن لو کہ میں ان کا

دوست اور حامی و مددگار ہوں لہٰذا تم سب ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اس کے بعد آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں پانی برسا کر اس آگ کو بجھا دوں۔ پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا: اگر آپ کا حکم ہو تو میں زبردست آندھی چلا کر اس آگ کو اڑا دوں تو آپ نے ان فرشتوں سے فرمایا: مجھے تم لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ کو میرا اللہ ہی کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے۔ وہی جب چاہے گا اور جس طرح اس کی مرضی ہوگی میری مدد فرمائے گا۔ (صاوی' ج ۳' ص ۶۸)

جانتا ہے وہ میرا ربِّ جلیل

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب کافروں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے اس وقت یہ دعا پڑھی: ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ'' اور جب آپ آگ کے شعلوں میں داخل ہو گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اے خلیل اللہ! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم سے کوئی حاجت نہیں ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: پھر خدا ہی سے اپنی حاجت عرض کیجئے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ میرے حال کو خوب جانتا ہے لہٰذا مجھے اس سے سوال کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف سولہ یا بیس برس کی تھی۔

اس بارے میں کہ آپ کتنی مدت تک آگ کے اندر رہے تین اقوال ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ سات دنوں تک آپ آگ کے شعلوں میں رہے اور بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ چالیس دن رہے اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس دن تک آپ آگ میں رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صاوی' ۳' ص ۶۸ و جلالین وغیرہ)

اس واقعہ سے ان لوگوں کو تسلی ملتی ہے جو باطل کی طاغوتی طاقتوں کے بالمقابل استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹ جاتے ہیں کہ

آج بھی ہو جو براہیم کا سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(۶۶)

میں آئندہ کسی غلام کو نہیں ماروں گا

بدری صحابی حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کسی بات پر غصے میں آ کر میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے کسی کی یہ آواز سنائی دی:

"اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُوْدٍ! لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ"

"ابو مسعود! جان رکھو کہ تم اپنے اس غلام پر جتنی قوت رکھتے ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ تم پر قدرت رکھتا ہے۔"

چونکہ میں شدید غصے کے حال میں تھا اس لئے میں پیچھے سے آنے والی آواز کو صاف طور پر نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ جب میں نے پیچھے کی جانب مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دراصل پیچھے سے آنے والی آواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب آتے دیکھ کر میں نے اپنے ہاتھ سے کوڑا زمین پر ڈال دیا اور عرض کی:

"یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ"

"اے اللہ کے رسول! یہ غلام اللہ کے لئے میری طرف سے آزاد ہے۔"

ایک دوسری روایت کے مطابق ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بھی وعدہ کیا: "لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا"

"میں آج کے بعد کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

"اَمَا لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْلَمَسَّتْكَ النَّارُ"

"اگر تم اپنے اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں جھلسا دیتی یا چھو لیتی۔" (مسلم، الایمان، باب صحبۃ المممالیک وکفارۃ من لطم عبدہ، حدیث ۱۶۵۹)

اس سے اندازہ لگائیں کہ رسول اکرم ﷺ نے غلاموں کی آزادی کے لئے کس قدر عمدہ اور فیصلہ کن احکامات سنائے ہیں!

(۶۷)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا

''اے اللہ! اسے بخش دے، اس پر رحم فرما، اے اللہ! اس کے دل کو غنا کا گہوارہ بنا دے!''

یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے ایک نوخیز لڑکے کے لئے فرمائی۔ وہ بنو ابذی کے وفد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اراکین وفد نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس اپنے مالوں کی زکوٰۃ لے کر آئے ہیں۔''

فرمایا تم نے اسے اپنے فقراء میں کیوں تقسیم نہیں کیا؟

کہنے لگے ہم وہی مال لائے ہیں جو ہمارے فقراء سے بچ گیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

''یارسول اللہ! میں نے ایسا وفد کوئی نہیں دیکھا!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ وفد کئی دن نبی اکرم ﷺ کے پاس مہمان رہا۔ آپ نے اسے بھی دوسرے وفود کی طرح تحفے تحائف عنایت فرمائے۔''

ایک دن ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی باقی بھی ہے؟''

کہنے لگے ''ایک نوخیز بچہ ہے جسے ہم اپنے کجاووں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔''

فرمایا: ''اسے ہمارے پاس بھیج دو! وہ بچہ حاضر ہوا تو آپ نے اسے بھی وہ تحائف عطا کئے جو وفد کو عطا فرمائے تھے۔ لڑکے نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے فرمائیں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور

میرے دل کو دولت غنا سے مالا مال فرما دے۔'' نبی اکرم ﷺ نے دعا کی:

''اے اللہ! اسے بخش دے' اے اللہ! اس پر رحم فرما! اے اللہ! اس کے دل کو غنا سے معمور فرما۔'' دوسرے سال پھر وہ وفد نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔

انہوں نے عرض کیا'' ہم بنوابذی ہیں جو اس سے پہلے بھی آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔''

فرمایا: ''اس لڑکے کا کیا حال ہے؟ جو تمہارے ساتھ تھا؟''

انہوں نے عرض کیا'' اللہ کی قسم! وہ ہم سب سے زیادہ دنیا سے بے نیاز اور آخرت کی رغبت رکھنے والا ہے۔ وہ ہمیں ہمارے دین کی یاد دلاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر لوگ دنیا کا مال آپس میں تقسیم کر دیں تو وہ اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: '' ہر تعریف اللہ کریم کے لئے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ بڑے اطمینان قلب کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگا۔''

انہوں نے عرض کیا'' یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم سے ہر شخص اطمینان قلبی کے ساتھ فوت نہیں ہوگا؟''

فرمایا: '' عام آدمی کی خواہشات اور تفکرات دنیا کی وادیوں میں بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ان میں سے کسی وادی میں اس کا آخری وقت آجائے تو اللہ تعالیٰ اس بات کی پروانہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا ہے؟'' (اخلاق العلماء' از سلیمان' بتصرف)

حدیث شریف کے کلمات کا ترجمہ یہ ہے جو شخص تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا دے' اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غم کے لئے کفایت کرے گا اور جس شخص کے غم دنیا کے احوال میں بکھر جائیں تو اللہ تعالیٰ پروانہیں فرمائے گا کہ وہ دنیا کی کس وادی میں ہلاک ہوا ہے؟ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ص نمبر ۲۵۷ پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اس کی سند میں گفتگو ہے تاہم دنیا سے تعلق کی مذمت اور اس کے بچنے کی تلقین پر احادیث متفق ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ کی وسعت نظر بھی دیکھئے اور لطف و کرم کی بارش بھی ملاحظہ کیجئے کہ ایک بچے کو بھی محروم کرم نہیں فرمایا اور اس بچے کی خوش قسمتی کا بھی اندازہ کیجئے! سبحان اللہ وبحمدہ

(۶۸)

قرآن سنا اور روح پرواز کر گئی

حضرت سیدنا ابوبکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک دفعہ میں عراق کے جنگلوں میں کئی دن تک حیران وسرگراں گھومتا پھرتا رہا۔ میں نے کوئی انسان نہ پایا جس کو اپنا دوست بنا سکوں۔ اسی دوران چلتے چلتے میری نظر کسی عربی کے بالوں والے خیمے پر پڑی تو میں اس کی طرف بڑھا۔ جب میں دروازے کے پاس پہنچا تو اس پر پردہ لٹک رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ اندر سے نقاب پوش بوڑھی خاتون نے پوچھا: ''کہاں سے آئے ہو؟'' میں نے کہا: ''مکہ سے۔'' پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا: ''شام کا۔'' یہ سن کر وہ کہنے لگی ''میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا اس طرح گھومنا بیکار لوگوں کے گھومنے کی طرح ہے۔ ایک گوشے میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیوں نہیں کرتے یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔ پھر تم اس کھانے کے ٹکڑے کو دیکھو جو تم نے کھایا ہے' اگر یہ حلال ہے تو تیرے باطن کو روشن کردے گا۔'' پھر اس نے پوچھا: ''کیا تم قرآن پاک پڑھتے ہو؟'' میں نے جواب دیا ''جی ہاں۔'' تو اس نے مجھے سورۂ فرقان کی آخری آیات پڑھنے کی فرمائش کی۔ جب میں نے تلاوت کی تو ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو مجھے کہنے لگی ''جب تم نے ان آیات بینات کی تلاوت کی تو ان کی قرأت کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔'' پھر اس نے دوبارہ پڑھنے کا کہا تو اس کی وہی حالت ہوگئی جیسے پہلے ہوئی تھی۔ کافی دیر اس پر یہی حالت طاری رہی۔ میں نے دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی یہ فوت ہوگئی ہے یا زندہ ہے؟ لیکن پھر میں واپس پلٹ گیا اور ابھی نصف میل ہی چلا تھا کہ مجھے وادی میں کچھ عرب نظر آئے۔

یہی لوگ حقیقی سردار ہیں

دولڑکے میری طرف دوڑتے ہوئے آئے ان کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا: ''کیا آپ فلاں جنگل میں بالوں والے خیمہ سے ہو کر آئے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہاں۔'' کہنے لگا: ''کیا آپ نے بوڑھی عورت کے پاس قرآن کریم پڑھا؟'' میں نے جواب دیا ''ہاں۔'' تو وہ بولا ''رب کعبہ کی قسم! وہ انتقال کر چکی ہے۔'' میں ان لڑکوں کے ساتھ چل دیا اور خیمہ کے پاس آیا۔ لڑکی اندر داخل ہوئی اور بوڑھی عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو وہ وصال فرما چکی تھیں۔ میں اس لڑکے کے اندازے سے بہت حیران ہوا اور اس لڑکی سے پوچھا: ''یہ دولڑکے کون ہیں؟'' تو اس نے بتایا ''یہ دونوں قبیلہ جعفر کے معززین میں سے ہیں اور یہ مرنے والی ان کی بہن ہے۔ تین سال سے اس نے کسی سے کلام نہیں کیا۔ جب یہ اس وادی میں تھے تو یہ علیحدہ ہو گئی اور جنگل میں تنہا اپنا خیمہ بسالیا اور تین دن میں صرف ایک بار کھانا کھاتی تھی۔''

مسلمانو! کب تک تم فانی لذات میں کھوئے رہو گے اور باقی رہنے والی نیکیوں سے غافل رہو گے؟ غنیمت کے اوقات میں جلدی کرو لغزشوں کو سمجھو اور شبہات سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ کیا بار بار موت کا اعلان کرنے والوں نے تمہیں بیدار نہ کیا؟ کیا نیک مردوں اور عورتوں کے واقعات نے تمہیں جھنجھوڑا نہیں؟ جب دن آتا ہے تو وہ (نیک مرد اور عورتیں) لذات (دنیا) کا بائیکاٹ کرتے ہوئے گزارتے ہیں اور جب رات آتی ہے تو محبت بھری آوازوں سے آہ و فغاں کرتے ہیں اور اپنے محبوب حقیقی کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ یہی لوگ حقیقی سردار ہیں۔ (الروض الفائق)

(۶۹)

قبطی کا قتل اور موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن ہی سے فرعون کے محل میں پلے بڑھے مگر جب جوان ہو گئے تو فرعون اور اس کی قوم قبطیوں کے مظالم دیکھ کر بیزار ہو گئے اور فرعونیوں کے خلاف آواز بلند کرنے لگے۔ اس پر فرعون اور اس کی قوم جو ''قبطی'' کہلاتے تھے آپ کے دشمن بن گئے اور آپ فرعون کا محل بلکہ اس کا شہر چھوڑ کر اطراف میں چھپ کر رہنے لگے۔ ایک دن جب شہر والے دوپہر میں قیلولہ کر رہے تھے تو آپ چپکے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اس شہر کا نام ''منف'' تھا جو مصر کی حدود میں واقع ہے اور ''منف'' دراصل ''مافہ'' تھا جو عربی میں ''منف'' ہو گیا اور بعض کا قول ہے کہ یہ شہر ''عین الشمس'' تھا اور بعض مفسرین نے کہا: یہ شہر ''حامین'' تھا جو مصر سے دو کوس دور ہے۔ جمل وخازن یا ''ام خنان'' یا مصر تھا۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۷۶)

جب آپ شہر میں پہنچے تو یہ دیکھا کہ ایک شخص آپ کی قوم کا اسرائیلی اور ایک شخص فرعون کی قوم کا قبطی دونوں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کر کے مدد مانگی۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو ایک گھونسہ مار دیا جس سے اس کا دم نکل گیا۔ اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا اور آپ خدا سے استغفار کرنے لگے۔ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ کسی اسرائیلی نے ہمارے ایک قبطی کو مار ڈالا ہے اس پر فرعون نے قاتل اور گواہوں کی تلاش کا حکم دیا۔ فرعونی چاروں طرف گشت کرتے پھرتے تھے مگر کوئی سراغ نہیں ملتا تھا۔ رات بھر صبح تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فکر مند رہے کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے گا اور اس کی قوم کے لوگ کیا کریں گے؟ دوسرے روز جب موسیٰ علیہ السلام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ وہی اسرائیلی جس نے ایک دن پہلے آپ

سے مدد طلب کی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے تو آپ نے اسرائیلی کو ڈانٹا کہ تو روز روز لوگوں سے لڑتا ہے۔ اپنے کو بھی پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی فکر میں مبتلا کرتا ہے لیکن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی پر رحم آ گیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے ظلم سے بچائیں تو اسرائیلی بولا کہ اے موسیٰ! کیا تم مجھے بھی ایسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ کیا تم یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح چاہتے ہی نہیں۔

اور موسیٰ علیہ السلام مصر چھوڑ گئے

اتنے میں شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور یہ خبر دی کہ دربار فرعون کے قبطی آپس میں آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا آپ شہر سے نکل جائیے۔ میں آپ کا خیر خواہ ہوں تو آپ ڈرتے ہوئے شہر سے باہر نکل گئے اور اس انتظار میں رہے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟ پھر آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچا لے۔ یہ دعا مانگ کر آپ ہجرت کر کے مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ کو پناہ دی اور پھر اپنی ایک صاحبزادی بی بی صفوراء سے آپ کا نکاح کر دیا۔

(قرآن مجید سورۂ قصص رکوع ۲)

جس شخص نے شہر کے کنارے سے دوڑتے ہوئے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کے قتل کا منصوبہ تیار ہونے کی خبر دی اور ہجرت کا مشورہ دیا وہ فرعون کے چچا کا لڑکا تھا جس کا نام حزقیل یا شمعون یا سمعان تھا۔ یہ خاندان فرعون میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۷۷)

اس واقعہ سے علماء حق کو عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام راہ تبلیغ میں کیسے کیسے حادثات سے دوچار ہوئے مگر صبر و استقامت کا دامن ان حضرات کے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا یہاں تک کہ نصرت خداوندی نے ان حضرات کی ایسی دست گیری فرمائی کہ یہ حضرات کامیاب ہو کر رہے اور ان کے دشمنوں کو ہزیمت اور ہلاکت نصیب ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۰)

معذور شخص دربارِ رسالت میں

حضرت عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے ساتھی کے پاؤں میں نیزہ مار کر اسے زخمی کر دیا۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں شکایت لے کر حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ میری مظلومیت کا حق دلائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَجْعَلْ حَتّٰی یَبْرَاَ جُرْحُكَ"

"تم اپنا بدلہ لینے میں جلدی سے کام مت لو یہاں تک کہ تمہارا زخم ٹھیک ہو جائے۔"

مگر وہ بدلہ لینے پر مصر تھا۔ وہ رسول اکرم ﷺ سے اصرار کرتا رہا کہ آپ مجھے میرا حق دلا دیں۔ رسول اکرم ﷺ نے جب اس کا اصرار دیکھا تو اسے بدلہ لینے کی اجازت دے دی۔ اب اس نے اپنے ساتھی سے بدلہ لینے کی کوشش کی تو اتفاق سے اس کا ساتھی تو صحیح سلامت رہا مگر یہ لنگڑا ہو گیا (الٹا بدلہ لینے والے ہی کو نقصان پہنچا)۔ اب وہ دوبارہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: "عَرَجْتُ وَبَرَأَ صَاحِبِیْ"

"میں تو لنگڑا ہو گیا جبکہ میرے ساتھی کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔"

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اَلَمْ اٰمُرْكَ اَنْ لَّا تَسْتَقِیْدَ حَتّٰی یَبْرَأَ جُرْحُكَ فَعَصَیْتَنِیْ فَاَبْعَدَكَ اللّٰهُ وَبَطَلَ جُرْحُكَ"

"میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ تم (اپنے ساتھی سے ابھی) بدلہ نہ لو یہاں

تک کہ تمہارے زخم ٹھیک ہو جائیں مگر تم نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بدلے سے تمہیں دور ہی رکھا اور تمہارا حق ضائع ہو گیا۔"

پھر اس حادثے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ جب تک زخم خوردہ شخص کا زخم ٹھیک نہ ہو جائے وہ اپنے مدمقابل (زخمی کرنے والے) سے قصاص (بدلہ) نہیں لے سکتا۔

(یہ واقعہ مصنف عبدالرزاق: ۹' ۴۵۴' دار قطنی: ۲' ۸۸' مسند احمد: ۲' ۲۱۷' مجمع الزوائد: ۶' ۲۹۶ وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے۔ دیکھئے اقضیہ رسول اللہ ﷺ: ۱' ۱۵۰)

(۷۱)

کنویں میں قید رہ کر بھی ہمت نہ ہاری

محمد بن احمد بن سہل' ابوبکر' شمس الائمہ سرخسی' اکابر احناف میں سے تھے۔ خراسان کے موضع سرخس کے رہنے والے تھے۔ ان کی مشہور ترین کتاب ''مبسوط'' اور ''اصول سرخسی'' ہے۔ خاقان (بادشاہ) کو ایک نصیحت کرنے کے سبب کنویں میں قید کیے گئے۔ رہائی کے بعد فرغانہ میں رہے اور ۴۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ (الاعلام: ۵'۳۱۵)

ہم نے سنا ہے کہ امام شمس الائمہ سرخسی نے بادشاہ وقت کو ایک نصیحت کی۔ اس نے برہم ہو کر انہیں ایک کنویں میں قید کر دیا۔ امام کے شاگرد کنویں میں بیٹھ جاتے اور جو کچھ وہ ارشاد فرماتے اسے لکھتے جاتے۔ اس عظیم ابتلا پر صبر کرتے ہوئے کنویں میں وقت بسر کرتے رہے۔ یہ قید اور سزا انہیں علم کی اشاعت اور تالیف سے نہ روک سکی۔ ان کے پاس کوئی کتاب تو تھی نہیں' وہ اپنی یادداشت کی بنا پر لکھواتے رہے۔ انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور اور معتمد کتاب ''مبسوط سرخسی'' اسی حال میں لکھوا دی۔ یہ کتاب حاکم شہید کی ''الکافی'' کی شرح ہے۔ یہ پندرہ جلدوں پر مشتمل اور متقدمین احناف کی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ قید و بند کی صعوبتیں اور تکالیف انہیں اشاعت علم کے جذبے سے نہ روک سکیں۔ اسی لئے جب وہ عبادات کی شرح سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

> ''اس جگہ واضح ترین معانی اور مختصر ترین الفاظ کے ساتھ عبادات کی شرح ختم ہوئی۔ اسے اس شخص نے لکھوایا جو جمعوں اور جماعتوں سے روک دیا گیا ہے۔''

اور جب اقرار کی شرح کے آخر میں پہنچے تو ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا:

''اقرار کی شرح ختم ہوئی' جو اسرارِ معانی پر مشتمل ہے' یہ اس شخص نے لکھوائی جو اشرار کی جیل میں قید ہے۔''

کنویں سے رہائی

کنویں میں جو کتابیں انہوں نے لکھوائیں ان میں سے ایک امام محمد بن حسن شیبانی کی ''سیر کبیر'' کی شرح اور اصول فقہ کی کتاب ہے جو اصول سرخسی کے نام سے مشہور و معروف ہے اور چھپ چکی ہے۔ جب ''باب الشروط فی السیر'' تک پہنچے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہائی مل گئی۔

آپ کو رہا کر دیا گیا۔ آپ کنویں سے نکل آئے لیکن علم کی اشاعت اور تالیف کا جذبہ سرد نہیں ہوا چنانچہ فرغانہ چلے گئے۔ وہاں کے امیر حسن نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور بھرپور عزت افزائی کی۔ اسے پتہ چل گیا کہ آپ کا تمام تر سرمایہ علم دین کی خدمت واشاعت ہے۔ اس نے آپ کے لئے علمی مجالس کا اہتمام کیا اور طلباء فراہم کئے۔ آپ نے کنویں میں جن کتابوں کے لکھوانے کا آغاز کیا تھا' انہیں مکمل کیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔

تاریخ اسلام کے دورِ اول میں ایسے سراپا اخلاص علماء تھے' جن کے پیش نظر بلند و بالا مقصد' اشاعت علم کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اگرچہ انہیں اس سلسلے میں تکلیفوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں امام سرخسی بھی تھے' جن کا ابھی ذکر ہوا۔ کنویں کی گہرائی میں قید بھی ان کے عزم اور استقلال کا رخ نہ بدل سکی۔ وہ لکھواتے رہے اور شاگرد لکھتے رہے۔ جیسے وہ قید خانہ نہیں بلکہ جامع مسجد کا حلقہ درس ہو۔ یہی وہ بلند ہمت لوگ تھے جو علم کا اجالا پھیلانے میں پوری طرح مخلص تھے۔ عالم اگر دنیا میں علم کی اشاعت نہیں کرتا' خلق خدا کو خاص نصیحت اور رہنمائی نہیں کرتا تو اس کی زندگی کا فائدہ ہی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق اور امداد عطا فرمائے اور ایسے کاموں پر ثابت قدمی عطا فرمائے جو اسے راضی کریں۔ (الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ' للعلامۃ عبدالحی لکھنوی' بتصرف)

(۷۲)

شیر راستے سے ہٹ گیا

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن قرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک بار میں حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا۔ ہم حجاز کے راستے پر تین دن تک سفر کرتے رہے اور ہمیں کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔ میں بھوک سے بے چین ہو گیا۔ میرے چہرے پر بھوک کے تاثرات دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے۔ میں بھی پہلو میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک تازہ روٹی میری گود میں گری۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اٹھایا اور مجھے فرمایا: ''کھاؤ''۔ میں نے آدھی روٹی کھائی اور خوب سیر ہو گیا اور پھر سفر شروع کر دیا۔ دورانِ سفر ہم ایک قافلے کے پاس پہنچے۔ شیر نے ان کا راستہ روک رکھا تھا۔ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور شیر سے فرمایا: ''اے شیر اگر ہمارے متعلق تجھے کوئی حکم ہے تو اس کو کر گزر ورنہ یہاں سے چلا جا۔'' یہ سنتے ہی شیر پیچھے مڑ کر بھاگ گیا۔ قافلے والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے ''یا سیدی! ہمیں کوئی دعا ارشاد فرمایئے جو ہم پڑھا کریں کیونکہ ہم سفر میں بہت خوف محسوس کرتے ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں یہ دعا ارشاد فرمائی

''اللھم احرسنا بعینک التی لاتنام واکنفنا بکنفک الذی لا یضام وارحمنا بقدرتک علینا لا نھلک وانت رجاؤنا'' یعنی اے اللہ! اپنی نظر رحمت سے ہماری حفاظت فرما جو کبھی سوتی نہیں اور ہمیں اپنے سایہ رحمت میں رکھ کہ جس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جا سکتا اور ہم پر اپنی قدرت کے شایانِ شان رحم و کرم فرما کہ ہم ہلاک نہ ہوں' ہماری امیدوں کا مرکز و محور تیری ذات ہے۔''

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' کچھ عرصے بعد میری اہل قافلہ میں سے

ایک شخص سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے بتایا ''اللہ کی قسم! جب سے حضرت سیّدنا حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے ہم اسے پڑھتے ہیں تو کوئی درندہ' چور اور خوفزدہ کرنے والی کوئی چیز ہمارے قریب نہیں آتی۔''

اور کشتی ڈوبنے سے بچ گئی

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''پھر وہ شخص دریائی سفر پر ہمارے ساتھ کشتی پر سوار ہو گیا۔ اچانک تیز ہوا چل پڑی۔ پانی کی موجیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ کشتی ڈوبنے لگی اور ہمیں ڈوبنے کا خوف لاحق ہو گیا۔ لوگ رونے دھونے اور آہ و بکا کرنے لگے تو اس شخص نے کہا اے لوگو! ہمارے ساتھ اس کشتی میں ایک پرہیزگار شخص موجود ہے اور اس میں فلاں فلاں خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ آؤ! اس سے دعا کروائیں۔ چنانچہ ہم حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کشتی کے ایک کونے میں چادر سے سر ڈھانپے لیٹے ہوئے ہیں۔ ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بیدار کیا اور عرض کیا حضور! دیکھئے تو سہی' لوگ کس قدر مشکل میں ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر اٹھایا اور عرض کی: ''یا اللہ! تو نے ہمیں اپنی قدرت دکھا دی' اب اپنی مہربانی بھی دکھا دے۔'' ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ہوا تھم گئی' موجیں پرسکون ہو گئیں اور کشتی اپنی معمول کی رفتار سے چلنے لگی۔''

حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ہم کشتی سے اترے تو چند دن پیدل چلتے رہے۔ میں بھوک کی شدت سے مرنے کے قریب ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بھوک کی شکایت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تھیلا لیا اور برگد کے درخت پر چڑھ کر تھیلا بھر لیا۔ پھر جب نیچے آئے تو وہ خوبصورت کھجوریں تھیں۔ میں نے ایسی لذیذ کھجوریں پہلے کبھی نہ کھائی تھیں۔ رات کے سفر میں مجھے پیاس لگی تو میں نے پھر عرض کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''پیو'' میں نے دیکھا کہ ایک ڈول ہوا میں لٹکا ہوا تھا۔ اس میں ایسا پانی تھا کہ جسے پی کر میں نہ صرف اس وقت سیراب ہوا بلکہ اس کے بعد شدید گرمیوں میں روزہ رکھتا تو مجھے کوئی بھوک پیاس نہ لگتی۔'' اللہ کی قسم! یہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اپنے دل میں محبوب حقیقی کے سوا کسی کے لئے کوئی جگہ نہ چھوڑی۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنے رخساروں پر آنسو بہائے اور اپنی سانسوں کو حسرتوں کے ساتھ ملا دیا اور بارگاہِ رب العزت میں یوں عرض گزار ہوئے ''اے وہ ذات! صفات جس کا احاطہ نہیں کرسکتیں! آفات کے ظلم سے ہماری حفاظت فرما۔''

اگر تم انہیں دیکھو گے تو پاؤ گے کہ انتہائی محبت نے انہیں تراش دیا ہے اور شورشِ عشق نے انہیں کمزور و نڈھال کر دیا ہے مگر انہوں نے کسی تکلیف یا نقصان کی شکایت نہ کی۔ ان کا محبوب حقیقی ان سے سرگوشی کرتا ہے اور سحری کی پر کیف گھڑیوں میں ان کا خیر مقدم کرتا ہے۔ وہ رات کے گھوڑے پر سوار ہو کر (معرفت کے میدان میں) چل پڑتے ہیں اور صبح کو رات کے سفر کی تعریف کرتے ہیں۔ (الروض)

(۷۳)

کمزور ترین گھر

کفار نے بتوں کو معبود بنا کر ان کی امداد و اعانت اور نصرت و نفع رسانی پر جو اعتماد اور بھروسہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس حماقت مابی کے اظہار اور ان کی خود فریبیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے جو بہت زیادہ عبرت خیز اور اعلیٰ درجے کی نصیحت آموز ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت، رکوع ۴)

''ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا بتوں کو اپنا مالک بنالیا ہے مکڑی کی طرح ہے کہ اس نے جالے کا گھر بنایا ہے اور بیشک سب گھروں میں کمزو گھر مکڑی کا گھر ہے کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ لوگ جان لیتے۔''

مطلب یہ ہے کہ مکڑی جالے کا گھر بنا کر اپنے خیال میں مگن رہتی ہے کہ میں مکان میں بیٹھی ہوئی ہوں مگر اس کے مکان کا یہ حال ہے کہ وہ نہ دھوپ بچا سکتا ہے نہ بارش سے نہ گرمی سے محفوظ رکھ سکتا ہے نہ سردی سے حفاظت کر سکتا ہے اور ہوا کے ایک معمولی جھونکے سے تہس نہس ہو کر برباد ہو جایا کرتا ہے۔ یہی حال کفار کا ہے کہ ان لوگوں نے بتوں کو اپنے نفع و نقصان کا مالک بنالیا ہے اور ان بتوں کی امداد و نصرت پر اعتماد اور بھروسہ کر رکھا ہے حالانکہ بتوں سے ہرگز ہرگز کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچ سکتا اور کافروں کا بتوں پر اعتماد اتنا ہی

کمزور سہارا ہے جتنا کہ مکڑی کا جالا کمزور ہوتا ہے۔ کاش کفار اس بات کو سمجھ لیتے تو یہ ان کے حق میں بہت ہی اچھا ہوتا۔

مکڑی ایک عجیب مخلوق ہے

مکڑی ایک عجیب الخلقت جانور ہے۔ اس کے آٹھ پاؤں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ بہت ہی قناعت پسند جانور ہے مگر خدا کی شان کہ سب سے حریص جانور یعنی مکھی اور مچھر اس کی غذا ہیں۔ مکڑی کئی کئی دن تک بھوکی پیاسی بیٹھی رہتی ہے مگر اپنے جالے سے نکل کر غذا کی تلاش نہیں کرتی۔ جب جالے کے اندر کوئی مکھی یا مچھر پھنس جاتا ہے تو یہ اس کو کھا لیتی ہے ورنہ صبر و قناعت کر کے پڑی رہتی ہے۔

مکڑی کے فضائل میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہجرت کے وقت جب رسول اکرم ﷺ غار ثور میں تشریف فرما تھے تو مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے تھے جس کو دیکھ کر کفار واپس لوٹ گئے کہ اگر غار میں کوئی شخص گیا ہوتا تو مکڑی کا جالا اور انڈا ٹوٹ گیا ہوتا۔ (صاوی ج ۳ ص ۱۹۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے گھروں سے مکڑیوں کے جالوں کو دور کرتے رہو کہ یہ مفلسی اور ناداری کا باعث ہوتے ہیں۔

(خزائن العرفان ص ۷۶۲)

(۷۴)

یہود کی چلاکی کام نہ آئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ یہودیوں نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہم لوگ اس نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چل کر اس سے اس کا فیصلہ کرائیں کیونکہ انہیں رحیم اور شفیق بنا کر معبوث کیا گیا ہے۔ اگر وہ رجم اور سنگساری کے علاوہ کوئی دوسری سزا سنائیں گے تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ کے پاس یہ حجت پیش کردیں گے کہ یہ حکم تیرے نبیوں میں سے ایک نبی کا ہے (اور یوں ہم اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے)

یہ حیلہ بہانہ لے کر یہودی لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہودیوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فتویٰ دریافت کیا:

"یَا اَبَا الْقَاسِمِ! مَا تَرٰی فِیْ رَجُلٍ وَّامْرَاَةٍ زَنَیَا؟"

"ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم! زنا کار مرد وعورت کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اور ان سے کچھ کہے بغیر یہودیوں کی ایک درسگاہ میں پہنچے جہاں تورات کی تعلیم ہوتی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درسگاہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور دریافت فرمایا:

"اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰی مُوْسٰی، مَا تَجِدُوْنَ فِی التَّوْرَاةِ عَلٰی مَنْ زَنٰی اِذَا اُحْصِنَ؟"

''میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے' تم شادی شدہ زنا کار کی سزا تورات میں کیا پاتے ہو؟''

علمائے یہود نے جواباً عرض کی زانی کا منہ کالا کر دیا جائے گا' زنا کار مرد اور عورت کی پیٹھ یکجا کر کے باندھ دیں گے' انہیں گدھے پر گھمایا جائے گا اور کوڑے لگائے جائیں گے۔

علماء یہود کا جھوٹ سامنے آ گیا

علمائے یہود میں سے ایک نوجوان خاموشی کے ساتھ یہ باتیں سن رہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے جب اس نوجوان کو خاموش دیکھا تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے شدت کے ساتھ اللہ کی قسم دے کر زنا کاری کی سزا پوچھی۔ وہ کہنے لگا اللہ کی قسم! جب آپ ہمیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ ہم تورات میں زنا کاری کی سزا رجم پاتے ہیں! رسول اکرم ﷺ نے اس نوجوان کی بات سن کر فرمایا:

''فَمَا اَوَّلُ مَا ارْتَخَصْتُمْ اَمْرَ اللهِ؟''

''پھر کب سے تم لوگوں نے اللہ کے حکم کو ہلکا کر دیا ہے؟''

نوجوان نے جواب دیا:

''زَنٰى ذُوْ قَرَابَةٍ مِّنْ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِنَا فَاُخِّرَ عَنْهُ الرَّجْمُ' ثُمَّ زَنٰى رَجُلٌ فِىْ اُسْرَةٍ مِّنَ النَّاسِ فَاَرَادَ رَجْمَهٗ فَحَالَ قَوْمُهٗ دُوْنَهٗ وَقَالُوْا: لَا يُرْجَمُ صَاحِبُنَا حَتّٰى تَجِىْءَ بِصَاحِبِكَ فَتَرْجُمَهٗ' فَاَصْلَحُوْا عَلٰى هٰذِهِ الْعُقُوْبَةِ بَيْنَهُمْ .''

''ہمارے بادشاہ کے خویش واقارب میں سے کسی آدمی نے زنا کا ارتکاب کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کیا پھر رعایا میں سے ایک آدمی نے اسی گناہ کا ارتکاب کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کر دینا چاہا۔ اس کی قوم اس کے فیصلے میں حائل ہو گئی۔ کہنے لگی تم ہمارے آدمی کو اس وقت تک سنگسار نہیں کر سکتے جب تک کہ پہلے اپنے رشتے دار کو رجم نہ کرو چنانچہ دونوں طرف کے لوگوں نے

باہمی رضامندی سے زنا کی اس سزا پر اتفاق کر لیا۔"

رسول اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: "فَاِنِّیْ اَحْکُمُ بِمَا فِی التَّوْرَاۃِ"

"میں تورات کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ دوں گا۔"

پھر آپ ﷺ نے ان دونوں زنا کار مرد وعورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا' چنانچہ آپ کے حکم سے انہیں سنگسار کر دیا گیا۔ (ابوداؤد' کتاب الحدود' باب فی رجم الیہودیین' ۴۴۵۰)

"ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"فَرَأَیْتُ الرَّجُلَ یُحْنِیْ عَلَی الْمَرْاَۃِ یَقِیْهَا الْحِجَارَۃَ"

"(جب رسول اکرم ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا) تو میں نے مرد کو دیکھا کہ وہ عورت کی طرف جھک کر اسے پتھروں سے بچا رہا تھا۔"

(بخاری' ۱۳۲۹' ۱۳۳۵' مسلم ۱۶۹۹' ابوداؤد ۴۴۴۶)

(۷۵)

ہم جہاں میں تیری تصویر لئے پھرتے ہیں

متعدد حضرات ایسے تھے جو شکل وصورت میں نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔بعض حضرات کو چال ڈھال میں مشابہت کا شرف حاصل تھا۔

۱- سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھنے والی ہستی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ان کی چال نبی اکرم ﷺ سے بہت ملتی جلتی تھی۔

۲- حضرت قابس بن ربیعہ ابن مالک۔ نبی اکرم ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے اور یہ بات لوگوں میں مشہور تھی۔حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔انہوں نے بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ اس شخص کو عزت و احترام کے ساتھ میرے پاس بھجوائیں۔ جب وہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی مشابہت کا احترام کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی چارپائی سے اترے' کئی قدم چل کر ان کا استقبال کیا' ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ایک قطعہ زمین ان کے نام الاٹ کر دیا۔

۳- حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ آپ کی والدہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب انہیں بلاتی تھیں تو کہا کرتی تھیں:

''وَبِاَبِیْ شِبْہُ اَبِیْ ' غَیْرُ شِبْہٍ ' بِعَلِیٍّ''

''میرے والد ماجد ﷺ (کے رب) کی قسم! یہ میرے والد کے مشابہ ہیں' علی مرتضٰی کے مشابہ نہیں ہیں۔''

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سیّدنا علی مرتضیٰ کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔

۴- حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہم) حضرت عباس ان کے بچپن میں انہیں کھلاتے ہوئے کہا کرتے تھے: "اَیَا بُنَیَّ اَیَا قُثَمْ اَیَا شَبِیْهَ ذِی الْکَرَمْ"

"بیٹے! اے قثم! اے تصویر سراپا لطف وکرم!"

۵- حضرت محمد بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما) اپنے والد حضرت جعفر کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل تھے۔

۶- حضرت مغیرہ ابن حارث ابن عبدالمطلب' ان کی کنیت ابوسفیان تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی شب پیدا ہوئے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھے۔

۷- حضرت عبداللہ ابن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب' یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ تھے۔

۸- حضرت سائب بن عبد یزید بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

یہ حضرات ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ بعض حضرات رنگ میں' بعض اخلاق میں اور بعض چال میں گہری مشابہت رکھتے تھے اور اس معاملے میں معروف بھی تھے۔ (المحبر' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تعارف شخصیات:

حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور پھول ہیں۔ ۳ھ ماہِ شعبان کے وسط میں پیدا ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا یہ دنوں ہمارے بیٹے اور ہمارے نواسے ہیں' اے اللہ! ان سے محبت فرما' ان سے محبت رکھنے والے سے محبت فرما۔ مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی تو اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور انہیں اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرے والد (کے رب) کی قسم یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت پر چڑھ جاتے۔ آپ انتظار فرماتے اور ان کے لئے سجدہ

دراز فرما دیتے پھر فرماتے تمہاری سواری اچھی سواری ہے اور تم بھی اچھے سوار ہو۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہمارا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرائے گا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

☆ قثم بن عباس: ان کی والدہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا تھیں۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔ ان کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ سمرقند کی طرف جہاد کے لئے گئے اور شہید ہو گئے۔

☆ مغیرہ ابن حارث بن عبدالمطلب: یہ صحابی ہیں اور حضرت ابوسفیان بن حارث کے بھائی ہیں۔ رسول اللہ کی ولادت باسعادت کی شب پیدا ہوئے۔

☆ عبداللہ ابن نوفل بن حارث: جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھٹی دی اور ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا۔ ثقہ تھے اور ان کی نیکی ظاہر و باہر تھی۔ ۳۴ھ میں عمان میں فوت ہوئے۔ (سدا بہار خوشبوئیں)

(۷۶)

یہ اک ایسی حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ اک ایسی حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

اس لئے کہا گیا ہے کہ

محبت کو سمجھنا ہے تو پہلے خود محبت کر

جان لیجئے! بے شک محبت فکروں سے کٹ جانے اور رازوں سے چھپ جانے کا نام ہے۔ یہ خواص کے لئے نور اور عوام کے لئے نار (آگ) ہے۔ جس دل میں محبت داخل ہو جاتی ہے اسے بے چین و مضطرب اور پریشان کر دیتی ہے۔ حب (محبت) دو حروف کا مجموعہ ہے۔ حاء اور باء حاء "حتف" سے ہے یعنی کاٹنا اور باء "بلاء" سے ہے یعنی آزمائش۔ یہ حقیقتاً ایک بیماری ہے جس سے دوا اور شفا نکلتی ہے۔ اس کی ابتدا "فنا" اور انتہا "بقاء" ہے۔ اس میں بظاہر مشقت و کلفت ہے مگر باطنی طور پر سرور و لذت۔ یہ ناواقفوں کے لئے بدبختی و بیماری ہے جبکہ عارفوں کے لئے شفاء و تندرستی۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ (پ ۲۴ حم السجدہ ۴۴)

"تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ٹینٹ (روئی) ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے۔"

محبت کرنے والوں کی اقسام

محبت کرنے والوں کی کئی اقسام ہیں لیکن محبین الٰہی ہی خالص ومخلص لوگ ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (پ ۲، البقرۃ ۱۶۵)

''اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''اشد'' سے مراد پختگی اور ہمیشگی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین جب کسی بت کی پوجا کرتے اور پھر کوئی اس سے اچھی چیز دیکھ لیتے تو اس بت کو چھوڑ کر اس سے اچھی چیز کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے۔ (یعنی کافر اپنی محبتیں بدلتے رہتے تھے جبکہ مومن صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں)۔ (التفسیر الکبیر للامام فخر الدین الرازی، سورۃ البقرہ، تحت الآیۃ ۱۶۵، ج ۲، ص ۱۷۸)

حضرت سیّدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''بے شک کافر مصیبت کے وقت اپنے (باطل) معبود سے منہ موڑ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔''

(التفسیر البغوی، سورۃ البقرہ، تحت الآیۃ ۱۶۵، ج ۱، ص ۹۴)

چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

(پ ۲۱، العنکبوت، ۶۵)

''پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں ایک اسی پر عقیدہ لا کر۔'' مزید ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ

(پ ۱۵، بنی اسرائیل، ۶۷)

''اور جب تمہیں دریا میں مصیبت پہنچتی ہے تو اس کے سوا جنہیں پوجتے ہیں سب گم ہو جاتے ہیں۔''

مومن کی شان

مومن مصیبت و خوشحالی اور آزمائش وغیرہ کسی حال میں بھی بارگاہِ خداوندی سے اعراض نہیں کرتا اور اس پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا، حضرت سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کافر واسطے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بتوں کے متعلق کہتے تھے، جسے اللہ تعالیٰ قرآن مبین میں یوں بیان فرماتا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (پ ۲۳، الزمر ۳)

"کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔" اور وہ یہ بھی کہتے تھے:

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط (پ ۱۱، یونس ۱۸)

"یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔"

اس کے برعکس اہل ایمان کسی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی لئے ان کی محبت مشترک ہے جبکہ مومنین کی محبت غیر مشترک ہے کیونکہ وہ صرف خدائے واحد سے محبت کرتے ہیں۔"

ایک اور قول یہ ہے کہ "کفار کے معبودان کے اپنے ہی بنائے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ مومنین اللہ تعالیٰ ہی کو ہر چیز کا بنانے والا اور ہر مخلوق کا خالق مانتے ہیں۔"

اور بعض نے کہا: "کافر بتوں کو دیکھ کر ان سے محبت کرتے ہیں جبکہ مسلمان بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی بن دیکھے لاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان سے آخرت میں دیدار الٰہی کا وعدہ فرمایا گیا۔"

ایک قول یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط" اس لئے فرمایا کیونکہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے محبت کی پھر مومنین نے اس سے محبت کی اور جس کی محبت کی گواہی معبود برحق عزوجل دے یقیناً اس کی محبت زیادہ کامل اور زیادہ صحیح ہے۔" (تفسیر البغوی، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ ۱۶۵، ج ۱، ص ۹۵)

وہ اللہ کے پیارے اللہ ان کا پیارا

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں ارشاد فرماتا ہے:
"يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" (پ ٦، المائدہ، ۵۴)
"کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔"

حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج" (پ۳، البقرۃ ۲۸۶) "اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو" کی تفسیر میں فرماتے ہیں "یہاں بوجھ سے مراد محبت ہے۔"

(تفسیر البغوی، سورہ البقرۃ تحت الآیہ ۲۸۶، ج ۱ ص ۲۰۹، سفیان بدلہ ابراہیم)

حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام یوں دعا کیا کرتے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ" "یعنی اے میرے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے تیری محبت اور اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا سوالی ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے رب! مجھے اپنی جان، گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ اپنی محبت عطا فرما۔" آمین۔

(جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء داؤد علیہ السلام......الخ، الحدیث ۳۴۹۰، ص ۲۰۱۱)

مسجد والوں کی شان

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ قرآن پاک سے محبت کرے اور جو قرآن پاک سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ وہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ یہ ایسی عمارتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنانے اور پاک رکھنے کا حکم دیا اور ان میں برکت رکھی۔ پس یہ خیر و برکت والی جگہیں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی خیر و

برکت میں ہیں۔ یہ پسندیدہ جگہیں ہیں اور ان میں رہنے والے بھی پسندیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی نمازوں میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ یہ مساجد میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرماتا ہے۔"

(المجروحین لابن حبان، الرقم ۱۲۷۱، معرج ۲، ص ۱۰، بتغیر)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلاتا ہے۔" اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے "زمین وآسمان والوں میں اعلان کر دے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔" پھر اس کی محبت زمین میں اتار دی جاتی ہے۔ وہ پانی میں پڑتی ہے تو اسے نیک و بد بھی پیتے ہیں تو وہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو اس کے برعکس حکم فرماتا ہے پس نیک و بد بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔" (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالیٰ ..... الخ، الحدیث ۷۴۸۵، ص ۶۲۴، صحیح مسلم، کتاب البر، باب اذا احب اللہ تعالیٰ عبدا ..... الخ، الحدیث ۲۶۳۷، ص ۱۱۳۷، مفہوماً)

محبوبانِ خدا محبوبانِ اولیاء رحمہم اللہ:

مذکورہ حدیث پاک کی روشنی میں حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک حکایت منقول ہے "ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے پوچھا: "آپ کے دوست حضرت سیّدنا صالح یمانی رحمۃ اللہ علیہ کیا دعا مانگتے ہیں؟" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان کی دعا یہ ہے "اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی قُلُوْبِ عِبَادِکَ" یعنی اے اللہ! اپنے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے۔" خلیفہ نے اس دعا کو کمتر سمجھتے ہوئے کہا: "یہ ان کی دعا ہے۔" تو حضرت سیّدنا ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کیا تم اس کو معمولی خیال کرتے ہو؟ میں نے حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت

کرو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آخر تک حدیث بیان فرمائی۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب باب المقۃ من اللہ الحدیث ۶۰۴۰ ص ۵۱۰) حدیث پاک سنتے ہی خلیفہ کہنے لگا: ''میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' حضرت سیدنا ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''دوسرے دن جب میں حضرت سیدنا صالح یمانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور معانقہ فرما کر (گلے مل کر) میرے سر کا بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھے خوش کرے جیسے مجھے خوش کیا۔ گزشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا گویا میں مسجد نبویؐ میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں ''اپنی اس دعا ''اَللّٰھُمَّ حَبِّبْنِیْ اِلٰی قُلُوْبِ الْعِبَادِ'' پر قائم رہو۔ کیونکہ اولیائے کرام رحمہم اللہ کسی بندے سے تبھی محبت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہو۔'' پھر میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام کیا اور واپس لوٹ آیا۔''

تعجب کی بات تو یہ ہے

حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ یوں دعا مانگا کرتے تھے ''یا اللہ! مجھے اس بات پر تعجب نہیں کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں تو تیرا ایک حقیر بندہ ہوں بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ تو مجھ سے محبت فرماتا ہے حالانکہ تو مالک اور قدرت والا ہے۔''

☆ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ یوں مناجات کرتے تھے ''یا اللہ! یہ بات عجیب نہیں کہ ایک حقیر بندہ اپنے رب جلیل سے محبت کرتا ہے بلکہ عجیب تو یہ ہے کہ رب جلیل اپنے ذلیل بندے سے محبت کرتا ہے۔''

☆ بعض عارفین رحمہم اللہ فرماتے ہیں ''محبت ایک دانہ ہے جو لوگوں کی زمین میں کاشت کیا جاتا اور عقلوں کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ پس وہ پانی کی صفائی اور زمین کی عمدگی کے مطابق پھل دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ (پ ۸، الاعراف، ۵۸)

''اور جو بھی اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو

خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل۔"

اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے کا درجہ

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ اسلام کی حلاوت پائے گا۔(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرے (۳) اسلام لانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالا جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال من...... الخ، الحدیث ۱۶۵، ص ۶۸۷)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ بروز قیامت فرمائے گا، میری خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ (رحمت) میں جگہ عطا فرماؤں گا، آج میرے سایہ (رحمت) کے سوا کوئی سایہ نہیں۔"

(صحیح مسلم، کتاب البر، باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ، الحدیث ۲۵۶۶، ص ۱۱۲۷)

حضرت سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے (بروز قیامت) نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔"

(جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ، الحدیث ۲۳۹۰، ص ۱۸۹۲)

(۷۷)

حکمت ونصیحت کا پیکر اتم

حضرت لقمان کی مدح وثناء اور ان کی بعض نصیحتوں کا تذکرہ قرآن میں بڑی عظمت شان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور انہیں کے نام پر قرآن مجید کی ایک سورہ کا نام ''سورہٗ لقمان'' رکھا گیا۔

محمد بن اسحاق صاحب مغازی نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے'لقمان بن باعور بن باجور بن تارخ۔ یہ تارخ وہی ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد ہیں اور بعض مورخین نے فرمایا: آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور بعض کا قول ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت لقمان نے ایک ہزار برس کی عمر پائی یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر ان سے علم سیکھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے آپ بنی اسرائیل کے مفتی تھے مگر حضرت داؤد علیہ السلام منصب نبوت پر قائم ہو گئے تو انہوں نے فتویٰ دینا ترک کر دیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت لقمان نے فرمایا ہے: میں نے چار ہزار نبیوں کی خدمت میں حاضری دی ہے اور ان پیغمبروں کے مقدس کلاموں میں سے آٹھ باتوں کو میں نے چن کر یاد کر لیا ہے جو یہ ہیں:

۱- جب تم نماز پڑھو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

۲- جب تم کھانا کھاؤ تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

۳- جب تم کسی غیر کے مکان میں رہو تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔

۴- جب تم لوگوں کی مجلس میں رہو تو اپنی زبان کی حفاظت رکھو۔
۵- اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھو۔
۶- اپنی موت کو ہمیشہ یاد کرتے رہا کرو۔
۷- اپنے احسانوں کو بھلا دو۔
۸- دوسروں کے ظلم کو فراموش کر دو۔

حضرت لقمان کون تھے؟

حضرت عکرمہ اور امام شعبی کے سوا جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ آپ نبی نہیں تھے بلکہ آپ حکیم تھے اور بنی اسرائیل کے نہایت ہی بلند مرتبہ' صاحب ایمان اور بہت ہی نامور مرد صالح تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو حکمتوں کا خزینہ بنا دیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○ (لقمان' رکوع ۲)

''اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا ہوا ہے۔''

حضرت لقمان عمر بھر لوگوں کو نصیحتیں فرماتے رہے۔ تفسیر فتح الرحمٰن میں ہے کہ آپ کی قبر مقام ''صرفند'' یعنی ''رملہ'' کے قریب ہے اور حضرت قتادہ کا قول ہے کہ آپ کی قبر ''رملہ'' میں مسجد اور بازار کے درمیان میں ہے اور اس جگہ ستر انبیاء علیہم السلام بھی مدفون ہیں جن کو آپ کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس سے نکال دیا تھا اور یہ لوگ بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر وفات پا گئے تھے۔ آپ کی قبر پر ایک بلند نشان ہے اور لوگ اس قبر کی زیارت کے لئے دور دور سے جایا کرتے ہیں۔ (روح البیان' ج ۷' ص ۷۷ و صاوی' ج ۳' ص ۲۱۰)

حکمت کیا ہے؟

''حکمت'' عقل و فہم کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ''حکمت'' معرفت اور اصابت فی الامور کا نام ہے اور بعض کے نزدیک حکمت ایک ایسی شئے ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے دل

میں یہ رکھ دیتا ہے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ مختلف اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو نیند کی حالت میں اچانک حکمت عطا فرمادی تھی۔ بہر حال نبوت کی طرح حکمت بھی ایک وہبی چیز ہے' کوئی شخص اپنی جدوجہد اور کسب سے حکمت حاصل نہیں کر سکتا جس طرح کہ بغیر خدا کے عطاء کئے کوئی شخص اپنی کوششوں سے نبوت نہیں پا سکتا اور یہ بات ہے کہ نبوت کا درجہ حکمت کے مرتبے سے بہت اعلیٰ اور بلند تر ہے۔ (روح البیان ج ۷ ص ۷۵)

حضرت لقمان نے اپنے فرزند کو جن کا نام ''انعم'' تھا چند نصیحتیں فرمائی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ لقمان میں ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دوسری نصیحتیں آپ نے فرمائی ہیں جو تفاسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

مشہور ہے کہ آپ درزی کا پیشہ کرتے تھے اور بعض نے کہا: آپ بکریاں چراتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپ حکمت کی باتیں بیان کر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ کیا تم فلاں چرواہے نہیں ہو؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں میں یقیناً وہی چرواہا ہوں تو اس نے کہا: آپ حکمت کے اس مرتبہ پر کس طرح فائز ہو گئے؟ آپ نے فرمایا: باتوں میں سچائی اور امانتوں کی ادائیگی اور بیکار باتوں سے پرہیز کرنے کی وجہ سے۔ (صادی ج ۳ ص ۲۱۱)

(۷۸)

جھوٹی گواہی کا وبال

مروان بن حکم کے دور خلافت میں اروی بنت اویس نامی خاتون نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر مقدمہ دائر کیا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ مقدمہ یہ تھا کہ انہوں نے اروی کی زمین کے ایک ٹکڑے پر ناجائز قبضہ کرلیا ہے۔ مقدمہ مروان کے پاس گیا۔ اس نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ یہ اس وقت خاصے بوڑھے ہو چکے تھے۔ مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے کہا:

''اَنَا اَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا؟ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ .''

''میں اس کی زمین پر کیسے قبضہ کرسکتا ہوں جب کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے۔''

مروان کہنے لگا اے صحابی رسول! آپ بتایئے آپ نے کیا سنا ہے؟

کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ .''

''جس شخص نے کسی کی بالشت برابر زمین پر بھی ظلم سے قبضہ کیا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔''

(صحیح البخاری' بدء الخلق' باب ماجاء فی سبع ارضین' حدیث ۳۱۹۸)

مروان نے کہا اس حدیث کے سننے کے بعد کسی دلیل، گواہی یا حجت کی کوئی ضرورت نہیں۔ مقدمہ خارج کر دیا اور فیصلہ دیا کہ سعید پر ناجائز مقدمہ بنایا گیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

سعید رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے۔ ان کی عمر کے اس حصے میں اہانت ہوئی تھی اور انہیں عدالت میں طلب کیا گیا تھا۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا"

"اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کو اندھی کر دے اور اس کو اسی کی زمین میں ہلاک کر دے۔"

چنانچہ مرنے سے پہلے وہ عورت اندھی ہو گئی۔ ایک دن اپنی زمین پر پھر رہی تھی کہ اچانک ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔

(۷۹)

کمانڈر انچیف اور عاجزی کا پیکر؟

حضرت ابوعبیدہ بن عامر الجراح رضی اللہ عنہ ان دس خوش نصیب صحابہ کرام میں سے ایک تھے، جنہیں زبانِ رسالت سے جنت کی بشارت دی گئی۔ اس دور کا ایک یادگار واقعہ یہ ہے کہ جب وہ اسلامی افواج کے کمانڈر انچیف تھے۔

شاہِ روم نے حضرت ابوعبیدہ کو پیغام بھیجا:

''ہم آپ کے پاس ایک نمائندہ صلح کا پیغام دے کر بھیجنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کو انصاف کی دعوت دے گا۔ اگر آپ قبول کرلیں تو امید ہے کہ آپ کے لئے اور ہمارے لئے بہتر ہوگا اور اگر قبول نہ کریں تو اس میں ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہی کا نقصان ہے۔'' حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا: جسے چاہو بھیج دو!

انہوں نے ایک دراز قد، سرخ رنگ اور نیلگوں آنکھوں والے شخص کو بھیجا۔ جب وہ مسلمانوں کے قریب آیا تو اسے کمانڈروں کا رعب اور دبدبہ رکھنے والا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ وہ امتیازی اور وضع قطع نہ رکھنے کے سبب حضرت ابوعبیدہ کو پہچان نہ سکا اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ ابوعبیدہ ان میں موجود بھی ہیں یا نہیں۔

آخر مجبور ہوکر اس نے پوچھا: اے گروہ عرب تمہارے کمانڈر کہاں ہیں؟

اسے بتایا گیا کہ یہ جو تمہارے سامنے موجود ہیں، یہی کمانڈر ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ابوعبیدہ زرہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں تیر ہیں جنہیں وہ الٹ پلٹ کر رہے ہیں۔ وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس کوئی خادم تھا اور نہ ہی کوئی سیکورٹی کا انتظام

تھا۔ کمانڈروں کا خصوصی امتیازی نشان بھی ان کے کندھوں پر سجا ہوا نہیں تھا۔

نمائندے نے پوچھا آپ ان کے کمانڈر ہیں؟ فرمایا ہاں!

اس نے کہا آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ اگر آپ گدے یا قالین پر بیٹھے ہوتے تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا مقام کم ہو جاتا؟ یا وہ اپنی نوازشیں کم کر دیتا؟ حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا:

ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

''اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں فرماتا۔ میں تمہیں سچ سچ بتاتا ہوں۔ آج میری ملکیت میں صرف ایک گھوڑا ہے' تلوار ہے یا چند دوسرے ہتھیار ہیں۔ کل مجھے خرچ کے لئے کچھ رقم کی ضرورت تھی جو میں نے اپنے بھائی معاذ بن جبل سے قرض لے کر پوری کی۔ اگر میرے پاس گدا یا قالین موجود بھی ہوتا تو یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس پر بیٹھ جاتا اور اپنے اس بھائی کو زمین پر بٹھا دیتا جس کا مرتبہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مجھ سے بہتر ہو۔ ہم اللہ کے بندے ہیں' زمین پر چلتے ہیں' اسی پر کھاتے پیتے ہیں اور اسی پر سوتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارا درجہ کم نہیں ہو جاتا بلکہ ہمارے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور ہمارے درجے بلند ہوتے ہیں۔ تم اپنا مقصد بیان کرو۔

(صفۃ الصفوۃ...... ابن جوزی کسی قدر تصرف کے ساتھ)

یہ تھا سلف صالحین کا انصاف۔ اس دور میں حکمران ایسا انداز اختیار نہیں کرتے تھے کہ عوام سے ممتاز دکھائی دیں۔ وہ اجر و ثواب میں دل چسپی رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ معاملات میں عوام کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ دیکھئے جب سرزمین حجاز میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط واقع ہوا تو بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ میں گڑگڑ کی آواز پیدا ہوئی۔ انہوں نے اپنے پیٹ پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

''اے پیٹ! تو ضرور مرجائے گا' جب تک مدینہ طیبہ میں گھی اوقیہ کے حساب سے (مہنگا) فروخت ہوتا رہے گا۔'' (یہ قحط ۱۷ھ میں واقع ہوا۔ دیکھئے تاریخ الخلفاء' اس سال کا نام عام الرمادۃ رکھا گیا یعنی قحط سالی کے سبب لوگوں کے چہرے دھندلا گئے تھے)

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! غور فرمائیں ان کے پاس مسلمانوں کے کثیر اموال تھے' اس کے باوجود وہ کس قدر تواضع پسند اور دنیا سے بے رغبت تھے؟ وہ حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ ایک شعبے کے سربراہ کے پاس صرف ایک دن کی خوراک ہوتی تھی۔ اس کے گھر میں کپڑے دھونے کے برتن' نمدہ اور چغہ کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔ اس کے باوجود دن رات مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے مدرسے سے فارغ ہو کر نکلے۔ انہوں نے ایک دنیا کو فتح کیا۔ تختوں کو سرنگوں کیا اور عدل وانصاف کی حکومت قائم کی۔

(الریاض النضرۃ اور فتوح الشام کسی قدر تصرف کے ساتھ)

نوٹ: اسلامی افواج کے کمانڈر انچیف پروردۂ بارگاہِ رسالت تھے۔ ان کی بے نفسی اور تواضع کا تذکرہ آپ سطور بالا میں پڑھ چکے ہیں حالانکہ یہ وہ لوگ تھے' جن کا نام سن کر قیصر وکسریٰ کانپ جایا کرتے تھے۔ کاش آج کے فوجی جرنیل ان بزرگوں کے نقوش پا کو اپنے لئے مشعل راہ بنالیں۔

(۸۰)

عظیم خادمہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس ایک عجمی خادمہ تھی۔ ایک رات وہ محوآرام تھی پھر میں نے دیکھا کہ اس نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئی تو سربسجو ہوگئی اور عرض کرنے لگی ''اے میرے مولیٰ! اس محبت کی قسم جو تجھے مجھ سے ہے! میری بخشش فرمادے۔'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے! یوں نہ کہہ بلکہ یوں کہہ اس محبت کی قسم جو مجھے تجھ سے ہے! کیونکہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔'' کہنے لگی اے میرے آقا! اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو وہ آپ کو سلا کر مجھے اپنے حضور کھڑا نہ کرتا۔ اس کی محبت ہے کہ مجھے مشرکین کے ملک سے نکالا اور مومنین میں داخل فرمادیا۔'' یہ سن کر میں نے کہا: ''جا میں نے تجھے رضائے الٰہی کے لئے آزاد کیا۔'' تو وہ کہنے لگی ''اے میرے آقا! آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا' پہلے میرے لئے دو اجر تھے' اب صرف ایک رہ گیا۔'' پھر اس کی زوردار چیخ بلند ہوئی اور کہنے لگی ''یہ تو میرے چھوٹے مالک کا آزاد کرنا ہے' حقیقی مالک کا آزاد کرنا کیسا ہوگا۔'' پھر وہ نیچے گری اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اللہ کی قسم! یہ محبین کی صفات ہیں جن کے دل رب العالمین کی محبت میں معلق (اٹکے) رہتے ہیں۔ کسی محبّ سے پوچھا گیا ''تو نے محبت کو کیسا پایا؟'' جواب دیا ''میں ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے ساحل پر کھڑا ہوں جس کا دوسرا کنارہ نہیں ملتا تو مجھے اس ذات نے قرب بخشا جو فرماتا ہے ''مَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا'' جو مجھ

سے ایک بالشت قریب ہو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں۔' (جامع الترمذی' کتاب الدعوات' باب فی حسن الظن باللہ' الحدیث ۳۶۰۳' ص ۲۰۲۲) پس میں نے اس کے حکم سے سواری محبت پر سوار ہو گیا تو روح نے پکارنے والے کو جواب دیا:

"بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَ مُرْسٰھَا ط" (پ ۱۲' ھود' ۴۱)

''اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا۔''

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر

(صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''اس میں تعلیم ہے کہ بندے کو چاہئے جب کوئی کام کرنا چاہے تو اس کو بسم اللہ پڑھ کر کرے تاکہ اس کام میں برکت ہو اور وہ سبب فلاح ہو۔'' ضحاک نے کہا: ''جب حضرت نوح علیہ السلام چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ فرماتے تھے' کشتی چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ ٹھہر جائے تو بسم اللہ فرماتے تھے' ٹھہر جاتی تھی)

جب میں بحر محبت کے درمیان اتھاہ گہرائیوں میں پہنچا تو میں اس کے راستوں میں پریشان ہو گیا۔ مجھ پر یہی کیفیت طاری رہی یہاں تک کہ محبوب حقیقی نے مجھے ''یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ'' یعنی وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔'' کے پاکیزہ اجتماع میں پہنچا دیا اور اب میں مقام ''بقاء'' اور مقام ''فناء'' کے درمیان ہوں یہاں تک کہ فنا کو پالوں۔'' (الروض)

یاد رکھو! کھانے سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھنے سے کھانے میں بے برکتی ہوتی ہے۔

حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا رحمت میں حاضر تھے۔ کھانا پیش کیا گیا۔ ابتداء میں اتنی برکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی مگر آخر میں بڑی بے برکتی دیکھی۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا: ''ہم سب نے کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ پھر ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے بغیر کھانے کے لیے بیٹھ گیا اس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھالیا۔

(شرح السنۃ' رقم الحدیث ۲۸۱۸' ج ۶' ص ۶۲)

(۸۱)

امانت سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امانت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب' رکوع ۹)

''بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اس کو اٹھا لیا بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے تا کہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور تا کہ اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

وہ امانت جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش فرمایا تو ان سبھوں نے خوف الٰہی سے ڈر کر اس امانت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن انسان نے امانت کے اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ سوال یہ ہے کہ وہ امانت درحقیقت کیا چیز تھی؟ اس کے بارے میں مفسرین کے چند اقوال ہیں مگر حضرت علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس امانت کی

سب سے بہترین تفسیر یہ ہے کہ وہ امانت شرعی پابندیوں کی ذمہ داری ہے۔

شرعی احکام پہ عمل کرنے کا درجہ

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب شریعت کی پابندیوں کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے روبرو پیش فرمایا تو ان تینوں نے عرض کیا: اے باری تعالیٰ! ہمیں اس بارگراں کے اٹھانے میں کیا حاصل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم ان احکام شریعت کی پابندی کرو گے تو تمہیں بہترین صلہ وانعام عطا کیا جائے گا تو تینوں نے جواب میں عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ہم تو بہرحال تیرے حکم کے فرماں بردار ہیں، باقی ثواب وعذاب سے ہمیں کوئی مطلب نہیں ہے لیکن خوف الٰہی سے ڈر کر کانپتے ہوئے ان تینوں نے اس امانت کو قبول کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کرتے ہوئے انکار کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس امانت کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش فرمایا تو آپ نے بھی دریافت کیا کہ اس امانت کی ذمہ داری قبول کرلینے سے ہمیں کیا ملے گا؟ باری تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم اچھی طرح اس کی پابندی کرو گے تو تمہیں بڑے بڑے انعام واکرام سے نوازا جائے گا اور اگر تم نے نافرمانی کی تو طرح طرح کے عذابوں میں تمہیں گرفتار کیا جائے گا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس بارامانت کو اٹھالیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم میں اس سلسلے میں تیری مدد کروں گا۔

(صاوی، ج ۳، ص ۲۴۱)

ایک سوال کا جواب

ابلیس نے سجدہ آدم علیہ السلام کے بارے میں خدا کا حکم ماننے سے انکار کیا تو وہ راندۂ درگاہ الٰہی ہوکر دونوں جہان میں مردود ہوگیا مگر آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں نے امانت کو اٹھانے کے بارے میں حکم الٰہی ماننے سے انکار کیا تو وہ بالکل معتوب نہیں ہوئے۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس میں راز کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ابلیس کے انکار اور آسمانوں وغیرہ کے انکار میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ ابلیس کا انکار بطور استکبار (تکبر) تھا اور آسمانوں وغیرہ کا انکار بطور استصغار (تواضع) تھا یعنی ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر سجدۂ آدم علیہ السلام

سے انکار کیا تھا اور آسمانوں وغیرہ نے اپنے آپ کو چھوٹا سمجھ کر بار امانت اٹھانے سے معذوری ظاہر کی تھی اور ظاہر ہے کہ تکبر وہ گناہ عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اور تواضع وہ پیاری ادا ہے جو خداوند قدوس کو بے حد محبوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس انکار کر کے عذاب دارین کا حق دار بن گیا اور آسمان و زمین وغیرہ انکار کر کے مورد عتاب بھی نہیں ہوئے بلکہ خدا کے رحم و کرم کے مستحق ہو گئے۔

اللہ اکبر! کہاں استکبار؟ اور کہاں استصغار؟ کہاں تکبر؟ اور کہاں تواضع؟ کہاں اپنے کو بڑا سمجھنا؟ اور کہاں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھا؟ دونوں میں بہت عظیم فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر سے بچائے اور تواضع کا خوگر بنائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ وہ شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لعاب دہن کی گھٹی دی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ مفسر قرآن' راوی حدیث' خلفائے ثلاثہ کے فیصلوں کے رمز آشنا' فقیہ' شعر و ادب کے شناور اور حساب و فرائض اور ایام عرب کے عالم تھے۔ اسی بناء پر وہ حبر الامت کہلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا گورنر مامور کیا۔ وہ جنگ صفین میں خلیفہ چہارم کے ہمراہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ ھ میں طائف میں وفات پاگئے۔

(اسد الغابہ' ج ۳' ص ۲۹۰' ۲۹۴)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مجلس میں باریابی کی اجازت طلب کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی۔

وہ آدمی گویا ہوا: اے خطاب کے بیٹے! اللہ کی قسم! آپ ہمیں عطیات نہیں دیتے ہیں اور نہ ہمارے مابین انصاف کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ طیش میں آگئے اور اسے سزا دینی چاہی۔

حر بن قیس نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ٥

''آپ درگزر کریں' نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔'' (الاعراف' ۱۹۹)

اور یہ جاہلوں میں سے ہے۔ اس کے الفاظ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھنڈے پڑ گئے۔

(صحیح بخاری' ۴۶۴۲)

(۸۳)

فتویٰ دینے میں احتیاط اور سوچ بچار سے کام لو

دورِ اول کے علماء سے فتویٰ طلب کیا جاتا تو وہ دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے اور خود اس وقت فتویٰ دیتے جب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہ جاتا۔ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری ہو وہ سب سے زیادہ آگ پر جرأت کرنے والا ہے۔''

(اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن جعفر سے مرسلاً روایت کیا' امام سیوطی اسے جامع میں نمبر ۱۸۳ پر اور امام عجلونی نمبر ۱۱۳ پر لائے ہیں)

سلف صالحین فتویٰ دینے سے گھبراتے تھے اور خوف زدہ ہوتے تھے۔ اس لئے استفتاء دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے ایک مسئلہ حضرت علقمہ سے پوچھا۔ انہوں نے ایک تیسرے فقیہ کے پاس بھیج دیا۔ جس کے پاس جاتا وہ کسی اور فقیہ کے پاس بھیج دیتا۔ یہاں تک کہ میں پھر حضرت علقمہ کے پاس پہنچ گیا اور انہیں ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا عمیر! اس بات پر تعجب نہ کرو کہ یہ فقہاء استفتاء ایک کے بعد دوسرے کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ بزرگ فقہاء کہا کرتے تھے:

''جو شخص فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جرآت کرنے والا ہو جان لو کہ وہ سب سے کم علم ہے۔''

اسی لئے سلف صالحین صحابہ اور تابعین فتویٰ دینے کو ناپسند کرتے تھے۔ استفتاء دوسروں کے پاس بھیج دیتے تھے تاکہ وہی اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہوں لیکن جب یہ ذمہ داری ان کے سر آجاتی اور دوسرا کوئی راستہ نہ ہوتا تو وہ ڈرتے ہوئے فتویٰ صادر کرتے تھے۔

ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ کاش کوئی دوسرا اس ذمہ داری کو قبول کر لیتا۔ بعض فقہاء مثلاً امام شافعی اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے تھے۔ انہوں نے اکثر و بیشتر اپنے قدیم اقوال سے رجوع کیا ہے۔ اسی طرح امام عزالدین ابن عبدالسلام نے ایک دن فتویٰ دیا پھر انہیں احساس ہوا کہ انہوں نے فتویٰ دینے میں غلطی کی ہے۔ انہوں نے مصر میں اعلان کرا دیا:

''میں نے خطا کی ہے' میں نے حق کی طرف رجوع کیا اور حق میرے فتویٰ کے خلاف تھا۔'' (اعلام الموقعین' بتصرف)

اللہ تعالیٰ ان سراپا اخلاص اور طیب و طاہر روحوں پر رحم فرمائے جو سرچشمۂ ایمان سے بار بار سیراب ہوئیں۔ کسر نفسی ان کا شیوہ تھا۔ وہ حق کی طرف رجوع کرنے سے گریز کرتے تھے اور نہ ہی شرماتے تھے۔ کیونکہ ان کا مقصود حق ہی ہوتا تھا جہاں بھی ہوتا۔ جس مسئلے کا انہیں علم نہ ہوتا صاف کہہ دیتے میں نہیں جانتا۔ انہیں جھوٹی عزت گناہ پر نہیں ابھارتی تھی۔ وہ زبان حال سے کہتے تھے:

''اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور ہمیں اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی طاقت عطا فرما۔''

حضرت عمیر بن سعید اور حضرت علقمہ

عمیر بن سعید اور حضرت علقمہ رضوان اللہ علیہم کا مختصر تعارف یہ ہے:

ابو یحییٰ' عمیر بن سعید نخعی صہبانی کوفی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' ان سے امام شعبی اور ابو حصین روایت کرتے ہیں' ابن حبان نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔ ۱۰۷ھ میں فوت ہوئے۔ ابن سعد نے فرمایا ۱۱۵ھ میں وفات پائی اور حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی ہمدانی کی کنیت ابو شبل تھی۔ وہ تابعی اور عراق کے فقیہ تھے۔ طور طریقہ اور فضیلت میں حضرت ابن مسعود کے مشابہ (اور ان کے شاگرد) تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے۔ صحابہ کرام سے حدیث روایت کی اور ان سے بہت سے محدثین نے حدیث روایت کی۔ صفین میں حاضر ہوئے اور ۶۲ھ کوفہ میں فوت ہوئے۔ (الاعلام: ۴' ۲۴۸)

(۸۴)

انوکھی مناجات

حضرت سیدنا ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناجات میں عرض کرتے ہیں ''اے میرے مولیٰ! اگر تو نے میرے گناہوں کا مواخذہ کیا تو میں تجھ سے بخشش طلب کروں گا۔ اگر تو نے میرے بخل کے سبب پوچھ گچھ کی تو میں تجھ سے جود و کرم کا سوال کروں گا۔ اگر تو نے نافرمانی پر میرا احساب کتاب لیا تو میں تجھ سے احسان طلب کروں گا۔ اگر تو نے مجھے آگ میں داخل کیا تو میں اہل دوزخ سے کہوں گا کہ میں رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں۔'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آواز آئی ''اے ابوسلیمان! ہم تجھے جہنم میں نہیں بلکہ جنت میں داخل کریں گے کہ تو اہل جنت کو ہماری محبت کے متعلق بتائے' اہل دوزخ کو ہماری محبت سے آگاہ نہ کرے کیونکہ محبت کرنے والوں کا ٹھکانہ جنت اور دشمنوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔'' (الروض)

اے اہل اسلام! محبت دلہن کی مانند ہے اور اس کا حق مہر جانوں کی قربانی ہے۔ اس کی وجہ سے گرنیں اور سر جھکے رہتے ہیں۔ یہ دلوں پر اپنی تجلی ڈالتی اور گدلا پن دور کرتی ہے۔ یہ عارف کے لئے نور ہے تو جہال کے لئے آگ۔ جب محبت کی پاکیزہ شراب اہل صفا کو اکساتی ہے تو اہل وفا کے دل حاضر ہو جاتے ہیں۔ پس ذکر الٰہی اس کا ساز ہے تو توحید باری تعالیٰ اس کا گلدستہ ہے۔ شکر اس کا ترجمان ہے تو ہیبت اس کی پہچان۔ اہل محبت کے لئے باغ وصال یار کے دروازے کھولے جائیں گے' وہ صبح و شام اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ محبوب حقیقی بلا حجاب ان پر تجلی فرمائے گا اور خوش رو ملائکہ ہر دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے۔ پس قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والوں کے لئے خوشخبری اور اچھا ٹھکانہ ہے اور خوف خدا رکھنے والے اور برے حساب سے ڈرنے والے جنت میں آراستہ پیراستہ صوفوں سے ٹیک لگائے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ثواب ہے ان کا۔

(۸۵)

وہ جن کی تابعداری جن اور جانور بھی کرتے تھے

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ اوران کی سلطنت کا ایک خصوصی امتیاز یہ ہے کہ ان کے زیرنگیں صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے اور سب آپ کے حاکمانہ اقتدار کے زیرحکم تھے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ دربار خداوندی میں یہ دعا کی تھی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۝ (ص، رکوع ۳)

''اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کے لئے بھی میسر نہ ہو بے شک تو بہت عطا فرمانے والا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مقبول فرمائی اور آپ کو ایسی عجیب وغریب حکومت اور بادشاہی عطا فرمائی کہ نہ آپ سے پہلے کسی کو ملی نہ آپ کے بعد کسی کو میسر ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن نے یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے تو خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون میں باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی کہ ''وهب لی ملکا ینبغی لاحد من بعدی'' یہ یاد آتے ہی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

(بخاری، کتاب الانبیاء وفتح الباری، ج ۶، ص ۳۵۶)

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کے خصائل و معجزات اور خصوصی امتیازات و کمالات مجھ میں جمع فرما دیئے ہیں اسی لئے قوم جن کی تسخیر پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا خصوصی طغراء امتیاز قرار دیا ہے اس لئے میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

سلیمان علیہ السلام کا معجزانہ اقتدارِ حکومت

قرآن کریم کی حسب ذیل آیتوں میں بھی حضرت علیہ السلام کے اس معجزانہ اقتدار حکومت کا تذکرہ ہے۔

وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ ۝ (الانبیاء، رکوع ۶)

''اور شیطان (سرکش جنوں) میں سے ہم نے مسخر کر دیے وہ جو اس (سلیمان علیہ السلام) کے لئے غوطے لگاتے اور بیش قیمت سمندری سامان نکالتے اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے کام انجام دیتے اور ہم ان کے نگراں اور نگہبان ہیں۔'' اسی طرح سورۂ سبا میں ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ (السبا، رکوع ۲)

''اور جنوں میں سے وہ تھے جو ان کی خدمت انجام دیتے تھے ان کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ہمارے حکم کے خلاف کجروی کرے ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے وہ (جنّ) ان کے لئے بناتے تھے وہ جو چاہتے تھے محرابین اور تصویریں اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کے مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔''

اور سورۂ نمل میں یہ فرمایا:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ٥ (النمل' رکوع ۲)

''اور اکٹھے کئے گئے سلیمان علیہ السلام کے لئے ان کے لشکر جنوں میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے اور وہ درجہ بدرجہ کھڑے کئے جاتے ہیں۔'' اور سورۂ ص میں اس طرح ارشاد فرمایا:

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ٥ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ٥ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥ (ص رکوع ۳)

''اور مسخر کردیئے گئے سلیمان علیہ السلام کے لئے شیاطین (سرکش جن) ہر قسم کے کام کرنے والے عمارت بنانے والے اور دریا میں غوطہ لگانے والے اور وہ (سرکش جن) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یہ ہماری عطا ہے چاہے اس کو بخش دو چاہے روکے رکھو اس کا کوئی محاسبہ نہیں ہوگا۔''

جذبۂ الحاد سے سرشار لوگ

بعض ملحدین جن کو معجزات کے انکار اور انکار جن کا مرض ہو گیا ہے وہ لوگ ان آیتوں کے بارے میں عجیب عجیب مضحکہ خیز باتیں بکتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''جن'' سے مراد انسانوں کی ایک ایسی قوم ہے جو اس زمانے میں بہت قوی ہیکل اور دیو پیکر تھی اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی اور حیوانات کی تسخیر کے بارے میں یہ بکتے ہیں کہ قرآن میں اس سلسلے کا ذکر صرف ''ہدہد'' سے متعلق ہے اور یہاں ہدہد سے پرند مراد نہیں بلکہ ہدہد ایک آدمی کا نام تھا جو پانی کی تفتیش پر مقرر تھا۔

اس قسم کی لغویات اور رکیک باتیں کرنے والے یا تو جذبۂ الحاد میں قصداً قرآن مجید کی تحریف کرتے ہیں یا قرآن کی تعلیمات سے جاہل ہونے کے باوجود اپنے دعویٰ بلا دلیل پر اصرار کرتے رہتے ہیں۔

خوب سمجھ لو کہ قرآن مجید نے ''جن'' کے متعلق جا بجا بصراحت یہ اعلان کیا ہے کہ وہ انسانوں سے جدا خدا کی ایک مخلوق ہے صرف ایک آیت پڑھ لو جو اس بارے میں قول فیصل

ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" یعنی ہم نے جن اور انسان کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ خدا کے عبادت گزار بنیں۔

دیکھ لو اس آیت میں جن کو انسان سے جدا ایک مخلوق ظاہر کر کے دونوں کی تخلیق کی حکمت بیان کی گئی ہے لہٰذا اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ جن انسانوں ہی میں سے ایک قوی ہیکل قوم کا نام ہے غور کیجئے کہ یہ کتنی بڑی جہالت کی بات ہے۔

اسی طرح جب "ہدہد" کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صاف صاف پرند فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا: "وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ" یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو اس تصریح کے بعد کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے خلاف کوئی رکیک اور لچر تاویل کرے اور یہ کہے کہ ہدہد پرند نہیں تھا بلکہ ایک آدمی کا نام تھا سوچئے کہ یہ مغرب زدہ ملحدوں کا علم ہے یا ان کی جہالت کا قطب مینار ہے۔ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔"

تخت سلیمان علیہ السلام ہوا کے دوش پر:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ بھی ایک خاص معجزہ اور ان کی نبوت کا خصوصی امتیاز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے "ہوا" کو ان کے حق میں مسخر کر دیا تھا اور وہ ان کے زیر فرمان کر دی گئی تھی چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت کی مقدار ہوا کے دوش پر سفر کر لیتے تھے۔

قرآن کریم نے آپ کے اس معجزے کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں مسخر کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ہوا ان کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید و تیز و تند ہونے کے باوجود ان کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہو جاتی تھی۔ تیسری بات یہ کہ ہوا نرم رفتاری کے باوجود اس کے تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صبح و شام کا جدا جدا سفر ایک سہ شوار کے مسلسل ایک ماہ کی رفتار کے برابر تھا۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت انجن اور مشین جیسے ظاہری اسباب سے بالاتر ہوتے ان کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز مگر سبک روی کے ساتھ ہوا کے کاندھے پر اڑا چلا جاتا ہے۔

اسرائیلیات کا اعتبار نہیں

اس مقام پر تخت سلیمان اور آپ کے سفر کے متعلق جو تفصیلات سیرت کی کتابوں اور تفسیروں میں منقول ہیں ان میں بہت سے واقعات اسرائیلیات کا ذخیرہ ہیں جن کو بعض واعظین بیان کرتے ہیں مگر وہ قابل اعتبار نہیں اور ان پر بہت سے اعتراضات بھی وارد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے تو اس واقعہ کے متعلق صرف اس قدر بیان کیا ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىْءٍ عٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء، رکوع ۶)

''اور سلیمان کے لئے تیز ہوا مسخر کر دی کہ اس کے حکم سے چلتی اس زمین کی طرف جس میں ہم نے برکت دی تھی اور ہم کو ہر چیز معلوم ہے۔''

اور سورۂ سبا میں یہ ارشاد فرمایا:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ (ص رکوع ۲)

''اور سلیمان کے قابو میں ہوا کر دی کہ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی راہ اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ۔''

اور سورۂ ص میں فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ○

(ص، رکوع ۲)

''تو ہم نے ان (سلیمان) کے لئے ہوا کو تابع فرمان کر دیا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتے۔''

(۸۶)

جلد بازی میں فیصلہ نہ کرو

ابوعمرو عامر بن شراحیل الشعبی جنوبی عرب کے قبیلہ ہمدان کی شاخ شعب سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ۱۹ھ ۶۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن اشعث کی بغاوت میں حصہ لیا اور پھر حجاج بن یوسف کے انتقام سے بچنے کے لئے قتیبہ بن مسلم کے پاس فرغانہ چلے گئے۔ حجاج سے معافی ملی تو خلیفہ عبدالملک نے امام شعبی کو دمشق بلوا لیا اور انہیں سفارت کے ساتھ قسطنطنیہ بھیجا۔ وہ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ انہوں نے ۱۰۱ھ ۷۲۸ء میں وفات پائی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱ ص ۳۹ ۷ ۴۱ ۷)

شعبی کہتے ہیں: ''میں قاضی شریح کی خدمت میں بیٹھا تھا' اتنے میں ایک عورت روتے ہوئے اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی جو کہ گھر سے باہر تھا۔ عورت زاروقطار رو رہی تھی۔ میں نے قاضی شریح سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت رکھے' میرے خیال میں یہ عورت مظلوم ہے اور اس کا حق پامال ہوا ہے۔ قاضی شریح نے پوچھا: کس دلیل کی بناء پر تم اس عورت کو مظلوم سمجھ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا اس کے زار و قطار رونے اور آنسوؤں کا سمندر بہانے کی وجہ سے۔ قاضی شریح نے فرمایا: جب تک حقیقت معاملہ واضح نہ ہو جائے فیصلہ سنانے میں جلدی مت کرو کیونکہ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں آئے تھے تو وہ بھی زار و قطار آنسو بہا رہے تھے حالانکہ انہوں نے یوسف علیہ السلام پر ظلم ڈھایا تھا۔'' (سنہرے فیصلے)

(۸۷)

علم کا خاتمہ کیسے ہوگا؟

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمّ رومان بنت عامر بن عویمر کنانی ہیں۔ حضرت عائشہ اعلانِ نبوت کے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر سات (بلکہ چھ سال تھی، دیکھئے بخاری شریف، ج ا، ص ۵۵۱، ۲۱) سال تھی۔ رخصتی اھ ماہ شوال میں نو سال کی عمر میں ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ان کے بھانجے عبداللہ ابن زبیر تھے۔ ان کی نسبت سے حضرت عائشہ کی کنیت اُمّ عبداللہ تھی۔ آپ فقیہ ترین لوگوں میں سے تھیں۔ جمال اور ذکاوت سے موصوف تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں محبوب ترین اُمّ المومنین ہیں۔ دس صفات میں دیگر امہات المومنین سے ممتاز ہیں۔ زاہدہ تھیں، کثرت سے روزے رکھا کرتی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر احادیث روایت کیں۔ مدینہ منورہ میں منگل کی رات سترہ رمضان المبارک ۵۸ھ میں رحلت فرمائی۔ رضی اللہ عنہا

صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں فرمایا:

میرے بھانجے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ عبداللہ ابن عمرو ہمارے پاس سے گزر کر حج کے لئے جارہے ہیں۔ تم ان سے ملو اور احادیث مبارکہ کے بارے میں ان سے دریافت کرو کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت علم حاصل کیا ہے۔ اگر تمہاری ان سے

ملاقات ہوتو ان سے ان احادیث کے بارے میں سوال کرنا جو وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے متعدد احادیث بیان کیں۔ ان میں ایک حدیث یہ تھی:

گمراہ اور گمراہ گر

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس علم کو سلب نہیں فرمائے گا لیکن علماء کو قبض فرمائے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھالے گا۔ لوگوں میں جاہل سرکردہ لوگ رہ جائیں گے۔ جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ وہ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ ہے۔ اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی نے روایت کیا۔ اس حدیث کی بہت سی روایات ہیں جو معنی میں متفق ہیں۔ دیکھئے جامع الاصول لابن اثیر، تحقیق عبدالقادر ارناؤوط ج ۸، ص ۳۴)

حضرت عروہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس بات کو بعید جانا اور اس کا انکار کیا۔ انہوں نے فرمایا: کیا عبداللہ ابن عمرو نے تمہیں یہ بیان کیا کہ انہوں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ حضرت عروہ نے کہا جی ہاں! آئندہ سال حضرت عائشہ نے مجھے فرمایا:

''ابن عمرو آئے ہیں، تم ان سے ملاقات کرو اور ان سے علم کے بارے میں وہ حدیث دریافت کرو جو انہوں نے گزشتہ سال تمہیں بیان کی تھی۔''

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے وہ حدیث اسی طرح بیان کی جس طرح پہلے بیان کی تھی۔ جب میں نے یہ بات سیدہ عائشہ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا میرا گمان ہے کہ انہوں نے سچ ہی بیان کیا ہے کیونکہ انہوں نے کمی بیشی کے بغیر بعینہ وہ حدیث بیان کی ہے۔ امام بخاری کی ایک روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ''وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اللہ کی قسم! عبداللہ نے حدیث یاد رکھی۔ واللہ! انہوں نے حدیث صحیح یاد رکھی۔

(اعلام الموقعین' بتصرف)

یاد رکھو حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص مکی' عابد و زاہد جلیل القدر صحابی ہیں' اپنے والد سے پہلے اسلام لائے' عبادت بکثرت کیا کرتے تھے' جنگوں اور غزوات میں حاضر ہوتے رہے' یرموک کے دن اپنے والد کا جھنڈا اٹھایا۔ ۶۵ھ میں رحلت ہوئی۔ اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ رحلت ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

حلقہ ہائے درس و تدریس

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت شرف ملک وملت لکھتے ہیں:

باعمل اور پیکر اخلاص علماء بہت کم ہیں جنہوں نے اپنی عمریں علم کے حاصل کرنے اور پھیلانے میں صرف کیں۔ صرف دمشق میں چالیس سے زیادہ ایسے باعمل علماء تھے جو سلف صالحین کے طریقے کے مطابق علم کی اشاعت کرتے تھے۔ ان کے سردار محدث اکبر شیخ بدر الدین حسنی سیّد محمد بن جعفر کتانی اور ان جیسے دیگر علماء تھے۔

میرے استاد علامہ شیخ صالح اسعد حمصی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیان کیا کہ میں دمشق میں دوسری جامع مسجدوں کا ذکر نہیں کرتا۔ میں نے صرف جامع بنی امیہ میں علم کے تینتالیس حلقے دیکھے ہیں۔ اس وقت گنتی کے صرف چند حلقے رہ گئے ہیں۔ جہالت سے کنارہ کشی اور علم کا حصول اللہ تعالیٰ کی امداد ہی سے ہو سکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں عبادت گزار جاہل اور عالم فاسق ہوں گے۔

(اس حدیث کو امام سیوطی وغیرہ نے روایت کیا اور اس کے صحیح ہونے کا اشارہ دیا البتہ امام مناوی نے کہا: یہ ضعیف ہے تاہم چونکہ اس کا ضعف شدید نہیں اس لئے فضائل میں مقبول ہے)

باقی شخصیات کا تعارف:

اپنے زمانے کے محدث الشام علامہ محمد بدرالدین حسنی مراکشی مغربی رحمۃ اللہ علیہ دمشق

میں پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری اور مسلم شریف سندوں سمیت زبانی یاد کیں اور متون کے تقریباً بیس ہزار اشعار یاد کئے پھر عبادت اور تدریس کے لئے ریزرو ہو گئے۔ متقی' پرہیزگار' بکثرت روزے رکھنے والے اور دنیا سے دور تھے۔ بیک وقت حکمرانوں اور عوام اہل شام میں ان کا مقام بلند تھا۔ دمشق میں ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دار آخرت کی طرف رحلت ہوئی۔

☆ مورخ' محدث' کثیر التصانیف عالم سیّد محمد جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو دفعہ حجاز شریف کی طرف رحلت کی پھر دمشق منتقل ہو گئے اور وہاں ۱۳۴۵ھ تک مقیم رہے اس کے بعد مغرب چلے گئے اور اسی سال وفات پائی۔ تقریباً ساٹھ کتب کے مصنف ہیں۔

شیخ صالح بن شیخ اسعد حمصی دمشق میں ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ اپنے دور کے اکابر علماء مثلاً شیخ بکری عطار' شیخ احمد حلبی' شیخ محمد منینی اور شیخ حطانی کے آگے زانوے تلمذ طے کئے۔ شیخ عطا اللہ الکسم' شیخ محمد بدرالدین حسنی' سیّد محمد جعفر کتانی اور شیخ عبدالحکیم افغانی کے پاس تکمیل کی اور علوم میں بلند مقام حاصل کیا۔ ان کے مشائخ خاص طور پر شیخ عطاء اللہ الکسم نے ان کی فضیلت کی گواہی دی پھر انہوں نے مدارس' مساجد میں اپنے گھر پر علوم کی تدریس شروع کی اور تقریباً چالیس سال تک اس وظیفے کو ادا کرتے رہے۔ دور اول کے بزرگوں کی طرح بڑے خوددار تھے۔ عوامی اجتماعات اور خصوصی محافل سے الگ تھلگ رہے۔ عبادت و ذکر میں بلند ہمت کے مالک تھے۔ مخلوق خدا سے میل جول اور جفاکشی میں اخلاق محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے حامل تھے۔ فقہ حنفی کے علوم' اصول فقہ اور تصوف میں راقم الحروف (شیخ سیّد محمد صالح فرفور) میرے بھائی علامہ عبدالوہاب دبس وزیت رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شیخ محمد سعید برہانی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے ان سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں وفات پائی اور وحداح میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (من رشحات الخلود)

(۸۸)

جنت میں یاقوت کا گھر

حضرت سیّدنا یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں مصر کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک خاتون پر میری نظر پڑی جو چادر اوڑھے ہوئے نہ تھی۔ میں نے اسے کہا اے عورت! کیا تجھے بغیر چادر گھومتے ہوئے حیا نہیں آتی؟ اس نے کہا اے ذوالنون! جب چہرے پر زردی غالب ہو تو چادر کا کیا کام؟ میں نے پوچھا تیرے چہرے پر کس چیز کی زردی چھائی ہوئی ہے؟ جواب دیا: محبت الٰہی کی۔ میں نے کہا اے عورت! تیرے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے شراب پی رکھی ہے۔ اس نے جواب دیا اے فضول بات کرنے والے چپ رہ۔ میں نے اس کی محبت کا جام پیا' مسرور ہو کر سوئی اور محبت الٰہی کے نشے میں چور ہو کر صبح کی۔ میں نے کہا اے خاتون! کیا میں تجھ سے کچھ مفید باتیں یا وصیت حاصل کر سکتا ہوں تو کہنے لگی اے ذوالنون! خاموشی کو لازم پکڑ یہاں تک کہ لوگ تجھے پریشان سمجھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر راضی رہ۔ جنت میں تیرے لئے یاقوت کا گھر بنایا جائے گا۔

اے معرفت حق کے طالب! جب محبت کی ہوا دل کے خانوں میں چلتی ہے تو یہ محبوب کی ملاقات سے ہی راحت پاتی ہے اور تو سحری کے وقت اہل معرفت کی مناجات سنے گا تو ان میں سے ہر ایک زبانِ حال سے اسی کے مطابق جواب دے گا جو احوال اس پر گزر رہے ہوں گے۔ پس اگر اس سے پوچھا جائے کہ اے غمگین انسان! تو ہم تک کیسے پہنچا؟ تو وہ جواب میں کہے گا میں نے توکل اور عشق الٰہی کو اپنایا تو مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ مجھے اس کی

حضوری مل گئی اور اگر اس سے سوال کیا جائے کہ اے موت سے خوف کھانے والے! تو نے موت کو کیسا پایا؟ تو وہ کہے گا میں نے محبوب الٰہی کی رضا میں تکلیف کو خوشگوار جانا۔ پس میں نے اس کے فضل کو سبقت لے جانے والا اور اپنے حوصلے کو پیچھے رہ جانے والا پایا۔ مجھے اس سے کامیابی کی امید کیونکر ہو حالانکہ میں اس کی رحمت پر یقین رکھتا ہوں اور اگر اس سے پوچھا جائے کہ اے زاہد! اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے والی جگہوں کے متعلق تیرا عہد کیسا ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا میں نے خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کے متعلق اس کا یہ فرمان عالی شان سنا:

''مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط '' (پ ۱۴' النحل ۹۶)

''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا۔''

تو جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کے لئے چھوڑ دیا جو رب تعالیٰ کے پاس ہے میں نے فنا ہو جانے والی چیزوں سے توجہ ہٹا کر باقی رہنے والی چیزوں پر توجہ دی اور اگر اس سے سوال کیا جائے کہ اے ہم سے محبت کرنے والے! تیری ہماری بارگاہ تک کیسے رسائی ہوئی تو وہ کہے گا میں نے بارگاہ خداوندی سے ''يُحِبُّهُمْ'' کا جام پیا جس کے نشے سے ''وَيُحِبُّوْنَهٗ'' کی خلوت میں کھو گیا اور اس جام عشق کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی پھر جلوۂ محبوب سے ہی افاقہ ہوا۔'' (الروض)

(۸۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کی وسعتیں

حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ عظیم الشان عمارتوں اور پرشوکت قلعوں کی تعمیر کے بہت شائق تھے اس لئے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کی بجائے پگھلی ہوئی دھات استعمال کی جائے لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آئے؟ یہ سوال تھا جس کا حل حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ ان کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے عطا فرمائے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسب ضرورت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کو پگھلا دیتا تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ایک خاص نشان اور ان کا معجزہ تھا۔ آپ سے پہلے کوئی شخص دھات کو پگھلانا نہیں جانتا تھا۔ (قصص الانبیاء عربی ص ۳۹۳)

اور نجار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ انعام فرمایا: زمین کے جن حصوں میں آتشی مادوں کی وجہ سے تانبہ پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا ان چشموں کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر آشکارا فرمایا۔ آپ سے پہلے کوئی شخص بھی زمین کے اندر دھات کے چشموں سے آگاہ نہ تھا چنانچہ ابن کثیر بروایت قتادہ ناقل ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے یمن میں تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۲۸)

قرآن مجید نے اس قسم کی کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی کہ تانبے کے چشمے کس شکل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملے مگر قرآن کی جس آیت میں معجزہ کا ذکر ہے مذکورہ بالا دونوں

توجیہات اس آیت کا مصداق بن سکتی ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

''وَاَرْسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ'' (السبا' رکوع ۲)

''اور ہم نے ان (سلیمان) کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔''

ہوا پر حکومت اور پگھلے ہوئے تانبے کے چشموں کا مل جانا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے اس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے۔ بعض ملحدین جن کو معجزات کے انکار کی بیماری ہو گئی ہے وہ ان معجزات کے بارے میں عجیب عجیب مضحکہ خیز باتیں بکتے اور رکیک تاویلات کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان ملحدوں کی باتوں پر کوئی توجہ نہ کریں اور معجزات پر یقین رکھتے ہوئے ایمان لائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے:

ایک مرتبہ جہاد کی ایک مہم کے موقع پر شام کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو اصطبل سے لانے کا حکم دیا جب وہ پیش کئے گئے تو چونکہ آپ کو گھوڑوں کی نسلوں اور ان کے ذاتی اوصاف کے علم کا کمال حاصل تھا اس لئے جب آپ نے ان سب گھوڑوں کو اصیل، سبک رو اور خوش رو پایا اور یہ ملاحظہ فرمایا: ان کی تعداد بہت زیادہ ہے تو آپ پر مسرت و انبساط کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ فرمانے لگے کہ ان گھوڑوں سے میری محبت ایسی مالی محبت میں شامل ہے جو پروردگار کے ذکر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ حضرت سلیمان کے اس غور و فکر کے درمیان گھوڑے اصطبل کو روانہ ہو گئے چنانچہ جب آپ نے نظر اٹھائی تو وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو چکے تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ۔ جب وہ گھوڑے واپس لائے گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جوش محبت میں ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا اور تھپتھپانا شروع کر دیا کیونکہ یہ گھوڑے جہاد کا سامان تھا اس لئے آپ ان کی عزت و توقیر کرتے ہوئے ایک ماہر فن کی طرح سے ان گھوڑوں کو مانوس کرنے لگے اور اظہار محبت فرمانے لگے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا:

إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ○ فَقَالَ اِنِّىٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ○ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ○ (ص، رکوع ۳)

''جب اس کے سامنے شام کے وقت اصیل اور سبک رو گھوڑے پیش کئے گئے تو وہ کہنے لگے کہ میرا اس خیر (گھوڑوں) سے محبت کرنا میرے رب کے ذکر ہی میں سے ہے یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت سلیمان نے فرمایا ان گھوڑوں کو واپس لاؤ پھر وہ ان کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونے اور تھپتھپانے لگا۔''

ان آیات کا جو ترجمہ اور تفسیر ہم نے تحریر کیا ہے اس کو ابن جریر طبری اور امام رازی نے ترجیح دی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے جس کے ناقل علی بن ابی طلحہ ہیں۔ ان آیات کی تفسیر میں بعض مفسرین نے گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گھوڑوں کی گردنوں کو تلوار سے کاٹ ڈالنا تحریر کیا ہے اور اسی قسم کے بعض دوسرے کمزور اقوال بھی تحریر کئے ہیں جن کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ محض حکایات اور داستانیں ہیں جو دلائل قویہ کے سامنے کسی طرح قابل قبول نہیں اور یہ تفسیر جو ہم نے تحریر کی ہے اور جو ترجمہ درج کیا ہے یہ قرآن مجید کی عبارت اور الفاظ کے بالکل مطابق ہے اور اس تفسیر و ترجمہ کی بناء پر نہ کوئی اشکال و اعتراض پڑتا ہے نہ کسی تاویل کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(خزائن العرفان، ص ۵۴۰ بحوالہ تفسیر کبیر)

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح:

حضرت داؤد علیہ السلام خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے اور آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب آپ زبور شریف پڑھتے تو آپ کے وجد آفرین نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آ جاتے اور آپ کے اردگرد جمع ہو کر خدا کی حمد کے ترانے گاتے اور اپنی اپنی سریلی اور پرکیف آوازوں میں تسبیح و تقدیس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ہمنوائی کرتے اور صرف چرند و پرند ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خداوند

تعالیٰ کی حمد وثناء میں گونج اٹھتے تھے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ان معجزات کا ذکر جمیل اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء وسورۂ سبا وسورۂ ص میں صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے: "وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ" (الانبیاء رکوع ۶)

"اور داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ تسبیح پڑھتے اور پرند بھی اور ہم اس کے کرنے والے ہیں۔"

اور سورۂ سبا میں اس طرح ارشاد فرمایا:

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ" (سبا رکوع ۲)

"اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا۔ (ہم نے فرمادیا) کہ اے پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو! تم بھی اللہ کی طرف رجوع کرو۔"

اور سورۂ ص میں اس طرح ارشاد ربانی ہوا:

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ○ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ (ص، رکوع ۲)

"بے شک ہم نے (داؤد) کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکنے کے وقت اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرماں بردار تھے۔"

بے عقل پرندے اور بے جان پہاڑ جب خداوند قدوس کی تسبیح وتقدیس کا نغمہ الاپا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیتوں میں آپ پڑھ چکے ہیں تو اس سے ہم انسانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم انسان جو عقل والے، ہوش منداور صاحب زبان ہیں ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم خداوند قدوس کی تسبیح اور اس کی حمد وثناء کے اذکار کو ورد زبان بنائیں اور اس کی تسبیح وتقدیس میں برابر مشغول ومصروف رہیں۔

حکایتِ سعدی علیہ الرحمۃ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں ایک بہت ہی لطیف ولذیذ اور نہایت ہی

موثر حکایت بیان فرمائی ہے۔ اس کو پڑھئے اور عبرت ونصیحت حاصل کیجئے۔ وہ فرماتے ہیں: دوش مرغے بصبح می نالید عقل وصبرم ربود وطاقت وہوش

ایک پرند صبح کو چہچہا رہا تھا تو اس کی آواز سے میری عقل وصبر اور طاقت وہوش سب غارت ہو گئے: یکےاز دوستان مخلص رامگر آواز من رسید بگوش

میرے ایک مخلص دوست کے کان میں شاید میری آواز پہنچ گئی۔

گفت باورنداشتم کہ ترا بانگ مرغے چنیں کند مدہوش

تو میں نے کہا: مجھے یقین نہیں آتا کہ ایک پرند کی آواز تم کو اس طرح مدہوش کر دے گی۔ گفتم ایں شرط آدمیت نیست مرغ تسبیح خوان ومن خاموش

تو میں نے کہا: یہ آدمیت کی شان نہیں ہے کہ پرند تو تسبیح پڑھیں اور میں خاموش رہوں۔

(۹۰)

قضیۂ فدک اور خلیفہ سفّاح

ابو العباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا پڑپوتا تھا۔ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے قتل کے بعد وہ ۱۳۲ھ/۷۵۰ء میں ہاشمیہ نزد انبار (عراق) میں تخت نشین ہوا۔ ابو مسلم خراسانی نے خلافت عباسیہ کے قیام میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔ اس نے زیاد بن صالح کو فرغانہ اور شاش پر حملہ آور ایک لاکھ چینی فوج کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس معرکے میں پچاس ہزار چینی قتل اور بیس ہزار گرفتار ہوئے۔ سفاح نے ذی الحجہ ۱۳۶ھ/۷۴۳ء میں وفات پائی۔

(''تاریخ اسلام'' از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، ص ۸۴۷، ۸۵۳)

یعنی سفاح خلافت عباسیہ کا پہلا خلیفہ ہے۔ اس کی پیدائش ۱۰۸ھ میں ہوئی۔ کوفہ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ عِنْدَ انْقِطَاعٍ مِنَ الزَّمَانِ وَظُهُوْرٍ مِنَ الْفِتَنِ، يُقَالُ لَهُ السَّفَّاحُ يَكُوْنُ إِعْطَاؤُهُ الْمَالَ حَثْيًا''

''کچھ زمانے کے بعد جب فتنے رونما ہو جائیں گے تو میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی پیدا ہوگا جس کا نام ''سفاح'' ہوگا۔ وہ لوگوں کو مال لپ بھر بھر کر دے گا (یعنی مال و دولت کی بہتات ہوگی)''۔

(مسند احمد ۳/۸۰، دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/۵۱۴، تاریخ بغداد ۱۰/۴۸، کنز العمال ۳۱۰۳۹)

حضرت علی المرتضیٰ نے فدک کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

ابن اعرابی کہتے ہیں کہ خلیفہ سفاح نے اپنی خلافت کا پہلا خطبہ ''عباسیہ'' نامی ایک گاؤں میں دیا۔ دوران خطبہ ابوطالب کی اولاد میں سے ایک شخص جس کی گردن میں قرآن لٹک رہا تھا۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق اس کا نام عبداللہ بن حسن تھا۔ وہ اس مجلس میں اٹھا' خلیفہ کو مخاطب کیا اور کہنے لگا:

''اُذَكِّرُكَ اللهَ الَّذِیْ ذَكَرْتَهُ اِلَّا اَنْصَفْتَنِیْ مِنْ خَصْمِیْ وَ حَكَّمْتَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُ بِمَا فِیْ هٰذَا الْمُصْحَفِ''

''جس اللہ کا آپ ذکر کر رہے ہیں اسی کی میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ میرے مقدمے کو انصاف کے ساتھ نپٹائیں اور اس قرآن کے مطابق فیصلہ سنائیں۔'' خلیفہ سفاح نے پوچھا: ''وَمَنْ ظَلَمَكَ؟'' ''آخر تم پر ظلم کس نے کیا ہے؟''

عبداللہ بن حسن: ''اَبُوْ بَكْرِ الَّذِیْ مَنَعَ فَاطِمَةَ فَدَكًا''

''وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں جنہوں نے فاطمہ بنت محمد کو مالِ فدک سے محروم رکھا۔''

خلیفہ سفاح نے پوچھا:

''وَهَلْ كَانَ بَعْدَهُ اَحَدٌ؟'' کیا ابوبکر کے بعد بھی کوئی خلیفہ تھا؟

عبداللہ بن حسن: ہاں۔ خلیفہ سفاح: کون؟

عبداللہ بن حسن: عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)

خلیفہ سفاح: ''فَاَقَامَ عَلٰی ظُلْمِهِمْ؟''

''پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی تم پر ظلم روا رکھا؟''

عبداللہ بن حسن: ہاں۔

خلیفہ سفاح: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بعد بھی کوئی خلیفہ تھا؟

عبداللہ بن حسن: ہاں۔

خلیفہ سفاح: کون؟ عبداللہ بن حسن: عثمان بن عثمان (رضی اللہ عنہ)

خلیفہ سفاح: انہوں نے بھی تم لوگوں پر ظلم کو برقرار رکھا اور تم انصاف سے محروم رہے؟

عبداللہ بن حسن: ہاں۔

خلیفہ سفاح: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد بھی کوئی مسلمانوں کا خلیفہ تھا؟

عبداللہ بن حسن: ہاں۔ خلیفہ سفاح: کون؟

عبداللہ بن حسن: امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

خلیفہ سفاح: پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بھی تم لوگوں پر ظلم روا رکھا اور مالِ فدک مسلمانوں سے چھین کر تم لوگوں کے حوالے نہیں کیا؟

اپنی بات جاری رکھتے ہوئے خلیفہ سفاح نے آگے کہنا شروع کیا:

"اِنَّ عَلِيًّا جَدَّكَ كَانَ خَيْرًا مِّنِّيْ وَأَعْدَلَ، وَلِيَ هٰذَا الْأَمْرَ أَفَأَعْطَى جَدَّيْكَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ، وَكَانَا خَيْرًا مِّنْكَ، شَيْئًا؟"

"تمہارے دادا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل تھے اور مجھ سے زیادہ انصاف پرور بھی۔ زمامِ خلافت ان کے ہاتھ میں بھی آئی تھی۔ کیا انہوں نے اپنے فرزندوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو مال فدک میں سے کچھ دیا تھا جبکہ وہ دونوں تم سے افضل تھے؟"

سائل لاجواب ہو گیا

یہ جواب سن کر عبداللہ بن حسن ہکا بکا رہ گیا اور بالکل خاموشی کے عالم میں پیچھے کی جانب دیکھنے لگا۔ گویا وہ چھٹکارا تلاش کر رہا تھا۔

ادھر خلیفہ سفاح نے کلام کو مزید طول دیا اور کہنے لگا:

"وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَوْلَا اَنَّهُ اَوَّلُ مَقَامٍ قُمْتُهُ ثُمَّ لَمْ اَكُنْ تَقَدَّمْتُ فِيْ هٰذَا قَبْلُ لَاَخَذْتُ الَّذِيْ فِيْهِ عَيْنَاكَ، اُقْعُدْ"

"قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' اگر میرے خطبے کا یہ پہلا موقع نہ ہوتا اور مجھ سے پہلے اس مسئلے کے بارے میں (دوسرے خلفاء سے) باز پرس نہیں ہوئی ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا' چل بیٹھ۔"

خلیفہ سفاح نے پوری وضاحت کے ساتھ اس کو ڈانٹ کر اس کو بٹھا دیا اور پھر خطبہ آگے جاری رکھا۔ (اخبار الاذکیاء ابن جوزی ۶۸ و تاریخ الخلفاء ۲۰۰)

باغ فدک کی حقیقت:

''فدک'' سرزمین حجاز میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ فدک سے مدینہ منورہ تک دو یا تین دن کی مسافت ہے۔ ۷ھ میں جب رسول اکرم ﷺ نے خیبر کے قلعوں کو فتح کر لیا تو مدینہ منورہ واپسی کے بعد حضرت محیصہ بن مسعود کو ایلچی بنا کر فدک کی طرف روانہ کیا۔ ان دنوں فدک کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا۔ فتح خیبر کی خبر سے اہل فدک مرعوب ہو چکے تھے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ اپنا سکہ بٹھا چکا تھا۔ جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کا پیغام فدک کے یہودیوں کے سردار کو دیا کہ ''اسلام قبول کر لو یا جزیے کے لئے تیار ہو جاؤ'' تو وہ فوراً اپنی زمین کی پیداوار کا آدھا حصہ دینے پر راضی ہو گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے مال فدک کو اپنے لئے مخصوص کیا کیونکہ یہ لڑائی کے بغیر صرف مصالحت سے قبضے میں آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہی مال فدک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے طلب کیا تو انہوں نے فرمایا: اے رسول اللہ کی صاحبزادی! میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَنِيْهَا اللّٰهُ تَعَالٰى حَيَاتِيْ فَاِذَا مِتُّ فَهِيَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ''

''یہ مال فدک روزی (مال غنیمت) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مجھے میری زندگی میں کھلایا ہے جب میں فوت ہو جاؤں گا تو یہ مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔'' (دیکھئے معجم البلدان ۲۷۲/۴)

(۹۱)

ماں کی وفات کے بعد پیدا ہونے والا بچہ

ایک دن امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ مختلف لوگ ان کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ گزرا۔ حضرت فاروق اعظم نے اسے فرمایا بندۂ خدا! تم دونوں کے درمیان تو اتنی مشابہت ہے کہ دو کوؤں کے درمیان بھی نہیں ہوتی۔ اس نے کہا: ''امیر المومنین! اللہ کی قسم! اسے اس کی ماں نے اپنی وفات کے بعد جنم دیا۔''

فاروق اعظم کو تعجب ہوا' آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا بتاؤ کیا واقعہ پیش آیا تھا؟ اس نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانے لگا تو اس کی ماں امید سے تھی اور بچے کی پیدائش کا وقت قریب تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ میں حاملہ ہوں' آسانی کے ساتھ چل پھر بھی نہیں سکتی۔ اس حال میں آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا:

جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے اسے میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔

میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب واپس آیا تو میرا دروازہ بند تھا۔

میں نے پوچھا کہ دروازہ کیوں بند ہے اور میری بیوی کہاں گئی؟

لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔

قبر سے آگ کے شعلے

میں اس کی قبر پر گیا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ رات کے وقت میں اپنے چچا

کے بیٹوں کے پاس بیٹھا ہوا اس مرحومہ کی مغفرت و پاکبازی' تقویٰ اور دین داری کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ سامنے ہی اس کی قبر بھی تھی۔ اچانک مجھے قبروں کے درمیان آگ دکھائی دی۔ میں نے چچازاد بھائیوں سے پوچھا کہ یہ آگ کیسی ہے؟

انہوں نے بتایا کہ یہ تو تمہاری بیوی کی قبر پر ہر رات دکھائی دیتی ہے۔ میں نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَیْـهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اللہ کی قسم! میں ضرور اس کی قبر کھودوں گا اور اس کا حال دیکھ کر رہوں گا۔

میں نے کدال کیا اور اس کی قبر کے پاس آیا۔ وہاں جو حیرت انگیز منظر دیکھا اس نے مجھ پر سکتہ طاری کر دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور یہ بچہ اپنی ماں کی میت کے پاس کھیل رہا ہے۔ کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا:

''تم نے اپنی امانت اللہ تعالیٰ کے سپرد کی تھی۔ اگر اس کی ماں کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تو دونوں کو محفوظ پاتے۔''

جناب! میں نے بیٹے کو اٹھالیا اور قبر خود بخود بند ہو گئی۔

امیر المومنین! اللہ کی قسم! یہ وہی بچہ ہے جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم کو تعجب ہوا اور ہر ممکن پر قدرت رکھنے والے اللہ کریم کی قدرت پر ان کا یقین مزید مضبوط ہو گیا۔ (المحاسن والمساوی بتصرف)

یاد رہے امام بخاری اور بیہقی کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو وہ اپنے کرم سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر ۶۷۸ (شیخ فرفور) نیز دیکھئے من عاش بعد الموت' ص ۲۷' (بیروت)۔ (جو شخص موت کے بعد زندہ رہا) تصنیف امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید القرشی المعروف با بن ابی الدنیا' ۲۸۱ھ)۔

(سدا بہار خوشبوئیں)

(۹۲)

بھیڑیے بکریوں کے محافظ بن گئے

حضرت سیّدنا ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ شب بیداری کرتے تھے۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی نے عرض کی: ''اے ابا جان! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے افضل کون ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہمارے آقا و مولیٰ حضرت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' یہ سن کر وہ کہنے لگی ''حرمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ! آج رات آپ سو جائیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: ''اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ مجھے شب بیداری نیند سے زیادہ پیاری ہے لیکن میری بیٹی نے مجھے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیا ہے اس بناء پر آج مجھے سونا پڑے گا۔'' چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ محوِ آرام ہو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ بصرہ میں ایک میمونہ نامی خادمہ ہے جو جنت میں ان کی بیوی ہو گی۔ صبح ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب اہل بصرہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا شہرہ سنا تو شاندار استقبال کیا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں سے پوچھا: ''کیا یہاں کوئی میمونہ نامی عورت ہے؟'' لوگوں نے عرض کی: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ اس دیوانی میمونہ کا پوچھتے ہیں جو دن میں بکریاں چراتی ہے اور اس کی مزدوری سے کھجور خریدتی ہے۔ اسے فقراء میں صدقہ کر دیتی ہے۔ رات کو چھت پر چڑھ جاتی ہے اور پھر کثرت گریہ وزاری اور چیخ و پکار سے کسی کو سونے نہیں دیتی۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''وہ اپنی آہ وزاری میں کیا کہتی ہے؟'' تو لوگوں نے جواب دیا وہ کہتی ہے:

عَجَبًا لِلْمُحِبِّ كَيْفَ يَنَامُ
كُلُّ نَوْمٍ عَلَى الْمُحِبِّ حَرَامٌ

''تعجب ہے محبت کرنے والے پر! وہ کیسے سو جاتا ہے حالانکہ محب پر تو نیند حرام ہو جاتی ہے۔''

ایک حسین وجمیل جوڑا

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہ دیوانوں کا کلام نہیں' مجھے اس کے پاس لے چلو۔'' لوگوں نے عرض کی: ''وہ جنگل میں بکریاں چرا رہی ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس نے ایک محراب بنا رکھا ہے اور اس میں نماز پڑھ رہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ بکریاں چر رہی ہیں اور بھیڑیے ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ منظر دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے کہا: ''السلام علیک اے میمونہ!'' اس نے جواب دیا ''وعلیک السلام اے ربیع!'' میں نے پوچھا: ''تم میرا نام کیسے جانتی ہو؟'' اس نے کہا: ''سبحان اللہ! مجھے اس ذات نے آپ کا نام بتایا ہے جس نے گزشتہ رات خواب میں آپ کو خبر دی کہ میں آپ کی زوجہ ہوں لیکن یہ وعدہ کی جگہ نہیں بلکہ ہمارے درمیان وعدہ کی جگہ جنت ہے۔'' میں نے پوچھا: ''یہ بھیڑیوں اور بکریوں کو اکٹھے رہنے کا معاملہ کیسا ہے؟'' اس نے جواب دیا ''جب میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوئی اور میں نے دل سے دنیا کی محبت نکال دی تو اس ذات نے بھیڑیوں اور بکریوں میں صلح کرا دی۔'' پھر اس نے کہا: ''اے ربیع! مجھے میرے مالک حقیقی کا کلام تو سنائیے' مجھے اس کے سننے کا بہت شوق ہے۔'' تو میں نے تلاوت قرآن شروع کر دی:

يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (پ ۲۹' مزمل ۱'۲)

''اے جھرمٹ مارنے والے! رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔''

(صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی اپنے کپڑوں سے لپٹنے والے۔ اس کے شان نزول میں کئی قول ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا: ابتداء زمانہ وحی میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے۔ ایسی حالت میں آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ''یا ایّھا

الْـمُزَّمِّلُ ٥" کہہ کرندا کی۔ ایک قول یہ ہے کہ سیّد عالم ﷺ چادر شریف میں لپٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی "یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ٥" بہر حال یہ ندا بتاتی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پیاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رداءِ نبوت و چادرِ رسالت کے حامل ولائق۔)

تلاوت سنی اور روح نکل گئی

بہر حال! وہ روتی رہی اور رو رو کر تڑپتی رہی یہاں تک کہ جب میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر پہنچا:

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا٥ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا٥

(پ ۲۹، مزمل، ۱۲ تا ۱۳)

"بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔"

تو اس نے زوردار چیخ ماری اور نیچے گر گئی اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ میں اس کی حالت پر پریشان تھا کہ اچانک خواتین کا ایک قافلہ آیا۔ انہوں نے کہا: "ہم اس کے غسل وکفن کا اہتمام کریں گی۔" میں نے پوچھا: "تمہیں اس کے انتقال کی اطلاع کس نے دی؟" انہوں نے بتایا "ہم اس کی دعا سنا کرتی تھیں کہ "یا اللہ! مجھے سیّدنا ربیع رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے موت دینا۔" جب ہم نے سنا کہ آپ اس کے پاس تشریف لائے ہیں تو ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی ہے۔"

اے مسلمانو! جب اللہ تعالیٰ بندوں کے دل کی زمین سنوارتا ہے تو اسے خشیت کے بَل سے الٹا پلٹتا ہے اور اس میں محبت کا بیج بو کر آنسوؤں کے پانی سے سیراب کرتا ہے تو جو فصل اگتی ہے وہ یہ ہے: "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" (پ ۶، المائدہ ۵۴)

"کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

اولیائے کرام رحمہم اللہ محبت الٰہی کے دریا میں تیرتے ہیں۔ اس کے باب کرم کو لازم پکڑ لیتے ہیں۔ اس کی بارگاہ میں کھڑے رہتے ہیں۔ اس کے احکام کی بجا آوری پر ہمیشگی

اختیار کرتے ہیں اور اس سے والہانہ پیار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ راتوں کو آرام نہیں کرتے بلکہ بیدار رہتے ہیں۔ پس جب وہ اس کی محبت میں دنیا سے جاتے ہیں تو انہیں کوئی ملامت نہیں ہوتی۔

حضرت سیّدنا عبداللہ بن فضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت سیّدنا یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔'' پوچھا گیا ''کس سبب سے؟'' فرمایا: ''میں اپنی دعا میں عرض کرتا تھا یا اللہ اگرچہ میں تیری عبادت میں کمزور ہوں مگر تیری محبت میں کمزور نہیں۔'' (الروض الفائق)

(۹۳)

سیّدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش

حضرت ایوب علیہ السلام اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حسن صورت بھی اور اولاد کی کثرت بھی، بے شمار مویشی اور کھیت و باغ وغیرہ کے آپ مالک تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزمائش وامتحان میں ڈالا تو آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے تمام فرزندان کے نیچے دب کر مر گئے اور تمام جانور جن میں سینکڑوں اونٹ اور ہزارہا بکریاں تھیں سب مر گئے، تمام کھیتیاں اور باغات بھی برباد ہو گئے۔ غرض آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا۔ آپ کو جب ان چیزوں کے ہلاک و برباد ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو آپ حمد الٰہی کرتے اور شکر بجا لاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کیا تھا اور کیا ہے جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک اس نے مجھے دے رکھا تھا میرے پاس تھا۔ جب اس نے چاہا لے لیا۔ میں ہر حال میں اس کی رضا پر راضی ہوں اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پر بڑے بڑے آبلے پڑ گئے۔ اس حال میں سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا بس فقط آپ کی بیوی جن کا نام ''رحمت بنت افرائیم'' تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی تھیں آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ سالہا سال تک آپ کا یہی حال رہا۔ آپ آبلوں اور پھوڑوں کے زخموں سے بڑی تکلیفوں میں رہے۔

خبردار: عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ معاذ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سے غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سرتاپا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی

کبھی کوڑھ اور جزام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ان تمام بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعث نفرت و حقارت ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ تبلیغ کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیوں کر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب علیہ السلام ہرگز کبھی کوڑھ اور جزام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر و شاکر رہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا اور اس کا اثر

آپ نے بحکم الٰہی اپنے رب سے یوں دعا مانگی:

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۝ (الانبیاء' ع ۵' ص ۱۷)

"اے رب! مجھے تکلیف پہنچ گئی ہے اور تو تمام مہربانوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے"

جب آپ خدا کی آزمائش میں پورے اترے اور امتحان میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی دعا قبول ہوئی اور ارحم الراحمین نے حکم فرمایا: اے ایوب! اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا تو فوراً ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حکم الٰہی ہوا کہ اس پانی سے غسل کرو چنانچہ آپ نے غسل کیا تو آپ کے بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔ پھر آپ چالیس قدم دور چلے تو دوبارہ زمین پر قدم مارنے کا حکم ہوا اور آپ کے قدم مارتے ہی پھر ایک دوسرا چشمہ نمودار ہو گیا جس کا پانی بے حد ٹھنڈا' بہت شیریں اور نہایت لذیذ تھا۔ آپ نے وہ پانی پیا تو آپ کے باطن میں نور ہی نور پیدا ہو گیا اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت و نورانیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو دوبارہ زندہ فرما دیا اور آپ کی بیوی کو دوبارہ جوانی بخشی اور ان کی کثیر اولاد ہوئی پھر آپ کا تمام ہلاک شدہ مال و مویشی اور اسباب و سامان بھی آپ کو مل گیا بلکہ پہلے جس قدر مال و دولت کا خزانہ تھا اس سے کہیں زیادہ مل گیا۔

بیوی کو سو دُرّے مارنے کی قسم

اس بیماری کی حالت میں ایک دن آپ نے اپنی بیوی صاحبہ کو پکارا تو وہ بہت دیر کر کے حاضر ہوئیں۔ اس پر غصہ میں آ کر آپ نے ان کو سو دُرّے مارنے کی قسم کھالی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایوب! آپ ایک سو تنکوں کی جھاڑو سے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو مار دیجئے اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ○ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ○ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ (ص، رکوع ۴، پارہ ۲۳)

"ہم نے فرمایا: زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کا اور ہم اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور اپنی رحمت سے عطا فرما دیئے۔ عقل مندوں کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے اور ہم نے فرمایا: اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے اس (ایوب) کو صابر پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے۔ بے شک وہ خدا کی طرف بہت رجوع لانے والا ہے۔"

الغرض حضرت ایوب علیہ السلام اس امتحان میں پورے پورے کامیاب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نوازشوں اور عنایتوں سے ہر طرح سرفراز فرما دیا اور قرآن مجید میں ان کی مدح خوانی فرما کر "اواب" کے لاجواب خطاب سے ان کے سر مبارک پر سربلندی کا تاج رکھ دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس واقعہ امتحان میں یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا خدا کی طرف سے امتحان ہوا کرتا ہے اور جب وہ امتحان میں کامیاب اور آزمائش میں پورے اترتے ہیں تو خداوند قدوس ان کے مراتب و درجات میں اتنی اعلیٰ سربلندی عطا فرما دیتا ہے کہ کوئی انسان اس کو سوچ بھی نہیں سکتا نیز اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ امتحان و آزمائش کے وقت صبر کرنا اور خداوند عالم کی رضا پر راضی رہنا اس کا پھل کتنا اچھا، کتنا میٹھا اور کس قدر لذیذ ہوتا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۹۴)

عوامی مفاد کے لئے بیٹے کی قربانی

خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث الناصر لدین اللہ بن محمد (۳۰۰ھ، ۳۵۰) امویان اندلس کا پہلا حکمران تھا جو خلیفہ کہلایا۔ وہ ذہانت، عدل، شجاعت اور اخلاق فاضلہ میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی ناروا محصولات ختم کر دیئے اور عیسائیوں کے خلاف کئی مہمات سر کیں۔ نیز مراکش کو عبیدیوں (فاطمیوں) سے بچانے کے لئے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۳۴۷ھ میں نوار کی عیسائی ملکہ طوطہ اپنے بیٹے شاہ نوار اور نواسے شانجہ شاہ لیون کے ہمراہ عبدالرحمٰن کے دربار میں حاضر ہوئی تاکہ شانجہ کو لیون کی چھنی ہوئی ریاست دلانے میں خلیفہ کی مدد حاصل کرے۔ تینوں عیسائی حکمران عبدالرحمٰن الناصر کے رعب و جلال سے مبہوت ہو گئے۔ خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کا عہد اندلس کی حکومت اسلامیہ کا نہایت شاندار زمانہ تھا۔ امن وامان اور خوشحالی میں کوئی اندلس کا ثانی نہ تھا۔ یورپ کے تمام بادشاہوں کی مجموعی آمدنی بھی خلیفہ عبدالرحمٰن کی آمدنی کے برابر نہ تھی۔ دارالحکومت قرطبہ کی آبادی دس لاکھ تھی۔ نکاسی آب، صفائی اور دلکش باغیچوں کے لئے مشہور یہ شہر وادی الکبیر (دریا) کے کنارے چوبیس میل تک پھیلا ہوا تھا۔

(''تاریخ اسلام'' از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ج ا ص ۱۵۰، ۱۷۰)

بہر حال! عبداللہ کے بعد ۹۱۲ء میں اس کا پوتا عبدالرحمٰن سوم ہسپانیہ کا حکمران بنا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن کے دو بیٹے تھے الحکم اور عبداللہ۔ دونوں قابل اور ممتاز تھے لیکن بادشاہ نے الحکم کو اپنا ولی عہد قرار دیا۔

ابن عبدالدار' عبداللہ کا ایک اولوالعزم رفیق تھا۔ اس کو خلیفہ سے اس امر کی شکایت تھی کہ اس نے اسے قاضی القضاۃ کا عہدہ نہیں دیا تھا۔ عبدالدار نے عبداللہ کو بہکایا اور اسے بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نحس ساعت میں خلیفہ اور الحکم دونوں کو قتل کرنے کی خوفناک سازش کی گئی۔ عبدالرحمٰن کو بھی خبر ہوگئی۔ اس نے ایک معتبر سردار کو کافی فوج دے کر روانہ کیا۔ شہزادہ اپنے رفیق عبدالدار کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا۔ جب خلیفہ کے سامنے پیش ہوا تو اس نے پوچھا: کیا اس وجہ سے آزردہ ہو کہ تم خلیفہ نہیں ہو؟

شہزادے نے کوئی جواب نہ دیا لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بادشاہ کے حکم سے دونوں الگ الگ کمروں میں بند کر دیئے گئے۔ عبدالدار رات ہی رات خودکشی کر کے مر گیا۔

ادھر شہزادہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں اس کے اپنے باپ نے فیصلہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

بادشاہ کا تاریخی فیصلہ

جب عبداللہ کے قتل کا فیصلہ ہو گیا تو اس کے بھائی الحکم نے جو ولی عہد تھا اور اپنے بھائی سے بڑی محبت رکھتا تھا' رحم کی سفارش کی۔ بادشاہ نے سفارس نامنظور کی اور اپنا تاریخی فیصلہ کچھ اس طرح سنایا:

''تمہاری سفارش اور التجا بجا ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اس کی موت کو ٹھنڈے دل سے دیکھنا گوارا نہیں کرتا لیکن میں خلیفہ ہوں' مجھے آئندہ کا خیال بھی رہنا چاہئے۔ اس کے دل کی خلش کبھی نہ جائے گی۔ میرے بعد تم دونوں ہمیشہ لڑتے رہو گے۔ تم دونوں کا انجام تو جو ہو سو ہو لیکن رعایا تباہ و برباد ہو جائے گی' کتنی مائیں اپنے بچوں کو روئیں گی' کتنی عورتیں بیوہ ہوں گی اور کتنے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ ملک میں قحط سالی اور فصلوں کی تباہی دائمی بدامنی پیدا کر دے گی۔ جب ان باتوں کی طرف میرا خیال جاتا ہے تو میں کانپ اٹھتا ہوں' اس لئے ہزار ہا لوگوں کو بے خانماں' ہزاروں عورتوں کو بیوہ اور ہزاروں بچوں کو یتیم بنانے کی بجائے بہتر ہے ایک ہی شخص کا جو بانی فساد ہے خاتمہ کر دیا جائے۔''

''میں اپنے اس نوجوان فرزند کے لئے بہت روؤں گا اور جب تک زندگی ہے روتا رہوں گا لیکن اے الحکم! نہ تمہارے آنسو' نہ میرا رونا اور نہ میرے تمام خاندان کی سفارشیں میرے اس بدقسمت بیٹے کو اس صریح جرم کی سزایابی سے بچا سکتی ہیں۔''

چنانچہ عبداللہ اسی شب کو قتل کر دیا گیا اور دوسرے دن اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوا۔ یہ واقعہ ۹۴۹ء کا ہے۔

خلیفہ عبدالرحمٰن اپنے بیٹے کے غم سے کبھی فارغ نہ رہا۔ اس کا رنج و غم نامعلوم طور پر روز روز بڑھتا گیا۔ مرنے سے ایک سال پیشتر اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آخر یہ عادل بادشاہ ۹۶۱ء میں ۷۳ سال کی عمر میں ۵۰ برس سلطنت کر کے انتقال کر گیا۔

(ناقابل فراموش واقعات ۲۳۴' معمولی تصرف کے ساتھ)

(۹۵)

استقامت کی برکات

یحیٰ ابن واقد بن محمد بن عدی بن جذیم طائی نحوی بغدادی کی کنیت ابوصالح ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں عربی ادب اور نحو میں امام تھے۔ ہیثم' ابن ابی زائدہ اور ابن علیہ کے شاگرد ہیں یاقوت کہتے ہیں کہ انہوں نے اصمعی سے علمی استفادہ کیا۔ ان کی ولادت ۱۶۵ھ میں ہے۔ (بغیۃ الوعاۃ)

تو عظیم نحوی یحیٰ طائی ملاح تھا' لوگوں کو کشتی کے ذریعے دریا کے پار پہنچاتا تھا۔ علم نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں تھی۔ کشتی کے سوار آپس میں مسائل علمیہ پر گفتگو کرتے تو یہ توجہ سے سنا کرتا تھا۔ یہیں سے اسے علم کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اور جب یہ شوق عروج پر پہنچا تو اس نے دل ہی دل میں سوچا:

میری عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی ہے اور مجھ کشتی چلانے کے علاوہ کوئی ہنر نہیں آتا۔ میں یہ عظیم علوم کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟ جب کہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ اس کی نظر ایک چیونٹی پر پڑی۔ وہ ایک گٹھلی کو لے کر دیوار پر چڑھ رہی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچی تھی کہ گر پڑی۔ اس نے پھر گٹھلی اٹھائی اور دیوار پر چڑھنے لگی۔ وہ بار بار گرتی رہی اور گٹھلی کو اٹھا کر دیوار پر چڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ آخر کار وہ دیوار پر چڑھ ہی گئی۔

یحیٰ ملاح یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا' اس نے اپنے دل میں سوچا:

یہ چیونٹی ایک کمزور سا جانور ہے۔ یہ جدو جہد' استقامت اور ثابت قدمی کی بدولت اپنی منزل پر پہنچ سکتی ہے تو مجھے اس سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔ اگر میں ثابت قدمی اور جدو جہد سے کام لوں تو میں بھی اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہوں۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور کشتی بیچ کر دارالعلوم میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس نے نحو' لغت اور منطق کی تعلیم حاصل کی۔ اس نے اتنی محنت کی کہ ان علوم میں یگانہ روزگار ہو گیا اور اس کی شہرت دور دراز تک پہنچی۔ اس نے ان علوم میں بڑی تعداد میں عمدہ کتابیں لکھیں۔

ہر طالب علم کو اسی طرح ثابت قدمی اور مجاہدہ سے کام لینا چاہئے۔ یہاں تک کہ اپنی منزل مراد کو پالے۔ استقامت اور لگن ہی کامیابی کے دو زینے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" (سورۂ ہود' ۱۱۲)

آپ ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ (اخبار العلماء' بتصرف)

(۹۶)

روحانی بدن اور آسمانی عقلیں

حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے یمن کے ایک بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ محبت کرنے والوں میں بلند مرتبہ اور کوشش کرنے والوں پر فوقیت رکھتے ہیں اور وہ علم وحکمت کا سرچشمہ ہیں۔ چنانچہ میں حج کے ارادے سے نکلا اور جب ارکانِ حج ادا کر لئے تو ان کی طرف چل پڑا تا کہ ان کی گفتگو سنوں اور ان کے بیان سے نفع اٹھاؤں۔ ہم کئی لوگ یہی سوچ لے کر گئے۔ ہمارے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا جس میں نیک لوگوں کی نشانیاں اور محبت کرنے والوں کی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ وہ بزرگ ہمیں ملے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اسی نوجوان نے سلام وکلام سے ابتداء کی۔ بزرگ نے اس سے مصافحہ کیا اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ نوجوان نے عرض کی: ''یا سیدی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیمار دلوں کا طبیب بنایا ہے' مجھے ایک ایسی بیماری ہے کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آ چکے ہیں۔ اگر آپ مجھ پر اپنا لطف وکرم فرمائیں تو میرا علاج فرما دیجئے۔'' بزرگ نے پوچھا: ''جو معاملہ تجھ پر ظاہر ہوا ہے اس کے مطابق پوچھ۔'' اس نے عرض کی: ''محبت الٰہی کی علامت کیا ہے؟'' بزرگ نے جواب دیا ''اس کی علامت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو بیمار جان' کیا تو نے دیکھا نہیں کہ بیمار مرض کے خوف سے کھانا نہیں کھاتا؟''

یہ سنتے ہی نوجوان نے باآواز بلند چیخ ماری۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ اس کی روح پرواز کر گئی ہے۔ جب اسے افاقہ ہوا تو پھر عرض کی: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ محبت کرنے والوں کی علامت کیا ہے؟'' فرمایا: ''محبت کرنے والوں کا درجہ بہت بلند ہے۔'' نوجوان نے پھر

عرض کی: ''مجھے ان کے اوصاف بتائیے؟'' انہوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اس کے نورِ جلال کو دیکھتے ہیں تو ان کے جسم روحانی اور عقلیں آسمانی ہو جاتی ہیں جو ملائکہ کی صفوں کے درمیان واضح طور پر چلتی پھرتی ہیں اور تمام امورِ آخرت کا یقینی طور پر مشاہدہ کرتی ہیں۔ پس وہ حسبِ استطاعت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کو جنت کی طمع ہوتی ہے نہ دوزخ کا خوف۔'' اس پر نوجوان نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور اپنی جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ وہ بزرگ رو رو کر اسے بوسے دینے لگے پھر فرمانے لگے ''اللہ کی قسم! یہ خائفین کی موت ہے اور یہ محبین کا مقام ہے۔''

حضرت سیّدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا داؤد علیٰ نبینا علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی ''اے داؤد! مجھ سے محبت کرو اور میرے محبین سے بھی محبت کرو اور میرے بندوں کے دلوں میں میری محبت ڈالو۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا اللہ! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تیرے محبین سے بھی محبت کرتا ہوں لیکن تیرے بندوں کے دلوں میں تیری محبت کیسے داخل کروں؟'' ارشاد فرمایا: ''ان کو میری نعمتیں اور عطائیں یاد دلاؤ کیونکہ وہ مجھ سے صرف احسان ہی جانتے ہیں۔''

(احیاء علوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، بیان فضیلۃ الرجاء والترغیب فیہ، ج ۴، ص ۱۷۸)

منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی ''تو میرا خلیل ہے اور میں تیرا خلیل ہوں۔ لہٰذا اس بات سے بچنا کہ میں تیرے دل کو اپنے غیر میں مشغول پاؤں، اگر ایسا ہوا تو میں تیری محبت ختم کر دوں گا کیونکہ میں اپنی محبت کے لئے ایسے بندے کا انتخاب کرتا ہوں کہ اگر میں اسے آگ میں بھی جلاؤں تو بھی اس کا دل میرے علاوہ کسی میں مشغول نہ ہو۔ جب وہ ایسا ہو تو میں اپنی محبت اس کے دل میں ڈال دیتا ہوں اور اس پر مسلسل اپنا لطف و کرم فرماتا ہوں پھر اسے اپنا قرب اور اپنی محبت عطا کرتا ہوں تو میرے نزدیک کونسی نعمت اس کے برابر ہو سکتی ہے اور میرے نزدیک کون سا شرف و مرتبہ اس سے بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ میری عزت و جلال کی قسم! اپنی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے میں اپنے محبّ کے سینے کو ضرور شفا بخشوں گا اور یہ اس لئے کہ میں اپنے محبّ سے محبت کرتا

ہوں۔'' (حلیۃ الاولیاء الحارث بن اسد المحاسبی الحدیث ۱۴۶۴۸ ج۱۰ ص ۸۶ بتغیر)

اے مسلمانو! جب اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی قدیم عنایت کے ساتھ بندے پر سبقت لے جاتی ہے تو پھر بندہ سیدھے راستے پر کیوں نہیں چلتا؟ (حکم ہوتا ہے) اے جبرائیل علیہ السلام فلاں کو سلا دو اور فلاں کو اٹھا دو تو محب اپنے محبوب حقیقی کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے' اس کی عبادت کو لازم پکڑ لیتا ہے اور اس کی محبت میں حیران و سرگرداں رہتا ہے تو اس پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور عتاب اثر نہیں کرتا۔

(۹۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز کو تین میل کی دوری سے سن لیا

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ یہ اپنے مقدس باپ کے جانشین ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نبوت اور سلطنت دونوں سعادتوں سے سرفراز فرما کر تمام روئے زمین کا بادشاہ بنایا اور چالیس برس تک آپ تخت سلطنت پر جلوہ گر رہے۔ جن وانسان وشیاطین اور چرندوں' پرندوں' درندوں سب پر آپ کی حکومت تھی۔ سب کی زبانوں کا آپ کو علم عطا کیا گیا اور طرح طرح کی عجیب وغریب صنعتیں آپ کے زمانے میں بروئے کار آئیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ○

(النمل' رکوع ۲' پارہ ۱۹)

''اور حضرت سلیمان' حضرت داؤد کے جانشین ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز میں سے عطا کیا گیا ہے بے شک یہ کھلا ہوا فضل خداوندی ہے۔''

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن وانس وغیرہ اپنے تمام لشکروں کو لے کر طائف یا شام میں ''وادی نمل'' سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں تو چیونٹیوں کی ملکہ جو مادہ اور لنگڑی تھی اس نے تمام چیونٹیوں سے کہا: اے چیونٹیو تم سب اپنے گھروں

میں چلی جاؤ ورنہ حضرت سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں بے خبری میں کچل ڈالے گا۔ چیونٹی کی اس تقریر کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کی دوری سے سن لیا اور مسکرا کر ہنس دیئے چنانچہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (النمل، رکوع ۲، پارہ ۱۹)

''یہاں تک کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام مع لشکر کے وادی نمل میں آئے تو ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہ تمہیں حضرت سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں کچل نہ ڈالیں تو حضرت سلیمان اس بات سے مسکرا کر ہنس دیئے۔''

اس قرآنی واقعہ سے چند اسباق ہدایت معلوم ہوئے۔

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

۱- چیونٹی کی آواز کو تین میل کی دوری سے سن لینا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی بصارت و سماعت کو عام انسانوں کی بصارت پر قیاس نہیں کر سکتے بلکہ حق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سننا اور دیکھنا اور دوسری طاقتیں عام انسانوں کی طاقتوں سے بہت بڑھ چڑھ کر ہوا کرتی ہیں۔

۲- چیونٹی کی تقریر سے معلوم ہوا کہ چیونٹیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ کسی نبی کے صحابی جان بوجھ کر کسی پر ظلم نہیں کر سکتے کیونکہ چیونٹی نے ''وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ'' کہا یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی فوج اگر چیونٹیوں کو کچل ڈالیں گے تو بے خبری کے عالم میں لاشعوری طور پر ایسا کریں گے ورنہ جان بوجھ کر ایک نبی کے صحابی ہوتے ہوئے وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کریں گے۔ افسوس کہ چیونٹیاں تو یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ نبی کے صحابی جان بوجھ کر کسی پر ظلم نہیں کر سکتے مگر رافضیوں کا گروہ ان چیونٹیوں سے بھی گیا گزرا ثابت ہوا کہ ان ظالموں

نے حضور سیّد المرسلین ﷺ کے مقدس صحابہ پر یہ تہمت لگائی کہ ان بزرگوں نے جان بوجھ کر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت پر ظلم کیا (معاذ اللہ)

۳- یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کا ہنسنا تبسم اور مسکراہٹ ہی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ حضرات کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔

یہ چیونٹی تھی یا چیونٹا:

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ محدّث جو نہایت ہی بلند پایہ عالم اور جامع العلوم علامہ تھے بالخصوص علم حدیث اور تفسیر میں تو اپنا مثل نہیں رکھتے تھے' کوفہ تشریف لائے تو ان کی زیارت کے لئے ایک عظیم الشان مجمع جمع ہو گیا۔ آپ نے تقریر فرماتے ہوئے حاضرین سے کئی بار یہ فرمایا: ''سَلُوْا عَمَّا شِئْتُمْ '' یعنی مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ حاضرین پر آپ کی علمی جلالت کا ایسا سکہ بیٹھا ہوا تھا کہ سب لوگ دم بخود ساکت و خاموش بیٹھے رہے مگر جب آپ نے بار بار للکارا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو ابھی بہت کم عمر تھے خود تو کمال ادب سے کچھ نہ بولے مگر آپ نے لوگوں سے کہا: آپ لوگ حضرت قتادہ سے یہ پوچھئے کہ وادی نمل میں جس چیونٹی کی تقریر سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس پڑے تھے وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ! چنانچہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا تو حضرت قتادہ ایسے سٹپٹائے کہ بالکل لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے پھر لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''چیونٹی مادہ تھی'' حضرت قتادہ نے فرمایا: اس کا ثبوت؟ امام ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس چیونٹی کے لئے ''وَقَالَتْ نَمْلَةٌ '' مونث کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ چیونٹی نر ہوتی تو ''وَقَالَ نَمْلَةٌ '' مذکر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہوتا۔ حضرت قتادہ نے اس دلیل کو تسلیم کر لیا اور امام ابوحنیفہ کی دانائی اور قرآن فہمی پر حیران رہ گئے اور اپنے بڑے بول پر نادم ہوئے۔

ہدہد کہاں گیا؟:

یوں تو سبھی پرندے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر اور تابع فرمان تھے لیکن آپ کا ہدہد آپ کی فرماں برداری اور خدمت گزاری میں بہت مشہور ہے۔ اسی ہدہد نے آپ کو ملک سبا

کی ملکہ ''بلقیس'' کے بارے میں خبر دی تھی کہ وہ ایک بہت بڑے تخت پر بیٹھ کر سلطنت کرتی ہے اور بادشاہوں کے شایان شان جو بھی سروسامان ہوتا ہے وہ سب کچھ اس کے پاس ہے مگر وہ اور اس کی قوم سورج کے پجاری ہیں۔ اس خبر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے نام جو خط ارسال فرمایا اس کو یہی ہدہد لے کر گیا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ حضرت سلیمان نے ہدہد سے فرمایا:

تم میرا یہ خط لے جاؤ اور ان کے پاس یہ خط ڈال کر پھر ان سے الگ ہو کر تم دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟

چنانچہ ہدہد یہ خط لے کر گیا اور بلقیس کی گود میں اس خط کو اوپر سے گرا دیا۔ اس وقت اس نے اپنے گرد امراء و ارکان سلطنت کا مجمع اکٹھا کیا پھر خط کو پڑھ کر لرزہ براندام ہو گئی اور اپنے اراکین سے یہ کہا:

اے سردارو! میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے جو حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحیم ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور تم مسلمان ہو کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔ (النمل، رکوع ۲، پارہ ۱۹)

ملکہ بلقیس کے نام حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط

خط سنا کر بلقیس نے اپنی سلطنت کے امیروں اور وزیروں سے مشورہ کیا تو ان لوگوں نے اپنی طاقت اور جنگی مہارت کا اعلان و اظہار کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام سے جنگ کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس وقت عقل مند بلقیس نے اپنے امیروں اور وزیروں کو سمجھایا کہ جنگ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے شہر ویران اور شہر کے عزت دار باشندے ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ اس لئے میں یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ کچھ ہدایا و تحائف ان کے پاس بھیج دوں۔ اس سے امتحان ہو جائے گا کہ حضرت سلیمان صرف بادشاہ ہیں یا اللہ کے نبی بھی ہیں۔ اگر وہ نبی ہوں گے تو ہرگز میرا ہدیہ قبول نہیں کریں گے بلکہ ہم لوگوں کو اپنے دین کی اتباع کا حکم دیں گے اور اگر وہ صرف بادشاہ ہوں گے تو میرا ہدیہ قبول کر کے نرم پڑ جائیں

گے۔ چنانچہ بلقیس نے پانچ سو غلام' پانچ سو لونڈیاں' بہترین لباس اور بہت سے جواہرات اور مشک و عنبر اور ایک جڑاؤ تاج مع ایک خط کے اپنے قاصد کے ساتھ بھیجا۔ ہدہد یہ سب دیکھ کر روانہ ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آ کر سب خبریں پہنچا دیں چنانچہ بلقیس کا قاصد جب چند دنوں کے بعد تمام سامانوں کو لے کر دربار میں حاضر ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر قاصد سے فرمایا:

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ○ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○

(النمل' رکوع ۳' پارہ ۱۹)

''آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرتے ہو؟ اللہ نے مجھے جو دیا ہے وہ اس سے بڑھ کر اور بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے تم واپس جاؤ۔ ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہو گی اور ضرور ہم ان کو ان کے شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ پست ہو جائیں گے؟''

چنانچہ اس کے بعد جب قاصد نے واپس لوٹ کر بلقیس کو سارا ماجرا سنایا تو بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو گئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار اور یہاں کے عجائبات دیکھ کر اس کو یقین آ گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام خدا کے نبی برحق ہیں اور ان کی سلطنت اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اپنے دین کی دعوت دی تو اس نے نہایت ہی اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کر لیا پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے نکاح کر کے اس کو اپنے محل میں رکھ لیا۔

اس سلسلے میں ہدہد نے جو کارنامے انجام دیئے وہ بلاشبہ عجائبات عالم میں سے ہیں جو یقیناً حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔

تختِ بلقیس:

ملکہ سبا ''بلقیس'' کا تخت شاہی اسی گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا اور سونے چاندی

وغیرہ طرح طرح کے جواہرات اور موتیوں سے آراستہ تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے قاصد اور اس کے ہدایا و تحائف کو ٹھکرا دیا اور اس کو حکم نامہ بھیجا کہ وہ مسلمان ہو کر میرے دربار میں حاضر ہو جائے تو آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے ہی اس کا تخت میرے دربار میں آ جائے چنانچہ آپ نے اپنے دربار میں درباریوں سے یہ فرمایا:

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۝ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ۝ (النمل ۳' پارہ ۱۹)

''اے درباریو! تم میں سے کون ہے کہ بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ قبل اس کہ کہ وہ سب مطیع ہو کر میرے حضور حاضر ہوں تو ایک سرکش جن بولا کہ میں وہ تخت لا دوں گا۔ قبل اس کے کہ آپ اجلاس برخواست کریں اور میں اس پر قوت والا اور امانت دار ہوں۔''

ولی اللہ کی طاقت و کرامت

جن کا بیان سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اس سے بھی جلد وہ تخت میرے دربار میں آ جائے۔ یہ سن کر آپ کے وزیر حضرت ''آصف بن برخیا'' جو اسم اعظم جانتے تھے اور ایک باکرامت ولی تھے انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ (النمل' ع ۳' پارہ ۱۹)

''اس نے کہا: جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور میں حاضر کر دوں گا آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے۔''

چنانچہ حضرت آصف بن برخیا نے روحانی طاقت سے بلقیس کے تخت کو ملک سبا سے بیت المقدس تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں کھینچ لیا اور وہ تخت زمین کے نیچے نیچے چل

کر لمحہ بھر میں ایک دم حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہو گیا۔ تخت کو دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کہا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝

(النمل، رکوع ۳، پارہ ۱۹)

''یہ میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے ہی بھلے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے، تو میرا رب بے پرواہ اور بڑی خوبیوں والا ہے۔''

اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بڑی بڑی روحانی طاقت وقوت عطا فرماتا ہے۔ دیکھ لیجئے حضرت آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے بھر کی مدت میں تخت بلقیس کو ملک سبا سے دربار سلیمان میں حاضر کر دیا اور خود اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں اسی طرح بہت سے اولیاء کرام نے سینکڑوں میل کی دوری سے آدمیوں اور جانوروں کو لمحہ بھر مین بلا لیا ہے۔ یہ سب اولیاء کی اس روحانی طاقت کا کرشمہ ہے جو خداوند قدوس اپنے ولیوں کو عطا فرماتا ہے اس لئے خبردار، خبردار کبھی ہرگز ہرگز اولیاء کرام کو اپنے جیسا نہ خیال کرنا اور نہ ان کے اعضاء کی طاقتون کو عام انسانوں کی طاقتوں پر قیاس کرنا۔ کہاں عوام کالانعام؟ اور کہاں اولیاء کرام؟ اولیاء کرام کو اپنے جیسا سمجھ لینا یہ گمراہی کا سرچشمہ ہے۔

اولیاء اللہ کو اپنے جیسا نہ سمجھو

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں اسی مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے:

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے زبدال حق آگاہ شد

یعنی تمام دنیا اس وجہ سے گمراہ ہو گئی کہ خدا کے اولیاء سے بہت کم لوگ آگاہ ہوئے۔

اولیاء راہمچو خود پند اشتد
ہمسری باانبیاء برداشتد

لوگوں نے اولیاء کواپنے جیسا سمجھ لیااور انبیاء کے ساتھ برابری کر بیٹھے۔

ایں ندانستند ایشاں ازعمی
ہست فرقے درمیاں بے انتہا

ان لوگوں نے اپنے اندھے پن سے یہ نہیں جانا کہ عوام اور اولیاء کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔

بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ اولیاء کرام کو ہر گز ہر گز عام انسانوں کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ یہ عقیدہ رکھ کر اولیاء کرام کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے کہ ان لوگوں پر خداوند کریم کا خاص فضل عظیم ہے اور یہ لوگ بے پناہ روحانی طاقتوں کے بادشاہ بلکہ شہنشاہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے حکم سے بڑی بڑی بلائیں اور مصیبتیں ٹال سکتے ہیں اور ان کی قبروں کا بھی ادب رکھنا لازم ہے کہ اولیاء کی قبروں پر فیوض و برکات خداوندی کی بارش ہوتی رہتی ہے اور جو عقیدت ومحبت سے ان کی قبروں کی زیارت کرتا ہے وہ ضرور ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوا کرتا ہے۔ اس زمانے میں فرقہ وہابیہ اولیاء کی بے ادبی کرتا رہتا ہے۔ میں اپنے سنی بھائیوں کو یہ نصیحت ووصیت کرتا ہوں کہ ان گمراہوں سے ہمیشہ دور رہیں اور ان لوگوں کے ظاہری سادہ لباسوں اور وضونمازوں سے فریب نہ کھائیں کہ ان لوگوں کے دل بہت گندے ہیں اور یہ لوگ نور ایمان کی تجلیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ (معاذ اللہ منہم)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے مثل وفات:

ملک شام میں جس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ گاڑا گیا تھا ٹھیک اسی جگہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی مگر عمارت پوری ہونے سے قبل ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ پہنچا اور آپ نے اپنے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمارت کی تکمیل کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کی جماعت کو اس کام پر لگایا اور عمارت کی تعمیر ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا اور عمارت مکمل نہ ہو

سکی تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ الٰہی! میری موت جنوں کی جماعت پر ظاہر نہ ہونے پائے تاکہ وہ برابر عمارت کی تکمیل میں مصروف عمل رہیں اور ان سبھوں کو جو علم غیب کا دعویٰ ہے وہ بھی باطل ٹھہر جائے۔ یہ دعا مانگ کر آپ محراب میں داخل ہو گئے اور اپنی عادت کے مطابق اپنی لاٹھی ٹیک کر عبادت میں کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہو گئی مگر جن مزدور یہ سمجھ کر کہ آپ زندہ کھڑے ہوئے ہیں برابر کام میں مصروف رہے اور عرصہ دراز تک آپ کا اسی حالت میں رہنا جنوں کے گروہ کے لئے باعث حیرت اس لئے نہیں ہوا کہ وہ بار بار دیکھ چکے تھے کہ آپ ایک ایک ماہ بلکہ کبھی کبھی دو دو ماہ برابر عبادت میں کھڑے رہتے ہیں۔ غرض ایک سال تک وفات کے بعد آپ اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے یہاں تک کہ بحکم الٰہی دیمکوں نے آپ کے عصا کو کھا لیا اور عصا کے گر جانے سے آپ کا جسم مبارک زمین پر آ گیا۔ اس وقت جنوں کی جماعت اور تمام انسانوں کو پتہ چلا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ (سبا، رکوع ۲، پ ۲۲)

پھر جب ہم نے ان (حضرت سلیمان علیہ السلام) پر موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو ان کی موت دیمک ہی نے بتائی جو ان کے عصا کو کھا رہی تھی۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام زمین پر آ رہے تو جنوں کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت کے عذاب میں اتنی دیر تک نہ پڑے رہتے!''

وفات کے بعد انبیاء کرام کے جسم محفوظ رہتے ہیں

اس قرآنی واقعہ سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس بدن وفات کے بعد سڑتے گلتے نہیں ہیں کیونکہ آپ نے ابھی ابھی پڑھ لیا کہ ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد عصا کے سہارے کھڑے رہے اور ان کے جسم مبارک میں کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ یہی حال تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ان کی قبروں میں

ہے کہ ان کے بدن کو مٹی کھا نہیں سکتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءَ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ'' (مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۲۱، باب الجمعہ)

''بے شک اللہ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو روزی دی جاتی ہے۔''

اور حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر ہے کہ ہر نبی کی یہی شان ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو روزی عطا فرماتا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور امام بیہقی نے فرمایا ہے: انبیاء علیہم السلام مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر تشریف لے جائیں یہ جائز و درست ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ ۱۲)

اہل سنت کا عقیدہ

اسی لئے اہلسنّت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی مقدس قبروں میں حیات جسمانی کے لوازم کے ساتھ زندہ ہیں۔ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ اسی لئے یہ گستاخ فرقہ انبیاء کرام کی قبروں کو مٹی کا ڈھیر کہہ کر ان مقدس قبروں کی توہین اور ان کو منہدم کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ حد ہو گئی ہے کہ عالم اسلام کی انتہائی بے چینی کے باوجود گنبد خضریٰ کو مسمار کر دینے کی سکیمیں برابر حکومت سعودیہ میں بنتی رہتی ہیں مگر خداوند کریم کا یہ فضل عظیم ہے کہ اب تک وہ اس پلان کو بروئے کار نہیں لا سکے ہیں اور نہ انشاء اللہ آئندہ ان کا یہ شیطانی پلان پورا ہو سکے گا! کیونکہ

جس کا حامی ہو خدا اس کو گھٹا سکتا ہے کون
جس کا حافظ ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف ۵۳ سال کی ہوئی۔ ۱۳ برس کی عمر میں آپ کو بادشاہی ملی اور چالیس برس تک آپ تخت پر جلوہ گر رہے۔ آپ کا مزار اقدس بیت المقدس میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹۸)

قاضی کے فیصلے نے بادشاہ کو لاجواب کر دیا

خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر نے قرطبہ میں ایک مکان اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے خریدنا چاہا۔ وہ مکان یتیم بچوں کی ملکیت تھا جو قاضی منذر بن سعید بلوطی کی نگرانی میں تھے۔ جب قاضی کے پاس اس مکان کی خریداری کا پیغام پہنچا تو قاضی صاحب نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور خلیفہ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ یتیموں کی جائیداد اس وقت منتقل ہو سکتی ہے جب کہ ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پوری ہو:

۱- کوئی سخت ضرورت لاحق ہو۔

۲- جائیداد کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۳- ایسی قیمت ملتی ہو جس کے لینے میں یتیموں کا آئندہ فائدہ متصور ہو۔

فی الحال ان تین شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں اور ملازمین سرکار نے جو قیمت اس مکان کی تجویز کی ہے وہ بہت کم ہے۔ خلیفہ یہ پیغام سن کر خاموش ہو گیا اور اس نے سمجھا کہ قاضی بغیر قیمت بڑھائے نہ مانے گا۔ ادھر قاضی منذر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں خلیفہ اس مکان کو زبردستی نہ چھین لے۔ چنانچہ قاضی نے فوراً مکان منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد ملازمین شاہی نے دگنی قیمت دے کر اس زمین کو خریدا۔ خلیفہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے قاضی کو بلا کر مکان کو منہدم کرانے کا سبب دریافت کیا۔

قاضی منذر نے کہا: جس وقت میں نے مکان کے منہدم کرنے کا حکم دیا' اس وقت میرے زیرِ نظر قرآن کی یہ آیت تھی:

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ

اَعِیْبَهَا وَ کَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّأْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا○

''کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے۔ میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کرلیا کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک صحیح وسالم کشتی کو جبراً ضبط کرلیتا تھا۔'' (الکہف ۷۹)

خلیفہ یہ سن کر خاموش ہوگیا اور اس روز سے قاضی منذر کی زیادہ عزت کرنے لگا۔ اس واقعہ سے خلیفہ اور قاضی دونوں کی پاک باطنی کا ثبوت ملتا ہے۔ قاضی منذر ۳۵۵ھ میں خلیفہ ناصر سے پانچ سال بعد فوت ہوئے تھے۔

(تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ج ۲ ص ۱۶۶،۱۶۷)

(۹۹)

نہ بخاری بدلی نہ علماء لیکن......

مصر کے فوجی قائدین کی باہمی چپقلش کی وجہ سے جب مصری افواج کو پے در پے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اسمٰعیل بن ابراہیم نے علماء کو از ہر شریف میں قبلہ رو ہو کر بخاری شریف کی تلاوت کا حکم دیا۔ علماء نے بخاری شریف کی تلاوت شروع کر دی لیکن شکست کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔

شاہ مصر غصے سے بھرا ہوا از ہر شریف میں گیا۔ اسے کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے غیظ و غضب کے عالم میں چلاتے ہوئے کہا:

تم یہ کیا پڑھ رہے ہو؟ کیا یہ صحیح بخاری نہیں ہے؟ کیا تم علماء کے اس زمرے میں شامل نہیں ہو جن کا تذکرہ ہم سلف صالحین سے سنتے رہے ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت اور تمہاری تلاوت کی برکت سے کوئی مصیبت بھی نہیں دور کی ہے اور تمہاری کوئی دعا بھی قبول نہیں فرمائی۔

علماء اس کی گفتگو سن کر دم بخود رہ گئے اور حیرت کے مارے انہیں کچھ نہ سوجھا کہ وہ کیا جواب دیں؟ وہ ایک دوسرے کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اچانک علماء کی صف میں آخر میں بیٹھا ہوا ایک بزرگ عالم کھڑا ہوا۔ اس نے پر جلال آواز میں فرمایا:

اسمٰعیل! یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہے۔ اسمٰعیل! یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پہنچا ہے:

”تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا تم پر اللہ تعالیٰ تمہارے

برے لوگ مسلط فرما دے گا پھر تمہارے بہترین لوگ دعا کریں گے لیکن ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔"

علماء و مشائخ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ بادشاہ ایک لفظ منہ سے نکالے بغیر واپس چلا گیا۔ اس سے اس عالم کی گفتگو کا جواب نہیں بن پڑا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حدیث شریف اس کے حواس پر چھا گئی ہے اور اسے محسوس ہو گیا ہے کہ شکست کا سبب واقعی اس کی طرف سے پایا گیا ہے تاہم اس سے اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

بزرگ عالم دین کی حق گوئی

علماء نے اس بزرگ عالم کی جان اور اپنی جان کے خوف کی بناء پر اسے ملامت کی اور کہا کہ تم نے شاہِ مصر کو کھری کھری کیوں سنا دیں؟ اتنے میں شاہ کا خادم آیا اور پوچھنے لگا: شاہ کو ایسا ایسا جواب کس نے دیا ہے؟ شیخ نے کہا: میں نے دیا ہے

شیخ بالکل خوف زدہ اور مرعوب نہ ہوئے۔ وہ بادشاہ کے پاس جانے لگے تو علماء نے انہیں اس طرح رخصت کیا جیسے وہ کبھی واپس نہ آئیں گے۔

شیخ شاہی محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ کمرۂ ملاقات میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے خالی کرسی پڑی تھی۔ شیخ کو اس پر بٹھا دیا گیا۔ شاہ نے اسے کہا:

"استاذ! تم نے جو بات وہاں کہی تھی وہ دوبارہ کہو۔"

شیخ نے پوری بے باکی کے ساتھ اپنی گفتگو دہرا دی اور حدیث کی تفصیلی شرح بیان بھی کر دی۔

شاہ نے کہا: ہم نے کیا جرم کیا ہے؟ جس کی بناء پر ہم پر وہ مصیبت نازل ہو جو تم نے بیان کی ہے۔

شیخ نے کہا:

"کیا مخلوط عدالتوں نے سود کے جائز ہونے کا قانون پاس نہیں کیا؟ کیا یہاں زنا کا لائسنس نہیں دیا جاتا؟ کیا یہاں شراب حلال نہیں ہے؟ اسی طرح کے متعدد حرام کاموں کی ایک لسٹ پیش کر دی جو بغیر روک ٹوک جاری ہیں۔" اور اس کے بعد کہا:

بادشاہ نے اپنی غلطی تسلیم کرلی

اس کے باوجود آسمانی امداد کا انتظار کریں تو کس طرح کریں؟ جب کہ تم نے ان حرام کاموں کو روا رکھا ہے' جو انتقام لینے والے اور جبار اللہ کو ناراض کرنے والے ہیں۔ حد یہ کہ تم علماء کو طعنہ دیتے ہو کہ ان کی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ''

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ خود اپنی حالت کو بدل دیں۔''

''استاذ! پھر ہم کیا کریں؟ ہم غیر ملکیوں (انگریزوں) کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور یہ ان کی ثقافت ہے؟'' شیخ بادشاہ کے اقرار پر خوش ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے:

''پھر بخاری شریف کا کیا گناہ ہے اور علماء کا کیا جرم ہے؟''

شاہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سر اٹھایا تو مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ کہنے لگا: ''آپ نے سچ کہا' آپ نے سچ کہا۔''

اس نے حکم دیا کہ شیخ کو ہر ماہ تیس جنیہہ (مصری پونڈ جو آج کل ۱۵ پاکستانی روپے کے برابر ہے) دیئے جائیں۔ شیخ اپنے احباب کے پاس واپس پہنچے تو وہ اتنے خوش ہوئے جیسے شیخ کو نئی زندگی مل گئی ہو۔ کیونکہ وہ ان کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔ (اخلاق العلماء' بتصرف)

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کی واپسی ایسے ہی تھی جیسے وہ ابھی پیدا ہوئے ہوں۔ باعمل اور صاحب اخلاص علماء دوٹوک الفاظ میں حق بیان کر دیتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پرچار کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کا راستہ نہیں روک سکتی۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے حکمرانوں کو خالص نصیحت کی باتیں پہنچا دیتے ہیں۔ یہ نصیحت ایسے دل سے برآمد ہوتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ ایسی نصیحت دل سے برآمد ہوتی ہے اور دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور حکمران روشن حق اور راہ صواب کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

(۱۰۰)

سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا رقت انگیز بیان

حضرت سیّدنا ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مصر کے ایک جنگل بیابان میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے اجتماع پاک میں حاضر ہوا۔ میں نے حاضرین اجتماع کو شمار کیا تو وہ ستر ہزار کے لگ بھگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبین باری تعالیٰ کے متعلق بیان فرما رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتماع میں گیارہ افراد مر گئے۔ لوگ چیخ و پکار اور گریہ وزاری کرتے ہوئے گر رہے تھے۔ بہت سے لوگ زمین پر بے ہوش پڑے تھے۔ سارا دن انہیں افاقہ نہ ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید خاص عرض کرنے لگا ''اے ابوالفیض! آپ نے محبت خالق کے ذکر سے دلوں کو جلا کر رکھ دیا اور غم واندوہ میں ڈال دیا۔ اب محبت مخلوق کے ذکر سے ان لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔ یہ سن کر حضرت سیّدنا ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے غم و اندوہ میں ڈوبی ہوئی شدید آہ بھری اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص شق ہو کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ پھر ارشاد فرمانے لگے'' آہ! افسوس! ان کے دل متعلق ہو گئے۔ ان کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ انہوں نے شب بیداری کا عہد و پیمان اور نیند کا بائیکاٹ کر لیا۔ ان کی رات طویل اور نیند کم ہے۔ ان کا غم و الم ختم نہ ہو گا۔ ان کے کام دشوار اور آنسو بہت زیادہ ہیں۔ ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور پلکیں نم ناک ہیں۔ زمانے نے ان سے دشمنی کی اور رشتے داروں اور پڑوسیوں نے جفا کی۔ محبت الٰہی نے ان کے دلوں کو جلا کر رکھ دیا۔ ان کی شراب طہور گدلے پن سے پاک صاف ہے۔ بے شک ان کے لئے اپنے مقصود تک پہنچنے اور سرور و کامیابی پانے کی بشارت ہے۔

اے مسلمانو! محبت ان لوگوں کا کام ہے جنہوں نے اپنے دل میں محبوب حقیقی کے سوا کسی کے لئے ذرّہ برابر بھی جگہ نہ چھوڑی۔

محبت ہر عضو بدن پہ اپنی علامات ظاہر کرتی ہے

۱- زبان محبوب حقیقی کے ذکر میں مشغول رہتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ" (پ۲ البقرۃ ۱۵۲)

"تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔"

(صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں "ذکر تین طرح کا ہوتا ہے (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح تقدیس' ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے' خطبہ' توبہ' استغفار' دعا وغیرہ اسی میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا' اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا۔ علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔ ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعت الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا' یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے۔ نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے۔ تسبیح وتکبیر' ثناء وقرأت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع' اخلاص ذکر قلبی اور قیام' رکوع' سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔" صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اگر بندہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ایسے ہی یاد فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔" قرآن وحدیث میں ذکر کے بہت فضائل وارد ہیں اور یہ ہر طرح کے ذکر کو شامل ہیں۔ ذکر بالجہر کو بھی اور بالاخفاء کو بھی")

کان کا ذکر

کان' محبوب حقیقی کے ان میٹھے بولوں کو سننے کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ (پ ۲' البقرۃ' ۱۸۶)

''اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔''

(صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''اس میں طالبان حق کی طلب مولیٰ کا بیان ہے جنہوں نے عشق الٰہی پر اپنے حوائج کو قربان کر دیا۔ وہ اسی کے طلب گار ہیں' انہیں قرب و وصال کے مژدہ سے شادکام فرمایا۔ شانِ نزول: اس آیت کا یہ ہے کہ ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشق الٰہی میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دور والے سے ضرور بعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے۔ مکانی کی یہ شان نہیں۔ منازل قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔
دوست نزدیک تر از من بمن ست۔ویں عجب تر کہ من از وے دروم'')

آنکھوں کا ذکر

آنکھیں' جلوہ محبوب دیکھنے کی آرزومند رہتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ (پ ۲۹' القیامۃ' ۲۲' ۲۳)

''کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔''

(صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''انہیں دیدار الٰہی کی نعمت سے سرفراز فرمایا جائے گا۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی میسر آئے گا۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ و قرآن و حدیث و اجماع کے دلائل کثیرہ اس پر قائم ہیں اور یہ دیدار بے کیف اور بے جہت ہوگا'')

۴- بدن' محبوب حقیقی کی اطاعت میں کھڑے ہو کر وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں:

''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝'' (پ ا' الفاتحۃ' ۵)

"ہم تجھی کو پوچھیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔"

۵- دل یادِ محبوب میں محبت کے رابطے سے جڑے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" (پ۶' المائدہ' ۵۴)

"کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔"

۶- راز جلوۂ محبوب کے مشاہدے میں کھوئے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے: "وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ٥" (پ۳۰' البروج' ۳)

"(قسم) اس دن کی جو گواہ ہے اور اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں۔"

۷- روحیں راحت اور پھولوں کے ذکر سے سکون حاصل کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ" (پ۲۷' الواقعہ' ۸۹)

"تو راحت ہے اور پھول۔"

مقربین میں سے جو کوئی دنیا سے مفارقت کرتا ہے اس کے پاس جنت کے پھولوں کی ڈالی لائی جاتی ہے اس کی خوشبو سونگھتا ہے تب روح قبض ہوتی ہے۔ (خزائن العرفان)

پس عارف کو بارگاہِ خداوندی میں حاضری سے غفلت نہیں ہوتی اور نہ ہی عابد اپنے معبودِ حقیقی سے غافل ہوتا ہے۔

(۱۰۱)

قارون کی بدمعاشی اور عبرت ناک انجام

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ''یصہر'' کا بیٹا تھا۔ بہت ہی شکیل اور خوبصورت آدمی تھا۔ اسی لئے لوگ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس کو ''منور'' کہا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ کمال بھی تھا کہ وہ بنی اسرائیل میں ''تورات'' کا بہت بڑا عالم اور بہت ہی ملنسار اور با اخلاق انسان تھا اور لوگ اس کا بہت ہی ادب واحترام کرتے تھے!

لیکن بے شمار دولت اس کے ہاتھ آتے ہی اس کے حالات میں ایک دم تغیر پیدا ہو گیا اور سامری کی طرح منافق ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا دشمن ہو گیا اور اعلیٰ درجے کا متکبر اور مغرور ہو گیا۔ جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو عہد کیا کہ وہ اپنے تمام مالوں میں سے ہزارہواں حصہ زکوٰۃ نکالے گا مگر جب اس نے مالوں کا حساب لگایا تو ایک بہت بڑی رقم زکوٰۃ کی نکلی۔ یہ دیکھ کر اس پر ایک دم حرص وبخل کا بھوت سوار ہو گیا اور وہ نہ صرف زکوٰۃ کا منکر ہو گیا بلکہ عام طور پر بنی اسرائیل کو بہکانے لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بہانے تمہارے مالوں کو لے لینا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لئے اس خبیث نے یہ گندی اور گھناؤنی چال چلی کہ ایک عورت کو بہت زیادہ مال و دولت دے کر آمادہ کر لیا کہ وہ آپ پر بدکاری کا الزام لگائے۔ چنانچہ عین اس وقت جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وعظ فرما رہے تھے قارون نے آپ کو ٹوکا کہ فلانی عورت سے آپ نے بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس عورت کو میرے سامنے لاؤ۔ چنانچہ وہ عورت بلائی گئی۔

قارون کی سازش ناکام ہوگئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے عورت! اس اللہ کی قسم! جس نے بنی اسرائیل کے لئے پہاڑ کو پھاڑ دیا اور عافیت و سلامتی کے ساتھ دریا کے پار کرا کر فرعون سے نجات دی۔ سچ سچ کہہ دے کہ واقعہ کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال سے عورت سہم کر کانپنے لگی اور اس نے مجمع عام میں صاف صاف کہہ دیا کہ اے اللہ کے نبی! مجھ کو قارون نے کثیر دولت دے کر آپ پر بہتان لگانے کے لئے آمادہ کیا ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آبدیدہ ہو کر سجدہ شکر میں گر پڑے اور بحالت سجدہ آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! قارون پر اپنا قہر و غضب نازل فرما دے پھر آپ نے مجمع سے فرمایا: جو قارون کا ساتھی ہو وہ قارون کے ساتھ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھی ہو وہ قارون سے جدا ہو جائے چنانچہ دو خبیثوں کے سوا تمام بنی اسرائیل قارون سے الگ ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! تو اس کو پکڑ لے تو قارون ایک دم گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا پھر آپ نے دوبارہ زمین سے یہی فرمایا تو وہ کمر تک زمین میں دھنس گیا۔ یہ دیکھ کر قارون رونے اور بلبلانے لگا اور قرابت و رشتہ داری کا واسطہ دینے لگا مگر آپ نے کوئی التفات نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں دھنس گیا۔ دو منحوس آدمی جو قارون کے ساتھی ہوئے تھے لوگوں سے کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو اس لئے دھنسا دیا ہے کہ قارون کے مکان اور اس کے خزانوں پر خود قبضہ کر لیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ قارون کا مکان اور خزانہ بھی زمین میں دھنس جائے۔ چنانچہ قارون کا مکان جو سونے کا تھا اور اس کا سارا خزانہ بھی زمین میں دھنس گئے۔ (صاوی، ج ۴، ص ۱۷۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے قارون کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں ایک مضبوط اور طاقتور جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ (القصص، ع ۸، پارہ ۲۰)

"بے شک قارون حضرت موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ پھر اس نے ان پر ظلم کیا

اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے' جن کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔"

نصیحت کارگر ثابت نہ ہوئی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو جو نصیحت فرمائی وہ یہ ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے۔ اسی خیر خواہی والی نصیحت کو سن کر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہو گیا۔ غور کیجئے کہ کتنی مخلصانہ اور کس قدر پیاری نصیحت ہے؟ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ ساری قوم قارون کو سناتی رہی کہ

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط

(القصص' ع ۸' پارہ ۲۰)

"جب قارون سے اس کی قوم نے کہا: اترا کر مت چل۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور زمین میں فساد مت تلاش کر۔"

قارون نے اپنے مال کے گھمنڈ میں اس مخلصانہ نصیحت کو ٹھکرا دیا اور خوب بن سنور کر تکبر اور غرور سے اتراتا ہوا قوم کے سامنے آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدگوئی اور ایذا رسانی کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس کو قرآن کی زبان سے سنئے اور خدا کی اس قاہرانہ گرفت پر خوف الٰہی سے تھراتے رہئے۔ اللہ اکبر! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○ (القصص' رکوع ۸' پارہ ۲۰)

"تو ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ کے عذاب سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور وہ کوئی

بدلہ نہ لے سکا۔"

یہ عبرتناک واقعہ ہمیں یہ درسِ ہدایت دیتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا فرمائے تو اس فرض کو لازم جانے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور ہرگز ہرگز اپنے مال و دولت پر غرور اور گھمنڈ کر کے نہ اترائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دولت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے پل بھر میں دولت چھین بھی لیتا ہے۔ ہر وقت اس کا دھیان رکھتے ہوئے تواضع اور انکساری کی عادت رکھے اور ہرگز ہرگز کبھی انبیاء و اولیاء و صالحین کی ایذا رسانی و بدگوئی نہ کرے کہ ان مقبولان بارگاہ الٰہی کی دعا اور بددعا سے وہ ہو جایا کرتا ہے جس کا لوگ تصور اور خیال بھی نہیں کر سکتے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۰۲)

اگر یہ چار افراد سدھر جائیں تو......

عباسی خلیفہ منصور ایک روز حاضرین کے سامنے کہنے لگا میرے دروازے پر اگر چار قسم کے لوگ ہوں تو ان کے سوا کسی اور کی مجھے ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

حاضرین نے پوچھا وہ چار قسم کے افراد کون ہیں اے امیر المومنین؟

خلیفہ منصور نے انہیں بتانا شروع کیا۔ دراصل یہی چار قسم کے وہ افراد ہیں جو کسی ملک کے ارکان ہوا کرتے ہیں۔ کوئی بھی ملک ان کو نظر انداز کر کے مستحکم نہیں ہو سکتا۔ ان کی اہمیت بعینہٖ چار پائی کے چار پایوں کی سی ہے۔ اگر ایک پایہ بھی اپنی جگہ سے گر جائے تو پھر چار پائی ٹھہرتی نہیں۔ ان چار قسم کے افراد میں سے ایک وہ قاضی ہے جو صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی کوئی پروا نہیں ہوتی' وہ حق کی تائید میں اپنا فیصلہ ہر حال میں برقرار رکھتا ہے۔

دوسرا وہ پولیس آفیسر ہے جو کمزور کو طاقتور سے انصاف دلاتا ہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی پوری ایمانداری کے ساتھ کرتا ہے۔ تیسرا وہ ٹیکس وصول کرنے والا ہے جو رعایا پر ظلم کئے بغیر اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد خلیفہ منصور نے اپنی شہادت کی انگلی کو تین دفعہ چبایا اور ہر مرتبہ آہ آہ کی آواز نکالی۔ درباریوں نے پوچھا چوتھا شخص کون ہے اے امیر المومنین؟

خلیفہ نے جواب دیا چوتھا آدمی خفیہ محکمے کا وہ افسر ہے جو مذکورہ تینوں قسم کے افراد کی رپورٹوں کی تصدیق کے لئے آخری مہر ثبت کرتا ہے۔ (تاریخ طبری' ص ۵۷)

(۱۰۳)

جب دینی مدارس آباد تھے

اسلام نے بہترین اور علم پر مبنی نظام حیات عطا کیا ہے۔ سب سے پہلے اس عظیم دین کو عربوں نے گلے لگایا کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان میں معبوث کیے گئے اور آپ نے ان ہی میں نشوونما پائی۔ قرآن عظیم تمام علوم اسلامیہ کی بنیاد ہے اور اس کی تعلیم اسلامی تعلیم کی بنیاد ہے۔ قرآن پاک کا پہلا سبق یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے اور اس کے معانی سمجھے جائیں۔ اسلام کے پہلے معلم رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''مجھے علم سکھانے کے لئے بھیجا گیا۔'' آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی۔ صحابہ کرام نے دوسرے لوگوں کو قرآن پاک اور اس سے متعلق اور اس سے حاصل ہونے والے علوم کی تعلیم دی۔

اسی لئے مسلمانوں کے مدارس ان کی جامع مسجدوں میں تھے اور مسجدوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو حلقہ بگوش کہا جاتا تھا۔ شاگردوں کا اپنے استاذ کے گرد ایک حلقہ ہوتا تھا۔ پھر زمانے کے گزرنے کے ساتھ ان کے دائرے مختلف قسموں میں منقسم اور وسیع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ایک طالب علم کے متعدد حلقے بن گئے۔ اکثر حلقوں کی نسبت ان کے استاذ کی طرف کی جاتی تھی۔ کہا جاتا کہ یہ شیرازی کا حلقہ ہے۔ یہ کرخی کا حلقہ ہے۔ اسی طرح دوسرے حلقے تھے۔ ہر جامع مسجد میں مطالعہ اور کتب نقل کرنے کے لئے لائبریری قائم کی جاتی تھی۔

علاوہ ازیں تعلیم مسجدوں کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ مسافر خانوں، منزلوں اور گھروں

میں بھی دی جاتی تھی۔ البتہ خلفاء' مالدار' امراء اور اصحاب ثروت اپنی اولاد کو تعلیم دینا چاہتے تو اساتذہ کو اپنے گھروں میں بلا لیتے تھے۔

اوّلیں مدارس کا قیام

مسلمانوں میں مختلف علوم کے نابغہ روزگار علماء پیدا ہوئے۔ خواہ ان علوم کا تعلق دین سے تھا یا زبان وادب اور سائنس سے۔ ان کے ہاں علوم کے پڑھانے کے لئے مستقل مدرسہ نہیں تھا۔ جیسے آج عموماً مدارس قائم ہیں۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے پانچویں صدی ہجری کے وسط میں شاہ سلجوقی اور الپ ارسلان کے وزیر نظام الملک طوسی نے مدارس قائم کئے۔ اس مدرسہ میں دی جانے والی تعلیم اس زمانے میں ترقی کا بڑا سبب بنی۔ اس میں دینی' فقہی اور لسانی علوم اور ان کی ذیلی شاخوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔

پھر نظام الملک کے قائم کردہ مدارس کی پیروی میں بادشاہوں اور امراء نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں مدارس قائم کئے جن میں اس وقت مفت تعلیم دی جاتی تھی۔

ان میں سے مشہور ترین دمشق کے سلطان نور الدین محمود زنگی تھے۔ انہوں نے دمشق' حلب' حمص' حماۃ اور دوسرے شہروں میں مدارس قائم کئے۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی نے مدارس قائم کئے۔ وہ اصل کے اعتبار سے کردی تھے۔ انہوں نے مصر' اسکندریہ اور بیت المقدس وغیرہ شہروں میں مدارس قائم کئے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بعد آنے والوں نے ان کی پیروی کی اور مدارس قائم کرنے میں پیش رفت کی۔ یہاں تک کہ مدارس کی تعداد پچیس تک پہنچ گئی۔

اور جب غلاموں (خاندانِ غلامان) کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے متقدمین کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی پھر وزراء' امراء اور سرکردہ لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی۔

سلطنت عثمانیہ میں سب سے پہلے سلطان اُوْدَ خاں (م-۷۶۱ھ) نے مدارس قائم کئے۔ ان کے بعد عثمانی سلاطین بھی ان کی روش پر چلتے رہے۔

ان میں سب سے مشہور وہ مدارس عثمانیہ تھے جو سلطان سلیمان نے قائم کئے۔ دمشق

میں مدارس کی تعداد بیس اور بغداد میں تیس تھی۔ رہا اندلس تو اس میں بہت سے مدارس بنائے گئے۔ غرناطہ میں سترہ مدارس تھے۔ قرطبہ' اشبیلیہ' طلیطلہ اور دانیہ میں بہت سے چھوٹے بڑے مدارس تھے۔ تاہم اندلس میں جتنے مدارس تھے وہ سب مدرسہ نظامیہ' بغداد کی طرز پر بنائے گئے۔

پھر استاذ کی اپنے فن میں جتنی شہرت ہوتی تھی طلباء بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے تھے اور جتنے طلباء زیادہ ہوتے اتنی ہی استاذ کی شہرت اور مقبولیت زیادہ ہوتی تھی۔ نیز تعلیم ہر طبقے کے لوگوں کے لئے ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ غلاموں' لونڈیوں اور مزدوروں کو بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

نظام الملک کا سنہری دور

جب نظام الملک طوسی نے بغداد وغیرہ میں مدارس بنائے تو کچھ لوگوں نے ان کے خلاف بادشاہ کے کان بھرے اور کہا کہ نظام الملک نے ملت اسلامیہ کا بڑا سرمایہ ضائع کر دیا ہے۔ یہ سرمایہ بڑے لشکر پر صرف کیا جاتا تو اس کے لئے کافی ہوتا۔

نظام الملک نے ملک شاہ سلجوقی کو کہا:

"بیٹے! میں عجمی شخص ہوں۔ اگر میری بولی لگائی جائے تو کوئی شخص پانچ دینار سے زیادہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ تم ترکی ہو (اور گورے چٹے ہو) اگر تمہاری بولی لگائی جائے تو ہوسکتا ہے کہ تمہاری قیمت تیس دینار تک پہنچ جائے۔ تم اپنی لذتوں میں مشغول ہو' خواہشات میں محو ہو' تمہیں شکار اور لہو ولعب سے فرصت نہیں ملتی۔ اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں تمہاری اطاعت نہیں بلکہ تمہارے گناہ پہنچتے ہیں۔ تمہارے لشکر بھی ایسے ہی ہیں۔ تمہارے فوجی گناہوں' شرابوں اور عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

میں نے تمہارے لئے ایسا لشکر تیار کیا ہے جسے رات کا لشکر کہا جاتا ہے۔ جب تمہارے لشکر رات کو سو جاتے ہیں تو رات کے یہ لشکر صف بستہ' اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر رب کریم کی بارگاہ میں حاضر وہ جاتے ہیں۔ وہ آنسوؤں کا ارمغان بھیجتے ہیں۔ ان کی زبانیں محو ثنا ہوتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر تمہارے لئے اور تمہارے

لشکروں کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔ پس تم اور تمہارے لشکر ان کی حفاظت میں جی رہے ہیں۔ ان کی دعا سے راتیں خیریت سے بسر کرتے ہیں اور ان کی برکتوں سے تمہیں بارش اور رزق دیا جاتا ہے۔"

ملک شاہ نے یہ گفتگو سنی تو اس کا دل نرم ہو گیا۔ اس نے ایک ایک بات کو اپنے دل پر نقش کر لیا اور قبول کیا اور نظام الملک کے سچے دل سے نکلنے والی اس خاص نصیحت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

مدارس کے قائم کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ مدارس بادشاہ یا امیر کے مذہب کی تائید اور اشاعت کرتے تھے۔

مدرسہ نظامیہ بغداد شریف

حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلامی شہروں میں جس نے یہ مدارس قائم کئے اور ان کا نام مدارس نظامیہ رکھا وہ نظام الملک طوسی ہی تھے۔ انہوں نے یہ مدارس پانچویں صدی ہجری کے وسط میں قائم کئے۔ جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہوا۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ بغداد ہی کو ملی۔ دریائے دجلہ کے کنارے اس کی تعمیر کی نگرانی ۴۵۷ھ میں ابوسعید صوفی نے کی۔ اس پر نظام الملک کا نام لکھا اور اس کے لئے متعدد بازار، عمارات اور حمام وغیرہ وقف کئے۔

دنیائے اسلام میں اس مدرسہ کا بڑا مقام ہے۔ اس سے جلیل القدر علماء کی بڑی جماعت تیار ہو کر نکلی جن کی شہرت اس وقت کی جانی پہچانی دنیا کے کونے کونے تک پہنچی۔ ان میں سے چند حضرات یہ ہیں:

ابو اسحاق شیرازی، امام ابونصر صباغ، امام ابوحامد غزالی، ابوالقاسم دبوسی، شاشی، کیاہراسی، سہروردی اور کمال انباری اور ان کے علاوہ بڑے بڑے علماء اور دنیائے اسلام کے فکر و عرفان کے امام پیدا ہوئے۔

عجیب بات یہ ہے کہ دور عباسی گزر گیا، علم میں پختگی آ گئی۔ مختلف زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ مسلمانوں کی زبان میں کیا گیا لیکن ان کا کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا گیا جو تاریخ کے سینے

میں محفوظ ہو البتہ مسلمانوں نے چند مدارس نظام الملک کے مدرسہ سے پہلے خراسان کے دارالحکومت نیشاپور میں ضرور قائم کیے تھے۔

ان میں سے چند مدارس کے نام یہ ہیں:

۱- مدرسہ ابن فورک (م-۵۰۶ھ)

۲- مدرسہ بیہقیہ' جسے بیہقی (م-۴۵۰ھ) نے قائم کیا۔

۳- نیشاپور میں کچھ دوسرے چھوٹے مدارس قائم کیے گئے۔

یہ مدارس نظام الملک سے پہلے نیشاپور میں قائم کیے گئے پھر الپ ارسلان کی حکومت میں نظام الملک نے امام الحرمین کے لئے مدرسہ قائم کیا۔

تاہم سب سے زیادہ شہرت مدرسہ نظامیہ' بغداد ہی کو ملی اور اس کا نام دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب سے بڑا مدرسہ تھا۔ وہاں تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ طلباء کو وظیفے دیئے جاتے تھے اور ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کی جاتی تھیں اسی لئے دوسرے مدارس کی نسبت اس کی زیادہ شہرت ہوئی اور دور دراز کے لوگ علمی سیرابی کے لئے وہاں آنے لگے۔

بادشاہ' علماء کی خدمت میں

یہ حقیقت شک وشبہ سے بالا ہے کہ پہلے پہل اسلامی مدارس غلاموں کے خاندان کے امراء' ان کے وزراء اور معاونین ہی نے قائم کیے۔ آپ جانتے ہیں کہ مسلم امہ کا علماء' فقہاء اور محدثین کے ساتھ عظیم رابطہ رہا ہے۔ اسی لئے جب کوئی بادشاہ مسند اقتدار سنبھالتا تو سب سے پہلے علماء کا قرب حاصل کرتا اور ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتا تاکہ عوام کا قرب حاصل ہو۔ مدارس' مساجد اور جامع مسجدیں تعمیر کرواتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں علمی ترقی کا آغاز ہوا۔ جامع مسجدوں اور مدارس کی بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ وہاں اکابر علماء جمع ہوئے۔ ان کے وظیفے مقرر کیے گئے اور طالبان علم اور نادار مدرسین کو مالی وسائل مہیا کیے گئے۔

علمی ترقی کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک نے علماء

کے لئے خانقاہیں تعمیر کروائیں اور ان کے وظیفے مقرر کیے اور یہ سلسلہ پورے ملک یعنی شام' عراق' دیار بکر' خراسان اور سمرقند میں پھیل گیا۔ ان مدارس کے سالانہ اخراجات تقریباً چھ لاکھ دینار تھے (جو آج کے اربوں روپے تک پہنچیں گے)۔

(وفیات الاعیان' ابن جبیر' الشقائق النعمانیہ' مجلہ التمدن الاسلامی' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

شخصیات کا تعارف:

☆ نظام الملک طوسی: یہ حسن بن علی طوسی ہیں۔ ان کا لقب قوام الدین تھا۔ بڑے دانشور وزیر تھے۔ سلطان الپ ارسلان کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اس نے انہیں وزیر بنا لیا۔ عملاً ان ہی کی حکومت تھی۔ وہ نادر روزگار تھے پھر ملک شاہ سلجوقی نے انہیں وزیر بنالیا۔ انہوں نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ اور دیگر مدارس قائم کیے۔ ۴۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۵ھ میں دھوکے سے شہید کیے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ' بغداد کی تعمیر ماہ ذوالحجہ ۴۵۷ھ میں شروع کی جو دو سال میں مکمل ہوئی۔ ۱۰ ذیقعدہ ۴۵۹ھ میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ اصفہان' نیشاپور' بصرہ' ہرات اور روم کے آخری حصے میں مدارس قائم کیے۔

☆ صلاح الدین یوسف بن ایوب کا لقب الملک الناصر تھا اور وہ تاریخ اسلام کے مشہور ترین سلطان تھے۔ دمشق میں پلے بڑھے۔ علم فقہ و ادب حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی۔ فرنگیوں نے دمیاط پر حملہ کیا تو صلاح الدین ایوبی نے اسے روکا۔ نور الدین زنگی فوت ہوئے تو شام اور جزیرہ کے شہروں کا انتظام و انصرام صلاح الدین ایوبی کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے دمشق اور مصر کی داخلی اصلاح اور عیسائیوں کے حملوں کا سدباب کیا۔ فلسطین میں حطین کے دن فرنگیوں کو شکست فاش دی۔ سلطان بڑے دلیر ہونے کے باوجود بڑے نرم دل تھے۔ سیاست دان بھی تھے اور میدان جنگ کے شہسوار بھی۔ اس کے باوجود متواضع بھی تھے۔ ۵۸۹ھ میں وفات پائی۔ (فرفور)

یاد رہے! سلطان صلاح الدین ایوبی وہ مشہور زمانہ سلطان اور کمانڈر تھے' جنہوں نے عیسائیوں کو مختلف محاذوں پر پے در پے شکست دی۔ بیت المقدس کو دوبارہ آزاد کرایا اور مصر

کو رافضیوں سے پاک کیا۔ آج بھی مصر میں ان کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

☆ سلطان اُورخان: وہ سلطان غازی عثمان خان اول کے بیٹے اور عظیم فاتح تھے۔ انہوں نے اپنی نئی فتوحات اور متعدد تنظیمات کے ذریعے حکومت کو تقویت بخشی۔ ۶۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ انہیں غازی کا لقب دیا گیا۔ ان کے زمانے میں ان کے بھائی علاء الدین اور ان کے بعد خیرالدین صدر اعظم تھے۔ ۷۶۱ھ میں فوت ہوئے اور ان کے بعد ان کے بیٹے سلطان مراد اول بادشاہ بنے۔

☆ ملک شاہ سلجوقی: ابوالفتح ملک شاہ ابن الپ ارسلان محمد بن داؤد بن میکائیل بن سلجوق ابن دقاق تھے۔ ان کا لقب جلال الدولۃ تھا۔ ان کے والد نے وفات سے پہلے وصیت کی کہ انہیں سلطان بنایا جائے۔ چنانچہ حکومت کے سرکردہ افراد نے الپ ارسلان کی اطاعت کی اور ان کی زندگی میں ملک شاہ کے لئے حلف اٹھایا۔ ان کے والد کی وفات کے بعد اپنی قسموں کو نبھایا اور نظام الملک کو ان کا وزیر بنایا۔ ملک شاہ سیرت کے اعتبار سے بہترین بادشاہ تھے۔ ان کا لقب السلطان العادل تھا۔ خلفاء متقدمین کے بعد ان کی مملکت اتنی وسیع تھی کہ تاریخ اسلام کے کسی بادشاہ کی مملکت اتنی وسیع نہیں تھی۔ اس نے مدارس اور مساجد کو مضبوط کیا۔ خانقاہیں اور مسافر خانے تعمیر کئے۔ عدل قائم کیا اور ظلم کا خاتمہ کیا۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا۔ امام ابواسحاق شیرازی ان کے درمیان واسطہ بنے۔ ملک شاہ کی ولادت ۹ جمادی الاولیٰ ۴۴۷ھ کو اور وفات ۱۶ شوال ۴۸۵ھ کو ہوئی۔ اصبہان میں فقہ حنفی اور شافعی کے لئے وقف کردہ مدرسہ میں دفن کئے گئے۔

☆ علامہ اور مناظر ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی' جدل اور مناظرہ میں ان کے دلائل کی قوت مشہور تھے۔ وزیر نظام الملک نے ان کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا۔ علامہ شیرازی اس کے ناظم اور مدرس تھے۔ فقر کی حالت میں صبر وسکون سے زندگی بسر کی۔ بڑے خوش اخلاق' مسکراتے چہرے والے اور مناظر تھے۔ فقہ شافعی میں ''مہذب'' وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۴۷۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆ امام حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد غزالی' فلسفی اور صوفی تھے۔ دو سو سے زیادہ ان

کی تصانیف ہیں۔ ۴۵۰ھ میں طوس میں پیدا ہوئے۔ نیشاپور، حجاز، مصر، بغداد، بلاد شام کا سفر کیا۔ پھر اپنے شہر لوٹ گئے اور وہیں ۵۰۵ھ میں وفات ہوئی۔ ان کی مشہور ترین تصانیف احیاء العلوم وغیرہ کتب ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (فرفور)۔ جامعہ نظامیہ بغداد کے سربراہ رہے۔ جس سال دل برداشتہ ہو کر بغداد سے رخصت ہوئے اسی سال حضور سیّدنا غوث اعظم بغداد میں تشریف لاتے ہیں۔ (۱۲ علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

☆ ابو القاسم: عبیداللہ ابن عمر بن عیسیٰ دبوسی، مشہور سات قاضیوں میں سے ایک تھے اور ان علماء میں سے تھے، جن کو دقت نظر اور استنباط دلائل میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اکابر علماء احناف میں سے جلیل القدر فقیہ تھے۔ ماوراء النہر کے خاتم المشائخ تھے۔ علامہ استروشنی، ابن الفضل سبذمونی اور ابو حفص صغیر سے علم فقہ حاصل کیا۔ علم الخلاف کی آپ ہی نے بنیاد رکھی۔ ان کی تصانیف میں "تاسیس النظر، تقویم الادلۃ، فتاویٰ منظوم" وغیرہ کتب ہیں۔ ۴۳۰ھ میں بخارا میں وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆ فخر الاسلام ابوبکر محمد بن احمد شاشی قفال: اپنے دور میں عراق کے شافعیہ کے رئیس تھے۔ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے یہاں تک کہ ۵۰۷ھ میں وفات ہوئی۔

☆ عماد الدین ابوالحسن علی بن محمد کیاھراسی طبرستانی: ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ، اصول اور علم کلام کے امام تھے۔ امام الحرمین سے فقہ پڑھی۔ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے اور بغداد ہی میں ۵۰۴ھ میں انتقال ہوا۔

☆ عبدالقادر بن عبداللہ بن محمد بکری صدیقی، فقیہ شافعی سہروردی واعظ اور ائمہ صوفیہ میں سے تھے۔ نظامیہ میں مدرس رہے اور بغداد میں ۳۶۳ھ میں وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆ کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد انباری لغت، ادب اور تاریخ و تذکرہ کے عالم تھے۔ زاہد متقی، روکھی سوکھی کھانے اور موٹا جھوٹا پہننے والے تھے، کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ بغداد میں رہے اور وہیں ۵۷۷ھ میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

☆ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک انصاری، واعظ، اصول و کلام کے عالم اور فقہاء شافعیہ میں سے تھے۔ انہوں نے نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا۔ وسیع علم رکھتے تھے اور ان کی بہت سی

تصانیف ہیں۔۴۰۶ھ میں وفات ہوئی۔

☆ امام بیہقی: غالب گمان یہ ہے کہ یہ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ہیں۔ یہ حدیث اور فقہ شافعی میں حجت تھے۔۳۸۴ھ میں نیشاپور کے گاؤں بیہق میں پیدا ہوئے۔ بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ حدیث اور شیخ اشعری کے مذہب پر عقائد کا وسیع علم حاصل کیا۔ انہیں فقہ شافعی کی تدریس کے لئے نیشاپور بلایا گیا اور وہیں ۴۸۵ھ میں وفات پائی پھر ان کی میت ان کے شہر (خسروجرد) لائی گئی۔ سنن کبریٰ وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ اس پر اچھی طرح غور کریں (مقام غور بات یہ ہے کہ بیہقی سے مراد مشہور امام بیہقی صاحب سنن کبریٰ ہیں یا کوئی دوسرے عالم)۔ (علامہ شرف قادری)

☆ امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ جوینی' متاخرین میں سب سے بڑے عالم' مذہباً شافعی تھے۔ پہلے بغداد شریف گئے پھر مکہ معظمہ' وہاں سات سال مقیم رہے پھر مدینہ منورہ گئے۔ فتویٰ دیا اور علوم کی تدریس کی' تمام مذاہب کے جامع تھے پھر نیشاپور لوٹ آئے۔ نظام الملک نے نیشاپور میں ان کے لئے مدرسہ قائم کیا۔ ان کے درس میں اکابر علماء حاضر ہوا کرتے تھے۔۴۷۸ھ میں وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(سدا ربہار خوشبوئیں ترجمہ من نسمات الخلود)

(۱۰۴)

دل کی سیاہی کیسے دور ہو؟

حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بظاہر مجنون تھا مگر باطن محبت الٰہی کی دولت سے مالا مال تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ نوجوان اللہ تعالیٰ کے عشق میں چور ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ رو رہا تھا اور یہ دعا کر رہا تھا ''یا اللہ! تو نے محبت کرنے والوں کو قرب سے نوازا لیکن مجھے دور کر دیا' میرا گناہ کیا ہے؟ ان کو تو نے اپنا وصال عطا کیا اور مجھے ہجر و فراق سے دوچار کیا۔ ہائے' میری مصیبت تو نے ان کو قیام کے لئے بیدار رکھا اور مجھے سلائے رکھا۔ ہائے' میری رسوائی تو نے ان کو سحری کے وقت مناجات کی لذت عطا کی اور مجھے محروم رکھا۔ ہائے' میرا دکھ!'' پھر اس نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت سیّدنا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے جسم کے پرسکون اعضاء پر کپکپی طاری ہوگئی۔ میرا پوشیدہ عشق جوش مارنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا: ''اے نوجوان یہ رونا کیسا؟'' وہ کہنے لگا: ''اے ذوالنون! مجھے بتایئے کہ کپڑے کی میل تو پانی اور صابن سے دور ہو جاتی ہے لیکن دل کی سیاہی کیسے دور ہو؟'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں بھی اسی کی تلاش میں ہوں جس کی تلاش میں تو ہے۔'' مجھے اس نوجوان کے واقعہ سے بڑی حیرانگی ہوئی۔

مسلمانو! جب اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں قرار پکڑ لیتی ہے تو انہیں محبوب حقیقی کے انوار سے روشن کر دیتی ہے۔ محبت کی بدولت دل میں سات ثمرات پھلتے ہیں جن کے بغیر معرفت الٰہی کا چراغ روشن نہیں ہوتا:

محبت الٰہی کی بدولت سات ثمرات

(۱) نیت میں اخلاص۔(۲) خشیت الٰہی۔(۳) اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید۔(۴) اس کے ساتھ سچا رہنا۔(۵) اسی پر توکل کرنا۔(۶) اس سے اچھا گمان رکھنا (۷) اسی کی طرف لگن وشوق ہونا۔ جس طرح درج ذیل سات اشیاء کے بغیر چراغ نہیں جلتا جیسے (۱) زناد (وہ پتھر جس کو رگڑ کو آگ نکالی جاتی ہے)۔(۲) پتھر۔(۳) آگ پکڑ لینے والی کوئی چیز مثلاً کپڑا۔(۴) گندھک۔(۵) چراغ دان۔(۶) تیل (۷) فتیلہ۔ اسی طرح مذکورہ سات چیزوں کے بغیر معرفت الٰہی کا چراغ بھی روشن نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ ان چیزوں کے بغیر چراغ روشن کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ اگر تو اپنے رب کے مشاہدے کے لئے اپنے دل کے چراغ کو روشن کرنا چاہتا ہے تو تیرے لئے سخت کوشش کا زناد' تکالیف جھیلنے کا پتھر' عشق کی آگ' محبت کی گندھک' توکل کا چراغ دان' فکر کا تیل اور صبر کا فتیلہ ضروری ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی زنجیر میں چراغ کو لٹکا دے تو اس طرح تیرے دل میں نور الٰہی روشن ہوگا اور تو جمال الٰہی کا مشاہدہ کرلے گا۔

(الروض)

(۱۰۵)

ایک قرآنی پیشین گوئی

فارس اور روم کی دونوں سلطنتوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے اس لئے عرب کے مشرکین ان کا غلبہ پسند کرتے تھے اور رومی چونکہ اہل کتاب تھے اس لئے مسلمانوں کو ان کا فتح یاب ہونا اچھا لگتا تھا۔ خسرو پرویز بادشاہ فارس اور قیصر روم دونوں بادشاہوں کی فوجیں سرزمین شام کے قریب معرکہ آرا ہوئیں اور گھمسان کی جنگ کے بعد اہل فارس غالب ہوئے۔ مسلمانوں کو یہ خبر بڑی گراں گزری اور کفار مکہ اس خبر سے مسرور ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور رومی نصاریٰ بھی اہل کتاب اور اہل فارس بھی آتش پرست اور ہم بھی بت پرست۔ ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب ہو گئے۔ اگر ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو اسی طرح ہم بھی تم پر غالب ہوں گے اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں غیب کی خبر دی گئی

الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ (الروم، رکوع ۱، پارہ ۲۱)

''رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد وہ عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیات کو سن کر کفار مکہ میں یہ اعلان کرا دیا کہ خدا کی قسم رومی اہل فارس پر غلبہ پائیں گے لہٰذا اے اہل مکہ! تم اس وقت کے نتیجۂ جنگ سے خوشی نہ مناؤ۔

خدا کی بات بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

چونکہ بظاہر رومیوں کے فتح یاب ہونے کے اسباب دور دور تک نظر نہ آتے تھے اس لئے ''ابی بن خلف'' آپ کے بالمقابل کھڑا ہو گیا اور آپ کے اور اس کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط لگ گئی کہ اگر نو سال کے اندر رومی غالب آ جائیں تو ابی بن خلف ایک سو اونٹ دے گا۔ اس وقت تک جوا اسلام میں حرام نہیں ہوا تھا۔ خدا کی شان کہ سات ہی برس میں قرآن کی اس غیبی خبر کی صداقت کا ظہور ہو گیا اور خاص صلح حدیبیہ کے دن ۶ ہجری میں رومی اہل فارس پر غالب آ گئے اور رومیوں نے ''مدائن'' میں گھوڑے باندھے اور عراق میں ''رومیہ'' نامی شہر بسایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط کے سو اونٹ ابی بن خلف کی اولاد سے وصول کر لئے کیونکہ وہ اس کے درمیان میں مر چکا تھا۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ شرط کے اونٹوں کو جو انہوں نے ابی بن خلف کی اولاد سے وصول کئے ہیں سب صدقہ کر دیں اور اپنی ذات پر کچھ بھی صرف نہ کریں۔

(مدارک وخازن وخزائن العرفان)

فارس و روم کی جنگ میں رومی اس درجہ شکست کھا چکے تھے کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی تھی اور بظاہر ان کے فتح یاب ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا مگر سات ہی برس میں رومیوں کو ایسی فتح حاصل ہو گئی کہ کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر آپ کی صحت نبوت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے۔ سبحان اللہ! سچ ہے:

ہزار فلسفیوں کی چناں چنیں بدلی
خدا کی بات بدلنی نہ تھی نہیں بدلی

(۱۰۶)

امام اصمعی کی حاضر جوابی

ابوسعید عبدالملک بن قُریب بن عبدالملک بن علی بن اصمع بصری حجۃ الادب لسان العرب اور لغت کے امام تھے۔ وہ ۱۲۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ ان کا حافظہ غضب کا تھا۔ ان کے بقول انہیں ۱۶ ہزار اشعار یاد تھے۔

(سیر النبلاء ج۱۰، (۱۷۵، ۱۸۱)

اصمعی کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے ایک ایسے آدمی کے گھر جانے کا ارادہ کیا جس سے مجھے امیدیں وابستہ تھیں۔ جب میں اس کے دروازے پر پہنچا تو وہاں ایک آدمی موجود تھا جس نے مجھے اندر جانے سے منع کر دیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا:

اے اصمعی! قسم اللہ کی! میں اس گھر کے دروازے پر اس لئے کھڑا ہوں کہ آپ جیسوں کو اس کے پاس جانے سے روک سکوں کیونکہ اس کی مالی حالت انتہائی کمزور ہو چکی ہے۔ اصمعی کا بیان ہے:

جب مجھے مذکورہ آدمی کے گھر کے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تو میں نے ایک کاغذ پر درج ذیل شعر لکھ کر دروازے پر موجود اس آدمی کو دے دیا اور کہا کہ جا کر گھر میں موجود شخص کو یہ رقعہ دے دو۔

اِذَا کَانَ الْکَرِیْمُ لَہٗ حِجَابٌ
فَمَا فَضْلُ الْکَرِیْمِ عَلَی اللَّئِیْمِ

"جب کریم کے دروازے پر رکاوٹ کھڑی کر دی جائے تو پھر کریم (عالی ظرف) اور لئیم (کمینہ) میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے؟"

دروازے پر موجود اس آدمی نے رقعہ لے جا کر گھر والے کو دیا اور پھر چند لمحے بعد وہی

رقعہ لے کر باہر آیا جس کی پشت پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:

إِذَا كَانَ الْكَرِيْمُ قَلِيْلَ مَالٍ
تَسَتَّرَ بِالْحِجَابِ عَنِ الْغَرِيْمِ

''جب کریم کے پاس مال کم ہو تو پھر وہ رکاوٹ (دربان وغیرہ) کے ذریعے سے قرض خواہوں سے چھپ رہنے ہی میں عافیت دیکھتا ہے۔''

صاحب خانے نے رقعے کے ساتھ ایک تھیلی بھی بھیجی جس میں پانچ سو (۵۰۰) دینار تھے۔ میں نے یہ دینار دیکھتے ہی کہا:

بن مانگے دیا اور اتنا دیا

اللہ کی قسم! میں ضرور اس بات سے امیر المومنین کو باخبر کروں گا چنانچہ میں امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب امیر المومنین نے مجھے دیکھا تو کہا خیر تو ہے اصمعی' کہاں سے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی:

میں اس آدمی کے پاس سے آ رہا ہوں جو امیر المومنین کے بعد سارے ہی لوگوں سے زیادہ سخی اور شریف ہے۔ امیر المومنین نے پوچھا: کون ہے وہ شریف؟

میں نے امیر المومنین کی خدمت میں وہ کاغذ اور دینار کی تھیلی رکھ دی اور سارے واقعے سے آگاہ کر دیا۔

امیر المومنین نے جب وہ تھیلی دیکھی تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگا:

یہ مہر بند تھیلی میرے بیت المال کی ہے۔ جس آدمی نے تمہیں یہ تھیلی دی ہے اسے میری خدمت میں حاضر کرو۔

میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! اے امیر المومنین! اس بات سے مجھے شرم آ رہی ہے کہ میں اس آدمی کو آپ کے اہلکاروں کے ذریعے سے خوف و دہشت میں مبتلا کروں۔

امیر المومنین نے اپنے ایک خاص آدمی کو حکم دیا کہ تم اصمعی کے ساتھ فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ امیر المومنین تمہیں یاد کر رہے ہیں اور ہاں! یہ بھی کہنا کہ تمہیں کسی قسم کا خوف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب وہ آدمی امیر المومنین کی خدمت میں لایا گیا تو امیر المومنین نے اس سے پوچھا: کیا تم نے گزشتہ کل ہمارے پاس آکر یہ نہیں کہا تھا کہ تمہاری مالی حالت انتہائی خراب ہے اور تم شدید فقر و محتاجی کا شکار ہو؟ چنانچہ ہم نے تمہیں اس تھیلی میں مال بھر دیا تھا تاکہ تمہاری زبوں حالی کا سدباب ہو۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ تم نے اصمعی کے صرف ایک شعر پر دیناروں سے بھری ہوئی وہ تھیلی اٹھا کر اس کے حوالے کر دی؟

اس آدمی نے جواباً عرض کی: امیر المومنین! قسم اللہ کی! میں نے جو اپنی زبوں حالی کا آپ سے شکوہ کیا' اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔

ایسا کریم عرب نے نہیں جنا

"لٰكِنَّنِي اسْتَحْيَيْتُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اُعِيْدَ قَاصِدِيْ اِلَّا كَمَا أَعَادَنِيْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ"

"لیکن مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آئی (چنانچہ میں نے فیصلہ کیا) کہ جو میرے پاس امید کے ساتھ آیا ہے' اسے میں اپنے پاس سے اسی طرح بامراد لوٹاؤں جس طرح کہ امیر المومنین نے مجھے بامراد لوٹایا تھا۔"

اس کی بات سن کر امیر المومنین نے کہا:

"لِلّٰهِ اَنْتَ فَمَا وَلَدَتِ الْعَرَبُ اَكْرَمَ مِنْكَ"

"اللہ کی قسم! تو وہ شخص ہے کہ تجھ سا کریم و سخی عرب نے نہیں جنا۔"

اس کے بعد امیر المومنین نے اس آدمی کو ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار دینے کا حکم دیا۔

اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے امیر المومنین کا یہ کرم دیکھ کر عرض کی:

امیر المومنین! میری طرف بھی کچھ دھیان ہونا چاہئے۔

یہ بات سن کر امیر المومنین کو ہنسی آگئی اور انہوں نے میرے بارے میں بھی حکم فرمایا کہ اسے بھی ایک ہزار (۱۰۰۰) دینار عطا کئے جائیں۔

اس کے بعد امیر المومنین نے اس آدمی کو اپنے خاص لوگوں میں شامل کر لیا۔

(المستجاد للتنوخی' ص ۱۹۷-۱۹۸)

(۱۰۷)

ہمیں بھی یہی حکم ہے دیا گیا ہے

''ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء سے اسی احترام سے پیش آئیں۔''

یہ کلمات حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہے جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کی ملاقات کے لئے آئے۔ ابن عباس نے بڑے والہانہ انداز میں ان کا استقبال کیا۔ ان کی رکاب کو پکڑ لیا یہاں تک کہ وہ خچر سے نیچے اتر آئے۔ حضرت زید نے انہیں کہا: ''آپ کو اس طرح نہیں کرنا چاہئے تھا۔'' اس وقت ابن عباس نے یہ تاریخی کلمات کہے۔ حضرت زید نے انہیں اپنے پاس بلایا۔

حضرت ابن عباس کو معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ جب وہ قریب ہوئے تو حضرت زید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا اور کہا:

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت سے اسی طرح محبت کا حکم دیا ہے۔

(الاصابہ، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

حضرت زید نے ہاتھوں کو بوسہ دینے کا حکم اس روایت سے معلوم کیا کہ صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیا تو آپ نے انکار نہیں فرمایا۔ اسی طرح تابعین نے صحابہ کرام کے ہاتھوں کو بغیر کسی انکار کے بوسہ دیا۔ اسی طرح بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی لئے باعمل اور علماء آخرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ہاتھوں کو بوسہ دینا صحیح ہے۔ شرط یہ ہے کہ جس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا جائے اس کی یہ خواہش نہ ہو کہ میرے ہاتھوں کو چوما جائے۔

وہ عزت ذلت ہے جس کی بنیاد علم دین نہ ہو

حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ بصرہ کے لوگ اپنے معاملات میں حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور دین و دنیا کے مسائل ان سے پوچھتے ہیں تو حضرت احنف نے فرمایا:

''ہر وہ عزت جس کی بنیاد علم دین نہ ہو اس کا انجام ذلت ہے۔'' (من نسمات الخلود)

یاد رہے کہ حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں ان کی کنیت ابو خارجہ ہے۔ اکابر صحابہ اور کاتبان وحی میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ میں نشو و نما پائی۔ ابھی چھ سال کے تھے کہ ان کے والد قتل کر دیئے گئے۔ گیارہ سال کی عمر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ دین اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ قضاء، فتویٰ، قرأت اور علم میراث کے امام تھے جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج امت مسلمہ کا بڑا عالم رحلت فرما گیا ہے اور امید ہے کہ ابن عباس ان کے جانشین ہوں۔ ۴۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

(۱۰۸)

اللہ کے پیارے بندے اور سچے محبوب

حضرت سیّدنا محمد بن احمد مفید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سو رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیدار کیا اور فرمانے لگے اے جنید! میں نے دیکھا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوں اور مجھے ارشاد فرمایا گیا ''اے سرّی! میں نے مخلوق پیدا کی تو سب میری محبت کا دعویٰ کرتے تھے۔ پھر میں نے دنیا پیدا کی تو نوے فیصد بھاگ گئے اور دس فیصد باقی رہ گئے۔ پھر میں نے جنت پیدا کی تو بقیہ میں سے بھی نوے فیصد بھاگ گئے اور صرف دس فیصد بچ گئے۔ پھر جب میں نے پر ذرّہ بھر آزمائش نازل کی تو اس باقی رہ جانے والی تعداد کا بھی صرف دس فیصد بچا اور باقی نوے فیصد بھاگ گئے۔ میں نے باقی رہنے والوں سے پوچھا: ''نہ تو تم نے دنیا کو چاہا نہ جنت طلب کی' نہ ہی آزمائش سے بھاگے۔ آخر تم کیا چاہتے ہو؟ اور تمہارا مقصود کیا ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''ہمارا مقصود تو ہی تو ہے اگر تو ہم سب پر مصائب نازل فرمائے گا تب بھی ہم تیری محبت کو نہ چھوڑیں گے۔'' میں نے ان سے کہا: ''میں تمہیں ایسی ایسی مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا کروں گا کہ پہاڑوں کو بھی جن کے برداشت کی طاقت نہیں' تو کیا تم ان پر صبر کر لو گے؟'' انہوں نے عرض کی: ''کیوں نہیں' مولیٰ! اگر تو آزمائش میں مبتلا کرنے والا ہے تو جیسے چاہے' ہمیں آزمالے۔''

(پھر فرمایا:) ''اے سرّی! یہی میرے حقیقی بندے اور سچے محبوب ہیں۔''

آزمائش اور محبوبانِ الٰہی

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں پر آزمائش مقرر کر دی گئی ہے۔ اس نے ان کے جسموں کو لاغر و کمزور کر دیا اور ان کے دلوں پر قابو کر لیا ہے۔ یہ ایسے ہی رہیں گے یہاں تک کہ محبوب حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ جائیں۔ انہی خاص بندوں میں سے ایک بندے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ بعض اوقات رات کو میرے پاس تشریف لایا کرتے۔ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرے پاس رات گزاری۔ جب میں نے رات کا کھانا حاضر کیا تاکہ روزہ افطار کریں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف پانی سے افطار کر لیا۔ جب عشاء کی نماز ادا کر لی تو عبادت پر کمربستہ ہو گئے اور وقت سحر تک نماز پڑھتے رہے۔ میں نے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں دعا کر رہے ہیں "اے مالک و مولیٰ! اگر تو مجھے عذاب دے تو بھی میں تیرا محبّ ہوں اور اگر مجھ پر رحم فرمائے تو بھی تیرا محبّ ہوں۔" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور زوردار آواز نکالی اور بے ہوش ہو کر زمین پر تشریف لے آئے۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے عرض کی: اے عتبہ! آپ کی رات کیسی گزری؟ آپ کی چیخ نکل گئی اور فرمانے لگے: "اے ابراہیم! بہت جلد حساب لینے والے کی بارگاہ میں پیشی کی فکر نے محبین کے جسم کے جوڑ کاٹ کر رکھ دیئے۔" پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا تو سر اقدس اٹھایا اور عرض کرنے لگے: "اے میرے مالک! اس شخص کے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے جو تجھ سے محبت کرتا ہے؟ کیا تو اسے آگ عذاب دے گا یا اس کے دل کو ہجر و فراق کے عذاب میں مبتلا کرے گا؟" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہاتف غیبی کی یہ آواز سنائی دی "ہرگز نہیں، جو اللہ تعالیٰ کا محبّ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہو اسے کوئی عذاب نہ دیا جائے گا۔" (الروض)

(۱۰۹)

جب شدید آندھی چلی

''غزوۂ احزاب'' ۴ھ یا ۵ھ میں پیش آیا۔ اس جنگ کا دوسرا نام ''غزوۂ خندق'' بھی ہے۔ جب ''بنونضیر'' کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا تو یہودیوں کے سرداروں نے مکہ جا کر کفارِ مکہ کو نبی ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے چنانچہ ان یہودیوں نے کثیر تعداد میں ہتھیار اور رقم دے کر کفارِ مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے پر ابھار دیا اور ابوسفیان نے مشرکین و یہودیوں کے بہت سے قبائل کو جمع کر کے ایک عظیم فوج کے ساتھ مدینہ پر دھاوا بول کر حملہ کر دیا۔ مکہ سے قبیلہ ''خزاعہ'' کے چند لوگوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کفار کی ان تیاریوں کی اطلاع دے دی تو آپ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے گرد ایک خندق کھدوانی شروع کر دی۔ اس خندق کو کھودنے میں مسلمانوں کے ساتھ خود رحمت عالم ﷺ نے بھی کام کیا۔ مسلمان خندق کھود کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ مشرکین ایک لشکر جرار لے کر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ پر ہلہ بول دیا اور تینوں طرف سے کافروں کا لشکر اس زور و شور کے ساتھ امڈ پڑا کہ شہر مدینہ کی فضاؤں میں ہر طرف گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا۔ اس خوفناک چڑھائی اور لشکر کفار کی معرکہ آرائی کا نقشہ قرآن کی زبان سے سنئے!

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ٥ هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ٥ (الاحزاب' رکوع ۲' پارہ ۲۱)

''جب کافر تم پر حملہ آور ہوئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ ٹھٹھک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس آ گئے اور تم اللہ پر (امید و یاس) کے طرح طرح کے گمان کرنے لگے یہ وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کا امتحان ہوا اور خوب سختی سے وہ جھنجھوڑ دیئے گئے۔''

منافقوں کی بزدلی اور اہل ایمان کی جرأت

اس لڑائی میں منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے وہ کفار کے ان لشکروں کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا اور وہ جنگ سے جان چھڑا کر اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھے رہنے کی اجازت طلب کرنے لگے لیکن اسلام کے پیچھے جان نثار مہاجرین و انصار اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ کوہ ''سلع'' اور کوہ ''احد'' کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمیوں اور جاں نثاریوں کو حیرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ ان فداکاروں کی ایمانی جرأت و اسلامی شجاعت کی تصویر صفحات قرآن پر بصورت تحریر دیکھئے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝

''اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے تو بول پڑے کہ یہ وہ ہے جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔''

کفار نے جب مدینہ کے گرد خندق کو حائل دیکھا تو حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ایسی تدبیر ہے کہ جس سے عرب کے لوگ اب تک ناواقف تھے۔ بہر حال کافروں نے خندق کے کنارے سے مسلمانوں پر تیر اندازی اور سنگباری شروع کر دی۔ کہیں کہیں سے کافروں نے خندق کو پار بھی کر لیا اور جم کر لڑائی بھی ہوئی۔ مسلمان کافروں کے اس محاصرہ سے گو پریشان تھے۔ ان کے عزم و استقلال میں بال برابر بھی فرق نہیں آیا وہ اپنے اپنے

موروچوں پر جم کر دفاعی جنگ لڑتے رہے۔ اچانک ایک دم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس طرح مدد فرمائی کہ ناگہاں مشرق کی جانب سے ایک ایسی طوفان خیز اور ہلاکت خیز شدید آندھی آئی جو قہر و غضب جبار بن کر لشکر کفار پر خدا کی مار بن گئی' دیگیں' چولہوں سے الٹ پلٹ ہو کر ادھر ادھر لڑھک گئیں۔ خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور ہر طرف گھٹاٹوپ اندھیرا چھا گیا اور شدید سردی کی لہروں نے کافروں کو جھنجھوڑ ڈالا پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج بھیجی جن کے رعب و دبدبہ سے کفار کے دل لرز گئے اور ان پر ایسی دہشت و وحشت سوار ہو گئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ رہا چنانچہ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان نے ہانپتے کانپتے ہوئے اپنے لشکر میں اعلان کرا دیا کہ راشن ختم ہو چکا اور موسم نہایت خراب ہے اور یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لہٰذا اب مدینہ کا محاصرہ بیکار ہے۔ یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دیا اور بہت سا سامان چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور دوسرے قبائل بھی تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بھاگ گئے اور پندرہ یا چوبیس روز کے بعد مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ' ج ۲' ص ۱۷۲۔ زرقانی ج ۲' ص ۱۱۲' ص ۱۱۸)

غزوۂ احزاب میں چلنے والی آندھی

غزوۂ احزاب کی یہی وہ آندھی ہے جس کا ذکر خداوند قدوس نے قرآن میں اس طرح فرمایا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱذْكُرُوا نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (احزاب' ع ۲' ص ۲۱)

"اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تم کو نظر نہ آئے۔"

اس واقعہ سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ جب کفار کا مقابلہ جنگ میں ہو تو مسلمانوں کو کسی حال میں بھی ہرگز ہرگز مایوس نہ ہونا چاہئے اور یقین رکھ کر مقابلہ پر ڈٹے رہنا چاہئے کہ ضرور ضرور نصرت خداوندی اور امداد غیبی مسلمانوں کی مدد کرے گی۔ بس شرط یہ ہے کہ

اخلاص نیت کے سات مسلمان ثابت قدم رہیں اور صبر و استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہیں۔ چنانچہ جنگ بدر و جنگ احد و جنگ احزاب وغیرہ سینکڑوں کفر و اسلام کی لڑائیوں میں یہ منظر نظر آیا کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی جب مسلمان ثابت قدم رہے تو غیب سے نصرت خداوندی اور امدادی غیبی نے اس طرح جلوہ دکھایا کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوگئی اور کفار باوجود اپنی کثرت و شوکت کے شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۱۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بعد بصرے کا گورنر بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا مگر پھر اہل کوفہ کی خواہش پر ان کو کوفے کا گورنر بنا دیا۔ جنگ جمل کے موقع پر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو جنگ سے الگ تھلگ رہنے کا مشورہ دیا تو علی رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا پھر جنگ صفین میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم بنے (جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکم عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے) پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ چلے آئے اور وہیں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا انتقال کوفے میں ۴۲ھ میں ہوا۔ (اسد الغابہ ج ۶ ص ۲۹۹-۳۰۰)

امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چوتھے سال کی ابتداء میں بعض اقوام خلیفہ وقت کی اطاعت سے منحرف ہو گئیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی بصرہ کو ان اقوام کی گوشمالی و اصلاح کا کام سپرد ہوا۔ جہاد کی فضیلت خلیفہ کے حکم سے تمام ملک میں مشتہر کی گئی۔

جب لشکر اسلام تیار ہوا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے سامان سفر اپنے محل سے نکال کر چالیس خچروں پر لادا اور خود بھی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ پیدل لشکریوں نے جب دیکھا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی باگ تھام لی اور کہا کہ ہمیں سواریاں عنایت ہوں یا آپ بھی پیدل چلئے جیسا کہ ہم لوگوں کو پیدل جہاد کی رغبت دلائی ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی گوشمالی کی اور چند ایک کو کوڑے بھی جما دیئے۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس فریاد لے کر پہنچے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوری طرح سے چھان بین کر کے جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو قصوروار پایا تو معزول کر دیا۔ (سنہرے فیصلے)

(۱۱۱)

نصیحت! کس کے لئے؟

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:
دین خیر خواہی کا نام ہے۔ (صحابہ کرام کہتے ہیں:) ہم نے عرض کیا "یارسول اللہ! کس کے لئے؟" فرمایا: "اللہ کے لئے، اس کے فرشتوں کے لئے، اس کی کتابوں کے لئے، اس کے رسولوں کے لئے، مسلمانوں کے حکمرانوں کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے۔"
(اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایت کیا جن کے معانی قریب قریب ہیں)

یہ چند نصیحتیں ہیں جن کا پہلا مخاطب میں ہوں کیونکہ میں ان کا زیادہ محتاج ہوں۔ پھر ازراہِ خیر خواہی علم شریف کے حاملین بھائیوں (علماء) کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔
عالم پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم میں اللہ تعالیٰ کے لئے مخلص ہو اور یہ جانے کہ علم کا حاصل کرنا اس پر فرض ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اس کے حکم کے مطابق کی جائے۔ نیز یہ بھی یقین رکھے کہ علم کے حاصل کرنے میں میری کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ جاننے کی توفیق عطا فرمائی کہ اس کی عبادت کیسے کی جائے؟ اس کے فرائض کیسے ادا کئے جائیں اور اس کے منع کئے ہوئے امور سے کیسے بچا جائے؟
جب اہل ایمان میں یہ شہرت ہو جائے کہ وہ صاحب علم ہے، قابلیت حاصل ہونے پر اس کے اساتذہ اسے تعلیم دینے کی اجازت سے سرفراز کر دیں اور لوگ جس کے علم کے

محتاج ہیں اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس آئیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں سے تواضع اور سکون سے پیش آئے۔اس طرح مخلوق کے دل میں اس کی محبت زیادہ ہوگی۔ وہ اس کا قرب پسند کریں گے اور لوگوں کے دل اس کی طرف کشش محسوس کریں گے۔اس کے سامنے اور پس پشت اس کے لئے کثرت سے دعائیں کریں گے۔ یہاں تک کہ اس کی زیارت کے لئے سراپا اشتیاق بن جائیں گے۔اس کے دیدار سے دلی سکون محسوس کریں گے اور اس کی دعا سے برکت حاصل کریں گے۔

علماء پر کیا واجب ہے؟

اس پر واجب ہے کہ اپنے علم کے ذریعے حکمرانوں' شاہانِ وقت اور اربابِ ثروت کی قدر و منزلت کا طلب گار نہ ہو۔اپنے علم کے بدلے دنیا کی کسی چیز کا طالب نہ ہو۔ ہاں اگر طلب اور انتظار کے بغیر اللہ تعالیٰ اسے کوئی چیز عطا فرما دے تو کوئی حرج نہیں ہے اور جب وقت کے حکمرانوں کے پاس جانے کا ارادہ کرے تو اپنی ذات کے مقاصد کے لئے نہیں بلکہ مسلم امہ کو درپیش معاملہ کے لئے جائے۔اللہ تعالیٰ اس کے دل کے ارادوں کو جانتا ہے۔ ہر ظاہر اور مخفی چیز اس پر عیاں ہے۔حکمران اور امراء اسی وقت علماء کو نوازتے ہیں جب علماء ان کے دیناوی مفاد کے لئے ان سے ملاقات کریں۔ دنیا کی محبت اور اس کی طرف میلان ہی وہ مقام ہے جہاں بڑے بڑے لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔

اس علم کا ارادہ کرے جس میں امت مسلمہ کا زیادہ فائدہ ہو۔افضل ترین علم وہ ہے جس پر عمل کیا جائے اور جس کے پھل سے نفع حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سب سے زیادہ بعید وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ پس سب سے پہلے علم ہے' اس کے بعد عمل اور اس کے بعد اخلاص ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے نفع نہیں دیا ہوگا۔'' (اس حدیث کو امام سیوطی نے ابن عدی' ابن ماجہ اور طبرانی سے روایت کیا

اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا لیکن امام مناوی نے فرمایا اس حدیث کی مضبوط اصل ہے اسے حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن شدید ترین عذاب والے لوگوں میں سے ایک وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے (یعنی جس کا علم بے فیض ہو)

علماء کے لئے نصیحت

عوام کی بے اعتدالیوں کو برداشت کرے اور ان پر صبر کرے کیونکہ انہیں بعض اوقات علماء کے مقام کا علم ہی نہیں ہوتا۔ ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ان کی لغزشوں پر گرفت نہ کرے۔ طیش آئے تو غصے کو پی جائے جو اسے تکلیف دے اسے معاف کردے اور درگزر کرے۔ بے وقوف کو احمقانہ جواب نہ دے بلکہ خاموشی اختیار کرے اور اس سے دامن بچا کر نکل جائے اور قوت برداشت کا مظاہرہ کرے۔ جب سوئے تو اس کا دل ہر کدورت اور کینے سے پاک ہو۔ برائی کرنے والے اور ایذا دینے والے سے چشم پوشی کرے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جاہل عابد اور بدئل عالم کے فتنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔" (من نسمات الخلود)

(۱۱۲)

سرکارِ دو جہاں ﷺ کا وصالِ پُر ملال

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''تمہارے نبی کریم ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کے دن مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما سے ہجرت کی۔ پیر کے دن مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا وتکریما تشریف لائے اور وصال بھی بارہ ربیع الاوّل شریف پیر کے دن ہی فرمایا۔ آپ ﷺ کی مدت مرض بارہ دن تھی اور آپ ﷺ کا بخار دردِ سر کا سبب تھا۔'' (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۹۸۴، ج ۱۲ ص ۱۸۳)

حضرت سیّدنا ابن ابی یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''سرکار ﷺ کی ولادتِ باسعادت عام الفیل بارہ ربیع الاول شریف پیر کے دن ہوئی۔ اسی دن آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور اسی دن مدینہ منورہ تشریف لائے۔ نیز آپ ﷺ کا وصال ظاہری بھی گیارہ ہجری بارہ ربیع الاول شریف پیر کے دن وقت چاشت اور نصف النہار کے درمیان ہوا۔''

(السیرۃ النبویۃ لا ابن ہشام، ولادۃ رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۱۶۱، المسند للامام بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، الحدیث ۲۵۰۶، ج ۱، ص ۵۹۴)

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں ''جب حضور ﷺ پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی:

''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝'' (پ ۳۰، النصر ۱) ''جب اللہ کی مدد اور فتح آئے''۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے میرے انتقال کی خبر دی گئی ہے۔'' (سنن الدارمی، المقدمۃ، باب فی وفاۃ النبی ﷺ، الحدیث ۷۹، ج ۱، ص ۵۱) پھر آپ ﷺ اُمّ المومنین حضرت سیّدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار تھا۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت

حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب میں صبح بیدار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ انور کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: ''السلام علیکم اے سرچشمہ نبوت و رسالت کے اہل بیت الصلوٰۃ جامعۃ۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا: ''اے فاطمہ! بلال (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو سلام کہو اور کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں روتا ہوا واپس پلٹا۔ میں مدینے کی گلیوں میں گھومتا جاتا اور کہتا جاتا تھا ''واسیداہ وانبیاہ یعنی آہ میرے سردار' آہ! میرے جلیل القدر نبی۔'' کاش بلال کو اس کی ماں نہ جنتی۔ فرماتے ہیں ''پھر میں مسجد میں آیا تو مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ میں نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور حضور علیہ السلام کا سلام و پیغام پہنچایا۔ پھر میں نے ''الصلوٰۃ رحمکم اللہ'' کی صدا لگا کر نماز کے لئے اقامت کہی۔ جب میں نے: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' کہا تو انہوں نے ''شھدنا بھا مع کل شاھد'' کہا جب میں نے ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کہا تو مجھ پر گریہ طاری ہو گیا' میں بھی رونے لگا اور لوگ بھی رونے لگے (اقامت کے بعد) حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کو امامت کرائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے ''بسم اللہ شریف پڑھ کر سورۂ فاتحہ کی تلاوت شروع کی اور آپ رضی اللہ عنہ کی نظر اس جگہ پر پڑی جہاں سرکارِ عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدمین شریفین رکھتے تھے تو رونے سے آپ رضی اللہ عنہ کی ہچکی بندھ گئی اور لوگ بھی رونے لگے۔ جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا رونا سنا تو حضرت سیّدہ طمفا رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: ''یہ مسجد میں آہ و بکا اور رونے کی آواز کیسی ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''لوگوں نے آپ کو نماز میں نہ پایا (اس لئے رو رہے ہیں)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور یہ دعا کی ''یا اللہ! بخار پر مامور فرشتے کو حکم دے کہ تیرے نبی پر تخفیف کرے تاکہ میں باہر جا کر لوگوں کو نماز پڑھا لوں اور دنیا چھوڑنے سے پہلے اپنے صحابہ کو الوداع کہہ لوں۔''

راوی فرماتے ہیں "آپ ﷺ نے اپنے بدن میں بخار کی کمی پائی تو وضو فرمایا اور پھر حضرت سیّدنا فضل بن عباس، حضرت سیّدنا اسامہ بن زید اور حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم کا سہارا لئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ جب مسلمانوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے انوار مسجد میں داخل ہوتے دیکھے اور آپ ﷺ کی آمد محسوس کی تو وہ صف در صف جدا ہوتے جاتے اور آپ ﷺ صفوں کے درمیان سے گزرتے جاتے حتیٰ کہ آپ ﷺ محراب اقدس کے پاس پہنچ گئے اور حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ظاہری حیات کا آخری خطبہ:

جب حضور نبی پاک ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو منبر اقدس پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور الوداع کہنے والے کی طرح چہرۂ اقدس لوگوں کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا:

"اے لوگو! کیا میں نے تم تک رسالت نہ پہنچا دی اور نصیحت و امانت ادا نہ کر دی؟" لوگوں نے عرض کی: "کیوں نہیں، یا رسول اللہ ﷺ! بے شک آپ ﷺ نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ ﷺ کا آخری وقت آ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ ﷺ کو ہر نبی علیہ السلام کی جزا سے افضل جزا دے جو اس نے ہر نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی۔ پھر آپ ﷺ منبر شریف سے نیچے اترے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو الوداع کہا، ان سے مصافحہ فرمایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان رو رہے تھے۔

ملک الموت علیہ السلام کا اجازت طلب کرنا:

پھر سرکار عالی وقار ﷺ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور مرض میں مبتلا رہے یہاں تک کہ ملک الموت علیہ السلام ایک اعرابی کے روپ میں حاضر خدمت ہوئے اور حجرۂ اقدس کے دروازے پر کھڑے ہو کر عرض کی: "السلام علیکم، اے سرچشمۂ

نبوت و رسالت کے اہل بیت! کیا مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت ہے؟'' حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا: ''اے اعرابی! آپ ﷺ اپنے آپ میں مشغول ہیں۔'' اس نے پھر عرض کی تو آپ ﷺ نے دروازے سے جھانکا اور ملک الموت علیہ السلام کو دیکھ کر حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: ''جانتی ہو تمہارا مخاطب کون ہے؟'' عرض کی: ''اے ابا جان! کوئی اعرابی ہے'' ارشاد فرمایا: ''یہ ملک الموت ہے' یہ لذات کو توڑنے والا ہے اسے آنے دو۔'' پس وہ حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا پھر عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ آپ ﷺ کی اجازت کے بغیر آپ ﷺ کی روح قبض نہ کروں۔ آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ٹھہر جاؤ حتیٰ کہ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس آئیں' یہ ان کے آنے کا وقت ہے۔''

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''ہم نے ایسی بات کا سامنا کیا جس کے متعلق ہمارے پاس کوئی رائے نہ تھی۔ گویا ہم پر کوئی مصیبت آن پڑی ہو اس بات کی بڑائی اور ہیبت کی وجہ سے گھر والوں میں سے کوئی بھی بول نہ سکتا تھا۔ حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کو سلام فرماتا ہے اور آپ ﷺ کی مزاج پرسی فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ ﷺ کی حالت خوب جانتا ہے لیکن وہ آپ ﷺ کو مزید کرامت و شرف عطا کرنا چاہتا ہے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے جبرائیل امین علیہ السلام! ملک الموت علیہ السلام نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے اور پھر آپ ﷺ نے پوری بات بتائی۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی

حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی: ''یا محمد (ﷺ) آپ ﷺ کا رب تعالیٰ آپ ﷺ کا مشتاق ہے' اس نے نہیں بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے' خدا عزوجل کی قسم! ملک الموت علیہ السلام نے آج تک کسی سے اجازت طلب نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے شرف و مرتبہ کو پورا کرنے والا ہے۔'' پھر حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ملک الموت

کے آنے تک آپ یہاں سے نہ جائیں۔'' پھر آپ ﷺ نے خواتین کو اجازت دی اور ارشاد فرمایا: ''اے فاطمہ! میرے قریب ہو جاؤ۔'' وہ حاضر خدمت ہوئیں اور آپ ﷺ کی طرف جھک گئیں۔ آپ ﷺ نے ان کے کان میں سرگوشی فرمائی۔ انہوں نے اپنا مبارک سر اٹھایا تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ان میں بات کرنے کی سکت نہ تھی۔ سرکار ﷺ نے پھر فرمایا: ''اپنا سر میرے قریب کرو۔'' تو وہ آپ ﷺ کی طرف جھک گئیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی' خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے سر اٹھایا تو وہ مسکرا رہی تھیں لیکن کلام کرنے کی طاقت نہ تھی۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''ہمیں ان کی حالت سے بہت تعجب ہوا۔ اس کے بعد جب ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا'' مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ آج میں انتقال کر جاؤں گا تو میں رونے لگی پھر فرمایا: ''میں نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تجھے مجھ سے ملائے اور میرے ساتھ رکھے۔'' چنانچہ اس بات نے مجھے خوش کر دیا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے' سلام کیا اور اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے کے بعد عرض گزار ہوئے ''یارسول اللہ ﷺ! اب مجھے آپ ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں؟'' ارشاد ہوا ''مجھے میرے رب کریم سے ملا دو۔'' انہوں نے عرض کی: ''جی ہاں' آج ہی ملا دوں گا' آپ کی ساعت (انتقال کی گھڑی) آپ کے سامنے ہے۔'' پھر وہ باہر نکل گئے اور حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام بھی یہ عرض کرتے ہوئے چل دیئے۔ 'یارسول اللہ (ﷺ)! آج میں آخری بار زمین پر اترا ہوں' وحی لپیٹ دی گئی اور دنیا سمیٹ دی گئی' مجھے دنیا میں آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے کوئی کام نہ تھا اور مجھے آپ ﷺ کی محبت ہی مقصود تھی۔''

مُشک سے بہتر پسینہ:

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا! گھر میں کسی کو بولنے کی تاب نہ تھی اور اس کلام کی عظمت کے پیش نظر کوئی مردوں کو بھی نہ بلا سکتا تھا۔ ہم سب سہمے ہوئے

اور خوف زدہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''پھر میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرانور اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو تھام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوگئی یہاں تک کہ غالب آگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے اس قدر پسینہ ٹپکتا تھا کہ میں نے کبھی کسی انسان سے اس قدر نہیں دیکھا۔ میں وہ پسینہ پونچھتی جاتی تھی اور اس سے زیادہ خوشبودار چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا تو میں نے عرض کی: ''میرے ماں باپ' جان و مال اور اہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر اس قدر پسینہ کیوں ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! مومن کی جان پسینے کے ذریعے نکلتی ہے اور کافر کی جان گدھے کی طرح اس کی باچھوں سے نکلتی ہے۔'' اس وقت ہم ڈر گئے اور اپنے گھر کسی کو بھیجا۔ سب سے پہلے میرے بھائی آئے لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کر سکے۔ انہیں میرے والد ماجد (حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے میرے پاس بھیجا تھا اور کسی شخص کے آنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور اللہ تعالیٰ نے سب کو روک رکھا تھا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ حضرت جبرائیل ومیکائیل واسرافیل علیہم السلام کے سپرد کر رکھا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ارشاد فرمایا: **الرفیق الاعلیٰ** یعنی رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کے پاس جانا ہے۔''

(احیاء علوم الدین' کتاب ذکر الموت و مابعدہ' الباب الرابع فی وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... الخ' ج ۵' ص ۲۲۰/۲۲۱)

کون سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا؟

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میرے پاس میرے بھائی حضرت سیّدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھنے لگے۔ میں نے جان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک پسند فرما رہے ہیں۔ عرض کی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان سے لوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا: ''ہاں'' میں نے مسواک لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے منہ میں داخل کیا تو

آپ ﷺ کو سخت لگی۔ میں نے عرض کی کیا میں اسے نرم کر دوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے فرمایا ہاں۔ میں نے مسواک چبا کر نرم کی اور دست اقدس میں دے دی۔ آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ اس میں اپنا دست اقدس داخل کیا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' بے شک موت کی سختیاں بہت ہیں۔'' پھر اپنا دست اقدس بلند کر کے ارشاد فرمایا: ''**اللھم الرفیق الاعلیٰ' اللھم الرفیق الاعلیٰ' اللھم الرفیق الاعلیٰ**'' یعنی اے اللہ! تو ہی اعلیٰ رفیق ہے' اے اللہ تعالیٰ تو ہی اعلیٰ رفیق ہے' اے اللہ تعالیٰ تو ہی اعلیٰ رفیق ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔''

(صحیح البخاری' کتاب المغازی' باب مرض النبی ﷺ و وفاتہ الحدیث ۴۴۴۹' ص ۳۶۵)

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی پاک ﷺ نے میرے گھر' میری باری کے دن' میری گردن اور سینے کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت میرا اور آپ ﷺ کا لعاب اقدس ملا دیا۔'' (المرجع السابق' الحدیث ۴۴۵)

حضور ﷺ کے وصال کی خبر سب سے پہلے امیر المومنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حاضر ہوئے۔ حضور نبی پاک ﷺ کے چہرہ اقدس پر یمنی چادر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چہرۂ اقدس سے چادر ہٹائی اور بوسہ لیا اور روتے ہوئے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان! آپ ﷺ نے پاکیزہ زندگی گزاری اور پاکیزہ وصال فرمایا۔ جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے لکھ دی تھی وہ آپ ﷺ نے پالی۔ اسلام کے لئے خیر خواہی پر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف نکلے اور آپ ﷺ کے انتقال کی خبر دی۔''

(صحیح البخاری' کتاب الجنائز' باب الدخول علی المیت بعد الموت...... الخ' الحدیث ۱۲۴۱' ص ۹۷' بتغیر قلیل)

جو نہ بھولے ہم غریبوں کو رضا:

حضرت سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے بوقت وصال حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے استفسار فرمایا: ''میرے بعد میری امت کے لئے کون

ہو گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خوشخبری سنا دے کہ میں اسے اس کی امت کے سلسلے میں رسوا نہیں کروں گا اور اسے یہ بشارت بھی دے دے کہ جب لوگوں کو قبروں سے باہر نکالا جائے گا تو سب سے پہلے میرا حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لائے گا۔ جب لوگ جمع ہوں گے تو میرا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ان کا سردار ہو گا اور جب تک اس کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے تمام امتوں پر وہ حرام رہے گی۔'' (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور میرا دل خوش ہوا۔'' (احیاء علوم الدین' کتاب ذکر الموت و مابعدہ الباب الرابع فی وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......الخ' ج۵' ص ۲۱۷)

امیر المومنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر! سوال کرو'' حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا موت کا وقت قریب آ گیا؟'' ارشاد فرمایا: ''موت کا وقت قریب آ گیا اور بہت قریب آ گیا۔'' عرض کی: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ کاش! میں جانتا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف' پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف' پھر جنت الماویٰ' عرشِ اعلیٰ اور رفیق اعلیٰ کی طرف' پھر خوشگوار زندگی سے ملنے والے حصے کی طرف۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟'' فرمایا: ''میرے انہی کپڑوں میں اور یمنی چادر اور مصری سفید کپڑوں میں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کا طریقہ کیا ہو گا؟'' پھر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور ہم بھی رو دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بس کرو' اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔ جب تم مجھے غسل و کفن دے چکو تو مجھے میرے اسی حجرہ میں چارپائی پر رکھ دینا اور چارپائی قبر کے کنارے رکھ کر کچھ دیر کے لئے باہر چلے جانا۔ سب سے پہلے مجھ پر میرا رب تعالیٰ درود (رحمت) بھیجے گا۔ خود ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ (پ۲۲' الاحزاب' ۴۳)

''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔''

(صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی فضل و شرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔)

فرشتوں نے حضور کا جنازہ کیسے پڑھا؟

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مجھ پر دعائے رحمت کی اجازت دے گا۔ تمام مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھ پر نماز پڑھیں گے (دعائے رحمت کریں گے) پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام پڑھیں گے۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام ملائکہ کے بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے پھر تم مجھ پر گروہ در گروہ آنا اور خوب سلام پیش کرنا اور چیخ و پکار اور رونے دھونے سے مجھے اذیت نہ پہنچانا اور تم میں سے جو امام ہو وہ ابتداء کرے پھر میرے اہل بیت کے قرابت دار پھر خواتین کا گروہ اور پھر بچوں کا گروہ۔''

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر اقدس میں کون اتارے گا؟'' ارشاد فرمایا: ''میرے اہل بیت کے قریبی لوگ اور ان کے ساتھ بے شمار ملائکہ ہوں گے، تم ان کو نہ دیکھ سکو گے مگر وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو سلام پہنچا دو۔'' (المرجع السابق، ص ۲۱۹)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حزن و ملال:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور غم و الم سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے اور دنیا تاریک ہو گئی۔ حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ پکارنے لگے ''وانبیاہ! اے میرے جلیل القدر نبی!'' حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فریاد نکلی

''واابتاہ! اے میرے عظیم باپ!'' حضرت سیّدنا حسن وحضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہما نے صدا لگائی ''واجداہ! اے ہمارے جد کریم'' اور ہر مسلمان نے غم والم میں ڈوب کر کہا: ''واحزناہ! ہائے! ہمارا رنج والم!''

حضور علیہ السلام کے وصال پر ملال پر شدت غم سے خلفائے راشدین امیر المومنین حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' امیر المومنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔

اے مسلمانو! اس دنیا میں رہنے کی طمع کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ملال پر جگر جل رہا ہے اور پلکیں آنسوؤں میں ڈوب رہی ہیں' صبر ہاتھوں سے جا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں' آپ کی جدائی کی چوٹ نے تمام مصائب کو کم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت نے دوستوں کی زندگی بے کیف کر دی۔ آنسوؤں کے ہار کو منتشر کر دیا۔ پسلیوں کے درمیان غم کی آگ روشن کر دی۔ جمے ہوئے آنسوؤں کو پگھلا دیا اور غم کی بجھی ہوئی آگ کو بھڑکا دیا۔

موت سے غافل نہ ہو اے بے خبر

تو اے غمزدہ! کیا حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی طمع کرتا ہے؟ کیا تیرے لئے ان لوگوں میں عبرت نہیں جنہیں گزشتہ سالوں میں مہینوں اور زمانوں نے ختم کر دیا؟ کیا تیرے لئے ان لوگوں میں کوئی غور وفکر نہیں جنہیں تجھ سے پہلے موت نے پچھاڑ دیا۔ ان میں سے کوئی بوڑھا تھا تو کوئی ادھیڑ عمر' کوئی نوجوان تھا تو کوئی بچہ جبکہ کوئی تو پیدا ہوتے ہی راہِ آخرت پر چل پڑا۔ کیا تو نے ان سے عبرت نہ پکڑی جن کو تو نے قبروں میں دفن کیا جیسے دوست' احباب' بھائی اور ہمسائے وغیرہ تو کب تک محض دنیوی تعلقات کی طرف متوجہ رہے گا؟ گویا تجھے موت کا یقین نہیں۔ کیا موت کے متعلق تجھے مہلت نے دھوکے میں ڈال دیا یا زمانے (کے حالات) نے تجھ سے دھوکا کیا۔

تجھے اللہ کی قسم! میری نصیحت قبول کر اس سے پہلے کہ تیری پیشانی عرق آلود ہو' تجھ پر

حالت نزع اور غم کی کیفیت طاری ہو اور مسلسل آنسو بہائے جانے لگیں اور تجھے اندھیری قبر میں ڈال دیا جائے جس میں روشنی بالکل ظاہر نہ ہو گی۔ اس میں تو ہر جان اپنی کمائی کے بدلے گروی رکھی ہوئی ہو گی۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی واضح آیات مبارکہ نہ سنیں:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (پ۲۱، الاحزاب ۲۱)

''بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔''

(صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی میں مدد کرو اور رسول کریم ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو اور مصائب پر صبر کرو اور رسول کریم ﷺ کی سنتوں پر چلو یہ بہتر ہے۔'') کیا تجھے اس فرمان الٰہی نے نہ ڈرایا؟

''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝'' (پ ۲۷، الرحمن ۲٦)

''زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔''

کیا زمانے نے تجھے نصیحت نہ کی اور یہ خدائی فیصلہ نہ سنایا؟

''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط'' (پ ۴، آل عمران، ۱۸۰)

جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا؟

جب مقام محمود پر فائز ہونے والی ہستی ﷺ بھی وصال فرما گئی جو حوض کوثر اور لواء الحمد کے مالک ہیں اور جن کے لئے بروز قیامت شفاعت کا وعدہ ہے تو تو کیا اور تیری حالت کیسی؟ اے ٹھکرائے اور دھتکارے ہوئے انسان! تیرا سارا نامۂ اعمال گناہوں سے سیاہ ہے، تیرے اعمال کو ٹھکرا دیا گیا ہے۔ اے فانی زمانے سے دھوکا کھانے والے اور بے قصوروں پر ظلم ڈھانے والے! خدا کی قسم! ظلم بہت برا ہے۔ اے لوگوں کو اپنے ظلم سے ڈرانے والے کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب مظلوم (بدلہ لینے کے لئے) جمع ہوں گے۔

اے میرے بھائیو! تمہیں رغبت دلائی گئی لیکن تم راغب نہ ہوئے۔ تمہیں خوف دلایا گیا لیکن تم مرعوب نہ ہوئے۔ موت نے تم سے پہلوں کو ہڑپ کر کے تمہیں بیدار کیا لیکن تم

بیدار نہ ہوئے۔ قرآنِ حکیم نے تمہیں نصیحت کی لیکن تم برائی سے باز نہ آئے نہ نصیحت حاصل کی۔ گویا کوچ کا نقارہ بجانے والا تمہاری محافل میں ندا دے رہا ہے "اے سونے والو! خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ، تمہارا ابلاوا آ گیا ہے۔" اور پکار رہا ہے:

جنازہ آگے بڑھ کر کہہ رہا ہے اے جہاں والو!

میرے پیچھے چلے آؤ تمہارا رہنما میں ہوں

کیا محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے بھی تم نے کوئی عبرت نہ پکڑی؟ کیا تمہیں اس زبردست چوٹ لگنے سے بھی کوئی نصیحت نہ ملی؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے سے بھی تمہیں اپنی بے ہوشی کے نشے سے افاقہ نہ ہوا؟ کیا تمہاری موت کے قریب ہونے نے تمہیں سوچ میں مبتلا نہ کیا؟ کیا تم نے اپنے سے پہلے شرفاء کی موت سے عبرت حاصل نہ کی؟ کیا تم پر اپنے ماں باپ اور بچوں کو دفن کر کے بھی حسرت طاری نہ ہوئی؟ تم کیسے لذات سے لطف اندوز ہوتے ہو حالانکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ان للموت لسکرات "موت کی سختیاں بہت ہیں۔"

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، الحدیث ۴۴۴۹، ص ۳۶۵)

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر......

کیا تمہاری عیش و عشرت والی زندگی کی مٹھاس کڑوی نہ ہوئی؟ جب فوت ہونے والے نے موت کے وقت کہا: "واکرباہ! ہائے موت کی سختی۔" کیا تمہیں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درد نے نہ رلایا؟ جب آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر کہا: "واکربی بکربک یا ابتاہ! اے میرے ابا جان! آپ کی تکلیف سے مجھے کتنا غم ہوا۔" کہاں ہیں عقل والے؟ کہاں ہیں وہ جو اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے؟ کہاں ہیں جو اس فانی گھر میں ہمیشہ رہنے کے دھوکے میں مبتلا تھے؟ جبکہ محبوبِ خدا، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دنیا سے وصال فرما گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" (الزمر: ۳۰) بے شک آپ کو انتقال فرمانا ہے اور ان (کافروں) کو بھی مرنا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ

مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''اس میں کفار کا ردّ ہے جو سیّد عالم ﷺ کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے۔ انہیں فرمایا گیا کہ ''خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس پر بہت سی شرعی براہنیں (دلائل) قائم ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پر اس موضوع کو ختم کر رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط ''آنی'' ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پرنور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف
ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی
روح ہے پاک ہے نورانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضا
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(۱۱۳)

ایک خوفناک طوفان کا حال

''سبا'' عرب کا ایک قبیلہ ہے جو اپنے مورث اعلیٰ سبا بن یجب لن یصرب بن قحطان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قوم کی بستی یمن میں شہر ''صنعاء'' سے چھ میل کی دوری پر واقع تھی۔ اس آبادی کی آب و ہوا اور زمین اتنی صاف اور اس قدر لطیف و پاکیزہ تھی کہ اس میں مچھر نہ مکھی نہ پسو نہ کھٹمل نہ سانپ نہ بچھو۔ موسم نہایت معتدل نہ گرمی نہ سردی' یہاں کے باغات میں اس قدر کثیر پھل آتے تھے کہ جب کوئی شخص سر پر ٹوکرہ لئے گزرتا تو بغیر ہاتھ لگائے قسم قسم کے پھلوں سے اس کا ٹوکرہ بھر جاتا تھا۔ غرض یہ قوم بڑی فارغ البالی اور خوشحالی میں امن و سکون اور آرام و چین سے زندگی بسر کرتی تھی مگر نعمتوں کی کثرت اور خوشحالی نے اس قوم کو سرکش بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے یکے بعد دیگرے تیرہ نبیوں کو بھیجا جو اس قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلا کر عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے مگر ان سرکشوں نے خدا کے مقدس نبیوں کو جھٹلا دیا اور اس قوم کا سردار جس کا نام ''حماد'' تھا وہ اتنا متکبر اور سرکش آدمی تھا کہ جب اس کا لڑکا مر گیا تو اس نے آسمان کی طرف تھوکا اور اپنے کفر کا اعلان کر دیا اور علانیہ لوگوں کو کفر کی دعوت دینے لگا اور جو کفر کرنے سے انکار کرتا اس کو قتل کر دیتا تھا اور خدا کے نبیوں سے نہایت ہی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ کہتا تھا کہ آپ لوگ اللہ سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نعمتوں کو ہم سے چھین لے۔ جب حماد اور اس کی قوم کا طغیان و عصیان بہت بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر سیلاب کا عذاب بھیجا جس سے ان لوگوں کے باغات اور اموال و مکانات سب غرق ہو کر فنا ہو گئے اور پوری بستی ریت کے تودوں میں دفن ہو گئی اور اس طرح یہ قوم تباہ و برباد ہو گئی کہ ان کی بربادی ملک عرب میں ضرب

المثل بن گئی۔ عمدہ اور لذیز پھلوں کے باغات کی جگہ جھاؤ اور جنگلی بیروں کے خاردار اور خوفناک جنگل اگ گئے اور یہ قوم عمدہ اور لذیز پھلوں کے لئے ترس گئی۔

ایک چوہے کے ذریعے قوم کو تباہ کردیا گیا

قوم سبا کی بستی کے کنارے پہاڑوں کے دامن میں بند باندھ کر ملکہ بلقیس نے تین بڑے بڑے تالاب نیچے اوپر بنادیئے تھے۔ ایک چوہے نے خدا کے حکم سے بند کی دیوار میں سوراخ کردیا اور وہ بڑھتے بڑھتے بہت بڑا شگاف بن گیا یہاں تک کہ بند کی دیوار ٹوٹ گئی اور ناگہاں زوردار سیلاب آ گیا۔ بستی والے اس سوراخ اور شگاف سے غافل تھے اور اپنے گھروں میں چین کی بانسری بجا رہے تھے کہ اچانک سیلاب کے دھاروں نے ان کی بستی کو غارت کرڈالا اور ہر طرف بربادی اور ویرانی کا دور دورہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کے اس ہلاکت آفرین سیلاب کا تذکرہ فرماتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ○ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ○ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ○

(السبا' رکوع ۲' پارہ ۲۲)

"بے شک قوم سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی۔ وہ باغ داہنے اور بائیں (انہیں کہا گیا)۔ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب تو انہوں نے (ایمان سے) منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیجا اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دے۔ جن میں بھکڑا میوہ اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ ہم نے انہیں یہ بدلہ دیا ان کی ناشکری کی سزا میں اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیتے ہیں۔"

قوم سبا کی یہ ہلاکت و بربادی ان کی سرکشی اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کے سبب سے

ہوئی۔ ان کی بداعمالیوں اور خدا کے نبیوں کے ساتھ بے ادبیاں اور گستاخیاں جب بہت بڑھ گئیں تو خداوند قہار و جبار کا قہر وغضب عذاب بن کر سیلاب کی صورت میں آ گیا اور ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ سچ ہے نیکی کا اثر آبادی اور بدی کا اثر بربادی ہے۔ لہٰذا ہر نعمت پانے والی قوم کو لازم ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور سرکشی و گناہ سے ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کرے ورنہ خطرہ ہے کہ عذاب الٰہی نہ اتر پڑے کیونکہ جو قوم سرکشی اور بداعمالی کو اپنا طریقہ کار بنا لیتی ہے اس کا لازمی اثر یہی ہوتا ہے کہ وہ قوم عذابِ الٰہی کی مار سے برباد اور اس کی آبادیاں تہس نہس ہو کر ویرانہ بن جاتی ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

(۱۱۴)

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

حضرت انسان پر جو اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں ان میں سے ایک اہم احسان ''جوانی'' ہے اور ظاہر ہے یہ احسان جتنا اہم ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا بھی اتنا ہی اہم اور ضروری ہے اور اس حالت میں جان و دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا' اسے راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا اور اس کی ناراضی سے بچتے رہنا یہ اس کے قرب خاص کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ چونکہ انسانوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام سب سے زیادہ قرب خداوندی کے مقام پر فائز ہوئے ہیں اس لئے کسی نے کہا ہے:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

''یعنی جوانی میں توبہ اور عبادت وریاضت کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔''
اس لئے جو نوجوان (مرد وعورت) حالت جوانی میں جتنا عبادت وریاضت میں محنت کرتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ رب العزت کے حضور مقام پر فائز ہوتا جاتا ہے اور پھر یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی چیز جتنی زیادہ قیمتی ہو اس کی حفاظت بھی اتنی ہی مشکل ہوتی ہے کیونکہ چور اور ڈاکو اس پر نگاہ جمائے رکھتے ہیں اور موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ چونکہ بندۂ مومن کی جوانی اللہ رب العزت کی عبادت کرنے کا بہترین موقع ہے اس لئے اس کا دشمن شیطان ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ کسی نہ کسی ذریعے سے نوجوان کو اس کام سے روکا جائے اور ان کی جوانی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا جائے۔ اپنے اس مقصد غلیظ کو پورا کرنے کے لئے نوجوانوں کے دماغ میں مختلف قسم کے حیلے بہانے اور وسوسے پیدا کر کے انہیں

عبادت خداوندی اور آخرت کی تیاری سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

جوانی کے حیلے بہانے

جن نوجوانوں پر شیطان کا یہ وار چل جائے تو ان کی حالت کچھ اس طرح ہو جاتی ہے کہ جب ان میں سے کسی نوجوان کو کہا جائے نماز پڑھا کرو' وہ کہے گا جی ابھی بڑی عمر پڑی ہے بڑھاپے میں جا کر پڑھ لیں گے۔ اگر کہا جائے اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو' دین پر عمل کرو تو کہے گا بس ٹھیک ہے جی کر لیں گے بعد میں۔ چند دن ہی جوانی کے ہیں سکون کے لئے' بڑھاپے میں ساری زندگی عبادت ہی تو کرنی ہے۔ اب ایسے نوجوانوں کو کون سمجھائے کہ بھائی بڑھاپے میں تو بندہ کھانے پینے کا بھی محتاج ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ جوانی کی کمی کو کیسے پورا کر سکے گا اور پھر آپ کے پاس کیا گارنٹی ہے کہ آپ نے بوڑھا ہونا ہے۔ موت تو سر پر کھڑی ہے کیا خبر کس وقت آ کر زندگی کا خاتمہ کر دے۔ کتنے نوجوان ہماری آنکھوں کے سامنے فوت ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ بھی یہی امید لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور اسی طرح اگر کسی نوجوان کو کہا جائے ''یہ داڑھی مبارک مومن کا زیور' مسلمان کی پہچان اور ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی سنت ہے۔ اسے چہرے پر سجا لو تو وہ آگے سے جواب دیتے ہوئے یوں لب کشائی کرے گا چھوڑو جی ابھی تو میری شادی ہونی ہے' شادی کے بعد دیکھا جائے گا۔'' نوجوان لڑکیوں کو کہا جائے کہ یہ اسلام کے دشمن کے ایجاد کردہ فیشن چھوڑ دو' شرعی پردہ اختیار کرو تو آگے سے جواب آتا ہے ''چھوڑو مولویوں والی باتیں' ہم ابھی سٹوڈنٹ ہیں' ہماری چلنے پھرنے کی عمر ہے۔'' حتیٰ کہ اس طرح کے بے شمار گمراہ' گمراہ کن اور اللہ رب العزت کی ناراضی سبب بننے والے حیلے بہانے ان کے پاس موجود ہوتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے اس وار سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین) اور یہ سارے معاملات شاید اس وجہ سے ہیں کہ ان کے دل و دماغ میں اس بات کا بھوت سوار ہو چکا ہے کہ آج ہم جوان ہیں' طاقت ور ہیں' ہم جیسا کوئی نہیں' ہماری نظر شوخ' ہمارے ارادے شر اور ہمارے اردگرد حسن و جمال کا ہالہ ہے۔ شاید وہ یہ باتیں سوچتے یا کہتے وقت بھول جاتے ہیں کہ یہ چیزیں تو فانی اور چند دنوں کی مہمان ہیں۔ جلد ہی موت انہیں دبوچ لے گی اور وہ خدا کی کچہری میں

حاضر ہوں گے۔ کوئی بھی اس دنیا میں باقی رہنے نہیں آیا ”كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ“ کے مطابق ہر کسی نے فنا ہونا ہے۔ سوائے ہمارے رب ذوالجلال کے اور اس فنا کے بعد جب دوبارہ زندگی ملے گی تو اپنے رب کے حضور اس سوال کا جواب دینا پڑے گا کہ جوانی کہاں اور کس کام میں گزاری؟

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے
کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے!

بہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

ہر باشعور آدمی اس بات سے آگاہ ہے کہ ہمارے زمانے کے نوجوانوں کی اکثریت (چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) شیطان کے دھوکے میں آ چکے ہیں اور یہ دھوکہ اتنا پیچیدہ ہے کہ سمجھانے کے باوجود بھی ان کے لئے سمجھنا مشکل ہے اور اپنی اس روش کو چھوڑنا انہیں ہرگز گوارا نہیں' گویا حال یہ ہے:

کشتی بھی نہیں بدلی دریا بھی نہیں بدلا
اور ڈوبنے والوں کا جذبہ بھی نہیں بدلا
ہے شوق سفر ایسا اک عمر سے یاروں نے
منزل بھی نہیں پائی رستہ بھی نہیں بدلہ

ان کے لباس' کردار' چال چلن' ناز و انداز اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔

یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں کے رسم و رواج اور فیشن کی پیروی نے انہیں دین سے دور' اندر سے کھوکھلا اور ان کے ”اسلامی“ تشخص کو ختم کر دیا ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جس قوم کے نوجوان اپنی پہچان کو گم کر دیں' تن آسانی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کو اپنا وطیرہ بنا لیں وہ قوم ناکام ہو جایا کرتی ہے اور اس کی داستان تک دنیا سے نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے روتے ہوئے کہا تھا:

لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسان

خدایا آرزو میری یہی ہے

اور جب کسی قوم کے نوجوان عیش وعشرت کو ترک کر دیتے ہیں' نفسانی خواہشات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں' آرام طلبی سے بیزار ہو جاتے ہیں' علوم وفنون کی تحصیل' اپنے رب کو راضی کرنے اور اپنے دین کی ناموس کی خاطر محنت کرنے لگتے ہیں تو عروج وبلندیوں پر پہنچ کر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں:

عقابی روح پیدا ہوتی ہے جب جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

انہی نوجوانوں کے متعلق اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر کہا تھا:

جوانوں کو میری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا! آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

ملت اسلامیہ کے نوجوانوں میں جذبۂ ایمانی بیدار کرنے' ان کا تعلق اپنے خالق و مالک سے مضبوط کرنے' انہیں گناہوں سے بچانا اور شیطان کے دھوکے سے بچانے کے جذبہ کے تحت زیر نظر مضمون واقعہ کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے اگرچہ شیطانی قوتوں کی سرگرمیاں ہمارے اس کام سے کہیں زیادہ ہیں وہ مطالعہ کرنے والوں کو اس جانب راغب نہیں ہونے دیں گی لیکن پھر بھی ہماری کوشش جاری ہے اس کا کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

توبہ اور اس کی شرائط

''توبہ'' ت و ب کے مادہ سے ''تاب یتوب'' کا مصدر ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔

حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''شریعت میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ کو اس کے برا ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے' پہلے جو گناہ ہو چکے ہیں بندہ ان پر شرمندگی کا اظہار کرے اور جن اعمال کا تدارک ممکن ہو ان کے تدارک کی کوشش کرے۔''

(المفردات' جلد ا' ص ۱۴۸)

امام شرف الدین یحییٰ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے' اگر گناہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اور اس سے کسی آدمی کا حق وابستہ نہ ہو تو پھر توبہ کی تین شرائط ہیں:

(۱) گناہ کرنے سے باز آ جائے۔ (۲) گناہ کے سرزد ہونے پر شرمندگی کا اظہار کرے۔ (۳) یہ پختہ ارادہ کرلے کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی رہ گئی تو توبہ نہیں ہوگی۔

اور اگر گناہ کا تعلق کسی آدمی کے حق سے ہے تو پھر ایک چوتھی شرط بھی ہے کہ وہ حق دار کے حق سے بری ہو جائے۔ اگر وہ حق مال کی صورت میں ہو تو اسے ادا کرے' اگر کسی کی غیبت وغیرہ کی ہو تو اسے معاف کروالے۔'' (ریاض الصالحین' باب التوبہ)

انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ گڑگڑاتا ہوا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو' جو گناہ ہوا ہو خاص اس کا ذکر کر کے دل میں اس سے بیزاری اور آئندہ اس سے بچنے کا پکا ارادہ کرے مثلاً اگر جھوٹ بولا ہے تو بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے ''یا اللہ! میں نے جھوٹ بولا ہے اس سے توبہ اور آئندہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔'' زبان سے یہ باتیں کہتے وقت دل میں بھی یہی باتیں ہوں پھر اگر کسی بندے کی حق تلفی کی ہو تو اس سے معاف کروالے اور اگر نمازیں وغیرہ رہ گئی ہوں تو ان کی قضا کرے۔

قرآن پاک اور تصور توبہ

۱- اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ○ (البقرہ' ۲۲۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

۲- وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(النور' ۳۱)

''اور اے مومنو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

۳- اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (النساء' ۱۸-۱۷)

''اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں' پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی کو موت آ جائے تو اس وقت کہنے لگے اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں' ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

۴- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (التحریم' ۸)

''اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو' یہ بعید نہیں کہ اللہ تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔''

تصورِ توبہ...... احادیث کی روشنی میں

۱- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: ''گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔''

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۲۵۰، صفحہ ۳۰۶)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک بندہ گناہ کرتا ہے، پھر جب وہ اپنے گناہ کو یاد کرتا ہے تو اپنے کیے پر غمگین ہوتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ وہ اپنے کیے پر غمگین ہے تو اس کو معاف فرما دیتا ہے۔'' (مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۱۷۵۲۴)

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم اس قدر گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر بھی تم توبہ کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۲۴۸)

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں دن میں ستر بار سے بھی زیادہ مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔''

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۳۰۸)

۵- حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں دور جاہلیت کی چار چیزیں باقی رہیں گی اور وہ انہیں چھوڑیں گے نہیں:

(۱) اپنے حسب ونسب (برادری وغیرہ) پر فخر کرنا۔ (۲) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا۔ (۳) ستاروں کے ساتھ بارش طلب کرنا۔ (۴) نوحہ کرنا (یعنی میت پر بین اور جاہلانہ الفاظ کے ساتھ آہ وزاری کرنا) اگر نوحہ کرنے والی عورت اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرلے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس کا کرتہ گندھک کا ہوگا اور اس کی چادر خارش والی ہوگی۔'' (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۹۳۴)

۶- ہمارے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پا لیا۔'' (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۳۰۹)

جوانی میں توبہ کرنے کی فضیلت اور انعام واکرام

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا' ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ نوجوان ہے جس نے بچپن میں قرآن سیکھا اور جوانی میں اس کی تلاوت کرتا رہا۔''

(شعب الایمان' جلد ا' صفحہ ۴۸۷)

☆ ایک حدیث کے مطابق وہ نوجوان عرش کے سایہ میں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا۔ (صحیح بخاری' جلد ا' صفحہ ۹۱)

ایک نوجوان کی توبہ کا پس منظر

خلیفہ عبدالملک کے پاس ایک آدمی پریشانی اور گھبراہٹ کی حالت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ''جناب میں بہت زیادہ گنہگار ہوں اور آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟'' خلیفہ نے کہا: ''کیا تیرا گناہ لوح وقلم سے بھی بڑا ہے'' اس نے جواب دیا ''بڑا ہے۔'' خلیفہ نے پوچھا: ''کیا تیرا گناہ عرش وکرسی سے بھی بڑا ہے؟'' اس نے کہا: ''بڑا ہے۔'' خلیفہ نے اسے کہا: ''بھائی تیرا گناہ اللہ کی رحمت سے تو بڑا نہیں؟'' یہ سن کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ خلیفہ نے کہا: ''مجھے بھی بتا کہ تیرا گناہ آخر ہے کون سا؟'' اس نے کہا: ''گناہ بتاتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے لیکن پھر بھی بتا دیتا ہوں۔ شاید اس سے میری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے۔ وہ کہنے لگا اے خلیفہ! میں کفن چور ہوں' آج رات میں نے پانچ قبریں کھودیں' ان سے عبرت حاصل کر کے توبہ پر آمادہ ہوا ہوں' اب وہ کفن چور پانچوں قبروں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہنے لگا۔

پانچ قبروں کا آنکھوں دیکھا حال

میں نے پہلی قبر کھودی تو مردے کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا تھا۔ میں خوف زدہ ہو کر جوں ہی وہاں سے پلٹا تو غیب سے آواز آئی اس مردے سے اس عذاب کا سبب بھی تو پوچھ لے۔ میں نے کہا مجھ میں ہمت نہیں۔ آپ ہی بتا دیں؟ آواز آئی یہ شخص شرابی اور زانی تھا۔ پھر میں

نے دوسری قبر کھودی تو اب ایک اور دل ہلا دینے والا منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا' وہ یہ کہ قبر میں مردے کی شکل خنزیر جیسی بن چکی تھی۔ اس کے گلے میں طوق تھا اور اسے زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔ غیب سے آواز آئی یہ آدمی جھوٹی قسمیں کھاتا تھا اور حرام روزی کماتا تھا۔ پھر میں نے تیسری قبر کھودی تو اس میں ایک خوفناک منظر تھا اور وہ یہ کہ مردہ گدھی کی طرف زبان نکالے ہوئے تھا۔ اس کے جسم میں آگ کی کیلیں ٹھونکی ہوئی تھیں۔ غیب سے آواز آئی یہ آدمی غیبت اور چغلی کیا کرتا تھا اور لوگوں کو آپس میں لڑاتا تھا پھر میں نے چوتھی قبر کھودی تو میری نگاہوں کے سامنے اس سے بھی زیادہ خووفناک منظر تھا اور وہ یہ کہ مردہ آگ میں الٹ پلٹ ہو رہا تھا اور فرشتے آگ کے ہتھوڑوں سے اسے مار رہے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھ پر دہشت طاری ہوئی اور میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی یہ بدنصیب نماز اور رمضان کے روزوں میں سستی کیا کرتا تھا۔

پھر میں نے پانچویں قبر کھودی تو اس کی حالت گزشتہ چار قبروں سے بالکل مختلف تھی۔ قبر حد نظر تک وسیع تھی اور اس کے اندر ایک نوجوان تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ غیب سے آواز آئی اس نوجوان نے جوانی میں ہی توبہ کر لی تھی اور نماز و روزے کی سختی کے ساتھ پابندی کرتا تھا۔ (تنبیہ الغافلین)

میرے نوجوان بھائیو اور بہنو! آپ نے دیکھ لیا کہ جوانی میں توبہ کرنے اور اسے عبادت خداوندی میں گزارنے کا کتنا انعام واکرام ہے اسی لئے ہمارے محبوب کریم علیہ السلام نے ہم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھو:

غنیمت جان لو جتنی ملی ہے

(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ (۲) صحت کو بیماری سے پہلے۔ (۳) مالداری کو تنگدستی سے پہلے۔ (۴) زندگی کو موت سے پہلے۔ (۵) فراغت کو مصروفیت سے پہلے۔''

(الملهمات' صفحہ ۵۸)

اس لئے آئیے آج ہی توبہ کر لیجئے اور اپنی زندگی کو اسلام کے سنہری اصولوں اور بے مثل وخوبصورت طریقے کے مطابق گزارنا شروع کر دیجئے۔ شاید بعد میں کبھی یہ توفیق

حاصل نہ ہو سکے۔اس جوانی کا بھروسہ ہی کیا اے میرے بھائی:

بے وفا دین پہ مت کر اعتبار تو اچانک ہو گا موت کا شکار
موت آ کر ہی رہے گی یاد رکھ جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ
گر جہاں میں سو برس تو جی بھی لے قبر میں تنہا قیامت تک رہے
موت آئی پہلواں بھی چل دیئے خوبصورت نوجواں بھی چل دیئے
دبدبہ دنیا میں ہی رہ جائے گا حسن تیرا خاک میں مل جائے گا
تیری طاقت، تیرا فن، عہدہ تیرا کچھ نہ کام آئے گا سرمایہ تیرا
جب اندھیری قبر میں تو جائے گا روئے گا، چلائے گا، گھبرائے گا
کام مال و زر وہاں نہ آئے گا غافل جواں تو یاد رکھ پچھتائے گا

☆ ہمارے محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ محبت فرماتا ہے۔ان میں سے ایک پرہیز گار ہے لیکن اللہ تعالیٰ نوجوان پرہیز گار سے بہت زیادہ محبت فرماتا ہے۔دوسرا غریب ہے اور اللہ تعالیٰ غریب سخی سے بہت زیادہ محبت فرماتا ہے۔تیسرا عاجزی وانکساری کرنے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ مالدار آدمی کی عاجزی وانکساری سے بہت زیادہ محبت فرماتا ہے۔'' (تنبیہ الغافلین، جلد ۱، صفحہ ۲۲۵)

نوجوانی میں توبہ کرنے والوں کے سچے واقعات:

حضرت سیّدنا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک نوجوان کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے درمیان بیٹھا ہنسنے میں مشغول تھا۔آپ نے فرمایا: ''اے نوجوان! کیا تو پل صراط پار کر چکا ہے؟اس نے عرض کی: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے یا جہنم میں؟'' اس نے کہا: ''جی نہیں'' تو آپ نے پوچھا: ''پھر یہ ہنسی کیسی؟'' اس کے بعد کبھی اس نوجوان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔'' (احیاء العلوم، جلد ۴، صفحہ ۲۲۷)

☆ حضرت سیّدنا عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم چند لوگ ایک مرتبہ باہر نکلے۔ہمارے سامنے بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی جو فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے حتیٰ

کہ لمبے قیام کی وجہ سے ان کے پاؤں سوجھ گئے تھے اور آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ ان کی جلد کا چمڑا ہڈیوں سے مل گیا تھا اور رگیں باریک تاروں کی طرح معلوم ہوتی تھیں۔ ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ گویا ان کی جلد تربوز کا چھلکا ہو اور وہ قبروں سے نکل کر آ رہے ہوں۔ ہمارے درمیان یہ گفتگو چل رہی تھی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار لوگوں کو عزت بخشی اور نافرمان لوگوں کو ذلیل کیا کہ اسی دوران ان میں سے ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا اور اس کے دوست اس کے اردگرد بیٹھ کر رونے لگے۔ سخت سردی کے باوجود اس کے ماتھے پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ پانی لا کر اس کے چہرے پر چھڑکا گیا تو اسے افاقہ ہوا۔ جب اس سے ماجرا پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ "مجھے یہ یاد آ گیا تھا کہ میں نے اس جگہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی۔" (احیاء العلوم' جلد ۴' صفحہ ۲۲۹)

نوجوان نے چیخ ماری اور روح پرواز کر گئی

ایک نوجوان جس کا نام "دینار" تھا اور عرف عام میں "دینار عیار" کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی ماں اسے بری حرکتوں سے منع کرتی تھی لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ ایک دن اس کا گزر ایک قبرستان سے ہوا جہاں بہت سی بوسیدہ ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک ہڈی اٹھائی تو وہ اس کے ہاتھ میں بکھر گئی۔ یہ دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گیا اور خود سے کہنے لگا: "تیری ہلاکت ہو! ایک دن تو بھی ان میں شامل ہو جائے گا اس کے باوجود تو گناہوں میں مشغول ہے؟" اس کے بعد اس نے توبہ کی اور کہنے لگا: "اے میرے رب! میں خود کو تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں مجھ پر رحم کر اور مجھے قبول فرما۔" پھر وہ نوجوان زرد چہرے اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: "امی جان! بھاگا ہوا غلام جب پکڑا جائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟" ماں نے جواب دیا کہ "اسے کھردرا لباس' سوکھی روٹی دی جاتی ہے اور اس کے پاؤں باندھ دیئے جاتے ہیں۔" اس نے عرض کی: "آپ میرے ساتھ وہی سلوک کریں جو بھاگے ہوئے غلام کے ساتھ کیا جاتا ہے' شاید کہ میری اس ذلت کو دیکھ کر مالک مجھے معاف کر دے" اس کی ماں نے اس کی خواہش پوری کر دی۔ جب رات ہوتی یہ روتا اور آہ وزاری شروع کر دیتا اور کہتا "اے

دینار! تو ہلاک ہو جائے کیا تجھے اپنے آپ پر قابو نہیں ہے؟ تو کس طرح اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ سکے گا۔'' یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ ایک رات اس کی ماں نے کہا: ''بیٹا! اپنے آپ پر ترس کھاؤ اور اتنی مشقت نہ اٹھاؤ۔'' اس نے جواب دیا ''مجھے اسی حالت پر رہنے دیں' تھوڑی سی مشقت کے بعد شاید مجھے طویل آرام نصیب ہو جائے گا۔ امی جان میری نافرمانیوں کی ایک لمبی فہرست رب تعالیٰ کے سامنے موجود ہے اور میں نہیں جانتا کہ مجھے مقام رحمت پر جانے کا حکم ہوگا یا وادی ہلاکت میں ڈالا جائے گا؟ مجھے اس تکلیف کا خوف ہے جس کے بعد کوئی راحت نہیں ملے گی' مجھے ایسی سزا کا ڈر ہے جس کے بعد معافی نہیں ملے گی۔'' ماں نے سن کر کہا: ''اچھا! تھوڑا سا تو آرام کرلو۔'' وہ کہنے لگا: ''میں کیسے آرام کر سکتا ہوں کیا آپ میری مغفرت کی ضمانت دیتی ہو؟ کون میری بخشش کی ضمانت دے گا؟ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے! ایسا نہ ہو کہ کل لوگ جنت کی جانب جا رہے ہوں اور میں جہنم کی طرف۔'' ایک مرتبہ اس کی ماں اس کے قریب سے گزری تو یہ آیت پڑھی:

''تو تمہارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سے پوچھیں گے جو کچھ وہ کرتے تھے۔''

(الحجر' ۹۳'۹۲)

وہ اس پر غور کرنے لگا یہاں تک کہ سانپ کی طرح پیچھے حرکت کرنے لگا' بالآخر بے ہوش ہو گیا۔ اس کی ماں نے اسے پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ وہ کہنے لگی ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اب کہاں ملاقات ہوگی؟'' نوجوان نے کمزور سی آواز میں جواب دیا ''اگر میں قیامت کے دن آپ کو نہ مل سکوں تو داروغہ جہنم سے پوچھ لینا'' پھر اس نے چیخ ماری اور روح پرواز کر گئی۔ (کتاب التوابین' صفحہ ۲۵۶)

مردہ لڑکی کے ساتھ بدکاری کرنے والا نوجوان

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''عمر کیوں رو رہے ہو؟'' آپ عرض کرنے لگے ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے دروازے پر موجود ایک رونے والے نوجوان نے میرا دل ہلا دیا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اسے اندر لے

آؤ۔" وہ نوجوان روتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے نوجوان کیوں رو رہے ہو؟" وہ عرض کرنے لگا "یارسول اللہ ﷺ! اپنے گناہوں کے انبار کی وجہ سے رو رہا ہوں۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تیرا گناہ کیا ہے؟" اس نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ میں نے سات سال تک قبروں سے کفن چوری کیے یہاں تک کہ انصار کی ایک لڑکی فوت ہو گئی۔ میں نے اس کی قبر کھودی اور کفن نکال کر جانے لگا' تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ شیطان نے مجھے ورغلایا اور میں نے واپس آ کر اس مردہ لڑکی کے ساتھ بدکاری کر دی۔ اس کے بعد جب واپس جانے لگا تو ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لڑکی سامنے کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے "اے جوان! تجھ پر افسوس ہے' تو قیامت کے دن سزا اور جزا دینے والے خدا سے شرم نہیں کرتا؟ تو نے مردوں کی ایک کثیر تعداد کے سامنے مجھے ننگا کر دیا اور اللہ کے حضور مجھے جنبی کر کے کھڑا کر دیا۔" جب اس کی یہ بات حضور نبی کریم ﷺ نے سنی تو آپ نے اس سے غصے کا اظہار فرمایا اور حکم دیا کہ "میری بارگاہ سے چلا جا" وہ نوجوان وہاں سے نکل کر چالیس دنوں تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا رہا۔ جب چالیس راتیں مکمل ہو گئیں تو اس نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر عرض کیا "اے محمد ﷺ' آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کے رب! اگر تو نے میری بخشش فرما دی ہے تو میرے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے آگاہ کر دے یا آسمان سے آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور مجھے آخرت کے عذاب سے نجات دے دے۔" اس کی اس بات اور درد بھرے انداز پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں نے اپنے اس بندے کی توبہ قبول فرما لی ہے آپ بھی اس کی توبہ قبول کر لیں۔"

(تنبیہ الغافلین' جلد ا' صفحہ ۱۲۵' ۱۲۷)

(۱۱۵)

کامیاب جج کون؟

رقہ کے قاضی نے خلیفہ ہارون الرشید کو ایک تاریخی جملہ کہا تھا' جو یہ ہے کہ "اللہ کی قسم وہ جج کامیاب نہیں ہے جو صحیح طریقے سے حق وصول نہیں کرتا۔"

اس کا پس منظر یہ تھا کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آ کر امیر عیسیٰ ابن جعفر (بنو عباس کے امراء میں سے تھا۔ ہارون رشید کا چچازاد اور اس کی بیوی زبیدہ کا بھائی تھا) کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ عیسیٰ نے اس شخص سے پانچ لاکھ درہم لے کر واپس نہیں کیے۔ رقہ کے قاضی نے بڑے لطف و کرم کا اظہار کرتے ہوئے عیسیٰ کو یاددہانی کراتے ہوئے لکھا:

"حمد و ثنا کے بعد! اللہ تعالیٰ امیر کو تادیر زندہ سلامت اور اپنی حفاظت میں رکھے اور انہیں انعامات سے نوازے۔ میرے پاس فلاں ابن فلاں آیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے امیر کے ذمہ (اللہ تعالیٰ انہیں زندگی اور عزت عطا فرمائے) پانچ لاکھ درہم ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو خود عدالت میں تشریف لائیں یا اپنے وکیل کو بھیج دیں جو مدعی کے دعوے کا جواب دے یا اسے راضی کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قائم و دائم رکھے۔"

اس تحریر پر مہر لگائی اور ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی کہ عیسیٰ کو پہنچا دے۔

عیسیٰ کو وہ تحریر پیش کی گئی تو اس نے اپنے ملازم کے سپرد کر دی۔ اس نے نہ تو تحریر کو کوئی اہمیت دی اور نہ ہی جواب دینے کی ضرورت محسوس کی۔ جیسے کہ جاہ و جلال رکھنے والے حکمرانوں اور قانون نافذ کرنے والوں کا وطیرہ ہے۔ قاصد نے جب اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ عیسیٰ نے بری طرح توہین عدالت کی ہے تو وہ افسوس اور شرمندگی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ بوجھل قدم اٹھاتا ہوا واپس چلا آیا۔

حکمرانی اور شہزادگی کا غرور

قاضی کو جب عیسیٰ ابن جعفر کے طرزِ عمل کا علم ہوا تو اس نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا: ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' اس نے دوبارہ قلم اٹھایا اور تحریر کیا:

''اللہ تعالیٰ امیر کو سلامت رکھے' اپنی حفاظت اور امان میں رکھے اور انہیں اپنی مکمل نعمتیں عطا فرمائے۔ میرے پاس فلاں شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا ہے کہ اس کا آپ پر شرعی حق ہے لہٰذا اس کے ہمراہ آپ خود تشریف لائیں یا اپنے وکیل کو بھیج دیں۔''

پھر اس تحریر پر مہر لگائی اور ایک شخص کے ہاتھ عیسیٰ کے پاس بھیج دی۔ قاضی نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اس دفعہ ضرور جواب دے گا یا اپنے وکیل کو بھیج دے گا۔ ہمیں بھی اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن وہ شخص حق و انصاف سے کوسوں دور تھا۔ اسے عزت نفس اور لیڈری نے گناہ پر ابھارا' جیسے اس قسم کے لوگوں کو ابھارا کرتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی طاقت اور لیڈری کے غرور میں عوام کے اموال' ان کی جانوں اور عزتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ گویا دنیا کی ہر چیز بلا شرکت غیرے ان کے باپ کی وراثت ہے۔

یہ تاکیدی حکم نامہ عیسیٰ ابن جعفر کے پاس پہنچا تو وہ غصے سے بھر گیا۔ اس نے وہ تحریر پھینک دی۔ نہ صرف تحریر بلکہ قاضی کی بھی توہین کی۔ اس نے قاضی کو اہمیت دی اور نہ ہی اس کے فیصلے اور عدالت کی پروا کی۔ قاصد نے دیکھا کہ امیر کا پارہ چڑھ گیا ہے اور اس نے طیش میں آ کر قاضی کا حکم نامہ پھینک دیا ہے تو وہ شرمندگی اور حیا سے پانی پانی ہو گیا اور واپس جا کر قاضی کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ قاضی نے کہا: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اس امیر نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم کرسی عدالت چھوڑ دیں اور اس منصب سے استعفیٰ دے دیں۔'' (من رشحات الخلود)

سراپا خلوص اور پیکرِ تقدس قاضی

اس سراپا خلوص اور پیکر تقدس جج پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی جس نے دنیا پر دین کو

ترجیح دی۔ اس نے ظالم اور غاصب امیر کی حرکت پر صبر کیا جو دین اور شریعت کے آگے جھکنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ اپنی طاقت اور شوکت کے گھمنڈ میں یہ سمجھتا تھا کہ میں جو چاہوں کرتا رہوں۔ مجھے کون پوچھ سکتا ہے؟ اس کے باوجود قاضی مایوس نہیں ہوا۔ اسے اب بھی امید تھی کہ ممکن ہے اس کے دل میں عدل و انصاف کا جذبہ بیدار ہو جائے اور وہ سرکشی کے بعد حق کے سامنے سر جھکا دے۔ قاضی نے قلم پکڑا اور آخری مرتبہ لکھا:

''اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آپ کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے اور ان کے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ اے انصاف پسند امیر! ضروری ہے کہ آپ خود یا آپ کا وکیل عدالت میں آئے۔ اگر آپ اس پر تیار نہ ہوئے تو میں آپ کا معاملہ امیر المومنین کے سامنے پیش کر دوں گا' انشاء اللہ تعالیٰ۔''

پھر یہ حکم نامہ اپنے کارندوں کے ہاتھ بھیج دیا۔ وہ دونوں جا کر عیسیٰ کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ جب امیر عیسیٰ اپنے گھر سے باہر آیا تو انہوں نے قاضی کا حکم نامہ پیش کر دیا۔ اس نے پڑھے بغیر اسے پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا اور جوشِ غضب میں زمین پر پھینک دیا۔ کارندوں نے واپس آ کر قاضی کو امیر کے رویے کی اطلاع دی۔ قاضی نے دیکھا کہ باطل سنا جا رہا ہے اور حق کی کوئی شنوائی نہیں۔ غصب اور ظلم کی حکومت ناکام ہے۔ وہ اٹھا اور مقدمات کے کاغذات ایک بیگ میں ڈالے اور اس خوف سے کہ کہیں وہ ضائع نہ ہو جائیں ان پر مہر لگا دی اور خود اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بادشاہوں اور حکمرانوں کے تیر حق کی حکمرانی کرنے سے برگشتہ ہو جائیں اور وہ اپنی خواہشات کے گھوڑوں پر سوار ہو کر ظلم' تجاوز' غصب اور لوگوں کو غلام بنانے کے راستوں پر چل پڑیں تو قاضیوں (ججوں) پر لازم ہے کہ وہ یہی طریقہ اختیار کریں۔

خلیفہ ہارون رشید کی غیرت جاگ اُٹھی

ہارون الرشید کو پتہ چلا کہ قاضی نے کرسی عدالت چھوڑ دی ہے اور ایوان عدل بھی بند کر دیا ہے تو اس نے پیغام بھیج کر قاضی کو بلایا۔ خلیفہ وقت اس قاضی پر اعتماد کرتا تھا اور اس کا بڑا

احترام کرتا تھا۔ قاضی نے حاضر ہو کر گزارش کی۔

''امیر المومنین! میں آپ کو اللہ تعالی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے منصب عدالت سے فارغ کر دیجئے! اللہ کی قسم! وہ قاضی (جج) کامیاب نہیں ہے جو کمزور کا حق طاقتور سے لے کر نہیں دیتا۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالی اس گروہ کو گناہوں سے پاک نہ فرمائے جو طاقتور کو جھنجھوڑ کر اس سے ضعیف کا حق نہیں دلواتا۔'' (اس حدیث کو امام طبرانی نے ابویعلی سے انہوں نے حضرت ابوسعید انصاری سے روایت کیا)

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ میرا استعفیٰ منظور کر لیجئے!''۔

ہارون الرشید نے کہا: ''آپ کو حق کے قائم کرنے سے روکنے والا کون ہے؟ اسے قاضی کے اصرار اور منصب قضاء کے چھوڑنے پر تعجب تھا۔ قاضی نے عیسیٰ ابن جعفر کا سارا کچا چٹھا بیان کر دیا اور بتایا کہ میں نے انہیں ہر ممکن نرمی سے تین بار پیغام بھیجا لیکن انہوں نے عدالت کی اپیل کو ذرہ برابر وقعت نہ دی۔ تحریر پھاڑ کر زمین پر پھینک دی اور قاضی سمیت عدالت کا تمسخر اڑایا۔ ہارون الرشید کا چہرہ غصے کی شدت سے تمتما اٹھا۔ عملے کو حکم دیا کہ فوراً جا کر عیسیٰ ابن جعفر کے تمام دروازوں کو سیل کر دو اور کسی کو باہر نکلنے یا اندر جانے کی اجازت نہ دو۔ یہاں تک کہ وہ مدعی کے ساتھ عدالت میں حاضر ہو جائے۔ خواہی نخواہی قاضی کا فیصلہ سنے اور مدعی کا پورا پورا حق ادا کرے۔

پانچ سو طاقتور گھڑ سواروں نے عیسیٰ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور دروازوں کو بند کر کے سیل کر دیا تاکہ نہ تو کوئی باہر نکل سکے اور نہ ہی اندر داخل ہو۔ عیسیٰ نے اپنے گھر والوں کا شور و شغب اور واویلا سنا تو اٹھ کر دروازے پر یہ دیکھنے آیا کہ ہوا کیا ہے؟ اسے گمان ہوا کہ شاید ہارون الرشید نے یکایک کوئی برا فیصلہ کیا ہے اور وہ مجھے قتل کر کے مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے من مانی کرتے ہوئے فوج کو میرے گھر کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ وہ دروازے کے پیچھے سے اپنے کچھ واقف کاروں سے دریافت کرنے لگا۔ اس کا ایک واقف دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ عیسیٰ نے اسے پوچھا: ''یہ کیا مصیبت ہے؟

جو ہم پر ٹوٹ پڑی ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے اور یہ ناقابل برداشت سزا ہم پر کیوں ٹوٹ پڑی ہے؟''

اس نے کہا:

''یہ سب قاضی کے مطالبے کی بناء پر ہے۔ اس نے خلیفہ کے پاس جا کر استعفیٰ پیش کر دیا ہے اور تمہاری وجہ سے کرسی عدالت چھوڑ دی ہے۔ اس لئے خلیفہ ناراض ہو گیا ہے اور اس نے حکم دیا کہ تمہارے تمام دروازے سیل کر دیئے جائیں اور تم اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتے جب تک وہ حق ادا نہیں کر دیتے جو تم پر لازم ہے۔''

تب عیسیٰ کو اپنے جرم کی سنگینی کا احساس ہوا اور اس پر منکشف ہو گیا کہ ظلم دنیا اور آخر میں ایک اندھیرا نہیں کئی اندھیروں کا مجموعہ ہے اور یہ کہ ظلم کی رسی خواہ کتنی ہی لمبی ہو جائے اس کا انجام خوفناک ہے۔

شہزادے نے گھٹنے ٹیک دیے

اس کے حکم پر پانچ لاکھ درہم حاضر کر دیئے گئے پھر اس نے حکم دیا کہ یہ دراہم مظلوم شخص کو دے دیئے جائیں۔ اس سے معذرت کی جائے اور معافی بھی مانگی جائے۔ مدعی نے وہ دراہم لے لئے۔ خلیفہ کو اطلاع پہنچی کہ حق دار کو اس کا حق مل گیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ چونکہ صاحب حق کو اس کا حق مل گیا ہے اس لئے عیسیٰ کے دروازے کھول دو۔ اسے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دو اور اسے بتا دو کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔ قاضی اور مخلوق خدا کے ساتھ اپنے رویے اور معاملے کو درست کرے اور ہرگز ہرگز کبھی بھی قاضی کے فیصلے کے آڑے نہ آئے۔ (ابن اثیر کسی قدر تصرف کے ساتھ)

یہ تھا مخلص قاضیوں اور حکام کے ساتھ شاہانِ اسلام کا رویہ اور یہ تھا قاضیوں کے امراء کے ساتھ انداز۔ جب امیر نے حق سے روگردانی کی اور ظلم کا راستہ اختیار کیا تو قاضی نے امیر کی پروانہ کی اور جب دیکھا کہ حق کو نظر انداز اور ضائع کیا جا رہا ہے تو اس نے امیر سے اپنا مشاہرہ تک نہ مانگا بلکہ دنیا کو پس پشت ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے طریقے پر ثابت قدم رہے۔

اس عادل اور محتاط خلیفہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ امراء کو زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر کس طرح عدل وانصاف کے اسباق سکھائے جاسکتے ہیں؟ اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حدیث شریف اور آزاد ضمیر کی اس آواز پر عمل کیا:

''اللہ تعالیٰ اس گروہ کو گناہوں سے پاک نہ فرمائے جو طاقت ور کو جھنجھوڑ کر کمزور کا حق نہ دلائے۔'' (سدابہار خوشبوئیں)

(۱۱۶)

کثرتِ عبادت کرنے والا جنتی

حضرت سیّدنا رافع بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مجھے حضرت سیّدنا ہشام بن یحییٰ کنانی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں آپ کو وہ واقعہ نہ بیان کروں جو میری آنکھوں نے دیکھا اور اس وقت میں خود وہاں موجود تھا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے نفع دیا۔ امید ہے تمہیں بھی اس سے نفع ہوگا۔'' میں نے کہا: ''اے ابوالولید! مجھے بیان کیجئے۔'' تو انہوں نے بیان فرمایا: ''ہم نے سن ۸۸ ہجری میں روم کی سرزمین پر جہاد کیا۔ ہمارے ساتھ سعید بن حرث نامی ایک نیک شخص تھا۔ وہ کثرت سے عبادت الٰہی کرتا، دن کو روزہ رکھتا، رات کو عبادت کرتا۔ جب ہم چلتے تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا۔ جب ٹھہرتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا۔ پھر ایک رات ایسی آئی کہ ہم سخت خوف میں مبتلا ہو گئے۔ میں اور ایاس پہرہ داری کے لئے نکلے، ہم ایک ایسے قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جس کا معاملہ ہم پر سخت دشوار ہو چکا تھا۔ میں نے حضرت سیّدنا سعید بن حرث رحمۃ اللہ علیہ کو اس رات بھی عبادت میں مشغول پایا اور مصائب پر اس کے صبر کرنے سے بہت تعجب ہوا۔ جب صبح طلوع ہوئی تو میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ پر نفس کا بھی کچھ حق ہے، آپ آرام کیوں نہیں فرماتے؟'' تو وہ رو دیئے اور فرمایا: ''اے میرے بھائی! یہ سانسیں شمار کی جا چکی ہیں، عمر گھٹ رہی ہے، دن پورے ہو چکے ہیں، میرے پیچھے موت ہے اور مجھے اپنی روح نکلنے کا انتظار ہے۔''

راوی فرماتے ہیں ''اس بات نے مجھے رلا دیا۔'' میں نے ان سے کہا: ''میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ خیمے میں داخل ہو کر آرام فرمائیں۔'' جب میں خیمے میں داخل ہوا

تو وہ سو چکے تھے۔ میں خیمے کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اندر سے باتوں کی آواز سنائی دی تو میں نے دل میں کہا: ''خیمے میں ان کے سوا اور تو کوئی نہیں۔'' بہر حال میں کچھ آگے بڑھا تو دیکھا کہ وہ نیند میں مسکرا رہے ہیں اور کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔

میں لوٹنا نہیں چاہتا

میں نے ان کی ایک بات یاد کر لی اور وہ یہ کہہ رہے تھے ''میں لوٹنا نہیں چاہتا۔'' پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کیا گویا کچھ ڈھونڈ رہے ہوں۔ پھر ہنستے ہوئے آہستگی سے نیچے کر لیا اور ہانپتے ہوئے بیدار ہو گئے۔ میں نے ان کو سینے سے لگا لیا تو انہوں نے دائیں بائیں مڑ کر دیکھا پھر کچھ سکون واطمینان حاصل ہوا اور جو حواس بحال ہوئے تو کلمہ طیبہ پڑھنے اور تکبیر کہنے لگے۔ میں نے عرض کی: ''کیا معاملہ ہے؟'' فرمایا: ''خیر ہے۔'' میں نے پوچھا: ''مجھے بتایئے کیونکہ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں واپس نہیں لوٹنا چاہتا۔'' پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کچھ دیر بعد آہستہ آہستہ نیچے کر لیا۔'' انہوں نے جواب دیا ''میں نہیں بتاؤں گا۔''

پھر جب میں نے انہیں قسم دی تو فرمایا: ''جب تک میں زندہ رہوں آپ اس بات کو ظاہر نہیں کرو گے۔'' میں نے کہا: ''ہاں ٹھیک ہے'' تو فرمانے لگے ''میں نے دیکھا گویا قیامت قائم ہو چکی ہے۔ لوگ ہکے بکے اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتے اپنی قبروں سے نکل رہے تھے۔ اسی دوران دو آدمی میرے پاس آئے' ان جیسا حسین چہرے والا میں نے نہ دیکھا تھا۔ انہوں نے مجھے سلام کیا' میں نے سلام کا جواب دیا پھر انہوں نے مجھ سے کہا: ''اے سعید! آپ کو بشارت ہو۔ آپ کے گناہ معاف کر دیئے گئے' محنت وصول ہوئی اور دعا بھی قبول ہوئی' آپ کو جلد خوشخبری دی جائے گی' آپ ہمارے ساتھ چلیں تا کہ ہم آپ کو وہ نعمتیں دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تیار رکھی ہیں۔'' حضرت سیّدنا سعید بن حرث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں ان کے ساتھ چل دیا' انہوں نے مجھے میدانِ محشر سے غائب کر دیا تو اچانک ایک خوبصورت گھوڑا ہمارے سامنے تھا جو دنیوی گھوڑوں جیسا نہ تھا بلکہ اچکنے والی بجلی کی مانند یا تیز چلنے والی ہوا کی طرح تھا۔ ہم اس پر سوار ہو کر چل پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے

ایک ایسے بلند محل کے پاس جا پہنچے جس کا کنارہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ چاندی سے جڑا ہوا تھا اور اس سے روشنی جھلک رہی تھی۔ جب ہم اس کے دروازے پر پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا۔ ہم اندر داخل ہوئے تو وہاں ایسی اشیاء دیکھیں جن کی نہ کوئی تعریف بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی انسانی دل پر اس کا کھٹکا گزرا ہوگا۔ اس میں حوریں تھیں' ستاروں کی گنتی کے برابر خدام اور غلام بھی تھے۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو سریلی آواز میں یہ نغمے الاپنے لگے ''اَھْلًا وَّسَھْلًا مَّرْحَبًا' یہ اللہ تعالیٰ کا ولی تشریف لایا ہے۔''

ہم چلتے چلتے ایک اجتماع میں پہنچے جہاں ہیرے جواہرات سے آراستہ سونے کے تخت بچھے ہوئے تھے اور اردگرد سونے کی کرسیوں کا گھیرا تھا۔ ہر تخت پر ایک ایسی خوبصورت خاتون بیٹھی تھی جس کا وصف کوئی مخلوق بیان نہ کر سکے اور ان کے بیچ میں ایک ایسی عورت جلوہ فرما تھی جو قد و قامت' حسن و جمال اور وصف کمال میں ان میں ان سب سے برتر تھی۔ یہاں پہنچ کر میرے ساتھ والے دونوں مرد یہ کہہ کر غائب ہو گئے کہ ''یہ آپ کا گھر' خاندان اور آرام گاہ ہے۔''

میں ہوں آپ کی ہمیشہ رہنے والی بیوی

ان کے جانے کے بعد وہ خوبصورت عورتیں ''مرحبا' خوش آمدید'' کہتے ہوئے میری طرف ایسے بڑھیں جیسے کوئی غائب جب اپنے اہل میں واپس آتا ہے تو اس کے گھر والے اس کی طرف لپکتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے مجھے درمیانے تخت پر بیٹھی عورت کے پاس بٹھا دیا اور کہا: ''یہ آپ کی بیوی ہے اور آپ کے لئے اس جیسی اور بھی حوریں ہیں' وہ سب آپ کی منتظر ہیں۔'' ہم نے آپس میں گفتگو کی تو میں نے پوچھا: ''میں کہاں ہوں؟'' اس نے جواب دیا ''جنت الماویٰ میں'' میں نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' جواب دیا ''میں آپ کی ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں۔'' میں نے پوچھا: ''دوسری کہاں ہیں؟'' اس نے کہا: ''وہ آپ کے دوسرے محلات میں ہیں۔'' ''میں آج آپ کے پاس ٹھہروں گا اور کل ان کے پاس جاؤں گا۔'' پھر میں نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ روک لیا اور کہا: ''آج تو آپ دنیا کی طرف لوٹ جائیں گے اور تین دن بعد آئیں گے۔'' میں

نے کہا: ''میں دنیا کی طرف لوٹنا پسند نہیں کرتا۔'' اس نے کہا: ''آپ کا دنیا میں لوٹنا ضروری ہے اور تین دن بعد آپ ہمارے ہاں افطار کریں گے۔'' پھر میں اس مبارک اجتماع سے اٹھا اور وہ مجھے رخصت کرنے اٹھی تو میری آنکھ کھل گئی۔''

اور پھر میری آنکھ کھل گئی

حضرت سیّدنا ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''یہ سن کر میں رونے لگا اور ان سے کہا اے سعید! آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے' اس نے آپ کے عمل کا ثواب دکھا دیا ہے۔'' انہوں نے دریافت فرمایا: ''کیا جو آپ نے دیکھا وہ کسی اور نے بھی دیکھا ہے؟'' تو میں نے کہا: ''نہیں۔'' اس پر انہوں نے فرمایا: ''میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک میری زندگی ہے اس بات کو چھپائیں گے۔'' پھر وہ کھڑے ہوئے' وضو کیا' خوشبو لگائی' اور اپنے ہتھیار اٹھا کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔ وہ روزے سے تھے اور رات تک لڑتے رہے پھر واپس آئے۔ لوگ ان کی لڑائی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ''ہم نے ایسا لڑنے والا نہیں دیکھا' یہ تو اپنی جان کو دشمنوں کے تیروں اور نیزوں کے آگے ڈال دیتے ہیں اور ہر بار وہ پسپا ہوئے۔'' میں نے دل میں کہا: ''اگر یہ ان کا مرتبہ دیکھ لیتے تو ان جیسا ہی کرتے۔'' پھر آخر رات تک قیام کی حالت میں رہے اور صبح روزے کی حالت میں کی اور دوسرے دن پہلے دن سے زیادہ لڑے اور پھر رات کو قیام کیا۔ صبح پھر روزے کی حالت میں تھے اور پہلے سے زیادہ قتال کیا۔ حضرت سیّدنا ابوالولید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں ان کے ساتھ ہولیا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ وہ پورا دن اپنی جان کو ہلاکتوں میں ڈالتے رہے لیکن انہیں کوئی نقصان نہ ہوا۔ بالآخر غروبِ آفتاب کے وقت ایک تیر ان کے گلے میں آلگا جس کے سبب وہ زمین پر تشریف لے آئے۔ میں انہیں دیکھ رہا تھا کہ لوگ چیخ و پکار کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ ان کی طرف بڑھے اور انہیں میدانِ کارزار سے باہر اٹھا لائے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو کہا: ''اے سعید! آپ کو مبارک ہو کہ آج آپ جنت میں روزہ افطار کریں گے' کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔'' راوی فرماتے ہیں ''انہوں نے اپنے نچلے ہونٹوں کو حرکت دی اور مسکراتے ہوئے کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ

صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ''سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت سیّدنا ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''میں نے بآواز بلند کہا: اے اللہ تعالیٰ کے بندو!

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ○ (پ ۲۳' الصفت' ۶۱)

''ایسی ہی بات کے لئے کامیوں کو کام کرنا چاہیے۔''

میری بات سنو! میں تمہیں تمہارے اس بھائی کے متعلق بتاؤں۔ لوگ متوجہ ہوئے تو میں نے انہیں سارا معاملہ بتایا تو وہ رونے لگے پھر انہوں نے تکبیر کہی جس سے پورا لشکر دہل گیا اور یہ بات پھیل گئی۔ امیر لشکر حضرت سیّدنا مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو وہ خود تشریف لائے اور ہم نے ان کی میت کو رکھا تاکہ نماز جنازہ پڑھیں۔ میں نے امیر لشکر حضرت سیّدنا مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی: ''آپ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''ان کی نمازِ جنازہ وہ پڑھائے جو ان کی حالت کے متعلق جانتا ہو۔'' پھر ہم نے ان کی نمازِ جنازہ ادا کی اور ان کو اسی جگہ دفن کر دیا۔ لوگ رات کو یہی گفتگو کرتے ہوئے سو گئے۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے اس واقعہ کا دوبارہ ذکر کیا تو لوگ یکبارگی چلا اٹھے اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے اسی دن قلعے پر فتح عطا فرمائی۔

(الروض)

(۱۱۷)

قصّہ تین مبلغوں کا

''انطاکیہ'' ملک شام کا ایک بہترین شہر تھا جس کی فصلیں سنگین دیواروں سے بنی ہوئی تھیں اور پورا شہر پانچ پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا اور شہر کی آبادی کا رقبہ بارہ میل تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں میں سے دو مبلغوں کو تبلیغ دین کے لئے اس شہر میں بھیجا۔ ایک کا نام ''صادق'' اور دوسرے کا نام ''مصداق'' تھا۔ جب یہ دونوں شہر میں پہنچے تو ایک بوڑھے چرواہے سے ان دونوں کی ملاقات ہوئی جس کا نام ''حبیب نجار'' تھا۔ سلام کے بعد حبیب نجار نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور مقصد کیا ہے؟ ان دونوں صاحبان نے کہا: ہم دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے مبلغین ہیں اور اس بستی والوں کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت دینے آئے ہیں تو حبیب نجار نے کہا: آپ لوگوں کے پاس اس کی کوئی نشانی بھی ہے؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں۔ ہم لوگ مریضوں اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خدا کے حکم سے شفاء دیتے ہیں۔ یہ ان دونوں کی کرامت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ یہ سن کر حبیب نجار نے کہا: میرا ایک لڑکا مدتوں سے بیمار ہے۔ کیا آپ لوگ اس کو تندرست کر دیں گے؟ ان دونوں نے کہا جی ہاں اس کو ہمارے پاس لاؤ چنانچہ ان دونوں نے اس مریض لڑکے پر اپنا ہاتھ پھیر دیا اور وہ فوراً ہی تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔ یہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی اور بہت سے مریض جمع ہو گئے اور سب شفایاب بھی ہو گئے۔

اس شہر کا بادشاہ ''انطیخا'' نامی ایک بت پرست تھا۔ وہ ان دونوں کی زبان سے توحید کی دعوت سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے دونوں مبلغوں کو گرفتار کر

کے سو سو درے لگا کر جیل خانہ میں قید کر دیا۔

حضرت عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیے ہیں

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے سردار حضرت "شمعون" کو انطاکیہ بھیجا۔ آپ کسی طرح بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے اور بادشاہ سے کہا: آپ نے ہمارے دو آدمیوں کو کوڑے لگا کر جیل خانہ میں قید کر دیا ہے۔ کم سے کم آپ ان دونوں کی پوری بات تو سن لیتے۔ بادشاہ نے ان دونوں کو جیل خانہ سے بلوا کر گفتگو شروع کی تو ان دونوں نے کہا: ہم یہی کہنے کے لئے یہاں آئے ہیں کہ تم لوگ ان بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمہارے بتوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ جب بادشاہ نے ان دونوں سے کوئی نشانی طلب کی تو ان دونوں صاحبوں نے ایک ایسے مادرزاد اندھے کو جس کے سر میں آنکھیں تھیں ہی نہیں ہاتھ پھیر دیا تو اس کی پیشانی میں آنکھوں کے دو سوراخ بن گئے پھر ان دونوں صاحبوں نے مٹی کے دو غلولے بنا کر ان سوراخوں میں رکھ کر دعا کر دی تو یہ دونوں غلولے آنکھیں بن کر روشن ہو گئے اور مادرزاد انکھیارا بن گیا۔ حضرت شمعون نے فرمایا: اے بادشاہ! کیا تمہارے بتوں میں بھی یہ قدرت ہے؟ بادشاہ نے کہا: نہیں تو حضرت شمعون نے فرمایا: پھر تم اس خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو ایسی قدرت والا ہے کہ اندھوں کو آنکھیں عطا فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا: کیا تمہارا خدا مردوں کو زندہ کر سکتا ہے؟ اگر وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو ایک مردے کو زندہ کر دے جو میرے ایک دہکان کا لڑکا ہے اور وہ کئی روز سے مرا پڑا ہے اور میں نے اس کے باپ کے انتظار میں ابھی تک اس کو دفن نہیں کیا ہے۔ بادشاہ ان تینوں صاحبان کو لے کر لڑکے کی لاش کے پاس گیا اور ان تینوں صاحبان نے دعا مانگی تو خدا کے حکم سے وہ مردہ زندہ ہو گیا اور بلند آواز سے کہا: میں بت پرست تھا تو میں مرنے کے بعد جہنم کی وادیوں میں داخل کیا گیا۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں اور تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے پیغمبر علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر ان تینوں مبلغین کی بات مان کر ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ یہ تینوں صاحبان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور ان

کے فرستادہ ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر اور مردہ کی تقریر سن کر سب کے سب حیران رہ گئے۔ اتنے میں حبیب نجار بھی دوڑتے ہوئے پہنچ گئے اور انہوں نے بھی بادشاہ اور سارے شہر والوں کو مبلغین کی تصدیق کے لئے پرزور تقریر کر کے آمادہ کر لیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور اس کے تمام درباریوں نے ایمان کی دعوت قبول کر لی اور سب صاحب ایمان ہو گئے مگر چند منحوس لوگ جو بتوں کی محبت میں عقل و ہوش کھو چکے تھے وہ ایمان نہیں لائے بلکہ حبیب نجار کو قتل کر دیا تو ان مردودوں پر عذاب آیا اور لوگ عذابِ الٰہی سے ہلاک کر دیئے گئے۔ (صاوی ج ۳ ص ۲۶۵)

قرآن پاک کی زبان میں

اس واقعہ کو قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(یٰسٓ، رکوع ۲، پارہ ۲۲)

بیان کیجئے ان کے سامنے مثال بستی والوں کی جب ان کے پاس قاصد آئے جب ہم نے ان کی طرف دو (صادق و مصداق) کو بھیجا تو لوگوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے تیسرے (شمعون) کو ان دونوں کی مدد میں بھیجا تو ان تینوں نے کہا: بے شک، ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تو وہ لوگ بولے کہ تم تو بس ہمارے ہی جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے تو کچھ نازل ہی نہیں کیا ہے تم لوگ

تو نرے جھوٹے ہی ہو۔ ان تینوں نے کہا: ہمارا خدا جانتا ہے کہ بے شک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ تو بس کھلی ہوئی تبلیغ ہے۔ وہ لوگ بولے کہ ہم تمہیں منحوس جانتے ہیں۔ اگر تم تبلیغ سے باز نہ آئے تو ضرور ہم تم لوگوں کو سنگسار کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت مار پڑے گی تو تینوں مبلغوں نے کہا: تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات پر بگڑتے ہو کہ تمہیں سمجھایا جارہا ہے؟ یقیناً تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو اور شہر کے کنارے سے ایک مرد (حبیب نجار) دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اے میری قوم! تم ان فرستادوں کی پیروی کرو۔ جو تم سے کچھ بھی نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں!''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تینوں مبلغین یعنی صادق و مصداق و شمعون کی سرگزشت اور تبلیغ دین کی راہ میں ان حضرات کی دشواریاں اور قید و بند کے مصائب، اور ہوش ربا دھمکیوں کو دیکھ کر یہ سبق ملتا ہے کہ تبلیغ دین کرنے والوں کو بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر جب آدمی اس راہ میں مستقل مزاج بن کر ثابت قدم رہتا ہے اور صبر و تحمل کے ساتھ اس دینی کام میں ڈٹا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی کامیابی کا سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ وہ مقلب القلوب اور ہادی ہے۔ وہ ایک لمحہ میں منکرین کے دلوں کو بدل دیتا ہے اور دلوں کی گمراہی دور فرما کر ہدایت کا نور بخش دیتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۱۸)

حضرت ابراہیم بن ادھم کی مجلس میں ایک نوجوان

حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ''میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے' مجھے کچھ نصیحت ارشاد فرمائیں جو مجھے گناہوں کو چھوڑنے میں مددگار ہو۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم پانچ باتوں کو اپنالو تو گناہ تمہیں کوئی نقصان نہ دیں گے اور ان کی لذت بھی ختم ہو جائے گی۔'' اس نے عرض کی جی ارشاد فرمایئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''پہلی بات تو یہ کہ جب تم گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ کا رزق مت کھاؤ۔'' وہ نوجوان بولا ''پھر میں کھاؤں کہاں سے؟ کیونکہ دنیا میں ہر شے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا یہ اچھا لگے گا کہ تم رب تعالیٰ کا رزق بھی کھاؤ اور اس کی نافرمانی بھی کرو؟'' اس نوجوان نے کہا: ''نہیں۔'' اور کہا: ''دوسری بات بیان فرمایئے'' آپ نے ارشاد فرمایا:

''دوسری بات یہ ہے کہ جب تم کوئی گناہ کرو تو اللہ تعالیٰ کے ملک سے باہر نکل جاؤ۔'' وہ کہنے لگا: ''یہ تو پہلی بات سے بھی مشکل ہے کہ مشرق سے مغرب تک اللہ تعالیٰ ہی کی مملکت ہے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''تو کیا یہ مناسب ہے کہ جس کا رزق کھاؤ یا جس کے ملک میں رہو اس کی نافرمانی بھی کرو؟'' نوجوان نے نفی میں سر ہلایا اور کہا: ''تیسری بات ارشاد فرمائیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا:

''تیسری بات یہ ہے کہ جب تم کوئی گناہ کرو تو ایسی جگہ چھپ کر کرو جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔'' اس نے کہا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے' اللہ تعالیٰ تو ہر بات کا جاننے والا ہے' کوئی

اس سے کیسے چھپ سکتا ہے؟'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''تو کیا یہ اچھا لگے گا کہ تم اس کا رزق کھاؤ' اسی کی مملکت میں بھی رہو اور پھر اسی کے سامنے اس کی نافرمانی کرو؟'' نوجوان نے کہا نہیں۔ آپ چوتھی بات ارشاد فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''چوتھی بات یہ ہے کہ جب ملک الموت علیہ السلام تمہاری روح قبض کرنے تشریف لائیں تو ان سے کہنا کہ کچھ دیر کے لئے ٹھہر جائیں تاکہ میں توبہ کر کے چند اچھے اعمال کرلوں۔'' اس نے کہا: ''یہ تو ممکن نہیں کہ وہ اس مطالبے کو مان لیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم جانتے ہو کہ موت یقینی ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں تو چھٹکارے کی توقع کیسے کر سکتے ہو؟'' ا س نے عرض کیا ''پانچویں بات ارشاد فرمائیں''۔ آپ نے فرمایا:

''پانچویں بات یہ ہے کہ جب زبانیہ (عذاب کے فرشتے) آئیں اور تجھے جہنم کی طرف لے جایا جائے تو ادھر مت جانا۔'' اس نے کہا: ''وہ میری بات نہیں مانگیں گے اور نہ ہی مجھے چھوڑیں گے۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''تو پھر نجات کی امید کیسے رکھ سکتے ہو؟''

حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے حکمت بھرے یہ کلمات سن کر وہ نوجوان پکار اٹھا ''مجھے یہ نصیحت کافی ہے اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔'' اس کے بعد وہ نوجوان مرتے دم تک عبادت میں مشغول رہا۔ (کتاب التوابین' صفحہ ۲۸۵)

(۱۱۹)

علم کے بارے میں دو ولیوں کے اقوال

ابوعلی فضیل بن عیاض بن مسعود تیمی بر بوعی، سمرقند میں ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابی ورد میں نشو و نما پائی۔ ابتداء میں بہت بڑے ڈاکو تھے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اکابر اولیاء کرام میں سے ہوئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو عبادت اور علم کے لئے وقف کر دیا۔ ان کا لقب ''شیخ الحرم المکی'' ہوا۔ حدیث میں مستند تھے۔ ان سے بہت سی مخلوق خدا نے اکتساب فیض کیا جن میں امام شافعی بھی تھے۔ ۱۸۷ھ میں مکہ معظمہ میں ان کی رحلت ہوئی۔ الاعلام (امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے)

حضرت علی بن عبدالعزیز بن حسن جرجانی، ان کی رکنیت ابوالحسن تھی۔ ادب کے بڑے عالم اور قاضی تھے۔ انہوں نے بہت سفر کئے۔ ان کے اشعار دل کش ہیں۔ جرجان میں پیدا ہوئے۔ پہلے جرجان، پھر رے کے قاضی بنائے گئے۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنائے گئے۔ ستر سال سے کم عمر میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ ان کا تابوت جرجان لے جایا گیا۔ ان کی تصانیف میں ''الوساطة بين المتبنی وخصومه'' اور شعری دیوان ہے، ان کا خط ابن مقلہ کے خط سے ملتا جلتا تھا۔ ۳۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

(الاعلام ۴، ۳۳۰، کسی قدر تصرف کے ساتھ۔)

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ عالم دو ہیں۔ ایک دنیا کا عالم اور دوسرا آخرت کا۔ پس دنیا کے عالم کا علم ظاہر ہے اور آخرت کے عالم کا علم مخفی ہے۔ تم آخرت کے عالم کی پیروی کرو اور دنیا کے عالم سے بچو۔

قاضی علی بن عبدالعزیز جرجانی نے کیا خوب کہا ہے:

’’اگر علماء، علم کی حفاظت کرتے تو وہ ان کی حفاظت کرتا اور اگر وہ علم کی عظمت دلوں میں نقش کرتے تو ان کی تعظیم کی جاتی۔‘‘

علم وبال جان کب بنتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم نے اسے نفع نہیں دیا۔‘‘ (جامع صحیح، امام سیوطی، حدیث ۱۰۵۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’اگر علماء علم کی حفاظت کرتے اور اسے اس کے اہل کے سپرد کرتے تو اس کے ذریعے اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں کے لئے صرف کیا تاکہ ان کی کچھ دنیا حاصل کرلیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا والوں کی نظر میں ان کا وزن کم ہوگیا۔ میں نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اپنے تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا دیا اللہ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کفایت کرے گا اور جس شخص کے تفکرات دنیا کے احوال میں بکھر گئے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ پروا نہیں فرمائے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوگیا۔

(ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ حدیث ۲۵۷)

دور اول کے علماء اپنے علم کی بدولت دوسروں کے مال سے بے نیاز تھے۔ چونکہ وہ دنیا اور آخرت میں علم کی فضیلت اور برتری کے قائل تھے اس لئے وہ دنیا کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے۔

دنیا والے ان کے معزز علم میں دلچسپی رکھتے تھے اور ان کا قرب حاصل کرکے عوام کی نظروں میں محترم بننا چاہتے تھے۔ اس لئے علماء پر اپنی دنیا خرچ کرتے تھے۔ آج ہمارے زمانے کے بعض اہل علم دنیا والوں کا دنیاوی تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنا علم صرف کرتے ہیں اس کا اثر یہ ہوا کہ علم میں دنیا والوں کی دلچسپی ختم ہوگئی۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ علم کوئی معزز اور محترم چیز ہوتی تو یہ علماء اسے حقیر چیز (دنیا کے مال) کے

حاصل کرنے کے لئے ہمارے سامنے صرف نہ کرتے لہٰذا انہوں نے علم کو بھی حقیر جانا اور علماء کو بھی۔ رہے سلاطین اور امراء تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر اور جہالت کو علم پر ترجیح دی۔ اس طرح علماء اور امراء دونوں بگاڑ کی زد میں آگئے اور عوام کا تو وہی دین ہوتا ہے جو ارباب اقتدار کا ہوتا ہے۔

ماننا پڑے گا کہ پوری دنیا کے بگاڑ کا سبب وہ عالم ہے جو اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کرتا۔ وہ علم کو اپنی دنیاوی خواہشات کے پورا کرنے اور آمدن کا ذریعہ بناتا ہے۔ لہٰذا اس کا علم صرف اس کے لئے نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے وبال بن جاتا ہے۔

(۱۲۰)

ایک ان کا وسیلہ ہی کام آئے گا

حضرت سیّدنا ابو یعقوب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں ملک شام کے ارادے سے سفر پر نکلا تو ایک بے آب و گیاہ میدان میں چند روز اس طرح گزرے کہ میں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اسی حالت میں میں نے دو راہب اس طرح چلتے دیکھے گویا وہ اپنے گھروں سے نکل کر کسی قریبی گرجا کی طرف جا رہے ہوں۔ میں ان کی طرف گیا اور ان سے پوچھا: ''آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نہیں جانتے۔'' میں نے پوچھا: ''کہاں سے آ رہے ہیں؟'' جواب دیا ''ہم نہیں جانتے۔'' میں نے پوچھا: ''کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کہاں ہیں؟'' جواب ملا: ''ہم اللہ تعالیٰ کے ملک میں ہیں اور اس کے حضور حاضر ہیں۔'' میں نے اپنے دل میں کہا: ''یہ دونوں راہب مجھ سے زیادہ حقیقی متوکل معلوم ہوتے ہیں۔'' میں نے ان سے کہا: ''کیا آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیتے ہیں؟'' کہنے لگے ''آپ کی مرضی۔'' پھر ہم چلنے لگے۔ جب شام ہوئی تو وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور میں نے بھی تیمم کیا اور نمازِ مغرب ادا کی۔ وہ مجھے تیمم کرتے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک نے زمین کو کریدا تو اس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا اور اس کے پہلو میں کھانا رکھا ہوا تھا۔ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا: ''قریب آئیں اور کھائیں پئیں۔'' ہم نے کھایا اور پانی بھی پیا۔ میں نے پانی سے وضو کیا۔ اس کے بعد وہ پانی رک گیا۔ پھر وہ دونوں نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور میں علیحدہ نماز پڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں نے نمازِ فجر ادا کی پھر وہ دونوں اٹھ

کھڑے ہوئے اور رات تک چلتے رہے۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ جب شام ہوئی تو ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر نماز پڑھی اور پھر دعا کر کے زمین کو کریدا تو پانی ظاہر ہوا اور کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ انہوں نے کہا: ''آؤ کھانا کھائیں۔'' کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے نماز کے لئے وضو کیا۔ پھر پانی رک گیا۔

یہ میرے نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے

جب تیسری رات آئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: ''اے مسلمان! آج رات تمہاری باری ہے۔'' حضرت سیّدنا محمد بن یعقوب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''مجھے ان کی بات سے بڑی شرم آئی۔ میں سخت غم اور عجیب معاملے میں پھنس گیا۔ خیر! میں نے دل میں کہا: ''یا اللہ! گناہوں کی وجہ سے تیری بارگاہ میں میرا کوئی مقام و مرتبہ تو نہیں لیکن میں تجھے تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام و مرتبے کا واسطہ دیتا ہوں جو تیری بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرنا اور انہیں میری اور اپنے نبی حضرت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تکلیف سے خوش نہ کرنا۔'' فرماتے ہیں ''اچانک ایک چشمہ جاری ہو گیا اور کثیر کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ ہم نے کھایا پیا۔ ہماری یہی حالت رہی یہاں تک کہ رات آ گئی اور اس بار جب پانی اور کھانا ظاہر ہوا تو مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور میں بے ساختہ رو پڑا۔ وہ بھی رونے لگے اور روتے روتے ہماری آوازیں بلند ہو گئیں۔ جب مجھے کچھ افاقہ ہوا تو ان دونوں نے پوچھا: ''آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' میں نے کہا: ''میں بہت گنہگار ہوں' میرا اللہ کی بارگاہ میں خاص مقام و مرتبہ نہیں جو اس کرامت کو پہنچ سکے۔'' انہوں نے پوچھا: ''تو پھر یہ سب کیسے تمہارے لئے ظاہر ہوا؟'' میں نے کہا: ''میں نے اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و وجاہت کا وسیلہ پیش کیا اور عرض کی: ''یا اللہ! اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں اور یہ تیرے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے دشمن ہیں' مجھے ان کے سامنے دین کے معاملے میں رسوا نہ فرما۔'' تو اس کی بدولت وہ کچھ ظاہر ہوا جو تم دیکھ چکے ہو اس لئے اس میں میری کوئی کرامت نہیں بلکہ یہ سب میرے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔''

یہ سن کر وہ کہنے لگے ''اللہ کی قسم! ہم بھی ایسے ہی تھے۔ جب ہم نے تمہیں دیکھا تو

تمہاری حالت دیکھ کر متاثر ہوئے جب وضو اور کھانے کا وقت ہوتا تو ہم نے تمہاری جیسی دعا کی اور کہا: ''یا اللہ! اگر اس کا دین حق ہے اور اس کے نبی ﷺ برحق ہیں تو اس کے نبی ﷺ کے صدقے ہمارے لئے پانی اور کھانا ظاہر فرمادے۔'' اس دعا سے کھانا حاضر ہو گیا جو تم نے دیکھا۔ یہ سب تمہارے نبی محترم ﷺ کا معجزہ اور برکت ہے۔ اب ہم نے جان لیا کہ یہ دین حق ہے اور نبی آخر الزماں ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھایئے' ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتکریماً کی طرف اکٹھے نکلے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ پھر جب ہم شام کی طرف روانہ ہوئے تو جدا ہو گئے۔ اللہ کی قسم! جب بھی مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے دنیا میری نظروں میں حقیر ہو جاتی ہے۔

اے مسلمانو! یہ دونوں راہب تھے اور ان کے لئے سوئی کے سرے کے برابر ایمان چمکا تو انہوں نے سیدھا راستہ دیکھ لیا اور سچائی کے راستے پر چل پڑے اور اے مسلمان! غور کر! تیری عمر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں کٹ گئی' تیری زندگی خسارے میں گزر گئی' پھر بھی تو دریائے غفلت میں غوطہ زن ہے؟ قبولیت کے خوشگوار جھونکے چل چکے اور تو ابھی تک نافرمانی کی شراب کے نشے میں چور ہے اور تجھے ہوش ہی نہیں آتا؟ جب کہ اس کی رحمت تجھے پکار رہی ہے کہ ہماری بارگاہ میں اخلاص وتصدیق لئے جلدی سے حاضر ہو جائے بے شک ہم نے تیرے لئے راہِ ہدایت کھول دیا اور توفیق کی طرف تیری رہنمائی کی۔

(الروض الفائق)

(۱۲۱)

بازوؤں اور پروں والے فرشتے

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بازو اور پر بنا دیئے ہیں جن سے وہ قضائے آسمانی میں اڑ کر کائنات عالم میں فرامین ربانی کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ کسی فرشتے کے دو پر کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہیں۔

علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ فرشتوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جن کو خلاق عالم نے چھ چھ بازو اور پر عطا فرمائے ہیں۔ دو بازوؤں سے تو وہ اپنے بدن کو چھپائے رکھتے ہیں اور دو بازوؤں سے وہ اڑتے ہیں اور دو بازوان کے چہروں پر ہیں جن سے وہ خدا سے حیاء کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپائے رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: میں نے ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ اپنی اصلی صورت مجھے دکھا دیجئے تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس کی تاب نہ لا سکیں گے تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کی خواہش بلکہ تمنا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی اصلی صورت میں وحی لے کر حاضر ہو گئے تو ان کو دیکھتے ہی آپ پر غشی طاری ہو گئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بدن سے ٹیک لگا کر آپ کو سنبھالے رکھا اور اپنا ایک ہاتھ حضور کے سینہ پر اور ایک ہاتھ دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (ﷺ)! اگر آپ حضرت اسرافیل علیہ السلا کو دیکھ لیتے تو آپ کا کیا حال ہوتا؟

ان کوتو اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار بازو عطا فرمائے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا بازو مغرب میں ہے اور وہ عرش الٰہی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

(صاوی ج ۴ ص ۲۵۴)

فرشتوں کے بازوؤں اور پروں کا ذکر سورۂ فاطر کی اس آیت میں ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (فاطر، رکوع ۱)

"سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں وہ زیادہ کرتا ہے اپنی آفرینش میں جو چاہتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے

فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے اور اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ فرشتوں کے بازو اور پر بھی ہیں کسی کے دو دو کسی کے تین تین اور کسی کے چار چار اور کسی کے اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ فرشتوں کے اتنے زیادہ پر کیونکر اور کس طرح ہیں؟ تو قرآن نے اس کا شافی اور مسکت جواب دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ فرشتوں کو بال و پر بھی عطا فرما سکتا ہے اور بلاشبہ عطا فرمائے بھی ہیں' لہٰذا اس سلسلے میں بحث و مباحثہ اور سوال و جواب یہ سب گمراہی کے دروازے ہیں۔ ایمان کی خیریت اسی میں ہے کہ بغیر چون و چرا کے اس پر ایمان لائیں اور کیوں' اور کیسے کے علم کو اللہ اعلم کہہ کر خدا کے سپرد کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲۲)

بے شک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں ایک نوجوان بہت متقی و پرہیز گار اور عبادت گزار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کی عبادت پر تعجب کیا کرتے تھے۔ وہ نوجوان نمازِ عشا مسجد میں ادا کرنے کے بعد اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کے لئے جایا کرتا تھا۔ راستے میں ایک خوبرو عورت اسے اپنی طرف بلاتی اور چھیڑتی تھی لیکن یہ نوجوان اس پر توجہ دیئے بغیر نگاہیں جھکائے گزر جایا کرتا تھا۔ آخر کار ایک دن وہ نوجوان شیطان کے ورغلانے اور اس عورت کی دعوت پر برائی کے ارادے سے اس جانب بڑھا لیکن جب دروازے پر پہنچا تو اسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی شان یاد آ گیا:

"بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔"

(الاعراف ۲۰۱)

اس آیت مبارکہ کے یاد آتے ہی اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر غالب آ گیا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب یہ بہت دیر تک گھر نہ پہنچا تو اس کا بوڑھا باپ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا اور لوگوں کی مدد سے اسے اٹھوا کر گھر لے آیا۔ ہوش آنے پر باپ نے تمام واقعہ دریافت کیا۔ نوجوان نے پورا واقعہ بیان کر کے جب آیت پاک کا ذکر کیا تو ایک مرتبہ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید خوف غالب ہوا۔ اس نے ایک زوردار چیخ ماری

اوراس کا دم نکل گیا۔ راتوں رات ہی اس کے غسل وکفن ودفن کا انتظام کر دیا گیا۔

صبح جب یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اس کے باپ کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا: ''ہمیں رات کو ہی اطلاع کیوں نہیں دی ہم بھی جنازے میں شریک ہو جاتے۔'' اس نے عرض کی: ''امیر المومنین! آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے مناسب معلوم نہ ہوا۔'' آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔'' وہاں پہنچ کر آپ نے یہ آیت پڑھی:

''اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔'' (الرحمٰن، ۴۶)

تو قبر میں سے نوجوان نے بلند آواز کے سات پکار کر کہا: ''یا امیر المومنین! بے شک میرے رب نے مجھے دو جنتیں عطا فرما دی ہیں۔'' (شرح الصدور، ص ۲۱۳)

(۱۲۳)

اختلاف اور یقین کی کمزوری سے بچو

جلیل القدر صحابی، عظیم فاتح، جرنیل، اللہ تعالیٰ کی شمشیر برہنہ حضرت خالد بن ولید ابن مغیرہ مخزومی قریشی رضی اللہ عنہ جاہلیت میں قریش کے معزز ترین افراد اور شہسواروں میں سے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور انہیں سواروں کا سرخیل بنا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں شام میں مصروف جہادی لشکروں کا کمانڈر بنایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا۔ اس کے باوجود ان کے جوش اور جذبے میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ فرمایا: ''اس سے پہلے میں کمانڈر ہونے کی حیثیت سے جہاد کرتا تھا اب ایک سپاہی کی حیثیت سے جہاد میں حصہ لوں گا اور بطور سپاہی جہاد کرتے رہے۔'' فتوحات میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اور توفیق ان کے شامل حال تھی۔ اکثر غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق (بلکہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کیونکہ حضرت خالد بن ولید کی رحلت ان ہی کے دور میں ہوئی) نے ان کے بارے میں فرمایا: ''عورتیں خالد جیسا جاں باز جننے سے عاجز ہیں۔'' ۲۱ھ حمص میں ان کی رحلت ہوئی۔ (اصابہ کچھ تصرف کے ساتھ)

''اختلاف اور یقین کی کمزوری سے بچو'' کے کلمات حضرت خالد بن ولید نے اس وقت کہے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں عراق کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ پھر انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں رومی دھوکہ دے کر شام کی طرف مجاہدین کی واپسی کا راستہ بند نہ کر دیں۔ اس لئے حضرت خالد بن ولید کو حکم بھیجا کہ شام کی طرف پلٹ جائیں۔ انہوں نے

لشکر کے کمانڈروں کو جمع کر کے حضرت فاروق اعظم کا نیا حکم سنایا۔ کمانڈر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ عراق اور شام کے درمیان خوفناک جنگلوں کو کس طرح عبور کریں گے؟ ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا اور وہ فوری طور پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

روحوں کو رُوح پرور خطاب

حضرت خالد بن ولید نے ان کا اختلاف ختم کرنے کے لئے کھڑے ہو کر روح پرور خطاب کیا۔ انہوں نے کانوں کو نہیں روحوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تمہیں اختلاف کا شکار نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی تمہارا یقین متزلزل ہونا چاہئے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق امداد دیتا ہے اور طلب ثواب کے مطابق ثواب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی امداد کے ہوتے ہوئے صاحب ایمان کو کسی چیز کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ میرے پاس امیر المومنین کا تاکیدی حکم نامہ آیا ہے۔ میں اس پر ہر صورت میں عمل کروں گا۔''

یہ اس دل کی آواز تھی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد سے لبریز تھا۔ یہ گفتگو سن کر حاضرین پر ہیبت طاری ہو گئی۔ انہیں یوں محسوس ہوا کہ ایک انجانی قوت نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ انہوں نے بیک زبان کہا:

''ابوسلیمان! آپ ہمیں جہاں لے جانا چاہتے ہیں لے چلیں، اللہ کی قسم! آپ ایسی شخصیت ہیں جسے ہر بھلائی دے دی گئی ہے۔''

تمام مجاہدین حضرت خالد کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ راستے کی تمام دشواریاں اور گھاٹیاں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ مخلص اور غیرت مند قائد کی روح سے منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کی روح ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ خالد بن ولید کے اخلاص اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق نے ان کے دلوں سے خوف و ہراس اور خطرات کا غبار دھو ڈالا۔ ان کا خطاب زبان سے نہیں دل سے تھا۔ ان کی گفتگو نے مجاہدین کے دلوں میں قوت، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور غیر محدود امیدوں کی بجلیاں بھر دیں۔

سچے مومن کی نشانی

انہوں نے راستوں کی تکلیفوں اور صعوبتوں کے بارے میں سوال تک نہیں کیا کیونکہ سچا مومن بڑی سے بڑی مصیبتوں سے نہیں گھبراتا۔ وہ ایمان کی مٹھاس اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی سعادت کے کیف سے سرشار ہو کر بڑی سے بڑی مشکلات کے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ خوشدلی' صداقت اور اخلاص کے ساتھ آزمائشوں کو جھیل جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ آزمائش صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو چیز محبوب کی طرف سے ہو وہ بھی محبوب ہوتی ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کے دل میں ایسے معارف اور حکمتیں القا فرما دیتا ہے جن کے سامنے مصیبت کی روح ہی فنا ہو جاتی ہے اور مصیبت بھی ایسی نعمت بن جاتی ہے جسے بیان کرنے سے بڑے سے بڑے علماء عاجز ہو جاتے ہیں۔

(الخلفاء الراشدون' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

یہ تھے زمانہ ماضی کے قائدین۔ رعایا سے ان کی زبانیں نہیں' دل ہم کلام ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ رعایا ان کی زبانی گفتگو کے آگے نہیں' اثر انگیز دلوں کی زبان کے سامنے جھک جاتی تھی۔ جو بات دل سے نکلی ہے وہ براہِ راست دلوں میں اتر جاتی ہے۔ صرف زبان سے نکلنے والے کلمات دلوں میں جاگزیں نہیں ہوتے۔ انہیں صرف کان ہی سنتے ہیں اور وہ کانوں میں ہی رہ جاتے ہیں۔ (سدابہار خوشبوئیں)

(۱۲۴)

حضرت علی المرتضیٰ کا خاتون جنت سے نکاح

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
''فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، فاطمہ انسانی حور ہے۔''
(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب فاطمۃ، الحدیث ۳۷۶۷، ص ۳۰۶، تاریخ بغداد الرقم ۶۷۷۲، غانم بن حمید بن یونس، ج ۱۲ ''انسیۃ بدلہ آدمیہ'')

مروی ہے ''حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جنتی پھل دیکھنے کی خواہش کی تو حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنت سے دو سیب لے کر حاضر ہو گئے اور عرض کی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! خدائے رحمٰن نے ہر شے کا اندازہ رکھا، فرماتا ہے ''ایک سیب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھائیں اور دوسرا خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو کھلائیں پھر حق زوجیت ادا کریں۔ میں تم دونوں سے فاطمۃ الزہراء کو پیدا کروں گا۔'' چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا جبریئل امین کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔''

جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمیں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ ان دنوں حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حمل مبارک ٹھہر چکا تھا۔ حضرت سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اس کی کتنی رسوائی ہے جس نے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر رسول اور نبی ہیں۔'' تو حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کے بطن اطہر سے ندا دی ''اے امی جان! آپ غمزدہ نہ ہوں اور نہ ہی ڈریں، بے شک اللہ تعالیٰ میرے والد محترم کے ساتھ ہے۔''

خاتون جنت کی ولادت باسعادت

جب مدت حمل پوری ہوئی اور حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی تو ساری فضا آپ رضی اللہ عنہا کے چہرے کے نور سے منور ہوگئی۔ نور کے پیکر صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جنت اور اس کی نعمتوں کا اشتیاق ہوتا تو حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بوسہ لے لیتے اور ان کی پاکیزہ خوشبو کو سونگھتے اور جب ان کی پاکیزہ مہک سونگھتے تو فرماتے ''فاطمہ تو انسانی حور ہے۔''

جب آسمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آفتابِ حسن و جمال چمکا اور افق عظمت وجلال پر آپ رضی اللہ عنہا کا بدرِکمال طلوع ہوا تو نیک خصلت ذہنوں میں آپ رضی اللہ عنہا کا خیال آیا۔ مہاجرین وانصار کے معززین نے پیغام نکاح بھیجا لیکن رضائے الٰہی کے ساتھ مخصوص ذات نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں خدائی فیصلے کا منتظر ہوں۔''

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی پیغامِ نکاح عرض کیا تو ان سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا: ''یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔''

ایک دن حضرت سیّدنا ابوبکر صدی رضی اللہ عنہ' حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر چل نکلا تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تمام معززین نے پیغام نکاح عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کرتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا: ''یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔'' لیکن حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے پیغام نکاح عرض نہیں کیا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے غربت کے سبب ایسا نہیں کیا۔ میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ شاید اسی لئے روکا ہوا ہے۔'' پھر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس چلیں اور ان سے شہزادیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کا معاملہ ذکر کریں۔ اگر انہوں نے تنگ دستی کی وجہ سے انکار کیا تو ہم ان کی مدد کریں گے۔'' حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کی توفیق عطا فرمائے۔'' (آمین) پھر یہ سب مسجد نبوی شریف سے نکل کر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تلاش میں ان کی مسجد میں جا پہنچے لیکن انہیں وہاں نہ پایا۔ (پھر جب پتہ چلا کہ) حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس وقت کسی انصاری کے باغ میں اجرت پر اونٹوں کے ذریعے پانی نکالنے میں مصروف ہیں تو یہ تینوں صحابی ان کی جانب چل دیئے۔ جب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان سب کو دیکھا تو پوچھا: ''کیا معاملہ ہے؟''

مولیٰ مرتضیٰ نے غربت کا عذر پیش کر دیا

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اے علی! (بات یہ ہے کہ) قریش کے معززین نے بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیغام نکاح بھیجا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ''یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔'' اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) آپ ہر اچھی عادت سے کامل طور پر متصف ہیں اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار بھی ہیں تو آپ کے لئے اس میں کیا رکاوٹ ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا معاملہ آپ کے لئے روکا ہوا ہے۔'' راوی کہتے ہیں ''حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور عرض کی: ''اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آپ نے مجھے ایسے کام پر ابھارا ہے جو رکا ہوا تھا اور مجھے ایسے کام کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا، اللہ کی قسم! مجھے شہزادئ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پسند ہیں اور ایسے رشتے کے لئے میرے جیسا اور کوئی نہیں لیکن غربت نے مجھے اس سے روک رکھا ہے۔'' حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے علی! ایسا نہ کہو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اڑتے غبار کی مانند ہے۔''

علی شیر خدا کی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری:

پھر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اونٹ کھولا اور اپنے گھر چل

دیئے۔ گھر جا کر اونٹ باندھا اور جوتے پہن کر حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چل دیئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''کون؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اٹھو اور دروازہ کھولو۔ یہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتا ہے اور یہ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔'' حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان! یہ کون ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ میرا بھائی ہے اور مجھے ساری مخلوق سے بڑھ کر پیارا ہے۔'' حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میں اس تیزی سے اٹھی کہ چادر میں الجھنے لگی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں' اللہ کی قسم! جب تک انہیں پتہ نہیں چلا کہ میں اوٹ میں ہو گئی ہوں' وہ اندر داخل نہ ہوئے۔ پھر حاضر خدمت اقدس ہو کر انہوں نے سلام عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عنایت کیا پھر فرمایا: ''بیٹھو۔'' آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے اور زمین کریدنے لگے گویا کوئی حاجت عرض کرنے میں حیا کر رہے ہوں۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے علی! کوئی کام ہے تو بتاؤ' ہمارے ہاں تمہاری ہر حاجت پوری ہو گی۔'' حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے چچا اور چچی فاطمہ بنت اسد سے لیا' میں اس وقت ایک ناسمجھ بچہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری رہنمائی فرمائی۔ مجھے ادب سکھایا' مجھے شائستہ بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ماں باپ سے بڑھ کر شفقت و احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مجھے ہدایت بخشی اور اس شرک سے بچایا جس میں میرے والدین مبتلا تھے (ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بعد میں ایمان لے آئی تھیں) یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں میرا وسیلہ اور ذخیرہ ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے میری پشت پناہی اس طرح فرمائے کہ میرا بھی ایک گھر اور بیوی ہو جس میں چین حاصل کروں۔ یہی عرض لئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ فرمانا پسند فرمائیں گے؟''

آسمان پر نکاح اور فرشتوں کی بارات:

حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی و مسرت سے کھل اٹھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے چہرے کو دیکھا اور استفسار فرمایا: ''اے علی! کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس سے تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر ادا کر سکو؟'' حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: ''اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری حالت پوشیدہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ میں ایک زرہ، تلوار اور پانی لانے والے ایک اونٹ کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں۔''
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی تلوار سے تو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو گے لہٰذا اس کے بغیر گزارا نہیں اور اونٹ سے اپنے گھر والوں کے لئے پانی بھر کر لاؤ گے اور سفر میں بھی اس پر اپنا سامان لادو گے، لیکن زرہ کے بدلے میں میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں اور میں تجھ سے خوش ہوں اور اے علی! تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر فاطمہ سے تمہارا نکاح کرنے سے پہلے آسمان میں تم دونوں کا نکاح کر دیا ہے اور تیرے آنے سے پہلے آسمانی فرشتہ میرے پاس حاضر ہوا جس کو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے کئی چہرے اور پر تھے۔ اس نے آ کر عرض کی: ''السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مبارک ملن اور پاکیزہ نسل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہو۔''

میں نے پوچھا اے فرشتے! کیا کہہ رہے ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سطائیل ہوں اور عرش کے ایک پائے پر مقرر ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی کہ وہ مجھ کو اجازت دے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی میرے پیچھے پیچھے فضل و کرم الٰہی کی خبر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے والے ہیں۔'' سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ابھی اس فرشتے نے اپنی بات بھی پوری نہ کی تھی کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر سلام کیا اور ایک سفید ریشم کا ٹکڑا میرے ہاتھوں پر رکھ دیا جس میں دو سطریں نور کی ساتھ لکھی ہوئی تھیں۔'' میں نے پوچھا: ''اے میرے دوست جبرائیل (علیہ السلام)! یہ خط کیسا ہے؟'' انہوں نے بتایا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ

تعالیٰ نے دنیا پر نظر رحمت فرمائی اور اپنی رسالت کے لئے مخلوق میں سے آپ ﷺ کا انتخاب فرمایا اور آپ ﷺ کے لئے ایک حبیب' بھائی' دوست اور وزیر چن کر اس کے ساتھ آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرما دیا۔'' میں نے پوچھا: ''اے جبرائیل علیہ السلام! ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ میرا حبیب کون ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''آپ ﷺ کا چچازاد اور دینی بھائی حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساری جنتوں اور حوروں کو آراستہ پیراستہ ہونے' شجر طوبیٰ کو زیورات سے مزین ہونے اور ملائکہ کو چوتھے آسمان میں بیت المعمور کے پاس جمع ہونے کا حکم دیا ہے اور رضوانِ جنت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المعمور کے دروازے پر منبر کرامت رکھ دیا ہے۔ یہ وہی منبر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے تھے تو انہوں نے اس پر خطبہ دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس منبر پر راحیل نامی فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اس کی حمد وثنا کی تو آسمان فرحت وسرور سے جھوم اٹھا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مزید عرض کی: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی کہ ''میں نے اپنے محبوب بندے علی کا نکاح اپنی محبوب بندی اور اپنے رسول کی بیٹی فاطمہ سے کر دیا ہے تم ان کا عقد نکاح کر دو۔'' پس میں نے عقد نکاح کر دیا اور اس پر فرشتوں کو گواہ بنایا اور ان کی گواہی اس ریشم کے ٹکڑے پر لکھی ہوئی ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ خط آپ ﷺ کے حضور پیش کروں اور اس پر سفید کستوری کی مہر لگا کر داروغہ جنت' رضوان کے حوالے کر دوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اس نکاح پر گواہ بنایا تو شجر طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ اپنے زیورات بکھیرے۔ جب اس نے زیورات کی بوچھاڑ کی تو ملائکہ اور حوروں نے سب زیورات چن لیے اور حوریں قیامت تک یہ زیورات ایک دوسرے کو تحفے میں دیتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ سے یہ عرض کروں کہ آپ ﷺ زمین پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کر دیں اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دو ایسے شہزادوں کی بشارت دوں جو انتہائی ستھرے' عمدہ خصائل وفضائل کے حامل' پاکیزہ

فطرت اور دونوں جہاں میں بھلائی والے ہوں گے" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے علی (رضی اللہ عنہ)! ابھی فرشتہ بلند نہ ہوا تھا کہ تم نے دروازے پر دستک دے دی۔ میں تمہارے متعلق حکم الٰہی نافذ کر رہا ہوں تم مسجد میں پہنچ جاؤ میں بھی آ رہا ہوں۔ میں لوگوں کی موجودگی میں تمہارا نکاح کروں گا اور تمہارے وہ فضائل بیان کروں گا جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں "میں بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نکلا تو اتنی جلدی میں تھا کہ خوشی و مسرت سے اپنا ہوش بھی نہ تھا۔ راستے میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا: "اے علی (رضی اللہ عنہ) خیریت ہے کیا ہوا ہے کہ تم اتنی جلدی میں ہو؟" تو میں نے بتایا: "رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح اپنی شہزادی سے کر دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمانوں میں کیا ہے اب حضور ﷺ میرے پیچھے پیچھے مسجد میں تشریف لا کر اس کا اعلان فرمائیں گے۔" وہ دونوں بھی یہ سن کر خوش ہو گئے اور مسجد کی طرف چل دیے۔ بخدا! جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے بلال (رضی اللہ عنہ)! مہاجرین و انصار کو جمع کرو۔" حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بحکم نبی پاک ﷺ تشریف لے گئے۔ امام الانبیاء ﷺ اپنے منبر اقدس کے پاس تشریف فرما ہو گئے یہاں تک کہ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے منبر اقدس پر جلوہ افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور ارشاد فرمایا: "اے مسلمانو! ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس ملائکہ کو گواہ بنا کر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے: میں زمین پر ان کا نکاح کر دوں۔ میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا ہے۔" پھر حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: "اے علی (رضی اللہ عنہ)! کھڑے ہو کر خطبۂ نکاح پڑھو۔"

حضرت علی نے اپنے نکاح کا خطبہ خود پڑھا:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور یہ خطبہ پڑھا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَشُكْرًا لِاَنْعُمِهٖ وَاَيَادِيْهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَلَا شَبِيْهَ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ نَبِيُّهُ النَّبِيْهُ وَرَسُوْلُهُ الْوَجِيْهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَبَنِيْهِ صَلَاةً دَائِمَةً تُرْضِيْهِ وَبَعْدُ" ۔

یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اس کے انعامات و احسانات پر اس کا شکر ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ یکتا ہے' اس کا کوئی شریک و مثل نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیّدنا محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں' اس کے معزز نبی اور عظیم الشان رسول ہیں' ان پر اور ان کی آل و اصحاب' ازواجِ مطہرات اور اولادِ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اللہ تعالیٰ کی ایسی دائمی رحمت ہو جو حضور ﷺ کو خوش کر دے (آمین)"

مختصر مگر جامع خطاب

اس کے بعد فرمایا: "نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے اور اس نے اس کی اجازت دی ہے' رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے اور میری اس زرہ کو بطور حق مہر مقرر فرمایا ہے' میں اور آپ ﷺ اس پر راضی ہیں' تم لوگ آپ ﷺ سے پوچھ لو اور گواہ بن جاؤ۔" تو سب مسلمانوں نے کہا: "اللہ تعالیٰ تمہارے جوڑے میں برکت عطا فرمائے اور تمہیں اتفاق عطا فرمائے۔" پھر حضور نبی پاک ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لائے اور انہیں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر دف بجانے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کے پاس دف بجایا۔"

یاد رہے! شادی میں دف بجانے کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "دف کہ بلا جلاجل یعنی بغیر جھانجھ کا ہو اور تال سم (یعنی سر) کی رعایت سے نہ بجایا جائے اور بجانے والے نہ مرد ہوں اور نہ ذی عزت عورتیں بلکہ کنیزیں ایسی کم حیثیت عورتیں اور وہ غیر محل فتنہ میں بجائیں نہ صرف جائز بلکہ مستحب ومندوب ہے۔ حدیث میں مشروط دف بجانے کا حکم دیا گیا اور اس کی تمام قیود کو فتاویٰ شامی وغیرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱، ص ۶۴۳)

خاتونِ جنت کا جہیز:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں "میں نے اپنی زرہ لی اور بازار میں حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے درہموں پر اور انہوں نے زرہ پر قبضہ کر لیا تو مجھ سے فرمانے لگے "اے علی! کیا اب میں آپ سے زیادہ زرہ کا اور آپ مجھ سے زیادہ دراہم کے حق دار نہیں؟" میں نے کہا: "کیوں نہیں۔" تو کہنے لگے "پھر یہ زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔" حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں "میں نے زرہ اور درہم لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیر و برکت کی دعا دی اور پھر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر مٹھی بھر دراہم انہیں دیئے اور فرمایا: "ان دراہم کے عوض فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے مناسب اشیاء خرید لاؤ۔" حضرت سیّدنا سلمان فارسی اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہما کو خریدی ہوئی اشیاء اٹھانے میں مدد کے لئے ساتھ بھیجا۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں مجھے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ (۶۳) درہم عطا فرمائے تھے۔ میں نے روئی سے بھرا ہوا موٹے کپڑے کا بستر، چمڑے کا دسترخوان، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے، پانی کے لئے ایک مشکیزہ اور کوزہ اور نرم اون کا ایک پردہ خریدا۔ پھر میں، حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما نے تھوڑا تھوڑا کر کے وہ سامان اٹھا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو رونے لگے اور آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر عرض

کی: "یا اللہ! ایسے لوگوں کو اپنی برکت سے نواز جن کا شعار ہی تجھ سے ڈرنا ہے۔"

شرم وحیا کا عالم

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں "آپ ﷺ نے بقیہ درہم حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کردیئے اور ارشاد فرمایا: "ان دراہم کو اپنے پاس رکھو۔" پھر ایک مہینہ تک شرم وحیاء کے باعث میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ جب کبھی راستے میں آپ ﷺ سے ملاقات ہوتی تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے "اے علی (رضی اللہ عنہ) میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔"

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں: "جب مہینہ گزر گیا تو میرے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے "اے میرے بھائی! آج تک میں اتنا خوش نہیں ہوا جتنا یہ سن کر خوش ہوا کہ تمہاری شادی بنت رسول ﷺ و رضی اللہ عنہا سے ہوگئی ہے۔ اب اگر آپ ان کو اپنے گھر بھی لے آئیں تو اس سے ہمارے دل خوش ہوں گے۔" میں نے جواب دیا "اللہ کی قسم! میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن مجھے سرکار ﷺ سے شرم آتی ہے۔" انہوں نے کہا: "میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔" لہٰذا ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے تو راستے میں ہماری ملاقات حضور ﷺ کی خادمہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے ہوگئی۔ ہم نے ان سے تذکرہ کیا تو کہنے لگیں "ذرا انتظار کریں، ہم عورتیں آپ ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات کرتی ہیں کہ (ان معاملات میں) مردوں کی نسبت عورتوں کی باتیں زیادہ موثر ہوتی ہیں۔" وہ واپس مڑ کر حضرت سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور انہیں اور پھر دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساری بات بتائی تو سب امہات المومنین رضی اللہ عنہن اکٹھی ہو کر آپ ﷺ کے پاس حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ

مبارک میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ کے چاروں طرف بیٹھ کر عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! ہم ایک اہم معاملے میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی ہیں، کاش! اگر آج حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ ہوتیں تو اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔"

حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "جب ہم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا: "خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مثل کون ہوسکتا ہے؟ اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلا دیا اور اپنے مال سے دین و دنیا کے معاملات میں میری امداد کی۔" حضرت سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! ہاں واقعی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایسی ہی تھیں مگر وہ اپنے رب کے پاس جا چکی ہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً ہمیں ان کے ساتھ جنت میں جمع فرمائے گا۔ آپ ﷺ کے چچازاد اور دینی بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی چاہتے ہیں۔" آپ ﷺ نے حکم فرمایا: "ام ایمن رضی اللہ عنہا کو علی (رضی اللہ عنہ) کے بلانے کے لئے بھیج دو۔" حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا جب نکلیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا منتظر پایا تو ان سے عرض کی: "حضور ﷺ کے بلاوے پر لبیک کہیں۔"

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں "جب میں اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اندر کمرے میں تشریف لے گئیں، میں آپ ﷺ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: "کیا تم اپنی زوجہ کے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟" میں نے عرض کی: "جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بڑی محبت و عزت سے، ان شاء اللہ تعالیٰ آج رات سے تم اپنی زوجہ کے ساتھ رہا کرو گے۔" حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں "پھر میں آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس سے خوشی و مسرت کی حالت میں اٹھا۔"

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ولیمہ:

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آراستہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت

سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھے ہوئے دراہم میں سے دس دراہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیئے اور ارشاد فرمایا: ''ان سے کھجور، گھی اور پنیر خرید لو۔'' آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''میں یہ چیزیں خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور آستینیں چڑھا کر کھجوروں کو گھی میں مسلنے لگے اور پھر پنیر کے ساتھ اس طرح ملایا کہ وہ حلوہ بن گیا پھر ارشاد فرمایا: ''اے علی (رضی اللہ عنہ)! جسے چاہو بلا لاؤ۔'' میں مسجد گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کریں۔'' سب لوگ اٹھ کر چل دیئے۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ لوگ بہت زیادہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے دستر خوان کو ایک رومال سے ڈھانک دیا اور ارشاد فرمایا: ''دس دس افراد داخل کرتے جاؤ۔'' میں نے ایسا ہی کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھا کر نکلتے گئے لیکن کھانے میں بالکل کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے سات سو افراد نے وہ حلوہ کھایا۔''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلایا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنے دائیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بائیں طرف بٹھا کر سینے سے لگایا اور دونوں کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے کر دیا اور ارشاد فرمایا: ''اے علی! میں نے کتنی اچھی زوجہ سے تیرا نکاح کیا ہے۔'' پھر ان دونوں کے ساتھ ان کے گھر تک پیدل چلے۔ پھر گھر سے باہر نکل کر دروازے کے کواڑ پکڑے اور یہ دعا فرمائی ''اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اتفاق واتحاد عطا فرمائے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور تم دونوں کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں۔''

شادی کی پہلی رات اور یادِ الٰہی:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت بھری گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو سیّدہ رونے لگیں۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے پوچھا: ''اے تمام عورتوں کی سردار! کیا

آپ خوش نہیں کہ میں آپ کا شوہر ہوں اور آپ میری بیوی ہیں؟'' کہنے لگیں ''میں کیونکر راضی نہ ہوں گی' آپ تو میری رضا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں' میں تو اپنی اس حالت و معاملے کے متعلق سوچ رہی ہوں کہ جب میری عمر بیت جائے گی اور مجھے قبر میں داخل کر دیا جائے گا' آج میرا عزت وفخر کے بستر میں داخل ہونا کل قبر میں داخل ہونے کی مانند ہے

آج رات ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر عبادت کریں گے کہ وہی عبادت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔'' اس کے بعد وہ دونوں عبادت کی جگہ کھڑے ہو کر رب قدیر عزوجل کی عبادت کرنے لگے۔

اے مسلمانو! یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا پختہ عزم' خواہشات اور مقصود نہ تو دنیا اور اس کی لذات تھیں اور نہ ہی نفس کی راحت وخواہشات بلکہ ان کی بلند ہمتوں کی پرواز ہمیشہ باقی رہنے والے ٹھکانے کی طرف تھی۔ یقیناً ان کا ذکر قرآن پاک میں لکھ دیا گیا اور ان کو بشارت دے دی گئی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۝ (پ ۲۲' الاحزاب ۳۳)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔ اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء اور علی المرتضٰی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب داخل ہیں۔ آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ان آیات میں اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند رہیں' گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔ اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے۔''

ان دونوں مبارک ہستیوں نے اپنی لذات کے بستر کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔ رات قیام میں تو دن روزے کی حالت میں بسر ہوتا حتیٰ کہ تین روز اسی طرح گزر گئے۔ پھر وہ دونوں اپنے بستر پر آرام فرما ہوئے۔ چوتھے دن حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سلام بھیجتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ علی اور فاطمہ نے تین دن سے نیند اور بستر کو ترک کر رکھا ہے اور عبادت اور روزوں میں مصروف ہیں' آپ ان کے پاس جائیں اور ان سے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کر رہا ہے اور یہ کہ تم دونوں بروزِ قیامت گنہگاروں کی شفاعت کرو گے۔'' آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو وہاں حضرت سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو پایا تو استفسار فرمایا: ''کس چیز نے تجھے یہاں ٹھہرایا ہے؟ حالانکہ گھر میں ایک مرد بھی موجود ہے۔'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! جب کوئی لڑکی شادی کی پہلی رات اپنے خاوند کے پاس آتی ہے تو اسے ایک ایسی عورت کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی دیکھ بھال کرے اور اس کی ضروریات پوری کرے لہٰذا حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ضروریات پوری کرنے کے لئے میں یہاں ٹھہر گئی۔'' اس پر آپ ﷺ کی چشمان مبارک نم ناک ہو گئیں اور دعا فرمائی ''اے اسماء (رضی اللہ عنہا) اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی تمام حاجات پوری فرمائے۔''

مولائے کائنات کو آقا علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں ''وہ صبح انتہائی ٹھنڈی اور شدید سرد تھی' میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہی چادر میں محو آرام تھے۔ جب ہم نے آپ ﷺ کی مبارک آواز سنی تو جلدی سے کھڑے ہونے لگے مگر آپ ﷺ نے ہمیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ اسی حالت میں رہو یہاں تک کہ میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جاؤں۔'' حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں ہم اسی حالت میں رہے اور آپ ﷺ آ کر ہمارے سروں کے قریب تشریف فرما ہو گئے اور اپنے قدمین شریفین ہمارے درمیان رکھ دیئے تو میں نے آپ ﷺ کا دایاں پاؤں پکڑ

کر سینے سے لگا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بایاں پاؤں تھام لیا پھر ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کو سردی سے بچانے کے لئے ملنے لگے حتیٰ کہ وہ گرم ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دعائے خیر دی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باہر جانے کا حکم دیا۔ جب وہ چلے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اے میری بیٹی! تو نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟'' انہوں نے جواب دیا ''وہ بہترین شوہر ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اپنی زوجہ سے نرمی سے پیش آنا' بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے دکھ دے گی مجھے بھی دکھ دے گی اور جو اسے خوش کرے گی مجھے بھی خوش کرے گی' میں تم دونوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں' اور تم دونوں کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ اس نے تم سے ناپاکی دور کر دی اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دیا۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اللہ کی قسم! اس حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے نہ تو کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر غصہ کیا اور نہ ہی کسی بات پر انہیں ناپسند کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا بلکہ وہ بھی مجھ سے ناراض نہ ہوئیں اور نہ ہی کبھی کسی بات میں میری نافرمانی کی اور جب بھی میں ان کو دیکھتا تو وہ میرے دکھ درد دور کرتی دکھائی دیتیں۔'' (الروض الفائق)

(۱۲۵)

خدا نے اپنے پیارے کو بچالیا

ایک مرتبہ ابوجہل اور اس کے قبیلے کے دو آدمیوں نے حلف اٹھایا کہ اگر ہم لوگوں نے محمد ﷺ کو دیکھ لیا تو ہم پتھر سے ان کا سر کچل دیں گے جب حضور علیہ السلام نماز کے لئے حرم کعبہ میں تشریف لے گئے اور ابوجہل نے آپ کو دیکھا تو وہ ایک بہت بڑا پتھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چلا اور آپ پر اس پتھر کو پھینکنے کے لئے اپنے سر کے اوپر دونوں ہاتھوں کو اٹھایا تو اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں آ گئے اور پتھر اس کے ہاتھوں میں چپک کر رہ گیا اور دونوں ہاتھ طوق بن کر ٹھوڑی کے پاس بندھ گئے اور وہ اس طرح ناکام ہو کر لوٹ آیا۔ اس کے دوسرے دن ولید بن مغیرہ نے جھلا کر کہا کہ تم پتھر مجھے دے دو۔ میں اس کو ان کے سر پر دے ماروں گا چنانچہ اس بدنصیب نے جب کہ آپ ﷺ نماز میں تھے آپ پر پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تو ایک دم اندھا ہو گیا۔ حضور ﷺ کی قرأت کی آواز تو سنتا رہا مگر آپ کی صورت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مجبوراً پلٹ گیا تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں دیکھ سکا۔ جب آواز دی تو ساتھیوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے اپنی مجبوری کا حال بیان کیا پھر اس کے تیسرے ساتھی نے غصہ میں بھر کر پتھر کو اپنے ہاتھ میں لیا مگر یہ حضور کے قریب پہنچتے ہی الٹے پاؤں بدحواس ہو کر بھاگا اور ہانپتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں جب ان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا ایک ایسا سانڈ ان کے قریب اپنی دم ہلا رہا ہے کہ میں نے آج تک ایسا خوفناک سانڈھ دیکھا ہی نہیں تھا۔ لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں ان کے قریب جاتا تو وہ مجھے ہلاک کر دیتا۔ (صاوی ج ۲ ص ۲۶۴)

اس واقعہ کا ذکر سورۂ یٰسین میں ان لفظوں کے ساتھ مذکور ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ (یٰسین، ع ۱)

''بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ لوگ اوپر کو منہ اٹھاتے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانپ دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجتا۔''

یہ حضور اقدس ﷺ کے معجزات میں سے ہے بارہا کافروں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی اور اپنی خفیہ چالبازیوں اور سیاہ کاریوں میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا مگر رحمت عالم ﷺ پر کبھی بھی کوئی آنچ نہ آسکی اور خداوند قدوس کا وعدہ پورا ہوا کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی اے محبوب اللہ تعالیٰ لوگوں کی چالوں سے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲۶)

خوف خدا سے نوجوان کی کمر ٹوٹ گئی

حضرت سیّدنا سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کی کمر جوانی ہی میں جھک گئی تھی لوگوں نے کئی مرتبہ اس کی وجہ جاننے کی کوشش کی لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ کا ایک شاگرد کافی عرصہ کسی موقع کی تلاش میں رہا کہ وہ آپ سے اس کا سبب دریافت کر سکے۔ آخر ایک دن اس نے موقع پا کر آپ سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا۔ آپ نے پہلے تو حسب سابق کوئی جواب نہ دیا لیکن پھر اس کے مسلسل اصرار کرنے پر ارشاد فرمایا: میرے ایک استاد جن کا شمار بڑے علماء میں ہوتا تھا اور میں نے ان سے کئی علوم سیکھے تھے، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھ سے فرمانے لگے:

''اے سفیان! کیا تو جانتا ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ میں پچاس سال تک مخلوق خدا کو رب تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کرتا رہا لیکن افسوس! آج میری زندگی کا چراغ گل ہونے کو ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی بارگاہ سے یہ فرما کر نکال دیا کہ تو میری بارگاہ میں آنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔'' اپنے استاد کی یہ بات سن کر خوف خدا سے میری کمر ٹوٹ گئی جس کے ٹوٹنے کی آواز وہاں موجود لوگوں نے سنی۔ میں اپنے رب کے خوف سے آنسو بہاتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میرے پیشاب میں بھی خون آنے لگا اور میں بیمار ہو گیا۔ جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں ایک عیسائی حکیم کے پاس گیا۔ پہلے پہل تو اسے میری بیماری کا پتہ نہ چل سکا پھر اس نے غور سے میرے چہرے کا جائزہ لیا اور میری نبض دیکھی پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا: ''میرا خیال ہے اس وقت مسلمانوں میں اس جیسا نوجوان کہیں نہ ہو گا کہ اس کا جگر خوف الٰہی کی وجہ سے پھٹ چکا ہے۔'' (حکایات الصالحین، ص ۴۶)

(۱۲۷)

موت اور اس کی سختیاں

سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے ''بے شک موت کی سختیاں بہت ہیں۔''

(بخاری شریف' کتاب المغازی' باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ حدیث ۴۴۴۹' ص ۳۶۵)

اے غفلتوں کے شکار! اپنی موجودہ حالت سے خبردار ہو جا اور آخرت کے طویل سفر کے لئے زادِراہ تیار کر لے کیونکہ زندگی تھوڑی سی باقی ہے جبکہ جانے والے کے لئے موت کی سختیوں کے جام تیار ہو چکے ہیں۔

ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے رسول پاک ﷺ کو مجاہدین کے ثواب اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے جنت میں تیار کردہ اجر وثواب کے متعلق بیان فرماتے سنا تو عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا مجاہدین کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے کسی امتی کے لئے اتنا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں جو شخص روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرے (تو وہ بھی مجاہدین کی مثل اجر وثواب پائے گا)''

(قوت القلوب' ذکر اعتقاد اولی وترکہ للتوکل' ج ۲' ص ۵۲ بتغیر)

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضور ﷺ کا فرمان: ''کوئی گھر ایسا نہیں جس کے دروازے پر ملک الموت روزانہ پانچ مرتبہ نہ کھڑا ہوتا ہو۔ جب وہ ایسے انسان کو پاتا ہے جس کا رزق ختم ہو چکا ہوتا اور عمر مکمل ہو چکی ہوتی ہے تو اس پر موت کا غم ڈال دیتا ہے' پھر موت کی سختیاں اس بندے کو ڈھانپ لیتی ہیں پھر جس کی گھر والی اپنے بال منتشر کرتی' چہرہ پیٹتی' گریہ وزاری کرتی اور ہلاکت وتباہی کو پکارتی ہے تو ملک الموت کہتا

ہے "تم پر ہلاکت ہو یہ آہ و بکا کیوں کرتے ہو؟ میں نے تو کسی کا رزق نہیں چھینا' نہ کسی کی موت اس کے قریب کی' نہ کسی کے پاس حکم الٰہی کے بغیر آیا اور نہ اس کے حکم کے بغیر کسی کی روح قبض کی اور میں تو تمہارے پاس بار بار آؤں گا حتیٰ کہ تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

اگر تم مردے کا ٹھکانہ دیکھ لو

حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر لوگ مردے کا ٹھکانہ دیکھ لیں تو اس کا کلام سن لیں تو اپنی مت کو بھول جائیں اور اپنی جانوں پر رونے لگیں۔ یہاں تک کہ جب مردے کو تخت پر رکھا جاتا ہے تو اس کی روح تخت کے اوپر پھڑ پھڑاتے ہوئے پکارتی ہے اے میرے اہل و عیال! دنیا تمہارے ساتھ اس طرح نہ کھیلے جس طرح میرے ساتھ کھیلی۔ میں نے حلال و غیر حلال مال جمع کیا پھر وہ مال دوسروں کے لئے چھوڑ آیا' اس کا نفع تمہارے لئے ہے اور نقصان میرے لئے۔ پس جو کچھ مجھ پر گزری ہے اس سے محتاط رہو (یعنی عبرت حاصل کرو)"۔

(الفتوحات المکیۃ لابن عربی' الباب الموفی ستین وخمسائۃ فی وصیۃ حکمیۃ...... الخ' ج ۸' ص ۴۶۵)

کہتے ہیں' موت کی تکلیف وہی جانتا ہے جو اس کا شکار ہوتا اور اس کی تکالیف سے دوچار ہوتا ہے۔ موت کی تکلیف تلوار کے وار سے زیادہ دشوار ہے۔ اس کا درد قینچیوں سے کاٹے جانے اور آروں سے چیرے جانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اس لئے کہ تلوار سے کٹ جانے کی تکلیف بدن میں صرف اس وقت تک رہتی ہے جب تک اس میں قوت (حیات) باقی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے زخمی چلاتا اور فریاد کرتا ہے جبکہ موت کا معاملہ تو اس کے برعکس ہے کیونکہ مردے کے دل پر طاری ہونے والے کرب و اضطراب کی شدت اس کی آواز کو ختم کر دیتی اور قوت کو کمزور کر دیتی ہے۔ موت جسم کے ہر عضو کو اس طرح بے کار و بے زور کر دیتی ہے کہ اس سے قوت فریاد بھی چھین لیتی ہے۔ عقل کو مدہوش اور زبان کو خاموش کر دیتی ہے۔ ساتھ ہی دیگر اعضاء کی طاقت کا بھی خاتمہ کر دیتی ہے۔ مردہ چیخ و پکار کر کے راحت چاہتا ہے لیکن کرے کیا؟ قدرت نہیں۔ اگرچہ نزع روح کے وقت سننے کی

قوت باقی رہتی ہے۔ روح نکلتے وقت سینے اور گلے سے گائے، بیل کی مثل آوازیں نکلتی ہیں۔ چہرے کا رنگ سیاہی مائل خاکی رنگ میں بدل جاتا ہے۔ آنکھوں کے سیاہ ڈھیلے پپوٹوں کی طرف بلند ہو جاتے ہیں۔ نھیپے (کپورے، فوطے) بھی اپنی جگہ سے اٹھ جاتے ہیں۔ انگلیاں زرد پڑ جاتی ہیں۔ ہر عضو جدا جدا موت کا شکار ہوتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں پھر پنڈلیاں پھر رانیں موت کی زد میں آجاتی ہیں۔ یوں ہر عضو بار بار شدت وسختی اور کرب و اضطراب سے دوچار ہو جاتا ہے۔ بالآخر جب روح گلے تک پہنچتی ہے تو دنیا اور اہل دنیا نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور حسرت وندامت اسے گھیر لیتے ہیں۔

موت سے غافل نہ ہوا ے بے خبر

مروی ہے "اللہ کے محبوب ﷺ کسی مریض کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "بے شک میں اس کی تکلیف جانتا ہوں، اس کی ہر رگ جدا جدا موت کی اذیت کا شکار ہے۔" (البحر الزخار بمسند البزار مسند سلمان الفارسی الحدیث ۲۵۱۶، ص ۴۸۰)

☆ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بوقت وصال پانی کا ایک پیالہ تھا۔ آپ اپنا دستِ اقدس اس میں ڈالتے پھر اسے چہرۂ انور پہ پھیرتے اور فرماتے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک موت کی سختیاں بہت ہیں۔

(صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ حدیث نمبر ۴۴۴۸، ص ۳۶۵)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا فرماتے "اے اللہ! مجھ پر موت کی سختیاں آسان فرما۔"

(احیاء علوم الدین، کتاب الذکر والموت وما بعدھا، باب ثالث فی سکرات الموت...... الخ، ج ۵، ص ۲۱۰)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "اے میرے بابا جان! ہائے! آپ کی تکلیف پر مجھے کتنا غم ہوا۔" تو ارشاد فرمایا "آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی سختی نہ ہوگی۔" (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ باب وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ۶۵۸۸ ج ۸ ص ۲۱۴، سنن ابن ماجہ، ابواب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ۱۶۲۹، ص ۲۵۷۴)

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جہاد کی ترغیب دلاتے

اور فرماتے ''اگر تم شہید نہ ہو گے تو مر جاؤ گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تلوار کی ہزار ضربیں بھی میرے نزدیک بستر پر مرنے سے آسان ہیں۔''

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا' کتاب الذکر الموت' الخوف من اللہ تعالیٰ' الحدیث ۱۸۷' ج ۵' ص ۴۵۱)

حضرت سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اہل ایمان پر موت دونوں جہان کی تمام تر ہولناکیوں سے زیادہ دردناک ہے۔ موت کی تکلیف قینچیوں سے کاٹے جانے' آروں سے چیرے جانے اور ہنڈیوں میں ابالے جانے سے سخت تر ہیں۔ اگر مرنے والا اٹھ کر دنیا والوں کو موت کی تکالیف سے آگاہ کر دے تو ان کا جینا دوبھر ہو جائے اور نیند کا سب مزہ جاتا رہے۔''

(الموسوعۃ لابن ابی الدنیا' کتاب الذکر الموت' الخوف من اللہ تعالیٰ' الحدیث ۷' ج ۵' ص ۴۴۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تجزیہ

منقول ہے ''حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب ان کی روح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو خدائے رحمٰن عزوجل نے استفسار فرمایا: ''اے موسیٰ! تم نے موت کو کیسا پایا؟'' عرض کی: ''میں نے خود کو چڑیا کی مانند پایا۔ جب اس کو زندہ کڑاہی میں بھونا جائے تو نہ وہ مرے کہ راحت پائے اور نہ نجات پائے کہ اڑ جائے۔''

(احیاء علوم الدین' کتاب ذکر والموت و مابعدھا' باب ثالث فی سکرات الموت......الخ' ج ۵' ص ۲۱۰)

دوسری روایت میں ہے ''میں نے خود کو زندہ بکری کی مثل پایا جس کی کھال اتار دی جائے۔''

(احیاء علوم الدین' کتاب ذکر والموت و مابعدھا' باب ثالث فی سکرات الموت......الخ' ج ۵' ص ۲۱۰)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

''بالحق'' سے مراد معاملہ آخرت کی حقیقت ہے کہ جب مرنے والا آگاہ ہوگا اور بچشم

سر موت کو دیکھے گا اور ملک الموت کا مشاہدہ اور اسے دیکھ کر دل میں پیدا ہونے والا خوف اور گھبراہٹ ایک ایسا امر ہے جس کی حقیقت بیان کرنے سے باہر بیان کرنے والے کی عبارت قاصر ہے اور اس کی ہولناکی کا احاطہ کرنے سے ہر وضاحت کرنے والا عاجز ہے۔ اس کی حقیقت وہی جانتا ہے جو اس مرحلے سے گزر چکا ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تأثرات

منقول ہے ''حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا: ''کیا تم مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس میں تشریف لا کر نافرمانوں کی روح قبض کرتے ہو؟'' حضرت سیّدنا عزرائیل علیہ السلام نے کہا: ''آپ علیہ السلام سے نہیں سکیں گے۔'' حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''کیوں نہیں (میں دیکھ لوں گا)'' انہوں نے کہا 'آپ مجھ سے الگ ہو جائیے۔'' حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام الگ ہو گئے۔ پھر ادھر متوجہ ہوئے تو ملاحظہ کیا' کالے کپڑوں میں ملبوس ایک سیاہ فام شخص ہے جس کے بال کھڑے ہیں' بدبو آ رہی ہے' اس کے منہ اور نتھنوں سے آگ اور دھواں نکل رہا ہے۔ (یہ دیکھ کر) حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو ملک الموت علیہ السلام اپنی اصل حالت پر آ چکے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے ملک الموت (علیہ السلام)! موت کے وقت صرف تمہاری صورت دیکھنا ہی فاسق و فاجر کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

(احیاء علوم الدین' کتاب ذکر الموت و مابعدھا' باب ثالث فی سکرات الموت...... الخ' ج ۵' ص ۲۱۰)

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کچھ لوگوں کو میت پر روتے ہوئے دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''اگر تم میت پر رونے کی بجائے خود اپنی جانوں پر روتے تو تمہارے لئے بہتر تھا کہ میت کو تو تین ہولناک مراحل سے نجات مل گئی ہے (۱) ملک الموت کو اس نے دیکھ لیا (۲) موت کا ذائقہ بھی اس نے چکھ لیا (۳) اسے (برے) خاتمے کا خوف بھی نہ رہا۔'' لہٰذا عقل مند انسان کو چاہئے کہ اپنی جان پر روئے کہ یہی اس کے زیادہ لائق ہے اور اسے اس بات سے ہرگز غافل نہیں ہونا چاہئے کہ موت اس کی تلاش میں اس کے پیچھے پیچھے ہے۔

موت جیسا واعظ کوئی نہیں

اے مسلمانو! موت جیسا واعظ و مبلغ کوئی نہیں، مگر تم اس سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ وہ تمہاری تلاش میں ہے اور تم اس سے بے خبر۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہیں دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے؟ (سنو!) موت کا جام ہر ایک کو پینا ہے توشہ ساتھ لے لو قافلہ چلنے کو تیار ہے۔ دنیا کی رنگینیوں سے دھوکا نہ کھانا کہ یہ تو عارضی ہے۔ جھوٹی امیدوں سے بچ کیونکہ ان کا زہر زہر قاتل ہے۔ کب تک غفلت و جہالت کی چادر اوڑھے رہو گے؟ کب تک دنیوی مال اور اہل و عیال کے دھوکے میں رہو گے؟ کب تک اس حقیر و ذلیل دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے رہو گے؟ حالانکہ یہ تمہاری ہلاکت و بربادی کے لئے کوشاں ہیں۔ کب تک اپنے سے پہلے جانے والوں کے پاس پہنچنے کو بھولے رہو گے؟ کب تک کثرت ملامت و عتاب تم میں بے اثر رہے گی؟ کب تک اپنا سارا مال و اسباب چھوڑ کر کوچ کرنے کو یاد نہیں کرو گے؟ آخر کب تک تمہیں نصیحت سمجھ میں نہیں آئے گی؟ بے شک تجھے کہا گیا ''جاگ جا او بے خبر! جاگ جا۔ تیرے جیسے کتنوں کے ساتھ خواہشات کھیلیں۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ (پ ۳۰ الحکاثر ۱، ۲)

''تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔''

یعنی مال و اولاد کی زیادہ طلبی نے تمہیں موت کی تیاری سے غافل رکھا۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔''

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ (پ ۳۰ التکاثر ۳)

''ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔''

یعنی موت کی سختیوں اور ہولناکیوں کے وقت تم جان لو گے۔''

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ (پ ۳۰ التکاثر ۴)

''پھر ہاں جلد جلد جان جاؤ گے۔'' یعنی موت کے بعد قبر میں منکر نکیر کو دیکھ کر تم جان لو

گے۔

مومن وکافر کی روح

حضرت سیّدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب کسی بندۂ مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کی قبر ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے۔ اس پر خوشبودار ٹھنڈی ہوائیں چلائی جاتی ہیں۔ اسے ریشمی لباس پہنایا جاتا ہے۔ پھر اگر اس کے نامۂ اعمال میں کچھ تلاوتِ قرآن بھی ہو تو اس کا نور ہی اسے قبر میں کافی ہوتا ہے اور اس کی مثال دلہن کی سی ہے کہ وہ سوتی ہے تو اس کا محبوب ترین شخص ہی اسے بیدار کرتا ہے پھر وہ اس طرح بیدار ہوتی ہے گویا ابھی اس کی نیند باقی ہے اور فاجر وفاسق اور کافر کی قبر کو اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر پیوست ہو جاتی ہیں۔ اس پر اونٹ کی گردن کی مانند موٹے موٹے سانپ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ وہ ان کا گوشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ ہڈیوں پر ذرّہ برابر گوشت بھی نہیں چھوڑتے اور پھر گونگے بہرے اندھے فرشتوں کو لوہے کے گرز دے کر اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے تو وہ ان گرزوں سے اسے مارتے ہیں۔ انہیں سنائی نہیں دیتا کہ اس کی چیخ وپکار سن کر ترس کھائیں نہ انہیں دکھائی دیتا ہے کہ اس کی حالت زار دیکھ کر اس پر نرمی برتیں' اسے صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (الامان والحفیظ)۔

(مصنف عبدالرزاق' کتاب الجنائز' باب الصبر والبکاء والنیاحۃ' الحدیث ۶۷۳۱' ج ۳' ص ۴۷۳' بتغیر)

یا اللہ! ہمیں قبر و آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرما۔ امین بجاہ امین النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جب میت کو قبر میں اتار دیا جاتا ہے تو قبر اس سے خطاب کرتی ہے اے آدمی! تیرا ناس ہو! تو نے کس لئے مجھے فراموش کر رکھا تھا؟ کیا تجھے اتنا بھی پتہ نہ تھا کہ میں فتنوں کا گھر ہوں' تاریکی کا گھر ہوں' پھر تو کس بات پر مجھ پر اکڑ اکڑ کر چلتا تھا؟'' اگر وہ جسم نیک بندے کا ہو تو ایک غیبی آواز قبر سے کہتی ہے ''اے قبر! اگر یہ ان میں سے ہو جو نیکی کرتے رہے اور برائی سے منع کرتے رہے تو پھر! (تیرا سلوک کیا ہو گا'') قبر کہتی ہے ''اگر یہ بات ہو تو میں اس کے لئے گلزار بن جاتی ہوں۔'' چنانچہ پھر اس

شخص کا بدن نور میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کی روح رب العالمین کی بارگاہ کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔" (المعجم الکبیر'الحدیث ۹۴۲'ج ۲۲'ص ۲۷۷)

قبر کی پکار اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت سیّدنا کعب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "قبر روزانہ پانچ مرتبہ یہ ندا کرتی ہے' اے آدمی! تو میری پیٹھ پر چلتا ہے جبکہ میرا پیٹ تیرا ٹھکانہ ہے۔ اے آدمی! تو میری پیٹھ پر ہنستا ہے جلد ہی میرے اندر آکر روئے گا۔ اے آدمی! تو مجھ پر حرام کھاتا ہے عنقریب میرے پیٹ میں تجھے کیڑے کھائیں گے۔ اے آدمی! تو میری پیٹھ پر خوشیاں مناتا ہے عنقریب مجھ میں غمگین ہوگا۔"

کسی زاہد سے پوچھا گیا "آپ کیسے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "اس شخص کا حال کیسا ہوگا جو بغیر زادِ راہ کے سفر کرتا ہے' کل جب ملک الموت آئیں گے تو اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو وحشت ناک قبر میں بلا مونس رہے گا اس کا حال کیسا ہوگا؟"

☆...... منقول ہے' حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے قریب کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ اس بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنت و دوزخ کے تذکرہ پر نہیں روتے مگر جب کسی قبر کے قریب کھڑے ہوتے ہیں تو اس قدر گریہ وزاری فرماتے ہیں' اس کا کیا سبب ہے؟" حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا بے شک آخرت کی سب سے پہلی منزل قبر ہے۔ قبر والے نے اس سے نجات پائی تو بعد کا معاملہ آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کا معاملہ زیادہ سخت ہے۔"

(جامع الترمذی' ابواب الزہد' باب ماجاء فی فظاعۃ القبر ......الخ' الحدیث ۲۳۰۸' ص ۱۸۸۴)

اے مسلمانو! اس سے بچو کہ تم راہِ ہدایت سے پھر جاؤ یا توبہ کا عہد کر کے اسے توڑ دو۔ جلدی سے دل میں اخلاص پیدا کر لو۔ ہر حال میں کاموں کے انجام یاد کرنے والے بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و حمد کرتے ہوئے ہمیشہ اس کی عبادت کو اپنے لئے لازم کیے رکھو اور اس بات سے ڈرو کہ جب پرہیزگاروں کو نفع مل رہا ہو تو تم نقصان میں نہ رہ جاؤ۔ گویا میں تمہیں

دیکھ رہا ہوں کہ موت غلبہ واقتدار کے ساتھ تم پر مسلط ہو چکی ہے۔

جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے

☆...... منقول ہے'' جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو اس پر سات دن گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہے اے رب! مجھے اجازت عطا فرما کہ میں اپنے جسم کا حال دریافت کروں۔'' تو اسے اجازت مل جاتی ہے پھر وہ قبر کی طرف آتی ہے' اسے دور سے دیکھتی اور اپنے جسم کو ملاحظہ کرتی ہے کہ وہ متغیر ہے اور اس کے نتھنوں' منہ اور آنکھوں سے پانی رواں ہے۔ وہ اپنے جسم سے کہتی ہے'' بے مثال حسن و جمال کے بعد اب تو اس حال میں ہے!'' یہ کہہ کر چلی جاتی ہے۔ پھر سات دن کے بعد اجازت لے کر دوبارہ قبر پر آتی ہے اور دور سے دیکھتی ہے کہ مردے کے منہ کا پانی خون ملی پیپ' آنکھوں کا پانی خالص پیپ اور ناک کا پانی خون بن چکا ہے تو اس سے کہتی ہے'' اب تو اس حال کو پہنچ چکا ہے'' یہ کہہ کر پرواز کر جاتی ہے۔ پھر سات روز کے بعد اجازت لے کر اسی طرح دور سے دیکھتی ہے تو حالت یہ ہوتی ہے کہ آنکھوں کی پتلیاں چہرے پر ڈھلک چکی ہیں' پیپ کیڑوں میں تبدیل ہو چکی ہے' کیڑے اس کے منہ سے داخل ہو کر ناک سے نکل رہے ہیں۔ تب وہ جسم سے کہتی ہے'' تو ناز ونعم میں پلنے کے بعد اب اس حال کو پہنچ گیا ہے۔''

اے مسلمانو! اپنے حالات پر غور کرو' موت کے بعد تمہارا کیا بنے گا۔ کیونکہ تم دنیا میں واپس لوٹ سکو گے کہ تم زندگی کو کھو چکے ہو گے۔ تم اپنے انجام سے یکسر بے خبر ہو۔ لمبی لمبی امیدوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہو۔ تمہارے کان نصیحت کی باتیں سننے سے بہرے ہو چکے ہیں اور تمہارے دل اصلاحی باتوں کو قبول کرنے سے اندھے ہو چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! تقویٰ و نیک عمل کے علاوہ کسی چیز نے قبر میں کسی کو فائدہ نہ پہنچایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی گئی'' ہمیں نصیحت کی کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیے جس سے ہم نفع اٹھائیں۔'' آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:'' جب تم لوگوں کو دنیا کے کاموں میں مشغول دیکھو تو تم آخرت کے کاموں میں مشغول ہو جاؤ اور

جب ان کو اپنی ظاہری حالت آراستہ کرتے دیکھو تو تم اپنے باطن کو آراستہ کرلو اور جب لوگوں کو باغات اور محلات کی تعمیر میں مصروف پاؤ تو تم اپنی قبروں کی تعمیر میں مصروف ہو جاؤ اور جب لوگ دوسروں کے عیوب دیکھنے میں مشغول ہوں تو تم اپنے عیوب کی تلاش میں مشغول ہو جاؤ اور جب لوگوں کو مخلوق کی خدمت کرتے دیکھو تو تم تمام مخلوق کے پروردگار کی عبادت میں کھو جاؤ۔''

اے مسلمان! منادی کی نداء آنے سے پہلے اپنے نفس کو خواب غفلت سے بیدار کر۔ صبر کی زرہ پہن کر شیطان سے جہاد کر۔ سرکشی و گناہ کے کام چھوڑ کر اپنے چھٹکارے کی تلاش کر۔ تجھ پر ایسے اعمال لازم ہیں جو قیامت میں تجھے فائدہ دیں اور عذاب سے نجات دلائیں۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں (۱) حرص (۲) لمبی امید۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ الحرص علی الدنیا، الحدیث ۱۰۴۷، ص ۸۴۲)

ابن آدم کی حرص:

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''اگر ابن آدم کے پاس سونے کی دو وادیاں بھی ہوں تب بھی یہ تیسری کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب لو ان لابن آدم ...... الخ، الحدیث ۱۰۴۸، ص ۸۴۲)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''رسول اکرم ﷺ نے میرے جسم کے کسی حصہ کو پکڑ کر ارشاد فرمایا: ''دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر کی طرح رہ اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کر۔'' (سنن ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب مثل الدنیا، الحدیث ۴۱۱۴، ص ۲۷۲۷)

اے گناہوں کے حریص! اے موت کے جھٹکوں سے غافل! (سن!) یقیناً موت اچانک آجائے گی۔ مال و گناہ کی طمع کسی عقل مند کا کام نہیں تو گناہوں میں جلدی کرتا اور توبہ کو آئندہ سال تک موخر کرتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ غنی کا (قرض کی ادائیگی کے معاملے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے جوانی، صحت اور فراغت کی دولت سے غنی کر دیا پھر بھی تو

توبہ میں ٹال مٹول کرتا ہے۔ دنیا پر بادشاہت کرنے والے بڑے بڑے جابر اور لیڈر کہاں چلے گئے؟ بندوں پر بڑائی چاہنے والوں کو کیا ہو گیا؟ کہاں ہیں قاتل اور حملہ کرنے والے؟ اللہ کی قسم! موت کے تیر ان سب میں پیوست ہو گئے' وہ اب قتل گاہوں میں پڑے ہیں اور موت نے انہیں فرش اور قالین کے بعد بچھاڑ کر پتھر کی سل اور چٹان کے درمیان رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آ گئی وہ موت جس سے تو بھاگتا تھا

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق' ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

یعنی موت کی سختیوں کا سامنا' ملک الموت علیہ السلام کو دیکھنا اور بندے پر اس کا جنت یا دوزخ کا ٹھکانہ ظاہر ہونا زبردست امور ہیں اور یہ سکرات موت کے وقت ظاہر ہوں گے اور یہ حق ہے' اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان بالغیب میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد منکر نکیر کے سوالات کا مرحلہ ہے کہ میت کو قبر میں اتارے جانے کے بعد سب سے پہلے اسی سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور موت کی سختیاں بیان ہو چکی ہیں ور یہ ہر شخص پر اس کے اعمال کے مطابق ہوں گی۔

اس کو سکرات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کے ہوش اڑا دیتی ہیں اور ذہن کو غائب کر دیتی ہیں جیسے مدہوش نشے کی حالت میں ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہو گی کہ آدمی پر اس کے اچھے برے اعمال اور ان کی جزاء موت کے وقت ظاہر ہو گی۔ غیبت کرنے والے کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جائے گا' غیبت سننے والے کے کانوں میں جہنم کی آگ کی سیخیں پروئی جائیں گی اور ظالم کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہر مظلوم کے پاس پہنچ جائے گا۔ حرام خور کو جہنم کا کانٹے دار درخت زقوم کھانے کو دیا جائے گا۔ اسی طرح دیگر افعال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ ان سب کا ظہور موت کی سختیوں کے وقت ہو گا اور میت کو یکے بعد دیگرے ان سے گزرنا ہو گا اور آخر میں اس کی روح قبض کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

ہے: ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ○ (۲۶ ق ۱۹) ''یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

یعنی یہ وہ موت ہے لمبی امیدوں اور دنیا میں زندہ رہنے کی حرص کے سبب جس سے تو بھاگتا تھا۔

سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے:

حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام حضرت سیّدنا نوح نجی اللہ علیہ السلام کے بیٹے حضرت سیّدنا سام علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو بنی اسرائیل نے عرض کی: ''اے روح اللہ (علیہ السلام)! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ وہ اس قبر والے کو زندہ کرے تا کہ ہم اس سے موت کا تذکرہ سنیں۔'' چنانچہ حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے اس قبر کے قریب دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضرت سیّدنا سام بن نوح علیہ السلام کو زندہ کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا۔ وہ سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے' ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے استفسار فرمایا: ''یہ سفیدی تو تمہارے زمانے میں نہیں تھی۔'' انہوں نے عرض کی: ''یا روح اللہ علیہ السلام! میں آواز سن کر سمجھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے' اس کے خوف سے میرے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے۔'' حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے پوچھا: ''تمہارے انتقال کو کتنا عرصہ ہو چکا؟'' انہوں نے بتایا ''چار ہزار سال۔ مگر اب تک موت کی سختی اور کڑواہٹ مجھ سے نہیں گئی۔''

اے مسلمانو! جب ایک بوسیّدہ ٹھکانے کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو پھر یہ غفلت کیسی ہے؟ جب عمر بہت قلیل ہے تو پھر یہ سستی کیونکر ہے؟ بے شک ڈر سنانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ڈر سنا چکے تو پھر گناہوں میں اپنا وقت برباد کرنے میں کیونکر مصروف ہو؟ اللہ کی قسم! تمہارا محبوب کے دروازے سے ہٹ جانا تمہارے لئے بہت بری تدبیر ہے۔ تمہاری یہ اکڑ کب تک رہے گی؟ یاد رکھو! خدائے نگہبان سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

اے مسلمانو! قیامت کو یاد کرو کیونکہ قیامت کا معاملہ بہت سخت ہے۔ اپنی بقیہ عمر نیکیوں میں گزارو کیونکہ مرنے کے بعد حسرت و ندامت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ اپنے دل وعدہ وعید کو سمجھنے کے لئے حاضر رکھو۔ اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ تم

پر نگہبان مقرر ہے۔ موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ تمہارے بہت قریب ہے۔ اس نے نہ آزاد لوگوں کو چھوڑا ہے نہ غلاموں کو رہنے دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

کہاں ہیں تمہارے دوست' احباب جو موت کا شکار ہو گئے؟ کہاں ہیں تمہارے آباؤ اجداد جو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے؟ کہاں ہیں مال دار اور ان کے جاں نشین؟ اب وہ سب اپنے گناہوں پر نادم ہیں۔ کاش! وہ پہلے ہی اس کی ہولناکی جان لیتے جس کے غم نے بچوں کو بوڑھا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

تعجب ہے تجھ پر اے شخص! تجھے کیسے کیسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا گیا اور تو اکڑا رہا۔ جب بھی واعظین تجھے اس کی طرف بلاتے تھے تو تو انکار و سرکشی کرتا ہے۔ تیرے پروردگار نے کتنی بار تجھے سرکشی سے منع فرمایا مگر تو پھر بھی باز نہ آیا۔ اے زندہ جسم اور مردہ دل والے (سن!) بہت جلد تو حسرتوں اور موت کی سختیوں کے وقت وہ کچھ دیکھے گا جو تو نہیں دیکھنا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اے غافل! سن! موت نے کتنوں کو ان کے گھروں سے باہر کر دیا اور نعمتوں سے

لطف اندوز ہونے والوں سے ایسے بوسیدہ گھروں کو آباد کیا جہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ اس نے کتنوں کو گناہوں کے بوجھ سمیت قبر کے گڑھوں میں پھینک دیا۔ کتنے رخساروں کو تر و تازگی اور ان کی سرخی کے بعد مٹی میں ذلیل کر دیا۔ پس اے شخص! ابھی اپنے گناہوں پر رو لے اس سے پہلے کہ تو روتا رہے اور تیرا رونا دھونا تجھے کوئی فائدہ نہ دے۔

ربّ ذوالجلال نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اے غافل شخص! غفلت کی چادر اتار کر ابھی سے بیدار ہو جا اور یقین کر لے کہ یہ دنیا ایک پریشان خواب کے سوا کچھ نہیں' بہت جلد یہ فنا کے گھاٹ اتر جائے گی' یہ ٹھہرنے کے قابل نہیں۔ عنقریب تجھے میری بات سمجھ آ جائے گی۔ جب پردہ اٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ یقینی ہو جائے گی تو سب پوشیدہ اشیاء تجھ پر مکمل طور پر ظاہر ہو جائیں گی۔

خالقِ کائنات کا ارشاد ہے:

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

افسوس ہے تجھ پر! کیا تجھے نہیں معلوم کہ تو روزانہ موت کے سفر کی ایک منزل طے کر لیتا ہے؟ کیا تجھے خبر نہیں کہ تیرے رائی کے دانے برابر اعمال بھی شمار کیے جاتے ہیں؟ اور بہت سے امید رکھنے والے اپنی امیدوں کے حساب سے نقصان اٹھاتے ہیں اور موت کی وجہ سے اپنے مقاصد تک نہیں پہنچ سکتے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اے گھاٹے و خسارے کے کاموں میں عمر ضائع کرنے والے! اے خواہشات کی پیروی کر کے نور ایمان کو بجھانے والے! اے نفسانی خواہشات کے نشے میں بدمست! تو کب ہوش میں آئے گا؟ کیا ابھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے کا وقت نہیں آیا یا تو نے اس کی ناراضگی سے امان پا کر جان چھڑا لی ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶، ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اے بارگاہِ خداوندی سے منہ موڑنے والے! تو کب تک اس کی بارگاہ سے روگردانی کرتا رہے گا؟ (ہوش میں آ) دنیوی مقاصد کی طلب میں تیری جوانی چلی جائے گی اور تجھ سے منہ موڑ لے گی۔ تجھ پر افسوس! کیا تو نہیں جانتا کہ تیری عمر ختم ہو رہی ہے، تیرے اعضاء ہر لحہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں، سفر آخرت کے لئے زادِ راہ اکٹھا کر لے اللہ کی قسم! سفر بہت طویل ہے۔

پروردگارِ عالم کا فرمان ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶، ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اے محافل وعظ میں صرف اپنے جسم کے ساتھ حاضر ہونے والے! تیرا دل تو اسباب دنیا میں مشغول ہے۔ اے اپنی عمر کا اکثر حصہ ضائع کر کے بھی توبہ نہ کرنے والے! اے وہ شخص جس کو نافرمانیوں اور گناہوں نے تاریک حجاب والا لباس پہنا دیا! اے وہ شخص جس پر خواہشات نفسانیہ نے تقویٰ کا ہر دروازہ بند کر دیا! اپنے آپ پر رو اور اپنے گناہوں کو شمار کر کہ بعض اوقات رونا دھونا اور گناہوں کو شمار کرنا بھی فائدہ دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

کیا تجھے معلوم نہیں کہ موت تیری تاڑ میں ہے۔ اس نے دوسروں کا شکار کیا اور عنقریب تیرا بھی شکار کرے گی۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اس نے ان تمام لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا موت سے غفلت کسی شہر یا گاؤں میں تجھے اس سے بچالے گی؟ کیا تو اللہ کریم کے اس مبارک فرمان کو دل کے کانوں سے سماعت نہیں کرتا۔

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اے نقصان دہ چیزوں کی طرف متوجہ ہونے والے اور نفع مند چیزوں سے منہ موڑنے والے اور اپنی عمر برباد کرنے والے! (سن!) اللہ تعالیٰ نے عمر کو شمار کر رکھا ہے اور اس پر ایک نگہبان مقرر فرما دیا ہے۔ (غور تو کر!) مضبوط محلات اور محفوظ قلعوں میں بند رہنے والے کہاں چلے گئے؟ تکبر کرنے والے ظالم اور ناشکرے کہاں ہیں؟ کیا موت نے انہیں ان کے محلات اور بنگلوں سے نکال کر ان کی لمبی لمبی امیدوں کی رسی نہ کاٹ ڈالی؟ کیا سختیاں اور ظلم کرنے والے قبروں کی تاریکی میں تنہا نہیں رہ گئے؟ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا تھا:

وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۝

(پ ۲۶' ق ۱۹)

''اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ' یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔''

اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! ہم پر اپنا خاص رحم و کرم فرما۔ آمین

(الروض الفائق)

(۱۲۸)

یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تھوڑے دنوں کے بعد کا واقعہ ہے کہ یمن میں ''صنعاء'' شہر سے دوکوس کی دوری پر ایک باغ تھا جس کا نام ''صردان'' تھا۔ اس باغ کا مالک بہت ہی نیک نفس اور سخی آدمی تھا۔ اس کا دستور یہ تھا کہ پھلوں کو توڑنے کے وقت وہ فقیروں اور مسکینوں کو بلاتا تھا اور اعلان کر دیتا تھا کہ جو پھل ہوا سے گر پڑیں یا ہماری جھولی سے الگ جا کر گریں وہ سب تم لے لیا کرو۔ اس طرح اس باغ کا بہت سا پھل فقراء ومساکین کو مل جاتا تھا۔ باغ کا مالک مر گیا تو اس کے تینوں بیٹے اس باغ کے مالک ہوئے مگر یہ تینوں بہت بخیل ہوئے۔ ان لوگوں نے آپس میں طے کر لیا کہ اگر فقیروں مسکینوں کو ہم لوگ بلائیں گے تو بہت سے پھل یہ لوگ لے جائیں گے اور ہم لوگوں کے اہل وعیال کی روزی میں تنگی ہو جائے گی۔ چنانچہ ان تینوں بھائیوں نے قسم کھا کر یہ طے کر لیا کہ سورج نکلنے سے قبل ہی چل کر ہم لوگ باغ کا پھل توڑ لیں گے تاکہ فقراء ومساکین کو خبر ہی نہ ہو۔ چنانچہ ان لوگوں کی بدنیتی کی نحوست نے یہ اثر بد دکھایا کہ ناگہاں رات ہی میں اللہ تعالیٰ نے باغ میں آگ بھیج دی جس نے پورے باغ کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا اور ان لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ لوگ اپنے منصوبے کے مطابق رات کے آخری حصے میں نہایت خوشی کے ساتھ پھل توڑنے کے لئے روانہ ہو گئے اور راستہ میں چپکے چپکے باتیں کرتے تھے تاکہ فقیروں اور مسکینوں کو خبر نہ ہو جائے لیکن یہ لوگ جب باغ کے پاس پہنچے تو وہاں جلے ہوئے درختوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ چنانچہ ایک بول پڑا کہ ہم لوگ راستہ بھول کر کہیں اور جگہ

چلے آئے ہیں مگران میں سے ایک کا جو بہ نسبت دوسرے بھائیوں کے کچھ نیک نفس تھا اس نے کہا: ہم راستہ نہیں بھولے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو پھلوں سے محروم کردیا ہے لہٰذا تم لوگ خدا کی تسبیح پڑھوتو ان سبھوں نے یہ پڑھنا شروع کردیا: "سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ "یعنی ہمارے رب کے لئے پاکی ہے ہم لوگ یقیناً ظالم ہیں کہ ہم نے فقراء و مساکین کا حق مارلیا پھر وہ تینوں بھائی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور سب ہائے رے ہماری تباہی کہہ کر صدق دل سے توبہ واستغفار کرنے لگے اور آخر میں یہ کہنے لگے:

عَسٰی رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ○

(ن والقلم، رکوع ۱، پارہ ۲۹)

"عنقریب ہمارا رب ہم لوگوں کو اس سے بہتر باغ اس کے بدلے میں عطا فرمائے گا۔ ہم اپنے رب ہی سے توبہ قبول کرنے کے خواستگار ہیں۔"

ناشکری پہ تباہی اور توبہ پہ نعم البدل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان لوگوں نے سچے دل سے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی توبہ قبول فرمالی اور پھر ان لوگوں کو اس کے بدلے ایک دوسرا باغ عطا فرمادیا جس میں بہت زیادہ اور بہت بڑے بڑے پھل آنے لگے۔ اس باغ کا نام "حیوان" تھا اور اس میں انگور اتنے بڑے بڑے ہوتے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر کا بوجھ ہو جایا کرتا تھا۔ ابوخالد یمانی کا بیان ہے کہ میں اس باغ میں گیا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس باغ میں انگوروں کے خوشے حبشی آدمی کے قد کے برابر بڑے تھے۔

(صاوی، ج ۴، ص ۱۹۸)

اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ سخاوت اور نیک نیتی کا اثر مال میں خیر و برکت اور مال کی فراوانی ہے اور بخیلی و بدنیتی کا ثمرہ مال کے لیے ہلاک و بربادی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سچی توبہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ زائل شدہ نعمت سے بڑی اور بڑھ کر نعمت عطا فرما دیتا ہے۔ سچ ہے "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔"

(۱۲۹)

ہمت کرو اور اپنے رب کو راضی کرلو

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کا جوانی کی عمر سے ہی یہ معمول تھا کہ جب رات ہوتی اور سب لوگ سو جاتے تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتیں ''اے رابعہ (ہوسکتا ہے کہ) یہ تیری زندگی کی آخری رات ہو ہوسکتا ہے کہ تجھے کل کا سورج دیکھنا نصیب نہ ہو چنانچہ اٹھ اور اپنے رب کی عبادت کرلے تا کہ کل قیامت میں تجھے ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے ہمت کر سونا مت جاگ کر اپنے رب کی عبادت کر......''

یہ کہنے کے بعد آپ اٹھ کھڑی ہوتیں اور صبح تک نوافل ادا کرتی رہتیں۔ جب فجر کی نماز ادا کرلیتیں تو اپنے آپ کو دوبارہ مخاطب کر کے فرماتیں: ''اے میرے نفس! تمہیں مبارک ہو کہ گزشتہ رات تو نے بڑی مشقت اٹھائی لیکن یاد رکھ کہ یہ دن تیری زندگی کا آخری دن ہوسکتا ہے۔'' یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو جاتیں اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اٹھ کر گھر میں ٹہلنا شروع کر دیتیں اور ساتھ ساتھ خود سے فرماتی جاتیں ''رابعہ! یہ بھی کوئی نیند ہے اس کا کیا لطف؟ اسے چھوڑ و اور قبر میں مزے لے کر لمبی مدت کے لئے سوتی رہنا' آج تو تجھے زیادہ نیند نہیں آتی لیکن آنے والی رات میں نیند خوب آئے گی ہمت کرو اور اپنے رب کو راضی کرلو۔'' اس طرح کرتے کرتے آپ نے پچاس سال گزار دیئے کہ آپ نہ تو کبھی بستر پر دراز ہوئیں اور نہ ہی کبھی تکیہ پر سر رکھا یہاں تک کہ آپ انتقال کر گئیں۔

(حکایات الصالحین ص ۳۹)

(۱۳۰)

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

عثمان بن عطا خراسانی کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد' ہشام بن عبدالملک سے ملاقات کرنے کے لئے گئے۔ جب ہم قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک معمر شخص سیاہ دراز گوش پر سوار ہیں۔ ان کی قمیص پرانی' جبہ بوسیدہ' ٹوپی سر کے ساتھ چپکی ہوئی اور رکاب لکڑی کی تھی۔ انہیں دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ دیہاتی کون ہے؟ کہنے لگے کہ چپ رہ' یہ فقہائے حجاز کے بے تاج بادشاہ عطاء ابن ابی رباح ہیں۔ میں خاموش ہو گیا۔ جب وہ ہمارے قریب آئے تو میرے والد خچر سے اور وہ دراز گوش سے اتر آئے۔ دونوں نے معانقہ کیا اور ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔ پھر دونوں سوار ہو کر چل پڑے اور ہشام بن عبدالملک کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ انہیں اندر بلا لیا گیا۔ جب میرے والد باہر آئے تو میں نے پوچھا کہ اندر آپ دونوں کی کیا بات چیت ہوئی؟ کاش کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔

کہنے لگے جب ہشام بن عبدالملک کو اطلاع دی گئی کہ عطاء ابن ابی رباح دروازے پر تشریف فرما ہیں تو انہیں اسی وقت بلا لیا گیا۔ اللہ کی قسم! مجھے ان ہی کی بدولت باریابی حاصل ہوئی ہے۔ جب ہشام نے انہیں دیکھا تو بڑے تپاک سے استقبال کیا اور کہنے لگا خوش آمدید' خوش آمدید' آگے آیئے' آگے آیئے۔ انہیں قریب سے قریب تر بلاتا رہا یہاں تک کہ انہیں اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا۔ حالت یہ تھی کہ ان کے گھٹنے اس کے گھٹنوں کو چھو رہے تھے۔ اس وقت بڑے بڑے لوگ ہشام کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ ہشام نے کہا:

''اے ابو محمد! کیسے تشریف لائے؟ کوئی کام ہے؟'' کہنے لگے:

اے امیر المومنین! کام یہ ہے کہ حرمین شریفین کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان اور رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی ہیں آپ ان کے وظیفے اور مشاہرے جاری کر دیں۔''

ہشام نے ایک نوجوان کو حکم دیا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو ایک سال کے عطیات اور وظیفے دے دیئے جائیں۔ پھر کہنے لگا ابو محمد! کوئی اور کام ہے؟ کہنے لگے:

''ہاں' امیر المومنین! اہل حجاز بڑے بہادر ہیں' وہ اصل عرب اور مسلمانوں کے قائد ہیں۔ آپ ان کے زائد صدقات انہیں لوٹا دیں۔''

ہشام نے اسی نوجوان کو کہا لکھو کہ اہل حجاز کے صدقات انہیں لوٹا دیئے جائیں۔ پھر کہنے لگا اے ابو محمد! کوئی اور کام؟ فرمایا:

ہاں۔ امیر المومنین! سرحدوں کے رہنے والے دشمنوں کا دفاع کرتے ہیں اور آپ کے دشمنوں سے سربکف رہتے ہیں۔ آپ ان کی خوراک اور وظیفہ بھجوائیں۔ کیونکہ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو سرحدیں غیر محفوظ ہو جائیں گی۔ ہشام نے حکم دیا کہ انہیں غلہ اور خوراک فوراً بھجوائی جائے۔

جوات کی دوسری کی بھلائی کے لئے کی

ہشام' شیخ کے فقر اور ان کی ناداری سے واقف تھا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ شیخ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مال کی درخواست کریں گے لیکن اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ شیخ نے اپنی ذات کے لئے تو ملاقات کی ہی نہیں تھی۔ انہوں نے صرف مسلمانوں کے مسائل کے لئے ملاقات کی تھی۔ اس کے علاوہ ان کا کچھ مقصد نہ تھا۔ ہشام نے پوچھا: ''کوئی اور کام؟ فرمایا:

ہاں۔ امیر المومنین! ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ ان سے جو کچھ وصول کرتے ہیں وہ دشمنوں کے مقابل آپ کی امداد ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ان پر رحم کرتے۔ ہشام نے کہا صحیح ہے۔ نوجوان! لکھو کہ ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ

نہ ڈالا جائے۔

پھر ہشام نے بھرپور توجہ سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ابو محمد! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت عطا نے ہشام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اسے مخاطب کیا اور ایسی بات کہی جسے تاریخ نے سنہری حروف میں لکھا ہے۔ ان کے دل سے وقت کے سلطان کا جاہ وجلال حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔ فرمایا:

ہشام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ تو تنہا ہی پیدا ہوا تھا' تنہا ہی قبر میں اترے گا اور حساب کے وقت بھی تو تنہا ہی ہوگا اور یہ جو تیرے اردگرد لوگ ہیں' ان میں سے کوئی بھی تجھے دکھائی نہ دے گا۔

ہشام سر جھکائے زمین کرید رہا تھا اور ہچکیاں لے کر رو رہا تھا۔ اس کے سیاہ ماضی کی ریل اس کے سامنے چل رہی تھی۔ اسی حالت میں عطاء اٹھ کر چل دیئے۔ جب دروازے کے پاس پہنچے تو ایک تھیلی لا کر انہیں پیش کی گئی۔ بیٹے! مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کتنا مال تھا؟ دربان نے کہا: امیر المومنین نے یہ تھیلی آپ کو پیش کی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ عطاء اس عطیے پر خوشی اور شادمانی سے جھوم اٹھیں گے لیکن حضرت عطاء نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

میں کلمۂ حق کہنے پر تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔

اللہ کی قسم! شیخ نے ہشام کے پاس پانی کا ایک گھونٹ پیا اور نہ ہی اس سے کچھ حاصل کیا اور جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آ گئے۔ ہاں! ان کے ذمہ جو پیغام تھا وہ انہوں نے پہنچا دیا اور اللہ تعالیٰ نے علماء سے جو تبلیغ اور حکمرانوں کی خیر خواہی کا عہد و پیمان لیا ہے' اسے نبھایا اور خوب نبھایا۔ (حلیۃ الاولیاء بتصرف)

یاد رہے حضرت عطاء بن ابی رباح ابن اسلم ابن صفوان' تابعی اور جلیل القدر فقیہ تھے۔ سیاہ فام غلام تھے۔ یمن میں پیدا ہوئے' مکہ معظمہ میں نشوونما پائی۔ مکہ معظمہ کے مفتی اور محدث تھے۔ ۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ (الاعلام)

مجھے آپ سے ایک ذاتی کام ہے

یہ تھے سلف صالحین علماء جب وقت کے بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتے تو سراپا خیر ہوتے تھے۔ وہ اپنی ذات کی بات نہیں کرتے تھے بلکہ امت مسلمہ کے مفاد کی بات کرتے تھے۔ وہ شاہانِ وقت اور امراء کو نصیحت اور رشد و ہدایت کا پیغام دیتے تھے اور اس پر کوئی معاوضہ اور نذرانہ وصول نہیں کرتے تھے۔ ان کا ظاہر و باطن مسلم امہ کے لئے تھا۔ اس کے برعکس بہت سے لوگ ہیں جو حکمرانوں اور امراء سے ملتے ہیں۔ بظاہر امت مسلمہ کی اور پس پردہ اپنے اور اپنے حواریوں کے مفاد کے لئے کوشش کرتے ہیں (اور یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں جناب مجھے آپ سے ایک ذاتی کام ہے۔ اُف) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم کے لوگوں کو بلند مرتبہ عطا فرمایا اور دوسری قسم کے لوگوں کا مقام پست فرما دیا۔ ہمارے رب کریم جل جلالہ نے سچ فرمایا:

''اللہ خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ سے حدیث شریف مروی ہے:

''بندہ جو راز بھی مخفی رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے اس راز کی چادر اعلانیہ پہنا دیتا ہے' اگر راز اچھا ہے تو چادر بھی اچھی ہوگی اور اگر راز برا ہے تو چادر بھی بری ہو گی۔''

اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ''الاخلاص'' میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام احمد وغیرہ نے حضرت سعید سے دوسرے لفظوں سے روایت کیا۔ اس کی سند حسن ہے۔ دیکھئے کشف الخفاء حدیث نمبر ۲۴۷۳۔

(۱۳۱)

حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک عجیب مقدمہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس کو ایک مسلمان نے پہلے سے پیغام دے رکھا تھا لیکن آپ کا پیغام پہنچنے کے بعد عورت کے اولیاء دوسرے کی طرف بھلا کب اور کیسے توجہ کر سکتے تھے؟ آپ سے نکاح ہو گیا۔ یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز تھی نہ اس زمانے کے رسم و رواج کے خلاف تھی لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ کام آپ کے منصب عالی کے مناسب نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر متنبہ اور آگاہ کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کا ذریعہ یہ بنا کہ فرشتے مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپ کے دربار میں ایک مقدمہ لے کر آئے اور بجائے دروازہ سے داخل ہونے کے دیوار پھاند کر مسجد میں آئے۔ آپ ان لوگوں کو دیوار پھاندتے دیکھ کر کچھ گھبرا گئے تو فرشتوں نے کہا: آپ ڈریں نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسری پر زیادتی کی ہے لہٰذا آپ ٹھیک ٹھیک ہمارا فیصلہ کر دیجئے اور ہمیں سیدھی راہ چلائیے۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ میرا یہ بھائی اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ تو اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس بات کے لئے مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فوراً یہ فیصلہ فرما دیا کہ بے شک یہ زیادتی ہے کہ وہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا لینے کو کہتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ بجز ان

لوگوں کے جو صاحب ایمان اور نیک عمل والے ہوں اور ایسوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ سنا کر حضرت داؤد علیہ السلام کا ماتھا ٹھنکا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس مقدمہ کی پیشی درحقیقت میرا امتحان تھا چنانچہ فوراً ہی آپ سجدہ میں گر پڑے اور خدا سے معافی مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

جن کے رتبے ہیں سوا......

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(ص ع ۲، پ ۲۳)

''تو ہم نے (حضرت داؤد) کو معاف کر دیا اور بیشک ان کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔ اے داؤد بیشک ہم نے تمہیں زمین کا نائب بنایا ہے تو لوگوں میں ٹھیک فیصلہ کیجئے اور خواہش کی پیروی نہ کیجئے ورنہ وہ آپ کو راہ سے بہکا دے گی۔''

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت ہی عظیم الشان ہے اس لئے بہت ہی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی خداوند قدوس کی طرف سے ان حضرات کو آگاہی دی جاتی ہے اور یہ نفوس قدسیہ بھی بارگاہ خداوندی میں اس قدر مطیع اور متواضع ہوتے ہیں کہ فوراً ہی دربار خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر عفو تقصیر کی استدعا کرنے لگتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے خطاؤں کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیوں نہ ہو جن کے رتبے ہیں سوا۔ ان کو سوا مشکل ہے۔

(۱۳۲)

بادشاہ کا بیٹا بازی لے گیا

ایک نیک شخص کے گھر کی دیوار اچانک گر گئی۔ اسے بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور اسے دوبارہ بنوانے کے لئے کسی مزدور کی تلاش میں نکلا اور چوراہے پر جا پہنچا۔ وہاں اس نے مختلف مزدوروں کو دیکھا جو کام کے انتظام میں بیٹھے تھے۔ ان میں ایک نوجوان بھی تھا جو سب سے الگ تھلگ کھڑا تھا' اس کے ایک ہاتھ میں تھیلا اور دوسرے ہاتھ میں تیشہ تھا۔ اس شخص نے کہا: ''میں نے اس نوجوان سے پوچھا کیا تم مزدوری کرو گے؟'' نوجوان نے جواب دیا ''ہاں۔'' میں نے کہا: ''گارے کا کام کرنا ہوگا'' نوجوان کہنے لگا: ''ٹھیک ہے! لیکن میری تین شرطیں ہیں۔ اگر تمہیں منظور ہوں تو میں کام کرنے کے لئے تیار ہوں' پہلی شرط یہ ہے کہ تم میری مزدوری پوری ادا کرو گے اور دوسری شرط یہ ہے کہ مجھ سے میری طاقت اور صحت کے مطابق کام لو گے اور تیسری شرط یہ ہے کہ نماز کے وقت نماز ادا کرنے سے نہیں روکو گے۔'' میں نے تینوں شرطیں قبول کرلیں اور اسے ساتھ لے کر گھر آ گیا جہاں میں نے اسے کام بتایا اور کسی ضروری کام سے باہر چلا گیا۔ جب میں شام کے وقت آیا تو دیکھا کہ اس نے عام مزدوروں سے دگنا کام کیا تھا۔ میں نے بخوشی اس کی اجرت ادا کی اور وہ چلا گیا۔

دوسرے دن میں اس نوجوان کی تلاش میں دوبارہ چوراہے پر گیا لیکن مجھے نظر نہیں آیا۔ میں نے دوسرے مزدوروں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہفتے میں صرف ایک دن مزدوری کرتا ہے۔ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ وہ عام مزدو نہیں بلکہ کوئی بڑا آدمی ہے۔ میں نے ان سے اس کا پتہ معلوم کیا اور اس جگہ پہنچا تو دیکھا کہ وہ نوجوان

زمین پر لیٹا ہوا تھا اور اسے سخت بخار تھا۔ میں نے اس سے کہا: ''میرے بھائی! تو یہاں اجنبی ہے' تنہا ہے اور پھر بیمار بھی ہے' اگر پسند کرو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو اور مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔'' اس نے انکار کر دیا لیکن میرے مسلسل اصرار پر مان گیا لیکن ایک شرط رکھی کہ وہ مجھ سے کھانے کی کوئی شے نہیں لے گا' میں نے اس کی یہ شرط منظور کر لی اور اسے اپنے گھر لے آیا۔ وہ تین دن میرے گھر قیام پذیر رہا لیکن اس نے کسی چیز کا مطالبہ کیا اور نہ ہی کوئی چیز لے کر کھائی۔ چوتھے روز اس کے بخار میں شدت آ گئی تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا: ''میرے بھائی! لگتا ہے کہ اب میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے لہٰذا جب میں مر جاؤں تو میری اس وصیت پر عمل کرنا کہ ''جب روح جسم سے نکل جائے تو میرے گلے میں رسی ڈالنا اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے جانا اور اپنے گھر کے اردگرد چکر لگوانا اور یہ صدا دینا کہ لوگو! دیکھ لو اپنے رب کی نافرمانی کرنے والوں کا یہ حشر ہوتا ہے۔'' شاید اس طرح میرا رب تعالیٰ مجھے معاف کر دے۔ جب تم مجھے غسل دے چکو تو مجھے کپڑوں میں دفن کر دینا پھر بغداد میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس جانا اور یہ قرآن مجید اور انگوٹھی انہیں دینا اور میرا یہ پیغام بھی دینا کہ ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت اور نشے کی حالت میں موت آ جائے اور بعد میں پچھتانا پڑے لیکن پھر اس سے کچھ حاصل نہ ہو۔''

خبردار! یہ مزدور نہیں بلکہ اللہ کا دوست

وہ نوجوان مجھے وصیت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ اس کی موت کے بعد میں کافی دیر آنسو بہاتا رہا اور غمزدہ رہا۔ پھر (نہ چاہتے ہوئے بھی) میں نے اس کی وصیت پوری کرنے کے لئے ایک رسی لی اور اس کی گردن میں ڈالنے کا قصد کیا تو کمرے کے ایک کونے سے ندا آئی کہ ''اس کے گلے میں رسی مت ڈالنا' کیا اللہ کے اولیاء سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟'' یہ آواز سن کر میرے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ یہ سننے کے بعد میں نے اس کے پاؤں کو بوسہ دیا اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرنے چلا گیا۔

اس کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد میں اس کا قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر خلیفہ کے محل کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہاں جا کر میں نے اس نوجوان کا واقعہ ایک کاغذ پر لکھا

اور محل کے داروغہ سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہی تو اس نے مجھے جھڑک دیا اور اندر جانے کی بجائے اپنے پاس بٹھا لیا۔ آخر کار! خلیفہ نے مجھے اپنے دربار میں طلب کیا اور کہنے لگا: ''کیا میں اتنا ظالم ہوں کہ مجھ سے براہ راست بات کرنے کی بجائے رقعے کا سہارا لیا؟'' میں نے عرض کی: ''اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند کرے، میں کسی ظلم کی فریاد لے کر نہیں آیا بلکہ ایک پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔'' خلیفہ نے اس پیغام کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے وہ قرآن مجید اور انگوٹھی نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔ خلیفہ نے ان چیزوں کو دیکھتے ہی کہا: ''یہ چیزیں تجھے کس نے دی ہیں؟'' میں نے عرض کی: ''ایک گارے بنانے والے مزدور نے......'' خلیفہ نے ان الفاظ کو تین بار دہرایا'' گارا بنانے والا' گارا بنانے والا' گارا بنانے والا......'' اور رو پڑا۔

ہارون الرشید رو پڑا

کافی دیر رونے کے بعد مجھ سے پوچھا: ''وہ گارا بنانے والا کہاں ہے؟'' میں نے جواب دیا'' وہ مزدور فوت ہو چکا ہے۔'' یہ سن کر خلیفہ بے ہوش ہو کر گر گیا اور عصر تک بے ہوش رہا۔ میں اس دوران حیران و پریشان وہیں موجود رہا۔ پھر جب خلیفہ کو کچھ افاقہ ہوا تو مجھ سے دریافت کیا'' اس کی وفات کے وقت تم اس کے پاس تھے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں۔'' تو وہ کہنے لگا: ''اس نے مجھے کوئی وصیت بھی کی تھی؟'' میں نے اسے نوجوان کی وصیت بتائی اور وہ پیغام بھی دے دیا جو اس نوجوان نے خلیفہ کے لئے چھوڑا تھا۔ جب خلیفہ نے یہ ساری باتیں سنیں تو غمگین ہو گیا اور اپنے سر سے عمامہ اتار دیا' اپنے کپڑے چاک کر ڈالے اور کہنے لگا: ''اے نصیحت کرنے والے! اے میرے زاہد و پارسا! اے میرے شفیق!'' اس طرح کے بہت سے القابات خلیفہ نے اس مرنے والے نوجوان کو دیئے اور مسلسل آنسو بھی بہاتا رہا۔ یہ سارا معاملہ دیکھ کر میری حیرانی اور پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا کہ خلیفہ ایک عام سے مزدور کے لئے اس قدر غم زدہ کیوں ہے؟ جب رات ہوئی تو مجھ سے اس کی قبر پر لے جانے کی خواہش ظاہر کی تو میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ خلیفہ چادر میں منہ چھپائے میرے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب ہم قبرستان میں پہنچے تو میں نے ایک قبر کی طرف اشارہ کر

کے کہا: ''عالی جاہ! یہ اس نوجوان کی قبر ہے۔''

خلیفہ اس کی قبر سے لپٹ کر رونے لگا۔ پھر کچھ دیر رونے کے بعد اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور مجھ سے کہنے لگا: ''یہ نوجوان میرا بیٹا تھا' میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے جگر کا ٹکڑا تھا۔ ایک دن یہ رقص و سرود کی محفل میں گم تھا کہ مکتب میں کسی بچے نے آیت کریمہ تلاوت کی:

''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد (کے لئے)۔'' (الحدید ۱۶)

جب اس نے یہ آیت سنی تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور پکار پکار کر کہنے لگا: ''کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟'' اور یہ کہتے ہوئے محل کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس دن سے ہمیں اس کے بارے میں کوئی خبر نہ ملی یہاں تک کہ آج تم نے اس کی وفات کی خبر دی۔'' (حکایات الصالحین' ص ۶۸)

دعوتِ فکر و عمل

میرے نوجوان بھائیو اور بہنو! ان صالح نوجوانوں کے واقعات کو بار بار پڑھ کر ان پر غور و فکر کرو' کتنے خوش نصیب تھے یہ نوجوان کہ انہیں جوانی میں ہی توبہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ارفع و اعلیٰ مقام و مرتبہ نصیب ہوا' کاش ان کی طرح آج ہمیں بھی توبہ کی توفیق مل جائے۔

میرے محترم! اپنی جوانی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جانا کہ ابھی تو بڑی زندگی پڑی ہے' بہت بڑا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے۔ زندگی کے چراغ کے متعلق کسی کو کوئی علم نہیں کب گل ہو جائے۔ اس لئے آج ہی توبہ کر لیجئے۔ اپنے رب کے احکامات پر عمل کر لیجئے۔ اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی سنتوں کو اپنا لیجئے۔ جاہلانہ رسم و رواج اور بے حیائی و فحاشی پر مشتمل فیشنوں کو چھوڑ دیجئے۔ زبان پر گانوں' گالی گلوچ' بے حیاء و فضول گفتگو کی بجائے تلاوت قرآن' درود شریف' استغفار وغیرہ کے وظیفے کو سجا لیجئے۔ نوجوان بھائی اپنا چہرہ' لباس' سر کے بال' چلنے کا انداز اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اپنا لیں۔ نوجوان بہنیں یہودیوں'

عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ اسلام دشمنوں کے فیشنوں اور ان کے رسم ورواج پر ہزار لعنت بھیج کر اسلام کے مطابق اپنا لباس' شرعی پردہ اور زندگی گزارنے کا مکمل اسلامی طریقہ اپنائیں تاکہ کل قیامت کے دن اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی شفاعت سے بارگاہ خداوندی میں مقام حاصل کر سکیں۔

ملے خاک میں اہل شان کیسے کیسے

میرے نوجوان بھائیو اور بہنو! نماز پڑھنے' تلاوت قرآن کرنے' روزے رکھنے اور دیگر عبادت کرنے کی عمر یہی ہے۔ اس عمر کی قدر بزرگوں سے پوچھو یا ان سے پوچھو جنہوں نے اسے غفلت میں گزار دیا۔ اگر آج آپ نے بھی اسے غفلت میں گزار دیا تو کل پچھتاوے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ یہ جوانی تو ایک ڈھلتا سایہ ہے۔ موت سر پہ کھڑی ہے۔ کیا خبر کب موت کا فرشتہ آ جائے اور ہماری یہ جوانی وغیرہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اس لئے آج سوچو! آج ہی اپنی زندگی کو بدلو! آج ہی اپنے رب کے حضور گڑگڑا لو! آج ہی توبہ کر لو! آج ہی اپنے رب سے صلح کر لو! ہاں ہاں! آج ہی گناہ چھوڑ کر نیکی کے راستے پر چلنے کا ارادہ کر لو! آج وقت ہے' کل ہمارا دل تو کرے گا نیکی کی طرف آنے کو لیکن وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوگا' میرے بھائیو کچھ تو ہوش کرو!

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہو گئے بے مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمین کھا گئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے روئے اللہ اس کی بخشش فرما دے گا۔''

(کنز العمال' جلد ۳' ص ۶۳)

(۱۳۳)

بادشاہ فصاحت وبلاغت پر حیران ہوگیا

ابو جعفر عبداللہ ابن محمد بن علی بن عباس' بنو عباس کا دوسرا خلیفہ اور عربوں کا پہلا بادشاہ جس نے علوم وفنون کو اہمیت دی۔ فقہ اور ادب کا عالم اور فلسفہ وفلکیات کا ماہر تھا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوا اور اپنے بھائی سفاح کی وفات کے بعد ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا۔ ۱۴۵ھ میں اس نے شہر بغداد تعمیر کیا۔ وہ بڑا پختہ کار بہادر اور لہو ولعب سے دور تھا۔ اس کی خلافت کی مدت بائیس سال تھی۔ ۱۵۸ھ میں مکہ معظمہ میں احرام حج کی حالت میں فوت ہوا۔

بہر حال منصور کے پاس شکایت گئی کہ ایک شخص کے پاس بنوامیہ کی امانتیں ہیں۔ منصور کے حکم پر اس شخص کو لاکر حاضر کیا گیا تو منصور نے اس سے پوچھا:

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے پاس بنوامیہ کے اموال اور ان کی امانتیں ہیں۔ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ لاکر ہمارے پاس حاضر کردو ورنہ!''

اس شخص نے کہا: ''امیر المومنین! کیا آپ بنوامیہ کے وارث ہیں؟'' منصور نے کہا: ''نہیں''۔ ''تو کیا آپ کو انہوں نے وصی بنایا ہے؟'' کہا: ''نہیں۔'' کہنے لگا: ''پھر جو کچھ میرے پاس ہے' آپ اس کا مطالبہ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟''

منصور نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا' جیسے کچھ سوچ رہا ہو پھر سر اٹھا کر کہنے لگا: ''بنوامیہ نے مسلمانوں پر ظلم کر کے یہ اموال حاصل کئے۔ میں مسلمانوں کے حقوق کا وکیل ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ اموال لے کر بیت المال میں داخل کردوں۔

منصور کا خیال تھا کہ میں نے اس شخص کو لاجواب کر دیا ہے اور یہ نہ چاہتے ہوئے بھی

مال میرے حوالے کردے گا لیکن (اس کی سوچ کے برعکس) اس شخص نے کہا:

''امیر المومنین! اس بات پر باوثوق گواہ قائم کرنے ضروری ہیں کہ میرے پاس جو اموال ہیں وہ بنوامیہ کے ہیں اور انہوں نے بطور ظلم مسلمانوں سے حاصل کئے تھے۔''

بادشاہ نے سر جھکالیا

منصور نے پھر سر جھکالیا اور کچھ دیر زمین کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر ربیع کو حکم دیا کہ اس شخص پر تو ہمارے نزدیک کچھ بھی ثابت نہیں ہوا۔

پھر مسکراتے ہوئے اس شخص کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ ''کوئی کام ہو تو بتاؤ' ہم پورا کردیں۔'' اس شخص نے کہا: ''امیر المومنین! ایک کام ہے۔'' منصور نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟'' کہنے لگا:

''جس شخص نے میرے خلاف شکایت کی ہے اسے میرے سامنے لایا جائے۔ اللہ کی قسم! میرے پاس بنوامیہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ نہ مال' نہ امانت۔ مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ ان کی کوئی چیز کسی کے پاس ہے۔ لیکن جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے خلاصی حاصل کرنے کے لئے یہی گفتگو مناسب معلوم ہوئی جو میں نے آپ کے سامنے کی ہے۔''

منصور نے ربیع کو حکم دیا کہ شکایت کرنے والے کو حاضر کیا جائے۔ جب اس آدمی کو حاضر کیا گیا تو اس شخص نے کہا: یہ میرا غلام ہے' یہ میرے تین ہزار دینار چوری کر کے بھاگ گیا تھا۔ منصور نے یہ بات سنی تو حکم دیا کہ اس غلام کو سزا دی جائے۔ غلام نے اس شخص کی بات کی تصدیق کی اور اقرار کیا کہ میں نے اس کے خلاف اس لئے شکایت کی تھی کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہو جائے اور میں اس کے ہاتھ آنے سے بچ جاؤں۔ منصور نے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ اسے معاف کردیں۔''

اس سے زیادہ احسان کیا ہوسکتا ہے

اس شخص نے کہا:

''امیر المومنین! میں نے اس کا جرم معاف کیا اور اسے مزید تین ہزار دینار دیتا

ہوں۔'' منصور نے کہا: ''اس سے زیادہ احسان کیا ہو سکتا ہے؟'' اس شخص نے کہا:

''میں نے یہ سب اس لئے کیا کہ آپ نے مجھے شرف گفتگو سے نواز اور درگزر فرمایا۔'' پھر کہنے لگا:

''امیر المومنین! کیا یہ ممکن ہے؟ کہ آپ میری خیریت کی اطلاع شام میں میرے گھر والوں تک پہنچا دیں تا کہ وہ میری سلامتی کے بارے میں مطمئن ہو جائیں۔ مجھے آپ کے طلب کرنے پر وہ پریشان ہوں گے۔ لیکن اطلاع مل جائے گی تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے۔''

منصور نے ربیع کو حکم دیا کہ شام میں اس کی خیریت کی اطلاع بھجوا دو پھر وہ شخص اجازت لے کر واپس چلا گیا اور منصور اس شخص کی فصاحت' سخاوت اور حوصلے پر تعجب کرتا رہا۔ (قصص العرب' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

یاد رہے ربیع بن یونس بن محمد بن ابوفروہ کیسان' بنو عباس کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا۔ اس کی کنیت ابو الفضل تھی۔ بڑا دانشور اور احتیاط پسند وزیر تھا۔ منصور عباسی نے پہلے اسے دربان بنایا پھر وزیر بنا لیا۔ وہ بارعب ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف امور کا اچھا منتظم بھی تھا۔ ۱۱۱ھ میں پیدا ہوا اور ۱۶۹ھ میں فوت ہوا۔ (الاعلام)

یہ بادشاہ کتنے اچھے تھے؟ جب وہ حق کو پہچان لیتے تھے تو انصاف کرتے تھے اور حق کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔ سلطان کی عظمت حق کے آڑے نہیں آتی تھی اور حق والوں کو ان کا حق دینے سے نہیں روکتی تھی۔ چاہے صاحب حق کتنا ہی معمولی آدمی ہوتا کیونکہ ان کا سرمایۂ زندگی عدل وانصاف تھا اور چونکہ عوام اپنے امراء سے امت مسلمہ کی بھلائی دیکھتے تھے اسی لئے نہ صرف ان کی تعظیم کرتے تھے بلکہ ان کی اطاعت بھی کرتے تھے۔

(۱۳۴)

خاتون کے دونوں ہاتھ سونے سے بھر گئے

پارسا خواتین کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

(پ ۵ النساء ۳۴)

''تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں' خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔''

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ'' سے مراد فرمانبردار خواتین ہیں اور ''حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ'' سے مراد اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والیاں ہیں۔'' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد شوہر کے راز کی اس طرح حفاظت کرنے والیاں ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا حکم دیا۔

(تفسیر بغوی' النساء' تحت الآیۃ' ۳۴' ج ا' ص ۳۳۵' بدون لفظ'' ابن عباس'')

جب کوئی عورت رضائے الٰہی پانے اور حصول ثواب کے لئے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی اور اپنے آپ کو شوہر کے لئے پاک رکھتی ہے تو اس کے لئے عزت و جنت اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ

بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ○

(پ ۲۹' المعارج' ۲۹-۳۵)

''اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویاں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے کیونکہ ان پر کچھ ملامت نہیں جو ان دو کے سوا اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔''

جنگل بیابان اور ایک تنہا لنگڑی لڑکی

منقول ہے کہ ایک صالح شخص نے جنگل میں کسی لڑکی کو تنہا لنگڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: ''کہاں سے آئی ہو؟'' اس نے جواب دیا ''محبوب کے پاس سے۔'' پھر پوچھا: ''کہاں جانا ہے؟'' جواب ملا ''محبوب کے پاس۔'' اس نیک شخص نے پوچھا: ''اس جنگل میں تنہا چلتے ہوئے تمہیں وحشت محسوس نہیں ہوتی؟'' اس لڑکی نے بلند آواز سے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی:

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ط وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (پ ۲۸' الحدید' ۴)

''جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔''

پھر اس نے اس آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''بہادر جوانو! جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی انسیت حاصل کر لی وہ دوسروں سے وحشت محسوس کرتا ہے اور جو رضا کا طالب ہے وہ اس کے فیصلے پر صبر کرتا ہے۔''

ہاں یہ حلال کی کمائی ہے

حضرت سیدنا عثمان جرجانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں ایک دن بصرہ جانے کے لئے کوفہ سے نکلا تو راستے میں ایک خاتون پر میری نظر پڑی۔ اس نے اون کا جبہ پہنا اور بالوں کا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا اور وہ چلتے ہوئے کہہ رہی تھی ''اے میرے مالک ومولیٰ! اس کی منزل کتنی دور ہے جس کا رہنما نہیں اور اس کا راستہ کتنا وحشت ناک ہے جس کا ہم سفر نہیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں نے قریب جا کر اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کون ہیں؟'' میں نے اپنا نام بتایا تو کہنے لگی: ''اے عثمان! اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے' کہاں کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا: ''بصرہ کا۔'' پوچھنے لگی ''کس کام کی غرض سے؟'' میں نے جواب دیا ''اپنی کسی حاجت کے لئے۔''

یہ سن کر وہ کہنے لگی ''آپ تمام حاجات پوری کرنے والے کو حاجت کیوں نہیں بتاتے کہ وہ آپ کی طرف توجہ فرمائے اور آپ کو اتنی مشقت نہ جھیلنی پڑے؟'' میں نے کہا: ''مجھے ابھی اس کی معرفت حاصل نہیں ہوئی؟'' اس نے کہا: ''حصولِ معرفت میں کون سی چیز رکاوٹ ہے؟'' میں نے جواب دیا ''گناہوں کی کثرت۔'' اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! یہ بہت بری بات ہے گناہ نہ کیا کرو۔ اگر آپ اپنی رسی کو اس کی رسی سے مضبوط باندھ دیں تو وہ آپ کی حاجت پوری فرما دے گا اور آپ کو کوئی مشقت بھی نہ اٹھانی پڑے گی۔'' اس عورت کی یہ بات سن کر مجھے رونا آ گیا۔ پھر میں نے اس سے دعا کی درخواست کی تو اس نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کرنے اور نافرمانی سے بچنے پر آپ کی مدد فرمائے۔ جب میں لوٹنے لگا تو اپنی جیب سے درہم نکال کر آدھے اس کو دیئے اور کہا: ''یہ رکھ لیں' آپ کے کام آئیں گے۔'' اس نے پوچھا: یہ آپ نے کہاں سے حاصل کئے ہیں؟'' میں نے بتایا ''میں پہاڑ پر چڑھ کر وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اکٹھا کرتا ہوں پھر اس کو اپنی گردن پر اٹھا کر مسلمانوں کے بازار میں فروخت کرتا اور اس کے بدلے رقم لے لیتا ہوں۔'' اس عورت نے کہا: ''ہاں! یہ حلال کی کمائی ہے اور انسان جو اپنے ہاتھ سے کماتا ہے اسے کھانا حلال ہے لیکن اے عثمان!

اگر آپ صحیح معنوں میں اپنے پالنے والے رب ذوالجلال عزوجل کی اطاعت کریں اور اسی پر کامل بھروسہ کریں تو پہاڑوں کی بلندی سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے کی زحمت نہ کرنا پڑے گی۔'' میں نے کہا: ''پھر تو میرے لئے رزق کا کوئی ظاہری سبب باقی نہ رہے گا' میں کہاں سے کھاؤں گا اور کہاں سے پیوں گا؟'' اس نے کہا: ''اے عثمان! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو یہ دکھاؤں کہ میں نے اپنے رب سے کیسا معاملہ اور بھروسہ کیا ہے؟'' میں نے کہا کیوں نہیں' ضرور دکھائیں۔''

غیب سے اشرفیوں کی آمد

چنانچہ اس عورت نے اپنے ہاتھ بڑھا کر ہونٹوں کو ابھی جنبش دینا ہی چاہی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ سونے کی اشرفیوں سے بھر گئے۔ پھر اس نے کہا: ''اے عثمان! یہ لیں' اللہ کی قسم! یہ سونے کی اشرفیاں ایسی ہیں کہ ان پر کسی بادشاہ وسلطان کا نام منقش (لکھا ہوا) نہیں اور یاد رکھیں کہ اگر آپ اپنے رب سے محبت کریں گے تو وہ آپ کو تمام مخلوق سے بے نیاز کر دے گا اور صرف وہی آپ کے لئے کافی ہوگا۔'' (الروض)

سبحان اللہ! ان لوگوں کی کیا شان ہے جو راتوں کو جاگ کر سخت تاریکی میں اپنے محبوب سے مناجات کرتے' کثرت سے عبادت کرتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں انہی لوگوں کی مدح کی ہے:

''اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ''

(پ ۲۲' الاحزاب' ۳۵)

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں اور ایمان والے اور ایمان والیاں۔''

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کا شان نزول بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ آئیں تو ازواجِ نبی کریم ﷺ سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا:

''نہیں؟'' تو اسماء نے حضور سیّد عالم ﷺ سے عرض کیا: ''حضور! عورتیں بڑے خسارے میں ہیں۔'' فرمایا: ''کیوں؟'' عرض کیا: ''ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں' جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے۔'' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انکے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے۔ دوسرا ایمان کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہوتا ہے تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔''

(۱۳۵)

ان شاء اللہ نہ کہنے کا نقصان

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: میں رات بھر اپنی ننانوے بیویوں کے پاس دورہ کروں گا اور سب کے ہاں ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا تو میرے یہ سب لڑکے اللہ کی راہ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کریں گے۔ مگر یہ فرماتے وقت آپ نے ''ان شاء اللہ'' نہیں کہا (غالباً آپ اس وقت کسی ایسے شغل میں تھے کہ اس کا خیال نہ رہا) اس ''انشاء اللہ'' کو چھوڑ دینے کا یہ اثر ہوا کہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ایک ناقص الخلقت (کچا بچہ) ہوا۔ حضو خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ''انشاء اللہ'' کہہ دیا ہوتا تو ان سب عورتوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے اور وہ سب خدا کی راہ میں جہاد کرتے۔ (بخاری پارہ ۱۳ کتاب الانبیاء)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اجمالاً بہت مختصر طریقے پر اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ (ص ع ۳، پارہ ۲۳)

''اور بے شک ہم نے حضرت سلیمان کا امتحان لیا اور ان کی کرسی پر ایک بے جان بدن (کچا بچہ) ڈال دیا۔ پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا اور عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ

میرے بعد کسی کے لئے مناسب نہ ہو۔ بے شک تو ہی بہت زیادہ دینے والا ہے۔"

کامیابی کا نہایت آسان نسخہ

اس قرآنی واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان کو لازم ہے کہ آئندہ کے لئے جو بھی کام کرنے کو کہے تو "انشاء اللہ تعالیٰ" ضرور کہہ دے۔ اس مقدس جملہ کی برکت سے بڑی امید ہے کہ وہ کام ہو جائے گا اور "انشاء اللہ" چھوڑ دینے کا انجام سراسر نقصان اور ناکامی ومحرومی ہے۔ غور کیجئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو خداوند قدوس کے پیارے نبی ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثل بادشاہ بھی ہیں مگر انہوں نے لاشعوری طور پر "انشاء اللہ تعالیٰ" کہنا چھوڑ دیا تو ان کا مقصد جو اعلیٰ درجے کی عبادت تھی پورا نہیں ہوا اور وہ اس بات پر نہایت متاسف اور رنجیدہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہوئے۔ وہ اپنی مغفرت کی دعا مانگنے لگے پھر بھلا ہم تم گنہگاروں کا کیا ٹھکانا ہے کہ اگر ہم تم انشاء اللہ تعالیٰ کہنا چھوڑیں گے تو بھلا کس طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے؟ لہٰذا "انشاء اللہ تعالیٰ" کہنا ضرور یاد رکھئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول مقبول حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا ہے کہ آئندہ کے لئے جو کام بھی کرنے کو کہئے تو ضرور "انشاء اللہ تعالیٰ" کہہ لیجئے! چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (کہف ع ۴، پ ۱۵)

"اور اے پیغمبر! ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کر دوں گا مگر یہ کہے اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کرو جب تم بھول جاؤ۔"

(۱۳۶)

وکیل کا کام تعمیل ہوتا ہے

یہ قصہ مختلف الفاظ کے ساتھ لطائف الاخبار کے حوالے سے اگرچہ بابرکت واقعات میں ہم لکھ چکے ہیں لیکن یہاں اضافے وتصرف کے ساتھ وفیات الاعیان کے حوالے سے لکھا جارہا ہے اور ساتھ ایک حدیث رسول ﷺ کا حوالہ اور شرف ملت علیہ الرحمہ کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو:

ابوعبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مبارک تمیمی مروزی' حافظ الحدیث' شیخ الاسلام' مجاہد تاجر اور صاحب تصانیف تھے۔ انہوں نے بہت سے سفر کیے۔ تمام عمر حج اور جہاد کے لئے سفروں میں صرف کردی۔ وہ محدث بھی تھے۔ فقیہ بھی اور ادب عربی کے ماہر بھی تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہادر اور سخی بھی تھے۔ ۱۱۸ھ میں خراسان میں پیدا ہوئے۔ روم کے جہاد سے واپسی پر فرات کے کنارے "ھیت" میں وفات پائی۔ انہوں نے جہاد کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی اور یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔

(الاعلام' ۲/۱۱۵)

آپ علیہ الرحمۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی ہیں۔ چنانچہ خراسان کے نادر زمانہ عالم حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے اپنے وزیر مالیات کو لکھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دو تاکہ وہ اپنا سات سو درہم کا قرضہ ادا کرے۔ وکیل نے ان کا مکتوب کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دو۔ وکیل نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا:

''میں مقروض ہوں اور قرض کی ادائیگی سے عاجز۔ میں نے اس سلسلے میں ابن مبارک سے رجوع کیا تھا۔''

وکیل نے پوچھا ''قرض کتنا ہے؟'' اس نے کہا: ''یہی کوئی سات سو درہم ہوں گے۔''
وکیل نے مکتوب کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

سات سو کی بجائے چودہ ہزار

''عبداللہ ابن مبارک کی طرف سے وکیل کے نام۔ جب میرا یہ مکتوب تمہیں پہنچے اور تم اسے پڑھ لو تو حامل مکتوب کو سات ہزار درہم دے دینا۔''

وکیل نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید لکھنے والے نے غلطی سے سات سو کی بجائے سات ہزار لکھ دیئے ہیں۔ وکیل نے اس شخص کو کہا: ''تم تھوڑا انتظار کرو۔ میں اپنے مؤکل ابن مبارک سے پوچھ لوں۔ وہ جتنی رقم کہیں گے، تمہیں پیش کر دوں گا۔''

وکیل نے ایک مکتوب ابن مبارک کے نام لکھا اور اس میں تحریر کیا:

''آپ کا مکتوب مجھے موصول ہوا۔ میں نے اسے پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا۔ میں نے مکتوب لانے والے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے سات سو درہم قرض کے بارے میں آپ کو درخواست دی ہے۔ لیکن آپ کے مکتوب میں سات ہزار درہم لکھے ہوئے ہیں۔ اگر یہ لکھنے والے کی غلطی ہے تو مجھے اطلاع دیں تا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔'' عبداللہ ابن مبارک نے اپنے وکیل کو لکھا:

''جب میرا یہ مکتوب تمہارے پاس پہنچے اور تم اسے پڑھ کر اس کا مضمون سمجھ لو تو حامل مکتوب کو چودہ ہزار درہم دے دینا اور اس سے کچھ بھی کم نہ کرنا۔'' وکیل نے یہ مکتوب پڑھا تو حیران رہ گیا کہ جس شخص کو سات سو درہم کی ضرورت ہے اسے چودہ ہزار درہم دیئے جا رہے ہیں۔'' اس نے پھر ابن مبارک کو لکھا:

''اگر آپ اسی روش پر چلتے رہے تو آپ بہت جلد اپنی جائیداد فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور چند دنوں میں کنگال ہو جائیں گے۔''

جن کا بھروسہ خدا پہ ہوتا ہے

لیکن ابن مبارک مال اور جائیداد کی پروا کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔ بلکہ وہ تو غنی اور وہاب اللہ پر بھروسہ کرنے والے تھے۔ وہ فقر و فاقہ سے ڈر کر حساب کتاب نہیں کرتے تھے۔ان کا عمل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر تھا:

''تم جو چیز بھی خرچ کرو' اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔''

ابن مبارک نے اپنے وکیل کو درج ذیل مکتوب ارسال کیا۔ان کے مکتوب کے ایک ایک لفظ سے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی روح جھلک رہی تھی۔ انہوں نے تحریر کیا:

''اگر تم میرے وکیل ہو تو میرے حکم پر عمل کرو اور اگر میں تمہارا وکیل ہوں تو آ کر میری جگہ سنبھال لو۔ میں تمہاری جگہ لے لوں گا اور جو کچھ تم حکم دو گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مومن کی دنیاوی پریشانی دور کی' اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی پریشانی دور فرمائے گا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اس فقیر اور مقروض شخص کو فوری طور پر دوہری مسرت فراہم کر دوں۔ ہو سکتا ہے کہ اس بناء پر اللہ تعالیٰ میری بخشش فرما دے۔''

چنانچہ وکیل نے اس شخص کو سات سو درہم کی جگہ چودہ ہزار درہم ادا کر دیئے۔

(وفیات الاعیان' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

دوستو: یہ تھا اسلاف امت کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد۔ وہ ایسے اعمال کی طرف پیش قدمی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے ہوں۔ دنیا ان کے دلوں میں گھر نہیں بنا سکی تھی۔ دنیا تو ان کے قدموں میں تھی اور ڈھلتے ہوئے سائے کی حیثیت رکھتی تھی۔اسی لئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور اس کی رضا کے لئے دولت کا خرچ کرنا آسان تھا۔

(سدا بہار خوشبوئیں)

(۱۳۷)

ظالم آقا کے ہاتھ شل ہو گئے

منقول ہے بصرہ میں اسماء نامی ایک عبادت گزار کنیز رہتی تھی۔ بہت حسن و جمال' شیریں زبان اور خوبصورت آنکھوں والی تھی۔ اس کا آقا بھی خوشحال اور صاحب اقتدار تھا۔ ایک دن اس کا حضرت سیّدنا صالح مری رحمۃ اللہ علیہ کے اجتماع سے گزر ہوا۔ اس وقت آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ وہ وعظ سننے والی عورتوں کی جانب جا کر کھڑی ہو کر وعظ سننے لگی۔ آپ قیامت اور جہنم کی ہولناکیوں اور جہنمیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی تیار کی ہوئی خوفناک سزاؤں' زنجیروں اور طوق وغیرہ کا ذکر کر رہے تھے۔ اس کنیز نے مردوں' عورتوں کو آپ کے بیان کے سبب گریہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے دل میں رقت پیدا ہو گئی۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کی بے قراری واضطراب میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

جب حضرت سیّدنا صالح مری رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو آنسو بہاتے دیکھا تو لوگوں سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' بتایا گیا ''یہ اسماء ہے۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا چہرۂ انور اس کی طرف کیا اور اپنے وعظ کے تیر اس کے دل میں پیوست کرنے کے ارادے سے کہا: ''اے اپنی نرم آواز سے چیخنے والی! میں دیکھتا ہوں کہ تو قیامت سے خوف زدہ ہے گویا تو اپنے کسی عظیم جرم کا اعتراف کر رہی ہے اور اس کے سبب خوف میں مبتلا ہے تو نے کراماً کاتبین اور محافظ فرشتوں کو کئی سال زحمت دی۔ کبھی کبھی گناہوں میں راتیں گزار دیں۔ کتنے نوجوانوں کو تو نے اپنی لچک دار آواز سے ذلیل و خوار کیا۔ اپنے حسن و

جمال سے کتنوں کو فتنے میں ڈالا اور کتنوں کو برے کام میں رات بھر بیدار اور انہیں رب تعالیٰ کی اطاعت اور نماز سے غافل رکھا۔ محافظ فرشتے تیرے برے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ تیرے گناہوں سے وہ بھی پناہ مانگتے ہوں گے۔ قیامت کی رسوائی سے پہلے ہی جلدی سے توبہ کر لے اور پل صراط سے پاؤں پھسلنے سے قبل ہی اپنے اندر خوف الٰہی پیدا کر لے۔ مصائب آخرت یاد کر کے اپنے آپ پر کچھ آنسو بہالے' تجھے تسبیح اور دعا بہت ضروری ہے۔"

اس باندی نے جواب میں کہا: "اے صالح! ماضی میں میں جہالت و غفلت کی شکار اور اپنی اصلاح سے بے خبر تھی۔ مجھے کہاں خبر تھی کہ میرے ساتھ یہ ہوگا بلکہ میرا آقا تو چاہتا ہے کہ میں عرصہ دراز تک گاتی رہوں لیکن اب میں اپنے پچھلے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرتی ہوں اور عہد کرتی ہوں کہ اب کبھی بھی گانا نہ گاؤں گی۔"

گانا گانے سے سچی توبہ

حضرت سیّدنا صالح رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: "اے اسماء! یاد رکھ جو گانوں کی آواز بلند کرتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ڈٹا رہتا ہے اس کا ٹھکانہ وہ سیاہ آگ ہے جو طاقتور و توانا جسموں کو بھی پگھلا کر رکھ دے گی اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جائے گی۔" پھر اس باندی نے پکار کر کہا: "اے صالح! پوشیدگی چھٹ گئی۔ باطل کا خاتمہ ہو گیا اور حق ظاہر ہو گیا اور وفا نے قربت سے نوازا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اپنے آقا کے ایک غلام سے کہا: "اے غلام! تم جانتے ہو کہ میں تم پر کتنی شفیق ہوں' تو تم میرے معاملے کو چھپائے رکھنا۔ یہ میرے کپڑے تم لے لو اور اپنا جبہ مجھے دے دو اور سنو! میرا یہ راز کسی سے مت کہنا۔" پھر اس باندی نے اپنا لباس اتار کر غلام کا جبہ پہن لیا اپنے بال کاٹ کر آقا کے گھر میں ہی کسی خفیہ مقام پر جا چھپی۔ ساری ساری رات عبادت کرتی' سارا سارا دن روزے سے رہتی' سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتی' گریہ وزاری کرتی اور خوب گڑگڑاتی۔ اس کا آقا اس کی جدائی میں غمگین ہونے کی وجہ سے اس کی تلاش میں کئی جگہوں کی خاک چھانتا رہا۔ پھر جب وہ زرد اور دبلی پتلی ہو گئی تو اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوئی' روزوں اور راتوں کے قیام کی کثرت نے اسے کمزور کر دیا تھا' وجد و عشق الٰہی

سے اس کا حسن ماند پڑ گیا تھا۔ اس نے آقا کو سلام کیا۔ سلام کا جواب دینے کے بعد آقا نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' اس نے جواب دیا ''میں آپ کے دل کا چین وسکون آپ کی باندی اسماء ہوں۔'' آقا نے دریافت کیا ''تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی؟'' اس نے بتایا ''نافرمانیوں کی نحوست، جہنم اور اس کی ہولناکیوں کے خوف نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔''
آقا نے کہا: ''اگر تو اس سے باز نہ آئی اور اپنے کپڑے پہن کر خود کو نہ سنوارا اور اپنے نفس پر سختیاں کرنا ترک نہ کیں تو میں تجھے باندھ کر سخت سزا دوں گا۔'' باندی نے جواب دیا ''آپ کی سزا تو ختم ہو جائے گی لیکن میرے اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی ختم ہونے والا نہیں، تو اب جو آپ کے دل میں آئے کریں۔''

خدا تعالیٰ کی مدد آن پہنچی

یہ بات سن کر آقا نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس باندی کو باندھ کر کوڑوں سے مارو۔ باندی نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر پکارا ''اے عظمت والے آقا! اے وہ ذات جس کے لئے اسماء حسنیٰ ہیں! اے میرے اس آقا کے بھی مالک و مولیٰ! میری مدد فرما اور اے ہلاک ہونے والوں کو پناہ دینے والے! اے غم زدوں کی پوشیدہ اور اعلانیہ مدد فرمانے والے! مجھے اپنی پناہ عطا فرما۔'' جب اس کے آقا نے مارنے کے لئے کوڑا اٹھایا تو اس کے ہاتھ شل ہو گئے اور اس نے محسوس کیا کہ کسی نے پیچھے سے اس کو کھینچا ہے لیکن جب پیچھے دیکھا تو کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھر اچانک ایک آواز آئی ''اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! اللہ تعالیٰ کی ولیہ کو چھوڑ دے۔'' یہ سن کر وہ دھڑام سے زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا، اور اس کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔ اس کی باندی اسماء کھڑی ہوئی اور اس کے ہاتھ سے خون صاف کرتے ہوئے کہنے لگی ''اے مسکین شخص! اپنے گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کر کے اپنے مالک حقیقی کی اطاعت اختیار کر لے۔'' جب افاقہ ہوا تو اس نے باندی سے کہا: ''اے نفس کو مارنے والی! مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس مقام پر پہنچ گئی ہو، اللہ کی قسم! اب میں تمہارے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہیں کروں گا بلکہ تمہارا رفیق بن کر ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔'' پھر وہ دونوں اکٹھے اطاعت وعبادت میں مشغول ہو گئے اور اپنا مال و دولت ترک کر کے بخوشی

قناعت اختیار کرلی۔"

اے میرے پیارے مسلمان بھائیو! جب عورتوں نے مردوں کیطرح اعمال صالح اختیار کئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے درِ رحمت کا قصد کیا' ان کے اعمال صالحہ ظاہر ہوئے تو ان کے احوال اچھے ہو گئے' وہ اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو گئیں' اے اپنے اعمال قبیحہ پر اصرار کرنے والے اور کثرتِ غفلت کے سبب توبہ میں ٹال مٹول کرنے والے تو کس طرف جا رہا ہے؟ (الروض الفائق)

(۱۳۸)

مقرب ترین فرشتوں کی اہل ایمان کے لئے دعا

عرش الٰہی اٹھانے والے ملائکہ فرشتوں کے سب سے اعلیٰ طبقات میں سے ہیں۔ان میں سے ہر فرشتے کے بازوؤں پر چار پر ہیں اور دو پر ان کے چہروں کے اوپر ہیں جن سے یہ اپنی آنکھوں کو چھپائے رکھتے ہیں اور خوف خداوندی کے باعث یہ فرشتے عرش کی طرف نہیں دیکھتے ورنہ دہشت سے ان کے دل پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔عرش الٰہی کو اُٹھانے والے فرشتے ساتویں آسمان کے فرشتوں سے زیادہ خدا کا خوف رکھتے ہیں اور ساتویں آسمان والے فرشتے چھٹے آسمان والے فرشتوں سے خوف الٰہی میں بڑھے ہوئے ہیں۔اسی طرح چھٹے آسمان والے پانچویں آسمان والوں سے اور پانچویں آسمان والے چوتھے آسمان والوں سے اور چوتھے آسمان والے تیسرے آسمان والوں سے اور تیسرے آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے اور دوسرے آسمان والے پہلے آسمان والوں سے خوف وخشیت ربانی میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں پھر عرش الٰہی کے گرد رہنے والے فرشتے جن کو ''کروبین'' کہتے ہیں۔یہ باقی فرشتوں کے سردار ہیں اور بہت ہی وجاہت والے ہیں۔

منقول ہے کہ عرش کے گرد ملائکہ کی ستر ہزار صفیں ہیں اس طرح کہ ایک صف ایک صف کے پیچھے ہے۔یہ سب عرش کا طواف کرتے رہتے ہیں۔پھر ان سبھوں کے بعد ستر ہزار ملائکہ کی صف ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے کاندھوں پر رکھے ہوئے خدا کی تسبیح وتکبیر پڑھتے رہتے ہیں پھر ان کے بعد ایک سو صفیں فرشتوں کی ہیں جو اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے تسبیح وتکبیر اور دعا میں مشغول ہیں۔(صاوی ج ۴ ص ۴)

اور سب فرشتوں کی دعا کیا ہے اس کو قرآن مجید کے ان الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ ارشاد ربانی ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(المومن، رکوع ۱)

''وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش کے گرد ہیں سب اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے اس طرح دعاء مغفرت کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تیری رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے لہٰذا ان مسلمانوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں دوزخ سے بچالے اور اے ہمارے رب ان مسلمانوں کو جنت ''عدن'' میں داخل فرما جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو بھی جو نیک ہوں ان کے باپ، دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بے شک تو ہی عزت والا حکمت والا ہے۔''

محمد کی نسبت بڑی چیز ہے

آپ نے عرش الٰہی کے اٹھانے والے اور عرش کا طواف کرنے والے فرشتوں کی دعا ملاحظہ کرلی کہ وہ سب مقدس فرشتے ہم مسلمانوں اور ہمارے والدین اور بیویوں اور ہماری اولاد کے لئے جہنم سے نجات پانے اور جنت عدن میں داخل ہونے کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا احسان عظیم ہے ہم مسلمانوں پر حضور اکرم ﷺ کا کہ آپ ہی کے طفیل میں ہم مسلمانوں کو یہ رتبہ بلند اور درجہ عالیہ حاصل ہوا ہے کہ بے شمار طبقہ اعلیٰ کے فرشتے ہم گنہگار مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں وہ بھی کون سے فرشتے؟ عرش

الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے اور عرش الٰہی کا طواف کرنے والے فرشتے۔ سبحان اللہ! کہاں ہم اور کہاں ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ مگر حضور سیّد عالم ﷺ کی نسبت کا طفیل ہے کہ اس نے ہم قطروں کو سمندر ناپیدا کنار اور ہم ذروں کو آفتاب عالم تاب بنا دیا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! ایک بار بصد اخلاص نبی مکرم رحمتِ عالم ﷺ پر درود شریف پڑھیے۔ **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ اٰل سیدنا محمد و بارك وسلم۔**

(۱۳۹)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں ملک یمن میں تجارتی قافلے کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ قافلے میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے۔ یمن میں قیام کے دوران ہمارا معمول یہ تھا کہ ایک روز میں کھانا پکا کر ابوسفیان اور قافلے کے دیگر افراد کے پاس لے جاتا اور کھانا کھلاتا اور ایک دن ابوسفیان کھانا پکاتے اور ساتھیوں کو کھلاتے۔

ایک دن جب کہ میری باری تھی اور میں کھانا پکا رہا تھا کہ ابوسفیان بن حرب میرے پاس آئے اور کہا ابو الفضل! کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ آپ ہمارے ڈیرے پر تشریف لائیں اور کھانا بھی وہیں منگا لیں؟ میں نے کہا کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ابوسفیان کے ڈیرے پر پہنچا اور کھانے پینے کا سارا سامان وہیں منگوالیا۔ جب سارے لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو گئے اور چلے گئے تو ابوسفیان نے مجھے اپنے پاس ہی روک لیا اور گویا ہوئے:

"هَلْ عَلِمْتَ اَنَّ ابْنَ اَخِيْكَ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ؟"

"آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا بھتیجا دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

میں نے پوچھا میرا کون سا بھتیجا؟

ابوسفیان نے کہا آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں' آپ کے ایک بھتیجے کے سوا بھلا یہ بات کون کر سکتا ہے؟

میں نے پوچھا میرا کون سا بھتیجا' اس کی نشاندہی تو کریں۔

ابوسفیان نے کہا آپ کا بھتیجا محمد جو آپ کے بھائی عبداللہ کا بیٹا ہے۔ میں نے کہا نہیں نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

ابوسفیان اور حضرت عباس کی خفیہ بات چیت

ابوسفیان نے کہا: نہیں بلکہ یہ سچ ہے کہ اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

پھر ابوسفیان نے اپنے بیٹے حنظلہ بن ابی سفیان کا بھیجا ہوا خط نکال کر مجھے دکھایا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

"اِنَّ مُحَمَّدًا قَامَ بِالْاَبْطَحِ غُدْوَۃً' فَقَالَ: اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ' اَدْعُوْکُمْ اِلَی اللّٰہِ"

"صبح محمد (ﷺ) نے بطحاءِ مکہ (وادی مکہ) میں کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے اعلان کیا ہے: میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔"

میں نے کہا: ابوحنظلہ! ممکن ہے' وہ سچ کہہ رہا ہو۔

ابوسفیان جلدی سے گویا ہوئے: چپ رہئے ابوالفضل! اللہ کی قسم! خدارا آپ ایسی بات نہ کہیں' مجھے تو خدشہ ہے کہ آپ بھی بغیر سوچے سمجھے اس کے دعوے کی تصدیق نہ کر بیٹھیں۔ پھر ابوسفیان نے کہا: اے بنوعبدالمطلب! اللہ کی قسم! قریش کا دعویٰ ہے کہ لوگوں کے لئے تم (یعنی بنوعبدالمطلب) نحوست بھی ہو اور سعادت بھی اے ابوالفضل! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا آپ نے یہ بات نہیں سنی ہے؟

میں نے کہا: ہاں' سنی تو ہے۔

ابوسفیان نے کہا: پھر اللہ کی قسم! یہ (محمد) تم لوگوں کی طرف سے نحوست ہے۔

میں نے کہا: ممکن ہے نحوست کی بجائے سعادت ہو۔

ابھی اس بات کو چند ہی دن گزرے تھے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ یہ خبر لے کر یمن پہنچ گئے کہ واقعی محمد ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اسلام کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ خود بھی اسلام قبول کر چکے تھے۔ پھر تو یمن میں جگہ جگہ اس نئے دین کا چرچا ہونے لگا۔ ایک دفعہ یوں ہوا

کہ ابوسفیان بن حرب یمن کے ایک یہودی عالم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اس نے پوچھا:
ابوسفیان! یہ جو مجھے خبر پہنچی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

ابوسفیان نے کہا: یہی بات تو میں نے بھی سنی ہے۔

یہودی عالم: جو آدمی نبوت کا مدعی ہے اس کا چچا یہاں کون ہے؟

ابوسفیان: میں ہی اس کا چچا ہوں۔

یہودی عالم: کیا تم اس مدعی نبوت کے والد کے بھائی ہو؟

ابوسفیان: ہاں۔

یہودی عالم: اس مدعی نبوت کے حالات سے مجھے آگاہ کرو۔

ابوسفیان: یہ سوال آپ مجھ سے نہ کریں کیونکہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرا بھتیجا اس قسم کا دعویٰ کر بیٹھے گا۔ میں اس کو عیب نہیں لگاتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ دوسرے اس سے بہتر نہیں ہیں۔

یہودی عالم کی گواہی

یہودی عالم: پھر تو اس کو کچھ گزند نہیں پہنچنا چاہئے اور یہودیوں کو بھی اس سلسلہ میں کچھ حرج نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب مجھے ابوسفیان اور یہودی عالم کے مابین مکالمے کی خبر پہنچی تو میری حمیت جاگ اٹھی اور دوسرے دن میں جا کر اسی مجلس میں بیٹھ گیا جس میں ابوسفیان اور یہودی عالم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے یہودی عالم سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے ہمارے درمیان مدعی نبوت کے چچا کے بارے میں پوچھا تو ابوسفیان نے کہا: وہ اس کے چچا ہیں جبکہ وہ اس کے چچا نہیں بلکہ اس کے چچازاد بھائی ہیں البتہ میں اس کا چچا اور اس کے والد کا سگا بھائی ہوں۔

یہودی عالم نے پوچھا: کیا واقعی آپ اس مدعی نبوت کے والد کے سگے بھائی ہیں؟

میں نے کہا: ہاں میں اس کے والد کا سگا بھائی ہوں۔

چنانچہ وہ یہودی عالم ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا: کیا یہ سچ ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا: ہاں۔

پھر میں نے کہا: آپ مجھ سے میرے بھتیجے کے متعلق جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھیں اور ہاں اگر میں اس کے بارے میں کچھ جھوٹ بولوں تو پھر یہ ابوسفیان میری گرفت کریں۔ اب یہودی عالم میری طرف متوجہ ہوگیا اور پوچھا:

''اَنْشُدُكَ اللهَ! هَلْ فَشَتْ لِابْنِ اَخِيْكُمْ صَبْوَةٌ اَوْ سَفْهَةٌ؟''

''میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے بھتیجے کے بارے میں کبھی یہ بات پھیلی ہے کہ وہ بچوں کی سی حرکتیں کرتا ہے یا نادان ہے؟''

میں نے کہا:

''لَا وَالٰهِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! وَلَا كَذَبَ وَلَا خَانَ، وَكَانَ اِسْمُهٗ عِنْدَ قُرَيْشٍ الْاَمِيْنَ''

''نہیں نہیں، عبدالمطلب کے معبود کی قسم! کبھی اس نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی اس نے خیانت کی اور قریش اسے امین کے نام سے پکارتے ہیں۔''

یہودی عالم نے پوچھا: کبھی اس نے اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اثبات میں جواب دینا چاہا لیکن فوراً میں سنبھل گیا کہ میرے پیچھے ابوسفیان موجود ہیں، اگر میں جھوٹ بولوں گا تو وہ فوراً مجھے جھٹلا دیں گے۔ چنانچہ میں نے اس کو جواب دیا: نہیں، اس کو لکھنا نہیں آتا۔

یہودیوں کی موت

یہ سننا تھا کہ یہودی عالم اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی چادر چھوڑ کر باآواز بلند یہ کہتے ہوئے چلا گیا:

ذُبِحَتْ يَهُوْدُ! قُتِلَتْ يَهُوْدُ!''

''یہود ذبح کر دیے گئے! یہود قتل کر دیے گئے۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم اپنے ڈیرے میں واپس آئے تو ابوسفیان نے مجھ سے کہا: اے ابوالفضل! یہود آپ کے بھتیجے سے خوفزدہ ہیں۔

میں نے کہا: ابوسفیان! ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ بھی اس پر ایمان لے آئیں، اگر وہ نبی

برحق ہوگا تو آپ سبقت کرنے والوں میں سے ہوں گے اور اگر وہ بالکل باطل ہوگا تو آپ کے علاوہ اس کے ہم مثل دیگر لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں؟ ابوسفیان نے کہا:

"لَا وَاللّٰهِ! مَا اُوْمِنُ بِهٖ حَتّٰی اَرَی الْخَیْلَ تَطْلُعُ مِنْ کَدَاءِ"

"اللہ کی قسم! نہیں، میں اس پر ایمان نہیں لاسکتا یہاں تک کہ میں گھوڑوں کو کداء (مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) سے آتے ہوئے نہ دیکھ لوں۔"

میں نے کہا: یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا:

"کَلِمَةٌ وَاللّٰهِ! جَآءَتْ عَلٰی فَمِی مَا اَلْقَیْتُ لَهَا بَالًا، اِلَّا اَنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَتْرُكُ خَیْلًا تَطْلُعُ مِنْ کَدَاءٍ"

"اللہ کی قسم! یہ کلمہ بے ارادہ میری زبان سے نکل گیا، میں نے قصداً نہیں کہا ہے۔ ہاں مجھے اتنا ضرور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ گھوڑوں کو کداء پہاڑ سے نہیں آنے دے گا۔"

پھر جب رسول اکرم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو ہم نے گھوڑوں کو کداء سے آتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت میں نے ابوسفیان سے کہا: اے ابوسفیان! کیا آپ کو وہ کلمہ یاد ہے جو آپ نے مجھ سے کہا تھا؟ ابوسفیان نے کہا:

"وَاللّٰهِ! اِنِّیْ ذَاکِرُهَا! فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ"

"اللہ کی قسم! مجھے وہ کلمہ یاد ہے! اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔" (کتاب الاغانی ۹۳/۶، دار الفکر، البدایہ والنہایہ ۵۲۵/۳-۵۲۷، دار ہجر، السیرۃ الحلبیۃ ۳۰۱/۱، قصص العرب ۱۱۰/۱)

(۱۴۰)

نفلی حج سے بہتر کام

عبداللہ بن کثیر داری، مکی، سات قاریوں میں سے ایک قاری، مکہ معظمہ کے قاضی، فارسی الاصل اور عطر کا کاروبار کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (الاعلام ۱۱۵/۴)

آپ فرماتے ہیں کہ ایک سال حضرت عبداللہ ابن مبارک حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک شہر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ قافلے والوں کا ایک پرندہ مر گیا۔ اسے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ ابن مبارک کے ساتھی روانہ ہو گئے اور وہ پیچھے رہ گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکی قریبی گھر سے نکلی اور اس مرے ہوئے پرندے کو اٹھا کر جلدی سے گھر میں داخل ہو گئی۔ ابن مبارک نے اس لڑکی سے پوچھا کہ یہ معاملہ کیا ہے؟ اور اس سے مردہ پرندہ لے لیا۔ پہلے تو وہ شرمائی پھر کہنے لگی:

''اس گھر میں، میں ہوں یا میری والدہ۔ ہمارے پاس اس تہبند کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے اور ہماری خوراک صرف وہ چیز ہوتی ہے جو لوگ اس ڈھیر پر پھینک جاتے ہیں۔ ہمارے والد بڑے مالدار تھے، کسی وجہ سے انہیں قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا گیا۔ ہمارے پاس کوئی چیز باقی نہیں رہی جسے ہم کھا کر گزر بسر کر سکیں۔''

عبداللہ ابن مبارک نے یہ گفتگو سنی تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ حکم دیا کہ ہمارا تمام ساز و سامان اور حج کے اخراجات اونٹوں سے اتار دیئے جائیں۔ اپنے ملازم سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟ اس نے کہا: ''ایک ہزار دینار۔'' فرمایا:

''ہمارے لئے بیس دینار رکھ لو ہماری واپسی کے لئے اتنے ہی کافی ہوں گے۔ باقی اس مصیبت زدہ عورت کو دے دو۔ اللہ کی قسم! اس کی مصیبت نے ہمارا دل دکھا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام ہمارے اس سال حج سے افضل ہے۔''

اور حج کئے بغیر واپس لوٹ گئے۔ ان کی رائے میں یہ صدقہ حج مبرور اور سعی مشکور سے افضل و اعلیٰ تھا۔ (المحاسن والمساوی' امام بیہقی' کچھ تصرف کے ساتھ)

صدقہ کی اہمیت

ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ میرے پاس دو سو درہم ہیں۔ میں ان کے ساتھ حج کروں یا صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے فرض حج ادا کر لیا ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں۔'' آپ نے فرمایا:

''اگر تو یہ دراہم دس محتاج عورتوں میں تقسیم کر دے اور ہر ایک کو دس' دس درہم دے دے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے نفلی حج سے بہتر ہے۔ اگر تو چاہے تو میری بات مان لے۔'' اس نے یہ بات مان لی اور تمام مال صدقہ کر دیا۔

ابن مبارک نے بھی یہ راز پا لیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے حج پر صدقہ کو ترجیح دی۔

ابن مبارک اور ان جیسے دوسرے اکابر قرآن کریم اور وحی رسالت کے سرچشمے سے سیراب ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی جبین نیاز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دی اور اسلام کی بتائی ہو سیدھی اور صحیح شاہراہ پر گامزن ہونے کو ترجیح دی اور وہ یہ کہ تسلیم و رضا کا طریقہ اختیار کیا جائے' دل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکا دیا جائے اور اسی پر بھروسہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام کی ان عظیم شخصیات کا مطالعہ کر کے ہمیں صحیح راستے پر اس انداز سے چلنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ دل کے خلوص اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد سے پیدا ہونے والا ان کا صحیح ٹارگٹ اپنانے کے ہم زیادہ محتاج ہیں۔

یاد رہے! شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذھبی' حافظ الحدیث' مورخ' علامہ اور محقق تھے۔ اصل کے اعتبار سے ترکمانی تھے۔ دمشق میں ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ضخیم

تصانیف ایک سو کے قریب ہیں۔ آخری دور میں ان کی بینائی جاتی رہی۔ ۷۴۸ھ میں دمشق میں وفات ہوئی۔ (الاعلام ۳۲۶/۵)

آپ علیہ الرحمہ ''العبر'' میں ابن مبارک کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے فقہ' زہد اور دلوں میں گداز پیدا کرنے والے ابواب مرتب کیے۔ حدیث میں وہ امیر المومنین کے درجے پر فائز تھے۔ امام مالک سے علم فقہ پڑھا اور ان سے مؤطا کی روایت کی۔ فضیل بن عیاض' سفیان ثوری' امام مالک اور امام ابوحنیفہ سے عشق کی حد تک محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ وہ علم اور زہد کے جامع تھے۔ ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

(سدابہار خوشبوئیں)

(۱۴۱)

اللہ کے عشق میں دیوانی عورت

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک رات مجھ پر رقت طاری ہوئی تو میں غمگین ہوگیا۔ آنکھ بھی نہیں لگ رہی تھی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کیوں نہ میں قبرستان جاؤں۔ ممکن ہے زیارت قبور' یوم آخرت اور دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کے متعلق غور وفکر سے میرا غم زائل ہو جائے۔ چنانچہ میں قبرستان چلا گیا لیکن وہاں بھی میں نے اپنے دل کو کشادہ نہیں پایا تو پھر میں نے سوچا کہ بازار چلتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ لوگوں سے مل جل کر میں اپنی بے قراری دور کرسکوں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر بھی میرے دل کی تنگی دور نہ ہوئی۔ پھر مجھے پاگل خانے جانے کا خیال آیا کہ مجنون اور پاگل لوگوں اوران کے افعال کو دیکھ کر شاید میرے دل کی گھٹن ختم ہو جائے۔ وہاں داخل ہوتے ہی میں نے اپنے دل سے غم کو دور ہوتا ہوا محسوس کیا۔ میں بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوا ''یا اللہ! یہاں آنے کے لئے تو نے مجھے چلایا اور بیدار کیا۔'' تو مجھے آواز آئی ''یہاں ہم تمہیں اپنی حکمت کے تحت لائے ہیں۔'' حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں پاگلوں کی طرف بڑھا تو ایک زرد رو باندی پر میری نظر پڑی' اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی پھر میں نے سنا کہ وہ اس مفہوم کے چند اشعار پڑھ رہی تھی:

''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتی ہوں کہ بغیر کسی جرم کے میرے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے گئے ہیں حالانکہ نہ تو میں نے خیانت کی اور نہ ہی چوری۔ میرے سینے میں

بھی ایک دل ہے جسے میں جلتا ہوا محسوس کرتی ہوں۔اے میرے دل کی آرزو! تو یقیناً حق پر ہے۔اگر میں نے تجھے پورا نہ کیا تو محض اپنی گفتگو سے تجھے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے پاگلوں کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں سے پوچھا اسے کیا ہوا؟" تو انہوں نے جواب دیا "اس کی عقل زائل ہو چکی ہے' اس لئے اس کے آقا نے اسے قید کر دیا ہے۔" جب باندی نے ان کی بات سنی تو گہری سانس لیتے ہوئے کچھ اشعار پڑھنے لگی جن کا مفہوم یہ ہے:

کیا یہ دیوانگی ہے یا فرزانگی

"اے لوگو! میں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ میں تو دیوانی ہوں اور میرا دل ہی میرا محبوب دوست ہے اور تم نے میرے ہاتھ باندھ رکھے ہیں حالانکہ میں نے سوائے محبت کے کوئی جرم نہیں کیا میں تو اپنے محبوب کی محبت میں فنا ہوں اور اس کے در سے ہٹنے والی نہیں' تم جو کچھ میرے لئے بہتر سمجھتے ہو وہ میرے لئے برا ہے اور جو میرے لئے برا سمجھتے ہو وہ میرے لئے بہتر ہے۔"

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا یہ کلام سن کر میں رونے لگا' میرا دل بے قرار ہو گیا' جب اس نے میرے چہرے پر آنسو بہتے ہوئے دیکھے تو کہنے لگی "اے سری! اوصاف الٰہیہ سن کر آپ کا یہ حال ہو گیا تو اگر آپ کو اس کا کما حقہ عرفان حاصل ہو جائے تو پھر آپ کا کیا حال ہوگا؟" میں نے کہا: "تعجب ہے مجھے یہ باندی کیسے پہچانتی ہے؟ جبکہ میری اس سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔" تو اس نے کہا: "اے سری جب سے مجھے معرفت حاصل ہوئی ہے میں جاہل نہیں رہی۔ جب سے عبادت میں مشغول ہوئی ہوں تو کبھی غافل نہیں ہوئی' جب سے وصال ہوا کبھی جدائی نہیں ہوئی' جب سے اس کا دیدار کیا تب سے حجاب حائل نہ ہوا اور اہل درجات تو ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔" پھر اس نے اس مفہوم کے اشعار پڑھے:

"معرفت الٰہی کی حقیقت میرے باطن کے نور میں متحقق ہو چکی ہے' اب میرا دل خالصتاً اپنے محبوب ہی کے لئے ہے اب میں ہمیشہ اپنے رب کے اوصاف بیان کرتی رہوں

گی۔ کیا کوئی عاجز غلام اپنے آقا کے اوصاف بیان کر سکتا ہے؟''

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کہا: ''میں تمہیں محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور یہ کہ تم پر وجد کا ظہور ہوتا ہے' تم کس سے محبت کرتی ہو؟'' اس نے جواب دیا ''اس ذات سے جس نے اپنے رحم و کرم سے ہمیں اپنی معرفت عطا فرمائی' جس نے اپنے انعامات سے ہمیں اپنا محبوب بنالیا' جس کی عطا کے بادل ہم پر برستے ہیں' جو دلوں کے بہت قریب ہے' غموں کو دور کرتا اور نافرمانوں سے درگزر فرماتا ہے۔'' پھر میں نے پوچھا: ''تمہیں یہاں کس نے قید کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''حاسدین اور بغض کرنے والوں نے' انہوں نے مجھ پر زیادتی کی اور مجھے مجنونہ کا نام دے کر یہاں ڈال دیا حالانکہ وہ خود اس نام کے زیادہ حق دار ہیں۔' پھر اس نے اس مفہوم کے چند اشعار پڑھے:

''اے وہ بزرگ و برتر ہستی جس نے میری تنہائی کو دیکھ کر مجھے اپنے وصل کے قرب سے مانوس اور کیف و سرور کی لذتوں سے آگاہ کیا! میں غافل تھی اس نے مجھے بیدار کیا' میں اونگھ رہی تھی اس نے مجھے جگا دیا۔''

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس کا نام پوچھا تو بولی ''نام کو چھوڑیں جو آپ نے میری باتیں سنیں پہچان کے لئے وہی کافی ہیں۔'' ابھی گفتگو جاری تھی کہ اس کا آقا بھی آگیا' اس نے اپنی باندی کے نگران سے پوچھا: ''تحفہ کہاں ہے۔'' نگران نے جواب دیا اس کے پاس حضرت سیّدنا شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں' انہوں نے اس سے ایسی گفتگو کی کہ وہ ان کی باتیں بڑے غور سے سننے لگی۔'' اس کا مالک بھی ان کے پاس چلا آیا اور آپ کو دیکھ کر تعظیماً دست بوسی کی اور عرض کی: ''یا سیدی! آپ کی برکت سے یہ باندی نرم دل ہوگئی ہے۔'' آپ نے دریافت فرمایا: ''تمہیں اس کی کون سی عادت بری لگی ہے؟'' اس نے جواب دیا ''یا سیدی! یہ باندی سارنگی بجاتی ہے' مجھے اچھی لگی میں نے بیس ہزار درہم میں اسے خرید لیا کیونکہ یہ بہت خوبصورت تھی اور مجھے اس کا سارنگی بجانا بھی بہت پسند تھا۔ مجھے امید تھی کہ میں اس سے دگنا نفع حاصل کروں گا۔ ایک دن میں اس کے پاس

آیا' سارنگی اس کی گود میں تھی اور یہ اس مفہوم کے چند اشعار گنگنا رہی تھی:

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

''تیرے حق کی قسم! میں نے تو اپنے عہد کو توڑا اور نہ ہی اپنی محبت کے صاف ستھرے چشمے کو گدلا کیا بلکہ میرا سینہ اور دل تو محبّت سے بھرا ہوا ہے پس مجھے کس طرح قرار اور سکون مل سکتا ہے۔ اے میرے پروردگار! تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں پس تو بھی مجھے اپنی بندی دیکھ کر مجھ سے راضی ہو جا۔''

جب یہ نغمے سے فارغ ہوئی تو بہت دیر تک روتی رہی اور سارنگی کو زمین پر مار کر توڑ دیا اور چیخنے چلانے لگی۔ اس کی عقل زائل ہو گئی۔ میں سمجھا کہ یہ کسی کی محبت میں گرفتار ہے لیکن جب میں نے اس کی حالت کے متعلق غور کیا تو محبت کا کوئی نشان دیکھنے میں نہ آیا۔ حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے اس باندی سے پوچھا کیا اسی طرح ہوا جیسا کہ انہوں نے بتایا ہے؟'' اس نے جواب میں کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

''حق تعالیٰ نے میرے دل کو مخاطب فرمایا تو وعظ و نصیحت میری زبان پر جاری ہو گئی۔ پس اس نے جدائی کے بعد مجھے اپنا قرب عطا کیا اور مجھے اپنی خاص بندی بنا لیا۔ جب اس نے مجھے ندا دی تو میں نے بھی برضا و رغبت اس کی ندا پر لبیک کہا۔''

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آقا سے فرمایا: ''تم اس کو آزاد کر دو میں اس کی قیمت ادا کرتا ہوں۔'' اس کا آقا زور سے چلایا اور کہنے لگا: ''آپ تو فقیر ہیں' اس کی قیمت کہاں سے چکائیں گے؟'' میں نے کہا: ''جلدی نہ کرو تم یہیں رہو' میں اس کی قیمت کا اہتمام کرتا ہوں۔'' حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں اپنے گھر گیا' میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور میرا دل اس باندی کے سبب غمگین تھا' میں نے وہ رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرتے' اس کی طرف توجہ کرتے اور اپنی حاجت برآنے کے لئے اسی پر توکل کرتے ہوئے گزاری۔ سحری کے وقت دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو میں نے پوچھا: ''دروازے پر کون ہے؟'' جواب ملا ''آپ کا دوست ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔''

خدا اپنے محبوبوں کو تنہا نہیں چھوڑتا

میں نے دروازہ کھولا تو خوبصورت اور صاف ستھرے لباس میں ملبوس ایک نوجوان کھڑا تھا' اس کے ساتھ ایک خادم' شمع اور پانچ بدر (مال کی وہ تھیلی جس میں دس ہزار درہم ہوں) اونٹوں پر تھیں۔ میں نے پوچھا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' تم کون ہو؟'' اس نے جواب دیا میں محمد بن مثنیٰ ہوں' مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی عطاء وبخشش سے نوازا ہے اور اس نے بخل نہیں کیا اور مجھے اتنا مال عطا فرمایا: انسان اس کو اٹھانے سے عاجز ہیں' میں سو رہا تھا کہ ایک آواز آئی ''اے احمد! کیا تم ہم سے ایک معاملہ کرو گے؟'' میری نیند اڑ گئی' میں نے کہا: ''مجھ سے زیادہ اور کون اس بات کا حق دار ہوگا کہ اس سے معاملہ کیا جائے؟'' آواز آئی ''پانچ بدر مال سری سقطی کو دے دو کہ وہ تحفہ نامی کنیز کے مالک کو دے کر اس کو غلامی کی قید سے چھڑائے گا اور تم ہماری جانب سے جہنم سے آزادی کا پروانہ پاؤ گے کہ ہم ہی اس پر نظر عنایت فرمانے والے اور لطف وکرم کرنے والے ہیں۔'' چنانچہ میں مال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ساری صورت حال بیان کر دی ہے۔'' حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا۔ جب نماز فجر پڑھ لی اور دن کی روشنی پھیل گئی تو میں احمد بن مثنیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اسے پاگل خانے لے گیا' تحفہ کا نگران دائیں بائیں دیکھ رہا تھا لیکن جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: ''خوش آمدید! تحفہ کے پاس چلیں' وہ بہت غمزدہ ہے اور اس کا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے اس لئے کہ کل شام مجھے غیب سے یہ آواز سنائی دی تھی ''تحفہ کا تعلق تو مجھ سے ہے' وہ میری نوازشات سے کسی لمحہ بھی خالی نہیں ہوتی' اس نے قرب کی گھڑیاں پائیں تو بلند مرتبہ حاصل کر لیا۔'' میں جلدی سے بیدار ہوا اور ہاتف غیبی کے کلام کو دہراتا رہا یہاں تک کہ میں نے آپ کو دیکھ لیا۔ حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہم تحفہ کے پاس گئے تو اس کو اس مفہوم کے اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ

''میں نے صبر کا دامن تھامے رکھا یہاں تک کہ میرا صبر تیری محبت پر فخر کرنے

لگا، میں نے اپنی دیوانگی کو چھپائے رکھا لیکن تجھ سے اپنے معاملے کو مخفی نہ رکھ
سکی، تیری محبت میں میرا بیڑیاں پہننا اور قید کی تنگی سہنا میرا ہی صبر ہے، اگر تو مجھ
پر اس حالت میں راضی و خوش رہے تو زمانے کی طوالت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں
کہ تو ہی میرا سب سے بڑا غم گسار ہے اور اے میرے رب! بے شک تو ہی
میرا پالنے والا اور میری مصیبت ٹالنے والا ہے۔"

حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اشعار پڑھنے کے دوران ہی اس کا مالک بھی روتا ہوا آ گیا، میں نے کہا: "آپ نے زحمت کیوں کی؟ ہم خود آپ کے پاس تحفہ کی قیمت لے کر آئے ہیں، اور مزید پانچ ہزار درہم بطور نفع بھی لائے ہیں۔" اس نے کہا: "اللہ کی قسم! میں نہیں لوں گا۔" میں نے کہا: "دس ہزار درہم چاہتے ہو؟" اس نے قسم کھاتے ہوئے کہا: "میں نہیں لوں گا۔" میں نے کہا: "اتنا مزید نفع چاہتے ہو؟" اس نے تیسری بار کہا: "خدا عزوجل کی قسم! میں نہیں لوں گا اور اگر آپ مجھے دنیا اور اس کا تمام مال و اسباب بھی دے دیں تب بھی قبول نہیں کروں گا، میں اس کو رضائے الٰہی کے لئے آزاد کرتا ہوں۔" میں نے پوچھا: "مجھے بتاؤ ماجرا کیا ہے؟" اس نے کہا: "یا سیدی! رات کو خواب میں کسی نے مجھے سخت کلمات کے ساتھ ملامت کرتے ہوئے کہا، اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو اللہ تعالیٰ کی ولیہ کی توہین کرتا ہے۔" میں کانپتے ہوئے بیدار ہو گیا، اب مجھے دنیا ذلیل لگنے لگی ہے اور اپنی تمام اشیاء کو چھوڑ کر اپنے رب کی طرف بھاگنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ روتا ہوا جدھر منہ آیا چل دیا۔ حضرت سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں احمد بن مثنیٰ علیہ الرحمۃ کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو بھی روتے ہوئے پایا۔ ان پر قبولیت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے پوچھا: "تم کیوں روتے ہو؟" کہنے لگے "میں ابھی تک اپنے رب کو راضی نہ کر سکا اور نہ ہی اپنا مال قبولیت کے مقام پر پاتا ہوں، اب میں یہ سب اس کی رضا کے لئے صدقہ کرتا ہوں۔" میں نے کہا: "یہ سب تحفہ کی برکتیں ہیں۔" پھر تحفہ کھڑی ہوئی، اپنا لباس تبدیل کر کے اون کا جبہ پہن لیا اور بالوں کا دوپٹہ اوڑھے منہ آسمان کی طرف بلند کر کے چل پڑی، ہم بھی اس کے ساتھ ہی چلنے لگے۔ وہ یہ کہتی ہوئی جا رہی تھی:

میری زندگی ہے تم سے کہیں تم بدل نہ جانا

''میں اس کی بارگاہ کی طرف بھاگی اور اس کی محبت میں روئی اور حق تو یہ ہے کہ وہی میرا مالک حقیقی ہے' میں ہمیشہ اسی کی بارگاہ میں حاضر رہوں گی یہاں تک کہ اپنی آرزوؤں کے مطابق اپنا حصہ وصول کرلوں۔''

ہم اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ وہ یہ کہتی ہوئی شہر سے باہر نکل گئی:

''اے لوگوں کو خوشی اور مسرت دینے والے! میرا سرور تو تو ہی ہے۔ اے لوگوں کو زندگی عطا کرنے والے! میری راحت تو تجھی سے ہے' میرے لئے جنت و دوزخ' میری نعمتیں اور میرا غمگسار تو ہی تو ہے۔''

حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''پھر چلتے چلتے وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اس کے مالک اور احمد بن مثنیٰ نے کچھ عرصہ میری صحبت اختیار کی۔ جب اس کے مالک کا انتقال ہوگیا تو ہم حج کے ارادے سے بیت اللہ شریف پہنچے۔ طواف کعبہ کے دوان ہمیں یہ درد بھری آواز سنائی دی ''میں نے تیری محبت میں رسوائیاں جھیلیں' اب تیرے قرب کی امیدوار کیونکر نہ ہوں کہ تو ہی اپنے عشق میں گرفتاران دلوں کی شکایت دور کرنے والا ہے جو ہجر و فراق کا شکار ہیں۔ اے نفس! اگر اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی وجہ سے تیرا محاسبہ کرلیا تو تو برباد ہو جائے گا لہٰذا اپنے رب سے عفو و درگزر اور رضا مانگ لے۔''

حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے اس آواز والے کو تلاش کیا تو مجھے ایک عورت دکھائی دی جس کی عقل اور حالت کچھ ٹھیک نہیں دکھائی دے رہی تھی اس نے مجھے دیکھ کر کہا ''السلام علیکم اے سری!'' میں نے جواب میں وعلیک السلام کہنے کے بعد پوچھا ''تم کون ہو؟'' وہ کہنے لگی خدائے وحدہ لاشریک کی معرفت کے بعد بھی اظہار ناواقفیت ہو رہا ہے۔ آپ ابھی تک حجاب میں ہیں' آپ کے دل پر عشق نے قبضہ نہیں جمایا۔''

مالک اور لونڈی دونوں اللہ کو پیارے ہوگئے

یہ کہنے کے بعد اس نے بتایا ''میرا نام تحفہ ہے۔'' میں نے پوچھا: ''خود کو لوگوں سے الگ تھلگ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تجھے کیا نفع دیا؟'' اس نے کہا: ''میرے پروردگار

نے میری تمام امیدیں اور آرزوئیں پوری کر دیں اور میرے دل کو اپنے غیر سے خالی کر دیا۔" اس کے بعد وہ روتی رہی اور اس پر بے چینی کی کیفیت طاری ہو گئی پھر اس نے اپنا سر اٹھا کر یوں عرض کی: "یا اللہ! اہل تقویٰ کامیاب ہو گئے، متقین نے نجات پائی اور وہ شخص ذلیل و رسوا ہوا جس کے حصے میں بدبختی آئی، اے مالک حقیقی! میں تیری بارگاہ میں التجا کرتی ہوں کہ اپنے وصال اور ملاقات سے قرب عطا فرما اور مجھے اپنے پاس بلا لے کہ مجھے دنیا میں رہنے کی حاجت نہیں۔" پھر اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور زمین پر تشریف لے آئی۔ ہم نے اسے حرکت دی تو دیکھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ جب احمد بن مثنیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر نظر پڑی تو ان کے دل پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بھی زور زور سے رونے لگے پھر انہوں نے بھی بلند آواز سے چیخ ماری اور زمین پر گر پڑے اور ہمیشہ کے لئے دنیا سے کوچ کر گئے۔ حضرت سیدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں دونوں کی تجہیز و تکفین کے بعد واپس آ گیا۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا۔"

سبحان اللہ! ان لوگوں کی خوب شان ہے جنہوں نے احکامِ خداوندی کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کی، کائنات کو نگاہِ عبرت سے دیکھا اور غور و فکر کیا اور لغزشوں کو یاد کر کے فکر آخرت کی اور عبرت حاصل کی۔ ان کو یہ بات سمجھ آ گئی کہ مقبول بندے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اور اپنے مقاصد پانے میں کامیاب ہو گئے۔

(الروض)

(۱۴۲)

اولاد کے بارے میں دستورِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ کسی کو صرف بیٹی عطا فرماتا ہے اور کسی کو صرف بیٹا دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو بیٹا اور بیٹی دونوں ہی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو بانجھ بنا دیتا ہے نہ انہیں بیٹی دیتا ہے نہ بیٹا اور یہ دستور خداوندی صرف عام انسانوں ہی تک محدود نہیں بلکہ اس نے اپنے خاص و مخصوص بندوں یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی اس بارے میں چاروں طرح کا بنایا ہے چنانچہ حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہما السلام کی صرف بیٹیاں ہی تھیں کوئی بیٹا نہیں تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف بیٹے ہی بیٹے تھے کوئی بیٹی ہی نہیں اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کی کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔

(روح البیان، ج ۸، ص ۳۴۲)

قرآن مجید میں رب العزت جل جلالہ نے اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝

(الشوریٰ، ع ۵)

”خدا جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے بیشک وہ علم و قدرت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ بیٹی دے یا بیٹا دے یا دونوں عطا فرمائے یا بانجھ بنا دے بہر حال یہ بھی خدا کی نعمتیں ہیں۔ مذکورہ بالا آیت کے آخری حصہ یعنی اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ کون اس لائق ہے کہ اس کو بیٹی ملے اور کون اس قابل ہے کہ اس کو بیٹا ملے اور کون اس کی اہلیت رکھتا ہے کہ اس کو بیٹا اور بیٹی ملے اور کون ایسا ہے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو۔ ان باتوں کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ وہ بہت علم والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ انسان اپنے ہزار علم و آگہی کے باوجود اس معاملہ کو نہیں جانتا کہ انسان کے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں ہے۔

یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ انسان کے حق میں کیا بہتر ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ' رکوع ۲۶)

''ہو سکتا ہے کہ تم لوگ ایک چیز کو ناپسند سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہت اچھی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم لوگ پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہت بری ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے تم لوگ نہیں جانتے ہو۔''

اس لئے بندوں کو چاہئے کہ اگر اپنی خواہش کے مطابق کوئی چیز نہ مل سکے تو ہرگز ناراض نہ ہوں بلکہ یہ سوچ کر صبر کریں کہ ہم اس چیز کے لائق ہی نہیں تھے۔ اس لئے ہمیں خدا نے نہیں دیا وہ زیادہ علیم و قدیر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون کس چیز کا اہل ہے اور کون اہل نہیں ہے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی؟ اگر تو کسی قابل ہوتا

اس زمانے میں دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ بیٹیوں کی پیدائش سے چڑھتے اور منہ بگاڑ لیتے ہیں بلکہ بعض بدنصیب تو اول فول بک کر کفرانِ نعمت کے گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ بیٹیوں کی پیدائش پر منہ بگاڑ کر ناراض ہو جانا یہ زمانہ جاہلیت کے کفار کا منحوس

طریقہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بیٹی کی پیدائش کو منحوس جاننا

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل، رکوع ۷)

''اور جب ان کافروں میں سے کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ میں گھٹتا رہ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی سے کہ اس کو ذلت کے ساتھ رکھے گا یا مٹی میں دبا دے گا ارے بہت ہی برا یہ حکم لگاتے ہیں۔''

خوب سمجھ لو کہ مسلمانوں کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بیٹیوں کی پیدائش پر بھی خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں اور مندرجہ ذیل حدیثوں کی بشارت پر ایمان رکھ کر سعادت دارین کی کرامتوں سے سرفراز ہوں۔

حضور ﷺ نے مندرجہ ذیل حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں:

۱-عورت کے لئے یہ بہت ہی مبارک ہے کہ اس کی پہلی اولاد لڑکی ہو۔

۲-جس شخص کو کچھ بیٹیاں ملیں اور وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے یہاں تک کہ کفو میں ان کی شادی کر دے تو وہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔

۳-حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ بیٹیوں کو برا مت سمجھو اس لئے کہ میں بھی چند بیٹیوں کا باپ ہوں۔

۴-جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لڑکی! تو زمین پر اتر۔ میں تیرے باپ کی مدد کروں گا۔ (روح البیان، ج ۸، ص ۳۴۲)

(۱۴۳)

عرب کے ذہین ترین انسان نے اسلام قبول کرلیا

عرب کے ذہین ترین فرد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ بیان کرتے ہیں: جب ہم غزوۂ خندق سے واپس مکہ مکرمہ آئے تو میں نے قریش کے چند لوگوں کو اکٹھا کیا جو میری رائے کو اہمیت دیا کرتے تھے اور میری بات دھیان سے سنا کرتے تھے۔ جب سردارانِ قریش میرے پاس جمع ہوئے تو میں ان سے اس طرح مخاطب ہوا:

''تمہیں خوب اچھی طرح معلوم ہے اور اللہ کی قسم! میں بھی دیکھ رہا ہوں کہ محمد کا دین روز بروز ترقی کر کے ایک بھاری جمعیت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس سے نمٹنا اب عربوں کے لئے ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے لائے ہوئے مذہب کو اگر جلد سے جلد جڑ سے ختم کرنا ہے تو اس کے لئے کوئی خاطر خواہ اور موثر قدم اٹھانا پڑے گا۔ اس اقدام میں جتنی بھی تاخیر ہوگی ہمیں اسی قدر نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اکیلا ہی اسلام کا کلمہ بلند کرتا تھا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اب اس کلمے کے ماننے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روش پر کوئی زبردست قدغن عائد نہ ہوئی تو پھر اس دین کا ڈنکا آفاقِ عالم میں بجنے لگے گا اور اس وقت ہم سب کی پگڑیاں اس کے پیروکاروں کے جوتوں سے روندی جائیں گی اور ہاں، تم لوگ جب میرے پاس اکٹھے ہوئے ہو تو میں اپنی ایک تجویز سے تمہیں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں، ممکن ہے تمہیں میری یہ تجویز پسند آئے اور آگے کی جانب قدم بڑھانے میں تم لوگ میری پوری مدد کر سکو۔''

عمرو بن عاص کی تجویز

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر قریش کے چنیدہ لوگوں نے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے اور کیا تجویز ہے؟

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: میری تجویز یہ ہے کہ ہم لوگ شاہ حبشہ نجاشی کے پاس چلیں اور اس کے پاس کچھ دنوں کے لئے اپنی بود و باش اختیار کر لیں۔ اس دوران اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری قوم پر غالب آ جائے تو ہم لوگ اس وقت نجاشی کے پاس ہوں گے اور ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احسان مند ہونے کی بجائے شاہِ حبشہ کے احسان مند رہیں گے اور اگر ہماری قوم غالب آ جائے تو پھر ہماری ناک اونچی تو رہے گی ہی' ہمیں اپنی قوم کی طرف سے خیر و بھلائی بھی پہنچے گی۔

حاضرین نے اس تجویز کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھا اور کہا: ہاں' اس تجویز پر بہر حال عمل ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں ہمارا فائدہ ہی ہے نقصان نہیں۔

عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) نے کہا: تو پھر ہمارے پاس کچھ ایسی چیزیں جمع کراؤ جنہیں نجاشی کو بطور ہدیہ پیش کر سکیں تا کہ وہ یہ ہدیہ لے کر خوش ہو جائے اور ہماری عزت و تکریم کرے۔ ہماری سرزمین کی جو سب سے اچھی چیز نجاشی کے دل کو بھانے والی ہے' وہ چمڑا ہے۔

چنانچہ ہم سب نے مل کر نجاشی کو ہدیہ دینے کے لئے بہت سارا چمڑا اکٹھا کیا۔ پھر ہم اس کے ملک حبشہ جا پہنچے۔ ہم ابھی نجاشی کے دربار کی طرف جا ہی رہے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ ہمیں نظر آئے جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین صحابہ کے بارے میں کچھ کہہ کر نجاشی کے پاس میں بھیجا تھا۔ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے اور جو کچھ کہنا تھا' کہہ سن کر باہر نکل گئے۔

میں نے اپنے دوستوں سے کہا: یہ عمرو بن امیہ ضمری ہے' میں نجاشی کی خدمت میں پہنچ کر اس سے کہتا ہوں کہ تم اس آدمی کو میرے حوالے کر دو جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر بے دین

ہو گیا ہے' اگر نجاشی میری بات مان لے اور اسے میرے حوالے کر دے تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔ جب میں یہ کام انجام دے دوں گا تو یقیناً قریش کو بڑی خوشی حاصل ہوگی اور محمد (ﷺ) کے ایلچی کے قتل سے وہ ایک قسم کی راحت محسوس کریں گے اور میں بھی سمجھوں گا کہ میں نے ان کا حق ادا کر دیا۔

نجاشی بادشاہ کی خوشی اور پھر ناراضگی

میں اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ کر نجاشی کے دربار میں گیا۔ دربار میں داخل ہوتے ہی اس کے سامنے حسب معمول سجدے میں گر گیا۔ نجاشی نے کہا:

''مَرْحَبًا بِصَدِيقِي' أَهْدَيْتَ اِلَيَّ مِنْ بِلَادِكَ شَيْئًا؟''

''میرے دوست کا آنا مبارک ہو' کیا تم اپنے ملک سے میرے لئے کوئی چیز بطور ہدیہ لائے ہو؟''

میں نے کہا: ہاں' بادشاہ سلامت! میں آپ کے لئے بہت سارا چمڑا بطور ہدیہ لایا ہوں۔ پھر میں نے ہدیہ اس کی خدمت میں پیش کیا' وہ بہت خوش ہوا۔

اب میں نے اپنا تیر آزمانا چاہا کیوں کہ نجاشی بڑا خوش تھا اور خوشی کے وقت انسان لوگوں کے بہت کام آتا ہے اسی لئے میں نے چاہا کہ اپنے مقصد کی بات کہہ ڈالوں چنانچہ میں نے نجاشی سے کہا:

''بادشاہ سلامت! ابھی ابھی میں نے ایک آدمی کو آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا ہے' جو ہمارے دشمن کا ایلچی تھا۔ آپ اسے میرے حوالے کر دیں تا کہ میں اسے قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف اور بزرگوں کو بہت تکلیف دی ہے۔''

یہ سننا تھا کہ نجاشی غصے سے بھڑک اٹھا اور کھینچ کر ایک زوردار طمانچہ اپنی ہی ناک پر دے مارا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''فَغَضِبَ' ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَضَرَبَ بِهَا اَنْفَهُ ضَرْبَةً ظَنَنْتُ اَنَّهُ قَدْ كَسَرَهُ فَلَوْ انْشَقَّتْ لِيَ الْاَرْضُ لَدَخَلْتُ فِيهَا فَرَقًا مِنْهُ۔''

''نجاشی یہ سنتے ہی سخت غضب ناک ہو گیا' اپنا ہاتھ دراز کیا اور کھینچ کر اپنی ہی ناک پر

زوردار ضرب لگائی' میں سمجھا کہ اس نے اپنی ناک توڑ ڈالی' اگر زمین میرے لئے پھٹ جاتی تو میں اس کے خوف سے زمین میں چھپ جاتا۔'' میں نے کہا:

''اَیُّهَا الْمَلِكُ' وَاللهِ لَوْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ تَكْرَهُ هٰذَا مَا سَاَلْتُكَهُ''

''بادشاہ سلامت! اللہ کی قسم! اگر مجھے گمان بھی ہوتا کہ آپ کو میری یہ بات ناگوار لگے گی تو ہرگز آپ سے نہ کہتا۔'' نجاشی گویا ہوا:

نجاشی کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی

''اَتَسْاَلُنِیْ اَنْ اُعْطِیَكَ رَسُوْلَ رَجُلٍ یَّاْتِیْهِ النَّامُوْسُ الْاَكْبَرُ الَّذِیْ كَانَ یَاْتِیْ مُوْسٰی' لِتَقْتُلَهُ؟''

''کیا تم مجھ سے اس شخصیت کے پیغامبر کو قتل کرنے کے لئے طلب کر رہے ہو جس کے پاس وہی ناموسِ اکبر (جبرئیل علیہ السلام) آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا؟''

میں نے کہا: بادشاہ سلامت! کیا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واقعی حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح نبی ہے؟ نجاشی بولا:

''وَیْحَكَ یَا عَمْرُو' اَطِعْنِیْ وَاتَّبِعْهُ فَاِنَّهُ وَاللهُ لَعَلَی الْحَقِّ' وَلَیَظْهَرَنَّ عَلٰی مَنْ خَالَفَهُ كَمَا ظَهَرَ مُوْسٰی عَلٰی فِرْعَوْنَ وَجُنُوْدِهٖ۔''

''اے عمرو! تیری بربادی ہو' میری بات مانو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر لو کیونکہ اللہ کی قسم وہ نبی برحق ہیں اور مخالفین پر ضرور ان کو غلبہ حاصل ہوگا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لاؤ لشکر پر غالب آئے تھے۔''

میں نے عرض کیا: پھر آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مجھ سے اسلام پر بیعت لے سکتے ہیں؟ نجاشی نے کہا: ہاں ہاں' کیوں نہیں۔

تین شخصیات کا قبولِ اسلام

پھر اس نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور میں نے اس کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور دائرۂ

اسلام میں داخل ہوگیا۔ جب میں اپنے دوستوں کے پاس واپس آیا تو اسلام اور محمد ﷺ کے بارے میں میری رائے بالکل بدل چکی تھی۔ میں نے اپنے قبول اسلام کے بارے میں ساری باتیں ان سے چھپائے رکھیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے رسول اکرم ﷺ سے ملنے کے لئے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ ابھی میں نکل ہی رہا تھا کہ مجھے خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ نظر آئے جو مکہ سے آرہے تھے' یہ فتح مکہ سے کچھ ہی دن پہلے کی بات ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے اے ابوسلیمان؟

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''وَاللّٰهِ! لَقَدِ اسْتَقَامَ الْمَنْسِمُ' وَاِنَّ الرَّجُلَ لَنَبِیٌّ' اَذْهَبُ وَاللّٰهِ اُسْلِمُ' فَتَحَتّٰی مَتٰی؟''

''اللہ کی قسم! (محمد ﷺ کا) دین مستحکم ہوگیا یقیناً وہ آدمی نبی ہے' اللہ کی قسم! میں اسلام قبول کرنے کے لئے نکلا ہوں' آخر کب تک میں حق کو زبردستی ناحق سمجھ کر اس کے خلاف جنگ لڑتا رہوں گا۔''

میں نے کہا: ''وَاللّٰهِ! مَا جِئْتُ اِلَّا لِاُسْلِمَ''

''اللہ کی قسم! میرے جانے کا مقصد بھی اسلام قبول کرنا ہی ہے۔''

چنانچہ اب ہم تینوں مدینہ منورہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خالد بن ولید آگے بڑھے اور اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی۔ آخر میں میں آپ ﷺ کے قریب ہوا اور عرض کیا:

''یَارَسُوْلَ اللّٰهِ' اِنِّیْ اُبَایِعُكَ عَلٰی اَنْ یُّغْفَرَلِیْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِیْ - وَلَا اَذْکُرُ مَا تَاَخَّرَ۔''

''اے اللہ کے رسول! میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ میں اپنے آئندہ کرتوتوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا' اور نہ ہی دوبارہ ان کا ارتکاب کروں گا۔''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"یَا عَمْرُو، بَایِعْ، فَإِنَّ الْإِسْلَامَ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهُ، وَإِنَّ الْهِجْرَةَ تَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهَا۔"

''اے عمرو! بیعت کرو، اسلام گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اسی طرح ہجرت بھی پہلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔'' پھر میں نے بیعت کی اور واپس آ گیا۔

(مسند احمد ۱۹۸/۴، البدایۃ والنہایۃ ۲۰۳/۶، مجمع الزوائد ۳۵۰/۹)

(۱۴۴)

طریقت بجز خدمت خلق نیست

وہ سخت ٹھٹھرتی ہوئی رات تھی۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حسب معمول مدینہ منورہ کا راؤنڈ لگانے نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے باہر ایک معمولی سا خیمہ لگا ہوا ہے۔ اس کے دروازے پر ایک معمر اور باوقار بوڑھا بیٹھا ہوا ہے۔ اس پر سفر کی مشقت کے آثار دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ نے اسے سلام کیا جس کا اس نے جواب دیا۔ آپ نے خیمے کے اندر سے عورت کے کراہنے کی آواز سنی جس سے اندازہ ہوا کہ اسے بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''چچا! تمہارے پاس کون ہے؟'' کہنے لگا: ''میری بیوی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''اس کے پاس کون ہے؟'' کہنے لگا: ''اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔'' آپ کو اس بزرگ کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور مصیبت کے برداشت کرنے پر خوشگوار تعجب ہوا۔

آپ واپس ہولئے اور مختصر راستے پر چلتے ہوئے اپنے گھر پہنچے۔ اپنی اہلیہ محترمہ یعنی سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: ''بے مثال غنیمت کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' انہوں نے پوچھا: ''امیر المومنین! وہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا:

''ایک عورت زچگی کی حالت میں ہے۔ اس کا شوہر ایک بوڑھا شخص ہے اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔ آپ کپڑے اور ضروری چیزیں جمع کریں جن کی بچے کی پیدائش کے وقت ضرورت ہوتی ہے۔ میں ان کے کھانے کے لئے روٹی اور سالن کا

انتظام کرتا ہوں۔"

حضرت عمر فاروق کا جذبۂ خدمتِ خلق

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے زچہ اور بچے کی ضرورت کی چیزیں اکٹھی کیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روٹی اور کھانے کی چیزیں اٹھائیں اور دونوں چل دیئے۔ آدھی رات بیت چکی تھی۔ یخ بستہ ہوائیں چل رہی ہیں اور موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ اسی حالت میں خیمے کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا خیمے کے اندر چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بزرگ کے ساتھ دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ نے آگ جلا کر اس پر ہنڈیا چڑھا دی اور کھانا تیار کرنے لگے۔ دھواں بے تحاشا اٹھ رہا تھا اور آپ کی داڑھی میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود آپ مصروف رہے یہاں تک کہ کھانا پک گیا۔

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنا کام نمٹا دیا' زچہ کی امداد کی اور بچے کو کپڑے پہنا دیئے۔ انہوں نے دروازے پر آ کر کہا: "امیر المومنین! اس بزرگ کو بیٹے کی مبارکباد دیجئے۔ اس بزرگ نے جب یہ سنا کہ آپ کو امیر المومنین کے لقب سے پکارا جا رہا ہے تو وہ دہشت زدہ ہو گیا اور سراپا تعجب بن کر پوچھنے لگا:

"کیا واقعی آپ امیر المومنین ہیں اور یہ آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں؟ کیا واقعی......؟ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہماری طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے" انہیں کھانا ڈال کر دیا اور فرمایا: "اسے اپنی بیوی کے پاس لے جاؤ۔" اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے کہ کل آپ میرے پاس آئیں۔ حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ واپس جاتے ہوئے ان کی سماعت سے وہ دعائیں ٹکرائیں جو وہ بزرگ اور ان کی اہلیہ مسرت و فرحت سے سرشار ہو کر انہیں دے رہے تھے۔ جب گھر پہنچے تو آپ نے فرمایا:

"ام کلثوم! یہ واقعہ کیسا رہا؟" انہوں نے فرمایا: "امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے۔ آئندہ بھی کبھی ایسی صورت حال ہو تو مجھے ضرور یاد فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں ایسی خدمت خلق کے لئے سراپا اشتیاق ہوں اور ہر وقت تیار۔ یہ تو

بڑی غنیمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔"

مخلوق کی خدمت حاصل شدہ غنیمت

دوسرے دن وہ بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فاروق اعظم اور ان کی اہلیہ رضی اللہ عنہما کے بارِ احسان سے ان کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ شرمسار دکھائی دے رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: آپ بوجھ محسوس نہ کریں۔ ان کی عزت افزائی کی اور ان کے کنبے کے لئے مناسب وظیفہ مقرر کیا اور فرمایا: "آپ دونوں میاں بیوی میرے لئے دعا کریں۔" (عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ ابن جوزی۔ کچھ تصرف کے ساتھ)

یہ تھے ماضی کے حکمران، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی خدمت ہم پر اور ہمارے اہل وعیال پر فرض اور لازم ہے۔ وہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے راتوں کو جاگتے تھے اور خوشی سے ان کا حق واجب ادا کرتے تھے۔ وہ خدمت خلق کو حاصل ہونے والی غنیمت جانتے تھے۔ اس میں بیوی بچوں کو بھی شریک کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عوام ان کے فرمانبردار تھے۔ حکمرانوں اور عوام میں معمولی سا اختلاف بھی نہیں تھا۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(۱۴۵)

فاسق کی خبر پہ اعتماد نقصان دہ ہو سکتا ہے

۵ھ کے غزوۂ بنی المصطلق میں جب مسلمان فتح یاب ہو گئے اور حضور اکرم ﷺ نے اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو صحابہ کرام نے تمام اسیران جنگ کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی اس خاندان کا کوئی آدمی غلام نہیں رہ سکتا۔ مسلمانوں کے اس حسن سلوک اور اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر تمام قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ''ولید بن عقبہ'' کو اس قبیلہ والوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ قبیلے کے دولت مندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کے فقراء پر تقسیم کر دے۔

قبیلہ بنی المصطلق کے لوگوں کو جب ''ولید'' کی اس آمد کا علم ہوا تو وہ عامل اسلام کے استقبال کے لئے خوشی خوشی ہتھیار لے کر بستی سے باہر میدان میں نکلے۔ زمانہ جاہلیت میں اس قبیلہ اور ولید میں کچھ ناچاقی رہ چکی تھی اس لئے پرانی عداوت کی بناء پر استقبال کے اس اہتمام کو ولید نے دوسری نظر سے دیکھا اور سمجھا اور قبیلہ والوں سے اصل معاملہ دریافت کئے بغیر ہی مدینہ واپس لوٹ آیا اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ تو مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس خبر سے حضور رنجیدہ ہوئے اور مسلمان بے حد برافروختہ ہو گئے بلکہ مقابلہ کے لئے جہاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر بنی المصطلق کو ولید کے اس عجیب طرز عمل سے بڑی حیرت ہوئی اور جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ولید نے دربار نبوت میں غلط بیانی اور تہمت طرازی کر دی ہے تو ان

لوگوں نے معزز اور باوقار وفد دربار نبوت میں بھیجا جس نے بنی المصطلق کی طرف سے صفائی پیش کی۔ایک جانب اپنے عامل ولید کا بیان اور دوسری جانب بنی المصطلق کے وفد کا بیان۔دونوں کی باتیں سن کر حضور علیہ السلام نے خاموشی اختیار فرمالی اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے۔آخر وحی الٰہی اتر پڑی اور سورۂ ''حجرات'' کی آیات نے نازل ہو کر نہ صرف معاملہ کی حقیقت ہی واضح کر دی بلکہ اس خصوص میں ایک مستقبل قانون اور معیار تحقیق بھی عطا کر دیا۔(خزائن الایمان'ص ۶۱۴)وہ آیات یہ ہیں:

ایک مستقل قانون اور معیارِ تحقیق

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ ۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○(حجرات' ع ۱)

اے ایمان والو!اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو ایسا نہ ہو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ہوئے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتانے لگو اور جان لو کہ اللہ کا رسول تم میں موجود ہے اگر وہ تمہاری بات اکثر معاملات میں مان لیا کریں تو ضرور تم مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کو پیارا کر دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے اور کفر وحکم عدولی اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناگوار کر دیا ہے اور یہی لوگ اللہ کے فضل واحسان سے ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

۱-خبروں کے بیان کرنے میں عام طور پر لوگوں کا یہی مزاج اور طریقہ بن چکا ہے کہ جو خبر بھی ان کے کانوں تک پہنچے اس کو بے تکلیف بیان کر دیا کرتے ہیں اور حقیقت حال کی تفتیش اور جستجو بالکل نہیں کرتے خواہ اس خبر سے کسی بے گناہ پر افتراء کیا جاتا ہو یا کسی کو

نقصان پہنچتا ہو۔

بلاتحقیق بات کرنا گناہ ہے

اسلام نے اس طریقہ کار کو بالکل غلط قرار دیا ہے بلکہ قرآن نے اسلامی ادب کا قانون بتایا ہے کہ ہر خبر کو سن کر پہلے اس کی تحقیق کر لینی چاہیے۔

جب وہ خبر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر اس خبر کو لوگوں سے بیان کرنا چاہیے۔ اس بات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ **کفی بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع** (ابوداؤد) آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو بات بھی سنے لوگوں سے (بلاتحقیق) بیان کرنے لگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲- اس آیت سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اگر عادل اور پابند شریعت ہو تو اس کی خبر معتبر ہے۔

۳- بعض مفسرین نے فرمایا: یہ آیت ولید بن عقبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ آیت عام ہے اور ہر فاسق کی خبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۴- ولید بن عقبہ کو صحابی ہوتے ہوئے قرآن مجید نے فاسق کہا تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد جب ولید بن عقبہ نے صدق دل سے سچی توبہ کر لی تو اس کا فسق زائل ہو گیا لہٰذا کسی صحابی کو فاسق کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ ہر صحابیِ صادق، عدول اور پابند شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۴۶)

بحیرہ راہب کی پیش گوئی

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب بن عبدالمطلب نے جب ملک شام کی طرف تجارتی قافلے کے ساتھ نکلنا چاہا اور قافلے کے کوچ کا وقت آن پہنچا تو رسول اکرم ﷺ اپنے ننھے منے اور خوبصورت قدموں سے چلتے ہوئے آئے اور کہا: چچا جان! میں بھی اس تجارتی قافلے میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں' میں آپ کے بغیر اکیلے نہیں رہ سکتا' آپ کی یاد مجھے ستائے گی اور پھر ابو طالب کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اپنی پیار بھری آواز میں کہنے لگے:

"یَا عَمِّ' اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؟ لَا اَبَ لِیْ وَلَا اُمَّ لِیْ؟"

"چچا جان! آخر آپ مجھے کس کے حوالے کر کے سفر پر جا رہے ہیں؟ میرے ابو جان بھی میری دیکھ بھال کے لئے اس دنیا میں نہیں رہے اور نہ ہی میری امی جان اب اس دنیا میں میرے لئے زندہ ہیں؟"

یہ جملہ جب کسی یتیم اور معصوم بچے کی زبان سے نکلے جس نے اپنی زندگی کی خوشیاں ماں باپ کی شکل میں نہ دیکھی ہوں تو اس کے مربی پر کیا کچھ اثر پڑ سکتا ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ابو طالب بن عبدالمطلب کی پرورش و پرداخت میں پروان چڑھنے والے اس دُرِّ یتیم کی طرح کسی بچے کی دیکھ بھال کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی ہو۔

نوخیز زبان سے نکلنے والے جملے سے چچا کا دل ایک دم پسیج سا گیا اور فوراً بھتیجے کی دلجوئی کے لئے گویا ہوئے:

"وَاللہِ! لَاَخْرُجَنَّ بِہٖ مَعِیْ' وَلَا یُفَارِقُنِیْ وَلَا اُفَارِقُہٗ اَبَدًا"

''اللہ کی قسم! میں اپنے بھتیجے کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا' یہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی میں اس سے کبھی علیحدہ ہوں گا۔''

چنانچہ ابوطالب نے بھتیجے کو ساتھ لیا اور قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ طویل سفر طے کر کے سرزمین شام کے مقام بصریٰ میں پہنچے اور قافلے کے ساتھ وہیں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں کے گرجا گھر میں ایک پادری رہا کرتا تھا جس کا نام بحیرہ تھا۔ عیسائیوں کے دعوے کے مطابق وہ دین مسیحی کا سب سے بڑا عالم تھا اور یہی ان کا عقیدہ بھی ہے کہ جو بھی پادری بنتا ہے وہ اپنے پیشوا سے موروثی علم حاصل کرتا ہے اور وہی مذہبی رہنمائی بھی کرتا ہے۔

دعوتِ عام کا انتظام

اس سفر سے قبل بھی مکہ کے تاجروں کا معمول تھا کہ وہ تجارتی قافلے کے ساتھ جب ملک شام کا سفر کرتے تو اکثر و بیشتر بصریٰ میں اس گرجا گھر کے قریب اپنا پڑاؤ ڈالتے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ پادری اپنے گرجا گھر سے نکل کر ان کے پاس آیا ہو اور ان سے کسی قسم کی گفتگو کی ہو مگر عجیب اتفاق کہ اس بار اس نے نہ صرف یہ کہ ان سے گفتگو کی بلکہ پورے قافلے کے لئے دعوتِ عام کا اہتمام بھی کیا۔

سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ پادری کی اس دعوت کا راز دراصل رسول اکرم ﷺ پر ظاہر ہونے والی نبوت کی نشانی تھی جسے پادری نے دیکھ لیا تھا۔ بات دراصل یہ تھی اس پادری نے قافلے کے اوپر ایک بادل دیکھا جو سارے لوگوں کو چھوڑ کر ایک چھوٹے سے بچے پر اپنا سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب قافلے نے گرجا گھر کے قریب ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا تو بادل نے درخت پر اپنا سایہ پھیلا دیا اور درخت کی ڈالیوں نے رسول اکرم ﷺ کی طرف جھک کر ان کو اپنی چھاؤں میں لے لیا۔ یہ سارا منظر پادری اپنے گرجا گھر سے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً گرجا گھر سے نکل کر باہر آیا اور قافلے والوں کے لئے ایک بھاری دعوت کا بندوبست کیا۔

جب کھانا تیار ہو گیا تو قافلے والوں کے پاس یہ کہہ کر دعوت بھیجی:

"اِنِّیْ قَدْ صَنَعْتُ لَكُمْ طَعَامًا يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ تَحْضُرُوْا كُلُّكُمْ، صَغِيْرُكُمْ وَكَبِيْرُكُمْ، عَبْدُكُمْ وَحُرُّكُمْ"

''اے قافلہ قریش! میں نے تمہارے لئے دعوتِ طعام کا اہتمام کیا ہے' میری خواہش ہے کہ تم سب لوگ میری دعوت میں شرکت کرو۔ چھوٹا بڑا' غلام اور آزاد بھی شریک ہوں۔''

یہ پُر تکلف دعوت کس کے لئے تھی؟

قافلے والوں میں سے ایک شخص نے کہا:

"وَاللّٰهِ يَا بَحِيْرَةُ! اِنَّ لَكَ لَشَانًا الْيَوْمَ، فَمَا كُنْتَ تَصْنَعُ هٰذَا بِنَا، وَقَدْ كُنَّا نَمُرُّ بِكَ كَثِيْرًا، فَمَا شَانُكَ الْيَوْمَ!؟"

''اللہ کی قسم! اے بحیرہ! آج تو نے خلافِ معمول کام کیا ہے' ضرور کوئی بات ہے' اس دعوت کا اہتمام تو نے پہلے کبھی نہیں کیا۔ جب کہ اکثر و بیشتر ہمارا گزر تیرے پاس ہی سے ہوتا رہا ہے' پھر آخر آج بات کیا ہے؟''

بحیرہ نے اس کے جواب میں کہا:

"صَدَقْتَ، قَدْ كَانَ مَا تَقُوْلُ، وَلٰكِنَّكُمْ ضَيْفٌ وَقَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ اُكْرِمَكُمْ وَاَصْنَعَ لَكُمْ طَعَامًا فَتَاكُلُوْا مِنْهُ كُلُّكُمْ"

''تو سچ کہتا ہے' بات وہی ہے جو تو کہتا ہے لیکن تم میرے مہمان ہو' میری تمنا ہے کہ میں تمہاری مہمان نوازی کروں' اس لئے میں نے تم لوگوں کے لئے دعوتِ طعام کا اہتمام کیا ہے' لہٰذا تم سب میری دعوت میں شریک ہو کر کھانا تناول کرو۔''

چنانچہ قافلے کے تمام افراد پادری کی اس دعوت میں شریک ہوئے' صرف رسول اکرم ﷺ اس دعوت میں شرکت نہیں کر سکے کیونکہ آپ بچے تھے اور درخت کے نیچے قافلے کے سامان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ جب بحیرہ نے مدعوین کی طرف غور سے دیکھا تو ان میں اس صفت کی حامل شخصیت اسے نظر نہیں آئی جس کی وہ پہچان کر چکا تھا اور جو صفات اس

نے پہلے سے پڑھ رکھی تھیں۔

جس کے لیے اتنا اہتمام کیا ہے وہ تو نظر نہیں آ رہے

چنانچہ وہ گویا ہوا:

"یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ، لَا یَتَخَلَّفَنَّ اَحَدٌ مِّنکُمْ عَنْ طَعَامِیْ"

"اے قافلہ قریش! تم میں سے کوئی بھی ہرگز ہرگز میری دعوت سے پیچھے نہ رہنے پائے۔"

اہل قافلہ نے کہا: اے بحیرہ! تمہاری اس دعوت میں شرکت سے کوئی پیچھے نہیں، صرف ایک بچہ شریک نہیں ہو سکا، کیونکہ وہ ابھی کمسن و کم عمر ہے اس لئے وہ قافلے والوں کے سامان کے پاس ہی رہ گیا ہے۔

بحیرہ نے کہا: نہیں نہیں، ایسا نہ کرو بلکہ اسے بھی میری دعوت میں شریک ہونے کا موقع دو، تا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔ قافلے میں سے ایک شخص گویا ہوا:

"وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی! اِنْ کَانَ لَلُؤْمٌ بِنَا اَنْ یَتَخَلَّفَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ طَعَامٍ مِّنْ بَیْنِنَا"

"لات و عزیٰ کی قسم! یہ ہماری کم ظرفی ہو گی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا صاحبزادہ ہمارے ساتھ دعوتِ طعام میں شرکت سے پیچھے رہے (اور ہم اس کے بغیر کھانا تناول کریں)"

پھر وہ مجلس سے اٹھ کر گیا اور رسول اکرم ﷺ کو اپنے ساتھ بلا کر لایا اور آپ کو قافلے والوں کے ساتھ بٹھا دیا۔ جب بحیرہ کی نگاہ آپ پر پڑی تو وہ بڑے دھیان سے ٹکٹکی باندھ کر آپ کی طرف دیکھنے لگا اور دیر تک دیکھتا رہا۔ جو کچھ صفات اس نے پڑھ رکھی تھیں ان کا وہ بغور معائنہ کر رہا تھا۔ جب سارے لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو گئے اور ادھر ادھر پھیل گئے تو بحیرہ اٹھ کر رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

لات و عزیٰ کی نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم

"یَا غُلَامُ، اَسْاَلُكَ بِحَقِّ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی، اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِیْ عَمَّا

اَسْأَلُكَ عَنْهُ"

"اے بچے! میں تجھے لات وعزیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے پوچھوں گا اس کا صحیح صحیح جواب دینا۔"

دراصل بحیرہ نے لات وعزیٰ کا واسطہ اس لئے دیا کہ اس نے آپ کی قوم کے لوگوں کو لات وعزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے سن رکھا تھا۔

ابن اسحاق کے راجح قول کے مطابق پادری نے آپ سے جو لات وعزیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا تھا' وہ بطور امتحان تھا کیونکہ وہ صحیح طور سے آپ کی شخصیت کا اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ غرض پادری بحیرہ کی یہ بات سن کر رسول اکرم ﷺ نے فوراً اس کی گرفت فرمائی اور گویا ہوئے:

"لَا تَسْأَلْنِیْ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی، فَوَاللّٰہِ! مَا اَبْغَضْتُ شَیْئًا قَطُّ بُغْضَهُمَا"

"مجھے لات وعزیٰ کا واسطہ دے کر کوئی بات مت پوچھو' اللہ کی قسم! ان دونوں معبودانِ باطلہ سے زیادہ میں نے کسی چیز سے بغض ونفرت نہیں کی۔"

بحیرہ نے کہا: پھر میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تجھ سے میں جو کچھ پوچھوں اس کا جواب دینا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سَلْنِیْ عَمَّا بَدَا لَكَ" "جو چاہو پوچھو۔"

اس کے بعد پادری بحیرہ نے آپ سے آپ کے سونے جاگنے اور دیگر حالات کے بارے میں سوالات کئے اور آپ نے اس کو اپنے بارے میں سب کچھ بتایا۔ آپ کے جوابات سن کر پادری بحیرہ نے وہ سارے اوصاف اپنے مطالعہ اور مشاہدہ کے موافق پائے جو کچھ اس نے پڑھ رکھے تھے یا آپ کے متعلق اپنے پیشواؤں سے سن رکھے تھے۔ پھر اس نے آپ کی پیٹھ پر دونوں مونڈھوں کے درمیان "مہر نبوت" بھی دیکھی۔

پادری بحیرہ یہ سب دیکھنے سننے کے بعد رسول اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب بن عبدالمطلب کے پاس آیا اور پوچھا: "مَا هٰذَا الْغُلَامُ مِنْكَ؟"

''یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟''

ابو طالب نے جواب دیا ''اِبْنِیْ''۔ ''یہ میرا بچہ ہے۔''

پادری بحیرہ نے کہا:

''مَا هُوَ بِابْنِكَ، وَمَا يَنْبَغِيْ لِهٰذَا الْغُلَامِ اَنْ يَّكُوْنَ اَبُوْهُ حَيًّا''

''یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کا باپ زندہ ہو سکتا ہے۔''

ابو طالب نے بتایا: ''فَاِنَّهُ ابْنُ اَخِيْ''۔ ''دراصل یہ میرے بھائی کا لخت جگر ہے۔'' پادری بحیرہ نے پوچھا: اس کے والد کے متعلق بتائیں؟

ابو طالب نے بتایا: اس کے والد کا انتقال اسی وقت ہو گیا جب کہ یہ شکم مادر میں تھا۔

پادری بحیرہ نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ اب آپ اس بچے کو لے کر پہلی فرصت میں اپنے وطن کو لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہوشیار رہیں۔

''فَوَاللّٰهِ! لَئِنْ رَاَوْهُ وَعَرَفُوْا مِنْهُ مَا عَرَفْتُ لَيَبْغُنَّهٗ شَرًّا، فَاِنَّهٗ كَائِنٌ لِابْنِ اَخِيْكَ هٰذَا شَانٌ عَظِيْمٌ، فَاَسْرِعْ بِهٖ اِلٰى بِلَادِهٖ''

''اللہ کی قسم! اگر یہود اس بچے کو دیکھیں گے اور جو کچھ میں نے (نبوت کی نشانیاں) اس میں دیکھی ہیں، وہ بھی دیکھ لیں گے تو اس کے ساتھ ناروا سلوک کریں گے اور ظلم ڈھائیں گے کیونکہ مستقبل میں آپ کے اس بچے کی ایک عظیم شان ہونے والی ہے، اس لئے آپ جلدی سے اسے اس کے وطن لے کر چلے جائیں۔''

ابو طالب نے جب بحیرہ راہب کی یہ بات سنی تو ملک شام میں اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت پاتے ہی فوراً اپنے وطن کو روانہ ہو گئے اور رسول اکرم ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک اس وقت قریباً بارہ سال تھی۔

(سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۸۱، دلائل النبوۃ، بیہقی ۲/۲۷-۲۹، مستدرک حاکم ۳/۶۱۵، شیخ ناصر الدین البانی نے اس واقعے کی تصدیق کی ہے)

(۱۴۷)

اگر تم نے سلام کا جواب نہیں دیا تو تم فاسق اور معزول ہو

یہ کلمات امام صالح، متقی اور زاہد شیخ شمس الدین الدروطی نے مصر اور شام کے بادشاہ سلطان قانصوہ وغوری کو کہے۔ ہوا یہ کہ سلطان نے انہیں طلب کیا۔ جب شیخ سلطان کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' سلطان کسی وجہ سے شیخ سے ناراض تھا' اس نے سلام کا جواب نہ دیا۔ سلام کا جواب نہ دینے پر شیخ جلال میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے غیر اللہ کا خوف ختم کر دیا اور ان کی نگاہوں سے سلطان کا جاہ و جلال غائب ہو گیا۔ انہوں نے اپنا سر بلند کرتے ہوئے سلطان کو کہا:

''اے قانصوہ! اگر تو نے سلام کا جواب نہ دیا تو تو فاسق اور معزول ہے۔''

سلطان کو ایک انجانی طاقت نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ شریعت کی ہیبت اس پر چھا گئی اور اس کا غیظ و غضب کافور ہو گیا۔ اس نے کہا: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' لیکن آواز اتنی دھیمی تھی کہ اس کے پاس والوں نے بھی بہ مشکل سنی ہوگی۔

تب شیخ نے سلطان کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

''آپ ہمیں کس لئے جہاد پر ابھارتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں' جن پر سوار ہو کر ہم جہاد کریں۔''

سلطان نے کہا: آپ کے پاس بہت مال ہے' جس سے آپ گزر بسر کر رہے ہیں۔

اس کے بعد ان کی آپس میں طویل گفتگو ہوئی۔ شیخ نے سلطان کو اس کی سابقہ اور موجودہ حالت یاد دلائی اور یہی علماء کی شان ہے، وہ نصیحت سے کام لیتے ہیں اور بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

عالم دین کی بادشاہ کو نصیحت

"اے قانصوہ! تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو بھلا چکا ہے جو اس نے تجھے عطا کی ہیں اور تو نے ان کا مقابلہ نافرمانی سے کیا ہے۔ کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جب تو عیسائی تھا؟ پھر مجاہدین اسلام نے تجھے قیدی بنالیا اور بیچ دیا تو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل ہو رہا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا اور تجھے آزادی اور اسلام کی عظیم نعمت عطا فرمائی پھر تجھے یہاں تک احسانات سے نوازا کہ تو مخلوق کا بادشاہ بن گیا۔ عنقریب تجھے لاعلاج مرض لاحق ہوگا پھر تو مر جائے گا۔ تجھے کفن پہنایا جائے گا اور تیرے لئے اندھیری قبر کھودی جائے گی۔ پھر تیری ناک اس مٹی میں دفن کی جائے گی پھر تو ننگا، بھوکا اور پیاسا اٹھایا جائے گا۔ پھر تجھے اس عادل حاکم کے سامنے کھڑا کیا جائے گا جو ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ پھر منادی اعلان کرے گا کہ جس کا غوری پر حق ہے اور جس پر اس نے ظلم کیا ہے وہ حاضر ہو جائے تو اتنے لوگ حاضر ہوں گے جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ تجھ سے اپنا حق اس طرح مانگیں گے جس طرح مظلوم ظالم سے اپنا حق مانگتا ہے۔"

غوری نے شیخ کی گفتگو اور مخلصانہ نصیحت سنی تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، چہرے پر سیاہی چھا گئی اور اس پر خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو گئی کیونکہ اس نے ایک ایسا کلام سنا تھا جو مومن کے دل میں راسخ قوت ایمانی سے برآمد ہوا تھا۔ سلطان کے ایک محرم راز اور حاشیہ نشین نے گفتگو میں مداخلت کی۔ وہ چاہتا تھا کہ اس خوفناک ماحول کا رنگ ڈھنگ بدل جائے اکثر سلاطین اور حکمرانوں کے اس قسم کے برے درباری ہوتے ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ اس نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا: "جناب شیخ! فاتحہ پڑھیے" اسے اس بات کا ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں شدت خوف کی بناء پر سلطان عقل نہ کھو بیٹھے۔ شیخ اٹھے اور سلطان کو خود فراموشی کی حالت میں چھوڑ کر چل دیئے۔ انہوں نے سلطان سے

اجازت لی نہ کسی حاشیہ بردار سے۔ جب شیخ چلے گئے اور سلطان کی محویت ٹوٹی تو کہنے لگا: ''شیخ کو میرے پاس بلاؤ'' اور انہی دس ہزار دینار پیش کرو تا کہ دمیاط میں برج کی تعمیر کے لئے کام میں لائیں۔ اس کا خیال تھا کہ شیخ کو راضی کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔ شیخ نے مسکراتے ہوئے کہا:

میں بحمدہٖ تعالیٰ دولت مند ہوں اور کسی کی امداد کا محتاج نہیں ہوں۔ ہاں اگر تمہیں ضرورت ہو تو قرض دے سکتا ہوں اور صبر کی ہمت بھی رکھتا ہوں۔

یہ کہا اور اس حالت میں باہر نکل گئے کہ ان کے سر پر عزت کا پرچم لہرا رہا تھا۔

(النجوم الزاھرۃ۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

تبصرہ و تعارف

حقیقت یہ ہے کہ اس مجلس میں شیخ سے زیادہ عزت والا اور سلطان سے زیادہ ذلیل کوئی نہ تھا۔ عزت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور ذلت اس کی نافرمانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مخلص عالم ربانی پر رحمتیں نازل فرمائے جن پر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت حاوی نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ انہوں نے سلطانِ وقت کی پروانہ کی اور اس کے منہ پر کہہ دیا کہ تو فاسق ہو گیا ہے اور معزول ہے۔ انہوں نے اس بات کی بھی پروانہ کی کہ اس گفتگو کا انجام کیا ہوگا؟ اگر ان کی دنیا جاتی ہے تو جاتی رہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر' آزمائش نازل ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔ ہر چہ بادا باد۔ ان دونوں کا تعارف یہ ہے کہ شمس الدین دروطی (دال پر زبر' راء پر پیش) مصری خطیب اور زاہد تھے۔ سلطان قانصوہ غوری کے دور میں جامع مسجد از ہر شریف کے خطیب تھے' سلطان کے سامنے بے باکی سے کلمۂ حق کہتے تھے۔ اس کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے' تجارت پر گزر بسر کرتے تھے۔ دروط' مصر کے رہنے والے تھے' دمیاط میں فوت ہوئے۔ ان کی تصانیف میں القاموس اور امام نووی کی منہاج کی شرح ہے' ۹۲۱ھ میں فوت ہوئے۔

(الاعلام)

اور قانصوہ غوری: ابوالنصر سیف الدین' شاہ مصر' اس کا لقب الملک الاشرف تھا' اصل

کے اعتبار سے جرکسی اور عجمی تھا۔ ۸۵۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس نے بڑی بڑی یادگاریں تعمیر کیں' اسے موسیقی' ادب اور شعر سے بہت لگاؤ تھا۔ حیرت انگیز حد تک بہادر تھا۔ علماء کی ہم نشینی کا دلدادہ تھا' حلب کے معرکہ ''مرج دابق' میں ۹۲۲ھ میں سلطان سلیم عثمانی سے شکست کھائی اور قتل ہوا۔ (الاعلام' ۵/۱۸۷)

(۱۴۸)

نورازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا

حضور ﷺ نے فرمایا: ''کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ''یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔''

حضرت سیدنا ابو محمد مکی اور حضرت سیدنا ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہما بیان فرماتے ہیں ''جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: ''یا اللہ بحق مصطفیٰ ﷺ میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے استفسار فرمایا: ''اے آدم (علیہ السلام)! تجھے میرے محبوب ﷺ کی پہچان کیسے ہوئی؟'' عرض کی: ''یا اللہ! جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اٹھایا تو اس پر لکھا ہوا پایا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اس ہستی سے بڑھ کر قدر ومنزلت والا کوئی نہیں، پس میں نے تیری بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کیا۔'' جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اپنے حبیب ﷺ کی برکت سے ان کی لغزش معاف فرمادی۔''

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ ﷺ، باب استغفار آدم علیہ السلام، الحدیث ۴۲۸۶، ج ۳، ص ۵۱۷، بتغیر)

نورِ مصطفیٰ حضرت حوا کی طرف منتقل

اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا اور ان کو جنت میں ٹھہرا کر فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اس کے بعد حضرت سیدنا آدم علیہ علیہ السلام کو اس ودیعت کیے گئے نور کی قدر ومنزلت کی پہچان کرائی اور فرمایا: ''پاک وصاف ہو کر تسبیح

وتقدیس کرو پھر اپنی اہلیہ حواء کا حق زوجیت ادا کرو کہ تم دونوں سے اپنے فیض آثار نور کا ظہور فرمانے والا ہوں۔'' پس آپ علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے حضرت سیّدہ حوا رضی اللہ عنہا میں منتقل فرما دیا۔ یہ شب جمعہ اور رجب المرجب کی بارہویں رات تھی۔ پھر آپ علیہ السلام اس نور کو حضرت سیّدہ حوا رضی اللہ عنہا کی پیشانی میں سورج کی مانند دائرے کی صورت میں دیکھا کرتے۔ جب حضرت سیّدنا شیث علیہ السلام بڑے ہوئے اور جوانی کی حدود میں قدم رکھا تو حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اس خدائی راز کو کسی پاک بازبی بی میں ہی منتقل کریں گے تاکہ یہ کسی پاک باز مرد تک ہی منتقل ہو۔ اس طرح یہ مبارک نور نیک مردوں کی پشتوں سے نیک عورتوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا۔

سیّدہ آمنہ کے بطنِ اطہر میں

جب یہ نور حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہوا تو اس کی برکت سے وہ ہر قسم کے خوف سے بے پرواہ ہو گئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی کو رفیع الشان صلبوں سے بلند رتبہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر کی طرف منتقل فرمایا تو اس منتقلی کے ساتھ ہی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں۔ ساری مخلوق ایک دوسرے کو بشارتیں دینے لگی۔ زمین و آسمان میں اعلان کر دیا گیا'' اے عرش! وقار و سنجیدگی کا نقاب اوڑھ لے۔ اے کرسی! فخر کی زرہ پہن لے۔ اے سدرۃ المنتہیٰ! خوشی سے جھوم جا۔ اے ہیبت اور رعب و دبدبہ کے انوار! تم بھی خوب روشن ہو جاؤ۔ اے جنت! خوب آراستہ و پیراستہ ہو جا۔ اے محلات کی حورو! تم بھی بلندی سے دیکھو۔ اے رضوان (باغبانِ جنت)! جنت کے دروازے کھول دے اور حور و غلماں کو سامان زینت سے آراستہ و پیراستہ کر کے کائنات کی خوشبوؤں سے معطر کر دے۔ اے مالک (داروغہ جہنم)! جہنم کے دروازے بند کر دے کیونکہ آج کی رات میری قدرت کے خزانوں میں چھپا ہوا نور اور راز عبداللہ سے جدا ہو کر آمنہ کے بطن میں منتقل ہونے والا ہے اور اس نور کے منتقل ہوتے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا خالص یقین ظاہر ہو گیا اور آنتیں آپ کے پیٹ

کے بچے سے لپٹ گئیں۔

ہر مہینے ایک نیا واقعہ رونما ہوا

آپ ﷺ کے شکم مادر میں منتقل ہونے سے پہلے مہینے شاہِ ایران کے محل ''کسریٰ'' میں زلزلہ برپا ہوگیا۔ دوسرے مہینے کائنات بشارتوں سے منور ہوئی۔ تیسرے مہینے دریائے ساوہ خشک ہوگیا۔ چوتھے مہینے وادیٔ ساوہ خشک ہوگئی۔ پانچویں مہینے بحیرہ طبریہ رک گیا۔ چھٹے مہینے مالک حقیقی کے پوشیدہ راز کی بناء پر آپ ﷺ کے والد محترم اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ ساتویں مہینے ایران کا آتش کدہ بجھ گیا' آٹھویں مہینے ایوان کسریٰ میں دراڑ پڑ گئی اور کسریٰ ذلیل وخوار ہوا۔ نویں مہینے کسریٰ کے سر سے تاج گر گیا اور اس کی مصیبت و تکلیف شدت اختیار کر گئی۔ اس نے کاہنوں اور راہبوں سے اس بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا گیا کہ بنی عدنان کے سردار کی ولادت کا وقت قریب آچکا ہے اور وہ نبی آخر الزماں ﷺ ہوں گے اور ان کو دلیل وبرہان کے ساتھ مبعوث فرمایا جائے گا۔ نیز ان کے اوصاف تورات وانجیل اور زبور میں موجود ہیں اور ان کا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا۔

حضرت سیّدنا ابن ابی زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شہنشاہ مدینہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول شریف کی بارہ تاریخ پیر کے دن عام الفیل میں ہوئی۔''

(السیرۃ النبوۃ لابن ھشام' ولادۃ رسول اللہ ﷺ ج ا' ص ۱۶۱)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند:

اس عظیم الشان نبی ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری پر ساری کائنات خوشی سے جھوم اٹھی۔ اس ماہِ مبارک کی پہلی رات حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو عجیب وغریب کیف وسرور حاصل ہوا۔ دوسری رات آپ رضی اللہ عنہا کو حصول مطلوب کا مژدہ ملا۔ تیسری رات آپ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ آپ کے شکم اطہر میں جو ہستی ہے وہ ہماری حمد بجالانے اور شکر ادا کرنے والی ہے۔ چوتھی رات آپ رضی اللہ عنہا نے ملائکہ کی تسبیح سنی جو آپ ﷺ کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ پانچویں رات آپ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو آپ رضی اللہ عنہا کو نور والے اور بلندیوں کے مالک نبی کریم ﷺ کی بشارت دے رہے تھے۔ چھٹی رات

آپ رضی اللہ عنہا کو ایسا دائمی فرحت و سرور حاصل ہوا کہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نہ کمزور پڑیں نہ آپ کو کبھی تھکاوٹ ہوئی۔ ساتویں رات اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا نور پھیلایا تو وہ ہر طرف پھیل گیا۔ آٹھویں رات ولادتِ شہ دیں کا وقت قریب آنے کی وجہ سے ملائکہ نے حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس کا چکر لگایا۔ نویں رات آپ رضی اللہ عنہا کی سعادتوں اور تونگری کی ابتدا ہوئی۔ دسویں رات آپ رضی اللہ عنہا کی تھکاوٹ و تکلیف جاتی رہی۔ گیارہویں رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی میں تشریف لائے تو سارا گھر نور سے منور ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا شک و شبہ اور ڈر ختم ہو گیا' صفا و مروہ پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہی اپنے پروردگارِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور اپنی انگلی آسمان کی جانب اس طرح بلند کی جیسے کوئی شخص عاجزی و انکساری سے اپنے مالک کے سامنے ہاتھ بلند کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کائنات میں بکھر گئی۔ ملائکہ نے تکبیر و تہلیل (اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ) کے نعرے لگائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظمت و جلال والے چہرۂ اقدس کے مبارک نور سے ساری زمین بقعۂ نور (نور کا ٹکڑا) بن گئی۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا بیان

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں نے سفید بادلوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا جنہوں نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے چھپا لیا پھر میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا" اے فرشتو! انہیں مشرق و مغرب کا طواف کراؤ' انہیں تمام سمندری مخلوق' جنگلوں' جانوروں اور خالی جگہوں میں رہنے والے جنوں کے پاس سے گزارو اور انہیں ہر ذی روح پر پیش کرو تا کہ وہ انہیں ان کے نام اور اوصاف کے ساتھ پہچان لیں' نیز انہیں سب انبیاء علیہم السلام کی جائے ولادت کا بھی چکر لگواؤ تا کہ ان کی برکت کے آثار و نشانات ان کو بھی عام ہوں۔"

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ "پھر وہ بادل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا۔ تین افراد بڑی تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا طشت' دوسرے

کے پاس موتیوں سے جڑا ہوا کوزہ اور تیسرے کے پاس سبز ریشم کا رومال تھا۔ انہوں نے چہرۂ حبیب ﷺ کو کوزے کے پانی سے دھویا پھر رومال سے تصدیق کی مہر نکال کر پشت نبوی پر ثبت کر دی۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی سعادت اور توفیق مکمل ہو گئی۔ پھر کسی کی آواز آئی ''انہیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دو اور انہیں حضرت سیّدہ آدم علیہ السلام کی برگزیدگی، حضرت سیّدنا شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت سیّدنا نوح علیہ السلام کی رقت و نرمی، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی گہری دوستی، حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی فرمانبرداری، حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی بردباری، حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال، حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام کی سریلی آواز، حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کا حکم، حضرت سیّدنا لقمان رضی اللہ عنہ کی حکمت، حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی طاقت، حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور حضرت سیّدنا عیسیٰ علی الصلوٰۃ والسلام کی خندہ پیشانی عطا کرو بلکہ ان کو تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ حمیدہ سے متصف کر دو۔''

(رسائل میلادِ مصطفیٰ، باب مولد النبی ﷺ لابن حجر مکی علیہ الرحمۃ، ص ۲۴ مختصراً)

پاک ہے وہ ذات جس نے ﷺ کو سب نبیوں کا سلطان بنایا اور ان کے ذکر خیر کو ہر طرف پھیلایا۔ انہیں بلند مرتبہ عطا فرمایا اور ان کی ولادت باسعادت پر فارس کی آگ بجھ گئی، بصرہ کے محلات روشن ہو گئے، بت منہ کے بل گر پڑے اور ایوانِ کسریٰ میں ہلچل مچ گئی۔

تو شاہِ خوباں تو جانِ جاناں

آپ ﷺ ہی شفاعت کبریٰ کے مالک ہیں، آپ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف موجودات کو شرف بخشا بلکہ آپ ﷺ کو تمام موجودات کے لئے دنیا و آخرت میں باعث رحمت بنایا۔

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''حضور نبی پاک ﷺ سب سے زیادہ شجاع و بہادر، سب سے حسین اور سب سے زیادہ سخی تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعتہ ﷺ، الحدیث ۲۳۰۷، ص ۱۰۸۵) تمام لوگوں سے زیادہ بردبار تھے (احیاء علوم الدین، بیان جملۃ من محاسن اخلاقہ ﷺ، ج ۲، ص ۱۴۴) تمام لوگوں سے زیادہ کریم تھے۔ (اخلاق النبی علیہ السلام لابی الشیخ الاصبہانی، باب ما روی

فی کظمہ الغیظ وحلمہ' الحدیث ۵۷' ج ا' ص ۶۰) سب سے زیادہ عابد وزاہد تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ فصیح کلام کرنے والے تھے۔ (احیاء علوم الدین' کتاب آداب المعیشۃ واخلاق النبوۃ' ج ۲' ص ۴۵۰) اور سب سے زیادہ عاجزی وانکساری فرمانے والے تھے (المرجع السابق' بیان جملۃ من محاسن اخلاقہ ﷺ' ج ۲' ص ۴۴۴) ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ صحیح اور سب سے بڑھ کر انصاف فرمانے والے تھے۔ نیز وسیع الظرف تھے' قیدیوں پر رحم فرماتے' بڑوں کی عزت کرتے' خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے' گرمیوں کی شدت میں بھی روزے رکھتے اور تاریک راتوں میں قیام کرتے۔

ہے چہرہ اُمّ الکتاب تیرا

آپ ﷺ کو رب تعالیٰ نے یوں مخاطب فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (پ ۲۲' الاحزاب' ۴۵'۴۶)

''اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔''

اے مسلمانو! جب حضور ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تو زندگی میں رونق آگئی اور باطل ختم ہو گیا' ایمان کا چراغ جلا تو پھر کبھی نہ بجھا۔ آپ ﷺ کے میلادِ مبارک کی خبر دینے والی لطیف وخوشگوار ہوا ساری کائنات میں چلی اور آپ کے نور مبارک سے ساری کائنات نے عزت وشرافت کا لباس پہن لیا۔ جب اس کا گزر فارس کی زمین سے ہوا تو اس نے (صدیوں سے جلنے والے) آتش کدے کو بجھا دیا اور اہل فارس میں سب سے پہلے حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسے محسوس کیا' آپ بڑی تیزی سے حصول ایمان کی خاطر منزلیں طے کرتے ہوئے حضور سیّد الکونین ﷺ کی بارگاہِ ناز میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ حضور ﷺ کی خواہش کیا ہے۔ ان کی کوشش رائیگاں نہ گئی بلکہ انہوں نے

آپ ﷺ کی زبان اقدس سے یہ مژدۂ جاں فزا سننے کی کامیابی حاصل کر لی کہ "سلمان منا" یعنی سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) ہم میں سے ہیں۔"

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۴۵۹، سلمان فارسی، ج ۴، ص ۶۲)

لطیف وخوشگوار ہوا

جب اس لطیف وخوشگوار ہوا کا گزر ارضِ روم سے ہوا تو سب سے پہلے اہل روم کے سردار حضرت سیّدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے اس کی مہک کو محسوس کیا تو تاجدارِ رسالت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر دامن اسلام کو تھام لیا اور آپ ﷺ کے دیدار سے فیضاب ہو کر صحابیت کا شرف حاصل کیا۔ جب میلادِ مبارک کی لطیف وخوشگوار ہوا ملک یمن کی سرزمین پر پہنچی تو اس کی مہک سب سے پہلے حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے ظاہر و باطن میں محسوس کی اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو پانے کے لئے بغیر کسی ظاہری معاوضے کے اپنی جان لڑا دی اور باجود وطن کی دوری کے مصطفیٰ جان کائنات ﷺ پر ایمان لائے تو سیّد عالم نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "میں یمن کی طرف سے خوشبوئے رحمٰن پاتا ہوں (یعنی یمن رحمانی تجلیات کے ظہور کا مقام ہے۔ مرقاۃ، ج ۱۰، ص ۶۴۶)

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث ۱۹۰۷۸، ج ۳، ص ۶۴۹)

آپ رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ اور عظمت وشان کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: "اے عمر (رضی اللہ عنہ)! جب تم اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) سے ملو تو اسے سلام کہنا اور کہنا کہ وہ تیرے لئے دعائے مغفرت کرے کیونکہ وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا۔"

(سیر اعلام النبلاء، الرقم ۳۷۲، اویس قرنی، ج ۵، ص ۴۷)

عاشقانِ از خوباں خوب تر

جب آپ ﷺ کے میلادِ مبارک کی لطیف وخوشگوار اور خوشبودار ہوا حبشہ پہنچی تو وہاں سب سے پہلے حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا اور انہیں تصدیق کی توفیق نے ایمان تک پہنچایا پھر آپ رضی اللہ عنہ اذانیں دیا کرتے اور یوں اپنے ایمان کا اعلان کرتے اور

دین اسلام کے لئے پریشان رہتے اور حضور ﷺ کے ذکر خیر کے جھنڈے جگہ جگہ گاڑ دیئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی خاص طور پر تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم میرے تذکرے عام کرتے اور میری قدر و منزلت لوگوں میں اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہو یہی وجہ ہے کہ جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے آگے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔'' (جامع الترمذی، ابواب المناقب باب اتیت علی قصر...... الخ، الحدیث ۳۶۸۹، ۲۰۳۱، فیہ خشخشتك امامی فقط)

سبحان اللہ! اس حبشی غلام کی طرف عنایت ربانی سبقت لے گئی جبکہ سرکارِ عالی وقار ﷺ کے قریشی چچا پر شقاوت و بدبختی غالب آ گئی۔ حضرت سیّدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے روم میں معرفت کی بو پائی تو محبت رسول ﷺ میں سرگرداں و حیراں ہو کر جنگلوں میں نکل گئے اور جب قبولیت کی لطیف و خوشگوار ہوائیں حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر چلیں تو گھر والوں، وطن اور سب سے جدا ہو کر محض زیارتِ نبی ﷺ کی طلب میں نکل کھڑے ہوئے اور حضور ﷺ نے اپنے اس فرمان سے حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اچھے وصف سے موصوف کر دیا کہ ''میں یمن کی طرف سے خوشبوئے رحمٰن پاتا ہوں۔''

جب یہی نسیم سحر یمن سے گزری تو اس کی مہک پا کر حضرت سیّدنا عامر رضی اللہ عنہ نے بتوں کی پوجا چھوڑ کر اسلام کا دامن تھام لیا اور قدم بوسی رسول ﷺ سے مشرف ہو گئے اور پھر محبت و عشق ﷺ میں موت کو گلے لگا لیا۔

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

آپ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اہل عقل و دانش کے لئے حیران کن ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام لانے سے قبل حضرت سیّدنا عامر رضی اللہ عنہ ایک بت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ آپ کی ایک بیٹی فالج و جذام کی بیماری میں مبتلا تھی اور چلنے پھرنے سے قاصر تھی۔ آپ اپنے بت کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنی بیٹی کو بھی اس کے سامنے بٹھا لیتے اور پھر کہتے کہ میری یہ بیٹی بیمار ہے اس کا علاج کر دے۔ اگر تیرے پاس اس کی شفاء ہے تو اسے مصیبت و بیماری سے چھٹکارا دے دے۔ کئی سال اس بت سے اپنی حاجت پوری کرنے کا مطالبہ کرتے رہے لیکن اس نے

ان کی حاجت برآری نہ کی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ پر توفیق و ہدایت کی بادِ عنایت چلی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ سے ارشاد فرمایا: ''کب تک اس بہرے و گونگے پتھر کی عبادت کرتے رہیں گے جو نہ آواز نکالتا ہے نہ بات کرتا ہے میں اسے دین حق گمان نہیں کرتا۔'' آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے عرض کی: ''آپ ہمیں کسی راستے پر لے چلیں۔ امید ہے کہ ہم راہِ حق پالیں گے یقیناً اس مشرق و مغرب کا کوئی خدا ہوگا۔''

حضرت سیدنا عامر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی چھت پر بت کے سامنے بیٹھے تھے کہ اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے ایک نور دیکھا جس نے آفاق کو بھر دیا اور ساری موجودات کو روشنی سے چمکا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نگاہِ بصیرت سے پردے ہٹا دیئے تاکہ آپ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ فرشتے قطار در قطار ایک گھر کے گرد جمع ہیں' پہاڑ سجدہ ریز' زمین ساکت و جامد اور درخت جھکے ہوئے ہیں' خوشیاں عروج پر ہیں اور پھر ایک آواز سنی کہ ہدایت دینے والے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوگئی ہے' اس کے بعد آپ اپنے بت کے پاس آئے تو وہ بھی اوندھا پڑا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟ کس چیز کا ظہور ہو رہا ہے؟ یہ کیسی خبر سنائی دے رہی ہے؟'' پھر بت کو گھور کر دیکھا تو وہ کہہ رہا تھا ''توجہ سے سنو! ایک بہت بڑی خبر کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ یہ کہ آج وہ ہستی دنیا میں تشریف لا چکی ہے جو کائنات کو شرف و افتخار بخشے گی اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا چکے ہیں جن کا صدیوں سے انتظار کیا جا رہا تھا جن سے حجر و شجر گفتگو کریں گے' چاند ان کی خاطر دو ٹکڑے ہوگا اور وہ بنی ربیعہ و بنی مضر کے سردار ہیں۔''

بت نے بول کر میلادِ مصطفیٰ کا اعلان کر دیا

حضرت سیدنا عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے استفسار فرمایا: ''کیا تم سن رہی ہو' یہ بے جان پتھر کیا کہہ رہا ہے؟'' اس نے عرض کی: ''اس سے اس مولودِ محترم کا اسم گرامی تو دریافت کریں۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''اے وہ غیبی آواز جو اس سخت پتھر کی زبان میں گفتگو فرما رہی ہے! تجھے اس ذات کی قسم! جس نے تجھے قوت گویائی عطا فرمائی! ذرا یہ تو بتاؤ کہ اس پیدا ہونے والی ہستی کا اسم گرامی کیا ہے؟'' آواز آئی ''حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جو صاحب زمزم و صفا یعنی حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں' آپ ﷺ کی زمین تہامہ ہے' آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور سخت گرم دھوپ میں بادل آپ ﷺ پر سایہ فگن رہے گا۔''

حضرت سیّدنا عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے ارشاد فرمایا: ''چلو آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں تاکہ ہم آپ ﷺ کے سبب راہِ حق پالیں۔'' ابھی وہ دونوں میاں بیوی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ان کی بیٹی جو نیچے گھر میں بیمار پڑی تھی' اچانک ان کے پاس چھت پر آ کر کھڑی ہوئی اور انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پوچھا: ''اے بیٹی! کہاں گیا تیرا وہ درد اور بیماری جس میں تو ہمیشہ سے مبتلا تھی؟ اور کہاں گیا تیرا بے قراری کی وجہ سے راتوں کو جاگنا؟''

بیٹی نے جواب دیا ''اے میرے والد محترم! میں نے خواب دیکھا کہ میرے سامنے ایک نور ہے اور ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا ''یہ نور کس کا ہے جو میں دیکھ رہی ہوں؟ یہ شخص کون ہے جس کا نور مبارک مجھ پر چمک رہا ہے؟ مجھے جواب ملا یہ نور بنی عدنان کے سردار ﷺ کا ہے جن سے ساری کائنات معطر ہو گئی ہے۔ میں نے پھر پوچھا ان کا اسم گرامی کیا ہے؟ جواب ملا ان کا نام مبارک محمد اور احمد ﷺ ہے' قیدیوں اور مصیبت زدوں پر رحم اور مجرموں کو معاف فرمائیں گے۔''

میں نے پوچھا: ''ان کا دین کیا ہے؟'' جواب ملا ''دین حنیف۔'' میں نے پوچھا: ''ان کا نسب کیا ہے؟'' جواب ملا ''قریشی عدنانی۔'' میں نے پوچھا: ''یہ کس کی عبادت کریں گے؟'' جواب ملا ''خدائے وحدہ لاشریک کی۔'' میں نے پوچھا: ''اے مجھ سے خطاب فرمانے والے تو کون ہے؟'' جواب ملا ''میں ان کی آمد کی بشارت دینے والے فرشتوں میں سے ایک ہوں۔''

حضور علیہ السلام کا وسیلہ کام آ گیا

میں نے عرض کی: ''جس دکھ درد میں میں مبتلا ہوں اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟'' اس نے جواب دیا ''بارگاہِ رب العزت میں ان کی عظمت اور جاہ و مرتبہ کا وسیلہ پیش

کردکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے "میں نے اپنا راز اور اپنی برہان ان کو ودیعت کردی ہے اب جس نے بھی ان کے وسیلے سے مجھ سے دعا کی میں اس کو ضرور قبول کروں گا اور قیامت کے دن اپنے نافرمان کے حق میں بھی ان کی شفاعت قبول کروں گا۔" پس میں نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کے مرتبہ کمال کا واسطہ دے کر دعا کی اور اپنے ہاتھ جسم پر پھیر لئے۔ اب جبکہ میں بیدار ہوئی تو بالکل تندرست ہو چکی تھیں جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ حضرت سیّدنا عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے فرمایا: "یقیناً اس مولودِ مسعود ﷺ کی خبر خوش آئند اور بڑی دل آویز ہے، ہم آپ ﷺ کی عجیب وغریب نشانیاں سن اور دیکھ رہے ہیں، میں تو ضرور آپ ﷺ کی محبت میں وادیاں اور گھاٹیاں عبور کرتا ہوں آپ ﷺ کی بارگاہ تک رسائی حاصل کروں گا۔

چنانچہ وہ قافلے کے ہمراہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفا وتکریما کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے متعلق دریافت کیا اور پھر کاشانۂ اقدس کے دروازے پر دستک دی۔ جواب ملنے پر عرض کی: "ہمیں اس نومولود ہستی ﷺ کی زیارت کرا دیں جس کے نور کی بدولت اللہ تعالیٰ نے موجودات کو منور فرمایا ہے اور جس کی وجہ سے اس کے آباؤ اجداد اشرف والے ہو گئے ہیں۔" اس پر حضرت سیّدہ منہ آ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: "میں ہرگز اس ہستی ﷺ کو باہر نہیں نکالوں گی کیونکہ مجھے یہودیوں کی جانب سے تکلیف پہنچائے جانے کا خطرہ ہے۔"

انہوں نے عرض کی: "ہم نے آپ ﷺ کی محبت میں اپنے وطن سے جدائی گوارا کی، حبیب خدا ﷺ کا حسن و جمال دیکھنے کے لئے اپنا دین چھوڑا اور اپنے بدنوں کو تھکاوٹ سے چور چور کر دیا۔"

چہرۂ اقدس سے انوارِ رسالت

حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: "اگر ایسا ہے تو پھر انتظار کرو، کچھ دیر تک مزید صبر کرو، قطعاً جلد بازی سے کام نہ لو پھر آپ رضی اللہ عنہا کچھ دیر کے لئے دروازے کے پاس سے ہٹ گئیں اور دوبارہ واپس آ کر انہیں ارشاد فرمایا: "اندر آ جاؤ۔" جب شمع رسالت کے

پروانوں نے اجازت پا کر باریابی کا شرف حاصل کیا تو انوار حبیب ﷺ کے جلوے دیکھ کر نثار ہو گئے اور بے اختیار تکبیر و تہلیل کے نعرے زبانوں پر جاری ہو گئے اور پھر جب رخ زیبا سے نقاب ہٹا تو آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے ایسی روشنی نمودار ہوئی جس کی کرنیں آسمان تک جا پہنچیں۔ یہ دیکھ کر سب خوشی و مسرت سے بے خود ہو گئے۔ قریب تھا کہ رعب و دبدبہ سے بے ہوش ہو جاتے لیکن سنبھل گئے اور آگے بڑھ کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ارشاد فرمایا ''جلدی کرو کیونکہ آپ ﷺ کے دادا جان حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے وعدہ لے رکھا ہے کہ میں آپ ﷺ کو لوگوں سے چھپا کر رکھوں اور آپ ﷺ کے شان و مرتبہ کو مخفی رکھوں۔''

وہ حبیب خدا ﷺ کی بارگاہ سے اس حال میں جدا ہوئے کہ ان کے دلوں میں محبت کی آگ بھڑک رہی تھی پھر حضرت سیدنا عامر رضی اللہ عنہ نے بے خودی میں اپنا ہاتھ دل پر رکھ دیا اور کہا: ''مجھے واپس حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر لے چلو ان سے دوسری بار رخ مصطفیٰ ﷺ کے حسن و جمال کی زیارت کی بھیک مانگتے ہیں لہٰذا وہ سب ان کی یہ بے قراری دیکھ کر واپس چل پڑے۔ جب حضرت سیدنا عامر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو دوڑ کر آپ ﷺ کے قدمین شریفین سے لپٹ گئے اور گھٹی گھٹی سانسیں لینے لگے اور پھر اسی حالت میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روحِ پاک کو جنت میں پہنچا دیا۔ اللہ کی قسم! عاشقوں اور سچی محبت کرنے والوں کے یہی اوصاف ہوتے ہیں۔

اے مسلمانو! اس محبوب خدا ﷺ کے اوصاف حمیدہ سن لو جنہوں نے ساری کائنات کو عزت اور حسن و جمال سے مزین کر دیا کہ آپ ﷺ کا مبارک نور آفاق میں چمک رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رعب و دبدبہ اور فضل و کرم کا لبادہ اوڑھا رکھا ہے' محض آپ ﷺ کی برکت سے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے حمل کی تکالیف کو آسان کر دیا' اور آپ ﷺ کو اس جہانِ فانی میں بھیج کر پوری کائنات کو آپ ﷺ کی مہک و خوشبو سے معطر کر دیا۔

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ظہورِ نفاس کی وجہ سے کمزوری محسوس کرنے لگیں اور اس غم میں مبتلا ہوگئیں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دودھ نہ پلا سکیں گی تو جانوروں، پرندوں اور ہواؤں میں سے ہر ایک یہ دعا کرنے لگا "یا اللہ! ہمیں اجازت دے کہ ہم تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ پسندیدہ و عزیز ہستی کی پرورش کی سعادت پائیں۔"

فرشتوں نے عرض کی: "یا اللہ! تو جانتا ہے کہ ہمیں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت ہے لہٰذا تو ہمیں ان کی پرورش کرنے کی اجازت عطا فرما تاکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے نور سے شرف پائیں اور اس کی برکت سے کچھ حصہ پائیں۔" ان سب کی التجاء و فریاد کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "میں اس بات پر قادر ہوں کہ ان کی پرورش بغیر کسی سبب اور دودھ پلانے والی کے کروں لیکن میں فیصلہ فرما چکا ہوں اور میں اپنی حکمت و دانائی کے تحت جب کسی کو کچھ عطا کر دوں تو کبھی اس سے واپس نہیں لیتا اور میں نے ازل میں اپنی حکمت کے مطابق یہ لکھ دیا تھا کہ اس درِ یتیم اور نفس کریم کو حکمت والی حلیمہ کے علاوہ کوئی دودھ نہیں پلائے گا۔" اس وقت حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنے شہر میں قیام فرما تھیں تو زبانِ قدرت نے ان کو پکارا اور حدی خواں نے حلیمہ کی سعادت مندی کا یوں نغمہ گنگنایا:

بنی تو محمد کی دائی حلیمہ

"اے حلیمہ سعدیہ! اٹھ جا اور اس ہستی کی رضاعت کا شرف حاصل کر لے جس کا حسن و جمال یکتا ہے اور اگر وہ ہستی نہ ہوتی تو مرضِ عشق گرفتارِ محبت نہ ہوتا اور نہ ہی فرحت و سرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہستی ہیں کہ جن کا حسن بے مثال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تو عشاق نے اپنی گردنیں کٹا دیں۔ اے حلیمہ سعدیہ! جب بارگاہِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضری کی سعادت حاصل کرے گی تو ایسے قرب کی بشارت پائے گی کہ اس کے بعد کبھی بھی کسی تکلیف کا سامنا نہ کرے گی، آپ کی رضاعت کی مہندی تیرے ہاتھوں میں رچی ہوئی ہے، جب والضحیٰ کے روشن و منور مکھڑے کی زیارت کرے اور چاندی

سے مزین وآراستہ لب ورخسار کے جلوے اور بے مثل حسن دیکھے تو اپنے شوہر سے کہنا "کسی قسم کا خوف نہ کھا کہ اس بابرکت ہستی کے صدقے ہم اپنا ہر مقصود پائیں گے۔"

عام طور پر اہل مکہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے شیر خوار بچوں کو رضاعت کے لئے مکہ سے باہر بھیج دیتے تھے۔ حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں "ایک سال ہم قحط کا شکار ہو گئے' نہ تو آسمان سے بارانِ رحمت برسا اور نہ ہی زمین نے کچھ اگایا۔ ہم چالیس (۴۰) عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آئیں تا کہ ان بچوں کو دودھ پلانے کے عوض ان کے گھر والے ہماری کچھ مدد کریں۔ ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئیں تو اہل مکہ اپنے بچوں کو لے کر کعبہ معظمہ زادھا اللہ شرفا وتعظیما آ گئے' ہر باپ اپنے بیٹے کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ اب ہر عورت آگے بڑھتی اور ایک شیر خوار بچہ اٹھا لیتی لیکن جب میں نے اپنی باری پر دیکھا تو سوائے ایک بچے کے کسی کو نہ پایا اور اس کے پہلو میں بھی کوئی نہ تھا۔ میں نے اس بچے کے والد کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا یہ یتیم ہے' اس کا باپ اس وقت دنیا سے کوچ کر گیا تھا جب اس کی ماں حاملہ تھی اور اب وہ (بچے کی ماں) کمزور وناتواں ہے۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا "اس دریتیم کے سوا اب کوئی بچہ باقی نہیں۔" تو اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' اسی کو لے لو' ہم خالی ہاتھ واپس نہیں جائیں گے' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔" اور معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔

آفتاب رسالت حضرت حلیمہ کی گود میں

حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میں نے اس دریتیم کو لے لیا' میں اس وقت خود بھی بچے کی پیدائش کی وجہ سے کمزوری کا شکار تھی اور میری چھاتی میں کمزوری اور بھوک کی وجہ سے دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ تھا لیکن جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا تو میری کمزوری قوت میں بدل گئی اور جب اپنا پستان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھا تو دودھ بہنے لگا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب سیر ہو کر پیا اور میں نے ایک غیبی آواز سنی "اے حلیمہ سعدیہ! تجھے یہ ہاشمی شہزادہ مبارک ہو۔"

حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "پھر میں اپنی سواری پر سوار ہوئی جس کی

حالت یہ تھی کہ کمزوری سے چل بھی نہ سکتی تھی۔ اب وہ قافلہ کی باقی تمام سواریوں سے آگے بھاگنے لگی۔ اس پر سب لوگ حیران تھے۔ جب ہم نے خشک درخت تلے پڑاؤ کیا تو وہ سرسبز ہوگیا اور جب ہم آپ ﷺ کو لے کر تاریک گھر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور چراغ کی طرح چمکنے لگا یہاں تک کہ آپ ﷺ کا نور چراغ کے نور پر غالب آگیا۔''

میں نے اپنے شوہر سے عرض کی: ''کیا آپ نے بھی ملاحظہ کیا ہے جو میں دیکھ رہی ہوں؟'' انہوں نے جواب دیا: ''کیا میں نے نہ کہا تھا کہ یہ مبارک ہستی ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جب ہم گھر پہنچے تو ہمارے پاس جو بکریاں تھیں وہ بہت کمزور تھیں۔ ہم نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور آپ ﷺ کو لے کر ان بکریوں کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ ان کی حالت تبدیل ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کی برکت سے ہمارے رزق میں کثرت ہوگئی حتیٰ کہ باقی تمام دودھ پلانے والی عورتیں آپ ﷺ کی وجہ سے ہم پر رشک کرنے لگیں۔''

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں

حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''جب میں آپ ﷺ کی طرف والا پستان آپ ﷺ کے دہن مبارک میں رکھتی تو آپ ﷺ دودھ نوش فرماتے لیکن جب آپ ﷺ کے رضاعی بھائی کی طرف والا پستان آپ کے منہ میں رکھتی تو دودھ نہ پیتے لہٰذا میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ عدل وانصاف فرمانے والے ہیں۔''

حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی تو سب لوگ کہنے لگے ''اے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا! تمہارے پاس جو مبارک بچہ ہے اگر تم اس کو اپنے ساتھ لے لو کہ ہم اس کی برکت سے بارش طلب کریں تو یہ ہمارے لئے خیر وبرکت کا باعث ہوگا۔ آپ فرماتی ہیں ''میں آپ ﷺ کو لے کر باہر آئی تو لوگوں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور شہر سے باہر جا کر آپ ﷺ کے وسیلے سے بارش طلب کی تو دیکھتے ہی دیکھتے بادل نے اس قدر موسلا دھار بارش برسائی کہ ہمیں ڈوبنے کا خدشہ لاحق ہوگیا۔''

حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدت رضاعت کی تکمیل تک ہمارے پاس قیام پذیر رہے۔ جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے پاس واپس لے جانے کا ارادہ کیا تو میرے خاوند کہنے لگے ''ہم کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لے آئیں گے' ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت کئی برکتیں اور رحمتیں حاصل کی ہیں۔'' آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو عرض کی: ''ہم نے آپ کے جگر گوشہ کی بدولت بہت خیر و برکت حاصل کی ہے' ہم آپ سے عرض کرتے ہیں کہ مزید ایک سال ان کو ہمارے پاس رہنے دیں۔'' تو حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: ''ٹھیک ہے' تم ان کو اپنے پاس رکھ سکتے ہو۔'' لہٰذا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پا کر بے انتہا خوش ہوئے۔

رضاعی بھائی کا بیان اور شق صدر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مل کر بکریاں چرایا کرتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ایک دن اپنی والدہ سے عرض کرتے ہیں ''اے امی جان! میرا حجازی بھائی جب بھی کسی خشک وادی میں قدم رکھتا ہے تو اس وادی کی تازگی و ہریالی لوٹ آتی ہے' اور جب بکریوں کو پانی پلانے کی خاطر کنویں کے پاس تشریف لاتا ہے تو پانی خود بخود کنویں کے منہ تک بلند ہو جاتا ہے اور جب دھوپ میں سو جائے تو بادل آ کر اس کو سورج کی تپش میں سایہ مہیا کرتا ہے' سوتے ہوئے اس کے پاس درندے آتے اور قدم بوسی کرتے ہیں۔'' تو حضرت سیّدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے بیٹے! اپنے بھائی کا خیال رکھنا۔''

ایک دن دونوں بھائی اپنی عادت کے مطابق کھیلنے کی غرض سے باہر نکل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی گھر واپس آیا تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ آ کر کہنے لگا: ''اے امی جان! میرے حجازی بھائی کو دیکھئے' وہ زخمی ہو گیا ہے۔'' ہم نے اپنے بیٹے سے پوچھا: ''ان کو کیا ہوا؟'' اس نے بتایا ''میں اور میرا بھائی کھیل رہے تھے کہ روشن چہروں والے تین افراد آئے' انہوں نے سبز لباس پہنے ہوئے تھے' ان کے پاس طشت اور سونے چاندی کا کوزہ تھا' انہوں نے میرے بھائی کو اٹھایا اور پھر لٹا کر سینۂ مبارک کو شق کر کے قلب اطہر کو باہر نکال

لیا۔'' حضرت سیّدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں'ہم تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل صحیح وسالم اور خوش وخرم پایا' نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف تھی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر کوئی نشان تھا۔''

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام' ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضاعتہ' ج ۱' ص ۱۶۴ ' بتغیر)

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام' حضرت سیّدنا میکائیل علیہ السلام اور حضرت سیّدنا اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کے پاس ایک طشت اور کوزہ تھا جس میں جنت کا پانی اور مہر بند پاکیزہ شراب تھی اور سبز ریشم کا رومال بھی تھا۔ حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹایا اور حکم الٰہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک شق کیا' پھر قلب اطہر کو شق کر کے اس میں سے ایک کالے رنگ کا لوتھڑا نکال دیا اور عرض کی: ''اے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں یہ شیطان کا حصہ تھا۔'' پھر قلب اطہر پر پانی انڈیل کر مکمل طور پر دھویا گیا اس کے بعد پھر پہلے کی طرح اس کی جگہ پر واپس رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ خوشبودار میں اس شق کئے جانے کے بعد دوبارہ سیئے جانے کا نشان موجود نہ تھا۔ (صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...... الخ' الحدیث ۱۶۲' ص ۷۰۶ ' ملھوما' راوی انس رضی اللہ عنہ) حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝'' (پ ۳۰ ' الم نشرح ۱)

''کیا ہم نے تمہارے لئے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔''

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ اور وسیع کیا ہدایت ومعرفت اور موعظت ونبوت اور علم وحکمت کے لئے' یہاں تک کہ عالم غیب وشہادت اس کی وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ انوارِ روحانیہ کے لئے مانع نہ ہو سکے اور علوم لدنیہ وحکم الٰہیہ معارف ربانیہ وحقائق رحمانیہ سینۂ پاک میں جلوہ نما ہوئے اور ظاہری شرح صدر بھی بار بار ہوا ابتدائے عمر شریف میں اور ابتدائے نزول وحی کے وقت اور شب معراج جیسا کہ

احادیث میں آیا ہے۔ اس کی شکل یہ تھی کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے سینۂ پاک کو چاک کر کے قلب مبارک نکالا اور زرّیں طشت میں آبِ زم زم سے غسل دیا اور نور و حکمت سے بھر کر اس کو اس جگہ رکھ دیا۔"

پھر حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت سیّدنا میکائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: "ان کا دس امتیوں کے مقابلے میں وزن کریں۔" جب حضرت میکائیل علیہ السلام نے وزن کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر غالب آ گئے۔ اس کے بعد حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت سیّدنا میکائیل علیہ السلام سے فرمایا: "تمام اہل زمین کے مقابلے میں وزن کریں۔" جب انہوں نے وزن کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی سب پر غالب رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بدرِ کمال اور حسن و جمال کا حسین تاج اور شرف و بزرگی کا ہلال ہیں، تمام فضائل اور قابل فخر باتوں کے مالک ہیں اور کل بروز قیامت درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے والوں کی شفاعت فرمائیں گے۔" (الروض)

عجیب اتفاق:

جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے گکھڑ منڈی کی مشہور تقریر میموری کارڈ سے موبائل پہ ہیڈ فون لگا کر سن رہا ہوں۔ آپ اپنے مخصوص مترنم انداز میں بار بار پڑھ رہے ہیں:

ہوئی انوار کی بارش محمد نے قدم رکھا
زمین کو چومنے عرش معلیٰ بار بار آیا

بار بار آیا، بار بار آیا، بار بار آیا، بار بار آیا۔ اور:

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بنی تو محمد کی دائی حلیمہ
معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

(سبحان اللہ۔ رحمۃ اللہ علیہ)

یا اللہ! ہم تیرے حبیب ﷺ کے میلادِ پاک میں حاضر ہیں' ہمیں محض آپ ﷺ کی برکت سے عزت کا لباس عطا فرما' جنت الفردوس میں آپ ﷺ کا پڑوس عطا فرما اور جنت میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بہرہ مند فرما۔

یا اللہ! اپنے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی آلِ مبارک کا صدقہ! ہماری امداد' معاونت اور غم گساری فرما' ہمیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرما اور آپ ﷺ کی برکت سے قبولیت اور عزت وشرف کے مراتب عطا فرما۔

یا اللہ! ہم تجھ سے حضور نبی پاک ﷺ اور آپ ﷺ کے آل واصحاب علیہم الرضوان کے وسیلے سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے گناہ بخش دے اور ہر قسم کے خوف وہلاکت سے ہماری حفاظت فرما' جنت الفردوس میں ہمیں آپ ﷺ کا دیدار نصیب فرما' ہمارے ظاہری و باطنی چھوٹے چھوٹے اعمال بھی قبول فرما' محض اپنی قدرت کاملہ سے ہم سب پر رحم وکرم فرما اور ہماری بخشش فرما کہ یقیناً تو ہی معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! ہم پر اپنا خاص رحم وفضل فرما۔ آمین

(۱۴۹)

جب فرشتے مہمان بن کر آ گئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے۔ منقول ہے کہ جب تک آپ کے دستر خوان پر مہمان نہیں آ جاتے تھے آپ کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ ایک دن مہمانوں کا ایک ایسا قافلہ آپ کے گھر پر اتر پڑا کہ ان مہمانوں سے آپ خوفزدہ ہو گئے۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جو دس یا بارہ فرشتوں کو ہمراہ لے کر تشریف لائے تھے اور سلام کر کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب فرشتے نہایت ہی خوبصورت انسانوں کی شکل میں تھے۔ اولاً تو یہ حضرات ایسے وقت تشریف لائے جو مہمانوں کے آنے کا وقت نہیں تھا پھر یہ حضرات بغیر اجازت طلب کیے دندناتے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گئے پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب عادت ان حضرات کی مہمان نوازی کے لئے ایک فربہ بھنا ہوا بچھڑا لائے تو ان حضرات نے کھانے سے انکار کر دیا۔ ان مہمانوں کی مذکورہ بالا تین اداؤں کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کچھ خدشہ گزرا کہ شاید یہ لوگ دشمن ہیں کیونکہ اس زمانے کا یہی رواج تھا کہ دشمن جس گھر میں دشمنی کے لئے جاتا تھا اس گھر میں کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا چنانچہ آپ ان مہمانوں سے کچھ خوف محسوس فرمانے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ ہم سے بالکل کوئی خوف نہ کریں ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہم دو کاموں کے لئے آئے ہیں۔ پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ہم آپ کو یہ بشارت سنانے کے لئے آئے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا فرزند عطا فرمائے گا اور ہمارا دوسرا کام یہ ہے کہ ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے ہیں۔

فرزند کی بشارت سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مقدس بیوی حضرت ''سائرہ'' چونک پڑیں کیونکہ ان کی عمر ننانوے برس کی ہو چکی تھی اور وہ کبھی حاملہ نہیں ہوئی تھیں۔ تعجب سے وہ چلاتی ہوئی آئیں اور ہاتھ سے ماتھا ٹھونک کر کہنے لگیں کہ کیا مجھ بڑھیا بانجھ سے بھی فرزند ہو گا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آپ کے رب کا یہی فرمان ہے اور وہ پروردگار بڑی حکمتوں والا بہت علم والا ہے چنانچہ حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(خزائن العرفان' ص ۶۳۰ ودیگر تفاسیر)

حضرت ابراہیم کا ڈر اور حضرت سائرہ کا تعجب

قرآن مجید نے اس واقعہ کو ان لفظوں میں بیان فرمایا:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۞ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۞ۚ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۞ۙ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۞ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۞ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۞ قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۞ (الذاریات' رکوع ۲)

''اے محبوب! کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ جب وہ ان کے پاس آ کر بولے کہ سلام تو آپ نے بھی کہا سلام (اور دل میں کہا) کہ یہ ناشناسا لوگ ہیں پھر اپنے گھر جا کر ایک فربہ بچھڑا لائے اور مہمانوں کے پاس رکھ کر فرمایا: کیا تم لوگ کھاتے نہیں؟ پھر اپنے جی میں ان مہمانوں سے ڈرنے لگے تو وہ بولے کہ آپ ڈریے نہیں اور ان کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری دی اس پر ان کی بیوی چلاتی ہوئی پھر اپنا ماتھا ٹھونک کر کہنے لگی کہ کیا ایک بڑھیا بانجھ فرزند جنے گی؟ مہمانوں نے کہا: ہاں۔ آپ کے رب نے ایسا ہی فرمادیا ہے اور وہ بڑی حکمتوں والا اور بہت علم ہے۔''

حج وزیارت میں سلامتی کا راستہ

اس واقعہ سے یہ ہدایت کی روشنی ملتی ہے کہ ملائکہ کبھی کبھی آدمی کی صورت میں لوگوں کے پاس آیا کرتے ہیں چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حج کے موقع پر حرم کعبہ اور منیٰ و عرفات ومزدلفہ وغیرہ میں کچھ فرشتوں کی جماعت انسانوں کی شکل وصورت میں مختلف بھیس بنا کر آتی ہیں جو حاجیوں کے امتحان کے لئے خدا کی طرف سے بھیجی جاتی ہیں۔ اس لئے حجاج کرام کو لازم ہے کہ مکہ مکرمہ اور منیٰ وعرفات ومزدلفہ اور طواف کعبہ وزیارت مدینہ منورہ کے ہجوم میں ہوشیار رہیں کہ ہرگز ہرگز کسی انسان کی بھی بے ادبی ودل آزاری نہ ہونے پائے اور تاجروں یا حمالوں یا فقیروں سے جھگڑا تکرار نہ ہونے پائے۔ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ آدمی ہے یا آدمی کی صورت میں کوئی فرشتہ ہے جو تمہیں دھکا دے کر یا ڈانٹ کر تمہارے حلم و صبر کا امتحان لے رہا ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جس سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں اس لئے سفر حج میں قدم قدم پر لوگوں سے الجھتے اور جھگڑتے رہتے ہیں اور بعض اوقات دنیا وآخرت کا شدید نقصان وخسارہ اٹھاتے رہتے ہیں لہٰذا اس نقصان عظیم سے بچنے کی بہترین تدبیر یہی ہے کہ ہر شخص کے بارے میں یہی خطرہ محسوس کرتے رہیں کہ شاید یہ کوئی فرشتہ ہو جو تاجر یا سائل یا مزدور کے بھیس میں ہے اور پھر اس سے سنبھل کر بات چیت کریں اور حتی الامکان اس کو راضی رکھنے کی کوشش کریں اور ہرگز ہرگز کسی تلخ کلامی یا سخت گوئی کی نوبت نہ آنے دیں کہ اسی میں سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵۰)

ایمان ہوگا تو نیک عمل بھی قبول ہوگا

عبداللہ بن جدعان بن کعب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رشتے میں چچا لگتا تھا۔ اس کا شمار زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں میں ہوتا تھا جو لوگوں کو کھانا کھلانے اور امداد فراہم کرنے میں صف اول میں گنا جاتا تھا۔ شروع شروع میں یہ فقیر و کنگال تھا' بدچلنی اس کی عادت تھی اور معصیت و گناہ کے کاموں میں بکثرت ملوث رہنا اس کی فطرت۔ اس کی اخلاقی پستی اور شرارتوں سے تنگ آ کر اس کے خاندان و قبیلے والے اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کا گھرانہ بلکہ اس کا باپ بھی اسے سخت ناپسند کرتا تھا۔

گھر' خاندان اور قبیلے کی نفرت انگیز نگاہوں کی تاب نہ لا کر وہ ایک دن مکہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل پڑا۔ اس کی نظر پہاڑ کی ایک کھوہ پر پڑی۔ سوچا ممکن ہے' اس کے اندر کوئی موذی جانور ہو جو مجھے موت کے گھاٹ اتار دے۔ چنانچہ جان بوجھ کر کھوہ کی طرف بے خوف بڑھا تاکہ خود کو موت کے منہ میں ڈال دے اور پھر گھر' خاندان اور قبیلے کی طرف سے جس نفرت و بغض کا اسے سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس ذلت و عار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام پا جائے۔

جب وہ غار کے قریب پہنچا تو اسے ایک اژدھا نظر آیا جو لگتا تھا کہ جیسے اسی کی طرف بڑھنے کے لئے چھلانگ مارنے ہی والا ہو۔ یہ دیکھ کر وہ کسی خطرے کی پروا کئے بغیر اژدھے کی جانب بڑھنے لگا۔ جب اژدھے کے نزدیک ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ تو سونے کا بنا ہوا ہے اور اس کی آنکھوں میں یاقوت لگے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے۔ وہ غار کے اندر داخل

ہوا۔ غار میں قبیلہ جرہم کے بادشاہوں کی چند قبریں تھیں۔ ایک قبر حارث بن مضاض کی بھی تھی جو ایک طویل مدت پہلے غائب ہو گیا تھا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ آخر وہ گیا کدھر' آیا اسے آسمان نے اچک لیا' یا زمین کھا گئی۔

عبداللہ بن جدعان کی دیگ

عبداللہ بن جدعان کو ان قبروں کے سرہانے سونے کا ایک تختہ ملا جس پر ان بادشاہوں کی تاریخ وفات اور ان کی مدت حکومت کی تفصیل درج تھی۔ نیز ان کی قبروں کے پاس ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کا انبار تھا۔ عبداللہ بن جدعان نے غار کے اندر سے حسب خواہش جواہرات لیے اور غار کے منہ پر پہچان کے لئے نشان لگا کر نکل گیا۔

جب وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آیا تو انہیں خوب دولت سے نوازا چنانچہ لوگ اس کو محبوب جاننے لگے اور اسے اپنا سردار بھی تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن جدعان لوگوں کو کھانا کھلاتا اور جب کبھی اس کے پاس دولت ختم ہو جاتی تو غار سے جا کر حسب خواہش ہیرے جواہرات اور سونا چاندی نکال لاتا۔ لوگوں کو کھانے میں کھجور اور ستو دیتا اور پینے میں دودھ کا بندوبست کرتا۔

عبداللہ بن جدعان نے ملک شام کی طرف دو ہزار اونٹ بھیجے تھے' جن پر گیہوں' شہد اور گھی لاد کر مکہ لایا گیا۔ پھر اس نے ایک منادی کرنے والے کی یہ ذمے داری لگا دی کہ وہ ہر رات خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر لوگوں میں کھانے کے لئے دعوتِ عام کا اعلان کرے چنانچہ ہر رات وہ منادی کرنے والا اعلان کرتا: "ھَلُمُّوْا اِلٰی جَفْنَةِ ابْنِ جُدْعَانَ" "ابن جدعان کی دیگ کی طرف آؤ! (یعنی اس کی دعوتِ طعام کو قبول کرو)"

صحیح مسلم کی شرح میں عبداللہ بن جدعان کی دیگ کے متعلق لکھا ہے:

ابن قتیبہ کہتے ہیں:

"کَانَتْ جَفْنَةُ طَعَامِهٖ یَاْکُلُ مِنْهَا الرَّاکِبُ عَلٰی بَعِیْرِهٖ"

"یعنی عبداللہ بن جدعان کی دعوتِ طعام والی دیگ اس قدر بڑی تھی کہ اس سے اونٹ سوار سواری کی پیٹھ پر ہی کھانا لے کر کھا لیتا تھا۔"

النہایۃ فی غریب الحدیث میں ایک حدیث آئی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "کُنْتُ اَسْتَظِلُّ بِظِلِّ جَفْنَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُدْعَانَ"

"میں عبداللہ بن جدعان کی دیگ کی چھاؤں میں سایہ حاصل کرتا تھا۔"

نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس دیگ سے کھانا نکالنے کے لئے سیڑھی کی مدد لی جاتی تھی۔ "یُرْوٰی: اَنَّهٗ كَانَ يُرْقٰى اِلَيْهَا بِسُلَّمٍ" (شرح الابی والسنوسی علی صحیح مسلم ۱/ ۶۲۹، طبع اول ۱۹۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت نیز دیکھئے البدایہ والنہایہ ۳/ ۲۶۶)

کامیابی اور نجات کا راستہ

مگر اس قدر فیاضی اور دعوتِ عام کے باوجود وہ اللہ کے دربار میں سرخرو نہ ہو سکا کیونکہ اللہ کے دربار میں سرخروئی کا جو فارمولا ہے اسے اس نے یکسر فراموش کر رکھا تھا۔ صحیح مسلم میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ، فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهٗ؟"

"میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا، کیا یہ سب اس کے حق میں نفع بخش ثابت ہوں گے؟" رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَنْفَعُهٗ، اِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا، رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ يَوْمَ الدِّيْنِ"

"نہیں! یہ سب اس کے کچھ کام نہیں آئیں گے، کیونکہ اس نے کبھی بھی (اپنی بندگی اور عبودیت کا اظہار کر کے) یہ نہیں کہا: اے میرے پروردگار! قیامت کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دینا۔"

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر لا ینفعہ عمل، حدیث ۲۱۴)

(۱۵۱)

تین علماء کا حال امام سیوطی کے قلم سے

جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر خضیری سیوطی' امام' حافظ الحدیث' مورخ' ادیب اور مصنف تھے۔ اپنے دوستوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ سلطان نے انہیں کئی دفعہ طلب کیا لیکن وہ حاضر نہیں ہوئے۔ تحفے تحائف بھجوائے وہ بھی قبول نہیں کئے۔ ۸۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یتیمی کی حالت میں قاہرہ میں پلے بڑھے۔ پانچ سال کی عمر میں والد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا' اپنی تمام زندگی علم اور تصنیف وتالیف میں صرف کردی۔ تمام علوم میں ان کی تقریباً چھ سو تصانیف ہیں۔ کوئی علم ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی تصنیف نہ کی ہو۔ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ (الاعلام' ۳/۳۰۱)

آپ اپنی کتاب ''حسن المحاضرہ'' میں فرماتے ہیں تین پیکر خلوص علماء نے اپنی جانیں تبلیغ اسلام کے لئے وقف کردیں۔ فتنے اور باطل کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے بادشاہ کی ملازمت اختیار نہ کی: (۱) محمد بن نصر (۲) محمد بن جریر (۳) محمد بن منذر۔

یہ تینوں مصر کے ایک مکان میں بیٹھ کر حدیث شریف لکھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کا خرچہ ختم ہوگیا اور کھانے کے لئے بھی کچھ نہ رہا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان میں سے کوئی ایک کوشش کرکے اس دن گزارے کے لئے کچھ حاصل کرے لیکن سراپا اخلاص عالم باعمل کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مانگنا بہت مشکل کام تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ قرعہ اندازی کی جائے اور جس کے نام قرعہ نکلے وہی جاکر کچھ مانگ لائے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور ایک عالم کے نام قرعہ نکل آیا۔

تین محمد اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ عالم اٹھے اور پہلے نماز قضائے حاجت پڑھی اور یہی سنت طریقہ ہے۔ نماز کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ یہ دوپہر کا وقت تھا' جب لوگ آرام کیا کرتے ہیں۔ اچانک سنا کہ دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہے اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہاں تین محمد رہتے ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ ہاں رہتے ہیں تو اس نے کہا:

یہ ایک ہزار دینار لے لیجئے۔ یہ شاہ مصر کے نائب نے بھیجے ہیں۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ اسے فرما رہے ہیں کہ تم یہاں سوئے ہوئے ہو اور تین محمد لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ وہ پریشان ہو کر اٹھا اور تمہارے بارے میں تفتیش کی تو اسے تمہاری نشاندہی کی گئی۔ اس نے ایک ہزار دینار بھیجے ہیں اور آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے طالب علم کے لئے اس بات کا ذمہ لیا ہے کہ اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے توقع بھی نہ ہوگی۔

(اس حدیث کو امام ابوداؤد نے الورع ص ۲۶ میں اور امام احمد بن حنبل نے (۱/۲۴۸) روایت کیا)

یاد رہے محمد بن نصر مروزی' فقہ و حدیث کے امام تھے۔ احکام میں صحابہ کرام اور بعد کے علماء کے اختلافات کے سب سے بڑے عالم تھے۔ بغداد شریف میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ نیشاپور میں نشوونما پائی۔ پھر مصر چلے گئے۔ آخر میں سمرقند میں مقیم ہو گئے اور وہیں ۲۹۴ھ میں وفات پائی۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ (الاعلام ۷/۱۲۵)

اور محمد بن جریر بن یزید طبری' کی کنیت ابوجعفر ہے۔ محدث' فقیہ' تجوید و قرأت کے ماہر اور مورخ تھے۔ ۲۲۴ھ میں طبرستان میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں اقامت اختیار کی اور وہیں ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ انہیں منصب قضا پیش کیا گیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ ان کی متعدد مفید تصانیف ہیں ان میں سے اہم ترین تصنیف ''اخبار الرسل والملوک'' ہے جو ''تاریخ طبری'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ ''جامع البیان فی تفسیر القرآن'' ہے جو تفسیر طبری کے نام سے معروف ہے۔ (الاعلام ۶/۶۹)

شرفِ ملت علیہ الرحمۃ کا تبصرہ

شرفِ ملت شیخ الحدیث مولانا عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

یہ تھا پرخلوص علماء کا اللہ تعالیٰ پر توکل۔ وہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اسی سے سب کچھ مانگتے تھے۔ وہ فقر وفاقہ پر صبر کرتے تھے۔ کھانے پینے اور حقیر مادی منفعت کے لئے سلاطین کے درباروں کے چکر نہیں لگاتے تھے اور اگر جاتے بھی تھے تو ذاتی فائدے کے لئے نہیں بلکہ امت مسلمہ کی خدمت کے لئے جاتے تھے۔ اسی لئے وہ سلاطین اور امراء سے دور رہنے اور فقر کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے قرب کو آتش سوزاں قرار دیتے تھے۔ وہ غناء نفس کے پیکر تھے۔ روکھی سوکھی کھا کر خوش رہتے تھے۔ بعض وہ تھے جو محنت مزدوری کر کے اپنا وقت گزار لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے بے نیاز رہتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی بنادے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس کا خوف کم ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ باب الزہد، ص ۱۴)

(۱۵۲)

چاند اشارے سے ہو چاک

کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ ایک ٹکڑا ''جبل ابوقبیس'' پر نظر آیا اور دوسرا ٹکڑا ''جبل قعیقعان'' پر دیکھا گیا۔ اس طرح چاند کو دو پارہ کر کے حضور علیہ السلام نے کفار مکہ کو دکھا دیا اور فرمایا: تم لوگ گواہ ہو جاؤ۔

(جلالین بحوالہ بخاری و مسلم)

یہ دیکھ کر کفار مکہ نے کہا: محمد (ﷺ) نے جادو کر کے ہماری نظر بندی کر دی ہے اس پر انہی کی جماعت کے لوگوں نے کہا: اگر یہ نظر بندی ہے تو مکہ سے باہر کے کسی آدمی کو چاند کے دو حصے نظر نہ آئے ہوں گے لہٰذا باہر سے جو قافلے آنے والے ہیں ان کی جستجو رکھو اور مسافروں سے دریافت کرو اگر دوسرے مقامات پہ بھی چاند شق ہونا دیکھا گیا ہے تو بے شک یہ معجزہ ہے چنانچہ سفر سے آنے والوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا کہ اس روز چاند کے دو حصے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مشرکین کو انکار کی گنجائش نہ رہی لیکن وہ لوگ اپنے عناد سے اس کو جادو کہتے رہے۔ یہ معجزہ عظیمہ صحاح کی احادیث کثیرہ میں مذکور ہے اور یہ حدیث اس قدر درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار عقل و انصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔ (خزائن العرفان، ص ۶۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کا بیان قرآن کی سورۂ قمر میں ان الفاظ کے ساتھ بالا علان فرمایا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝

(القمر، رکوع ۱)

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور (کفار مکہ) اگر کوئی نشانی دیکھتے تو منہ پھیر لیتے اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو لگاتار چلا آتا ہے اور انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔''

معجزہ ''شق القمر'' حضور خاتم النبیین ﷺ کا ایک بے مثال معجزہ ہے جو اس آیت کریمہ اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت نے کیا خوب فرمایا:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

(۱۵۳)

ایک وفادار اعرابی کی کہانی

حجاج بن یوسف کے دور میں مختلف بغاوتیں ہوتی رہیں جن کو حجاج بڑی سختی سے کچلتا رہا۔ بغاوت کی مرتکب ایک قوم پر اسے غلبہ حاصل ہوا تو اس نے فوجیوں کو حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ جلادوں نے قتل کرنا شروع کیا۔ جب ایک اعرابی باقی رہ گیا تو نماز کا وقت ہو گیا۔ حجاج نے اپنے ایک سالار اور معتمد قتیبہ بن مسلم کو بلایا اور کہا کہ یہ شخص آج رات تمہارے پاس رہے گا۔ کل اسے ہمارے ہاں پیش کیا جائے۔

قتیبہ بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے اس اعرابی کو اپنے ہمراہ لیا اور گھر کی طرف چل دیا۔ راستے میں اس نے مجھ سے بڑی لجاجت سے کہا: قتیبہ! اگر تمہارے اندر کوئی خیر کا جذبہ ہے تو میں ایک بات کہوں۔ میں نے کہا: ہاں بتاؤ' کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں اور کل حجاج مجھے قتل کرنے والا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ تم مجھے گھر جانے دو تاکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کر دوں' حق داروں کا حق ادا کر دوں اور جو کچھ مجھے لینا دینا ہے اپنے ورثاء کو بتا آؤں۔ میں رب العزت کو اپنا کفیل بناتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں کل واپس آجاؤں گا۔

میں نے اس کی بات پر بڑا تعجب کیا اور مسکرایا بھی کہ یہ کس قسم کی بات کر رہا ہے۔ اس نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا کہ میں رب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں کل واپس آجاؤں گا' مجھے جانے دو۔ میں مسلسل انکار کرتا رہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں چھوڑ دوں اور تم واپس آجاؤ گے۔ اس شخص کا اصرار جاری رہا اور مسلسل میری منت سماجت کرتا رہا

حتیٰ کہ مجھے اس پر ترس آ گیا اور اعتبار کر لیا۔ چنانچہ میں نے اسے گھر جانے کی اجازت دے دی۔

جیسے ہی اسے اجازت ملی وہ فوراً اپنے گھر روانہ ہو گیا اور ادھر اس کے جانے کے بعد مجھے پچھتاوا لگ گیا کہ میں نے یہ کیا کر دیا۔ اسے کیوں چھوڑ دیا! یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ واپس آئے۔ ادھر حجاج کا ڈر کہ اس کو قیدی نہ دیا تو اس کا میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ بہر حال وہ رات میری زندگی کی سب سے بھیانک رات تھی، جو مسلسل غم اور مناجات میں گزری۔

جو خدا کو ضامن بناتا ہے

اگلے دن صبح سویرے ہی میرے گھر کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ میں فوراً باہر گیا۔ دیکھا تو وہ اعرابی دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تو میری جان میں جان آئی۔ پوچھا کہ واپس آ گئے ہو۔ کہنے لگا ہاں، تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ دراصل مجھے اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا: ''جَعَلْتُ اللّٰہَ کَفِیْلًا وَلَا اَرْجِعُ؟''

''جب میں نے رب العزت کو اپنا کفیل بنایا تھا تو واپس کیسے نہ آتا؟''

میں اسے ہمراہ لے کر حجاج کے پاس حاضر ہوا۔ قیدی کو میں نے دربان کے پاس چھوڑا۔ حجاج نے دیکھتے ہی مجھ سے سوال کیا کہ قتیبہ! وہ ہمارا قیدی کدھر ہے؟ میں نے کہا: امیر کی خیر اور سلامتی ہو، دروازے پر کھڑا ہے۔ میں دروازے کی طرف لپکا اور اس کو حجاج کی خدمت میں پیش کر دیا اور رات والا واقعہ بھی بیان کر دیا۔ حجاج نے اس قیدی کو اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر دیکھنا شروع کر دیا۔ گویا وہ کوئی فیصلہ کر رہا ہے۔ اچانک حجاج کی آواز گونجی: ''وَهَبْتُهُ لَكَ''

''یہ قیدی میں نے تمہیں بخش دیا۔ اب جو اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تمہاری مرضی ہے۔''

جس کا حامی ہو خدا

میں نے قیدی کو ہمراہ لیا اور باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر قیدی سے کہا جہاں تمہارا جی

چاہے چلے جاؤ' میری طرف سے تم آزاد ہو۔ اعرابی نے آسمان کی طرف چہرہ کیا اور کہا:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ"

"اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے اور تیرا شکر ہے۔"

اس کے بعد اس نے نہ کوئی دوسرا کلمہ کہا اور نہ ہی میرا شکریہ ادا کیا اور ایک طرف چل دیا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میں نے اس شخص کو موت کے چنگل سے نکالا ہے مگر اس نے میرا شکریہ ادا کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ بدو مجنون ہے' پاگل ہے۔ اگلے دن وہ اعرابی دوبارہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"يَا هٰذَا' جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّيْ اَفْضَلَ الْجَزَآءِ' وَاللّٰهِ! مَا ذَهَبَ عَنِّيْ اَمْسِ مَا صَنَعْتَ' وَلٰكِنْ كَرِهْتُ اَنْ اُشْرِكَ فِيْ حَمْدِ اللّٰهِ اَحَدًا"

"بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ دے' اللہ کی قسم! میں نے کل جاتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی تھی اور اسی کا شکریہ ادا کیا تھا' اور تیرا کوئی شکریہ ادا نہ کر سکا' اس کا مجھے خیال ہے' تم برا مت ماننا' میں نے ایسا اس لئے کیا کہ یہ بات مجھے اچھی نہ لگی کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے شکر میں کسی غیر کو شریک کروں۔" (طرائف وملح از موسیٰ احمدی)

(۱۵۴)

مردے کو زندہ کرنے والا طبیب

ثابت قرہ ان علماء میں سے تھے جو علم کے لئے علم میں مصروف ہوئے۔ کئی پہلوؤں سے عبقری (بے مثال' ماہر) تھے۔ طب' فلکیات' ریاضیات اور فلسفہ وغیرہ میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کی بہت سی تالیف ہیں۔ بغداد میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۲۸۸ھ میں وفات پائی۔ آپ ایک گھر کے پاس سے گزرے تو انہوں نے چیخنے چلانے کی آوازیں سنیں۔ انہوں نے پوچھا کیا اس دکان میں جو قصاب ہوتا تھا وہ مر گیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: جناب اللہ کی قسم! وہ کل رات اچانک فوت ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ انہوں نے کہا وہ مرا نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ زندہ ہو جائے گا۔ ہمیں اس کے گھر لے چلو۔

لوگ یہ بات سن کر حیران رہ گئے۔ انہیں ثابت کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کیونکہ یہ بات ہر کسی کو معلوم ہو چکی تھی کہ قصاب کل رات فوت ہو گیا ہے تاہم لوگ ثابت کو لے کر قصاب کے گھر چلے گئے۔ ثابت نے عورتوں کو کہا کہ سینہ کوبی اور واویلا بند کرو۔ وہ چاہتے تھے کہ انہیں شور و شغب سے روک دیں۔ دوسرا حکم یہ دیا کہ کھانا تیار کرو تاکہ جب قصاب اٹھے اور اسے بھوک لگی ہو تو اسے کھانے کے لئے کچھ مل جائے۔ مردوں اور عورتوں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔

ثابت نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ قصاب کے دونوں ہاتھوں پر چھڑی سے ضرب لگاؤ۔ خود انہوں نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔ غلام مردے کے دونوں ہاتھوں پر چھڑی مارتا

رہااور ثابت قصاب کے چہرے کو دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا بس کرو۔ ایک پیالہ منگوایا' اپنی جیب سے دوائی نکال کر اس میں ڈالی' اس میں کچھ پانی ملا کر قصاب کا منہ کھول کر اسے پلا دی۔ حاضرین نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا ہے تو گھر میں شور مچ گیا۔ دوسرے لوگوں کو اطلاع ملی کہ طبیب نے مردہ زندہ کر دیا ہے تو سب ششدر رہ گئے۔ ثابت نے دروازہ بند کر دیا۔ قصاب کی بے ہوشی ختم ہو گئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ثابت نے اسے بٹھایا' کھانا کھلایا اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھے محبت و شفقت کی گفتگو کرتے رہے۔

یہ کیا مسیحائی ہے؟

اچانک خلیفہ وقت کے کارندے پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ خلیفہ نے سنا ہے کہ طبیب نے مردہ زندہ کر دیا ہے اس لیے وہ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ ثابت ان کے ساتھ چلے گئے۔ عوام حیران و پریشان کہہ رہے تھے کہ طبیب نے مردے کو زندہ کر دیا۔ طبیب نے مردے کو زندہ کر دیا۔

ہر آدمی اس باکمال طبیب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ یہاں تک کہ ثابت شاہی محل میں داخل ہو گئے۔ جب خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے کہا ثابت یہ کیا مسیحائی ہے؟ جس کی ہمیں اطلاع پہنچی ہے۔ ثابت نے کہا:

جناب عالی! کچھ بھی نہیں۔ میں اس قصاب کا پڑوسی ہوں۔ میں اس کی دکان کے پاس سے گزرتا تو دیکھتا تھا کہ یہ کلیجی چیر کر اس پر نمک چھڑکتا تھا اور اسے کھا جاتا تھا۔ پہلے تو مجھے اس انداز سے گھن آتی تھی۔ پھر میرے دل میں یہ بات آئی کہ عنقریب اسے سکتہ قلب واقع ہو گا (یعنی اس کا دل کام کرنا چھوڑ دے گا) اور اس کی ہلاکت کا باعث بنے گا۔ چنانچہ میں اس کی نگرانی کیا کرتا تھا اور اس کے چہرے کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ جب مجھے اس کے انجام کی اطلاع ہو گئی تو میں نے گھر جا کر دل کے سکتہ کی دوا تیار کی۔ میں وہ دوا ہر دن اپنے پاس رکھتا تھا۔ آج میں نے اس کے گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں سنیں تو میں نے پوچھا کیا قصاب مر گیا ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ وہ رات اچانک فوت ہو گیا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اسے

سکتہ ہو گیا ہے۔ میں نے جا کر اسے چیک کیا تو اس کی نبض کی حرکت بند ہو چکی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں پر ضربیں لگوائیں تو اس کی نبض چلنے لگی۔ پھر میں نے اسے دوائی پلائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر کھانا کھایا۔ آج رات انشاء اللہ تعالیٰ تیتر کے گوشت کے ساتھ روٹی کھائے گا اور کل گھر سے باہر نکلنے لگے گا۔

(اخبار العلماء، ابن قفطی، کسی قدر تصرف کے ساتھ)

(۱۵۵)

اخلاقیات کی تعلیم اور سورۂ حجرات

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کچھ اونچا سنتے تھے۔ اس لئے جب وہ مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو صحابہ انہیں آگے جگہ دے دیا کرتے تھے۔ ایک دن جب وہ دربار رسالت میں آئے تو مجلس پر ہو چکی تھی لیکن وہ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے حضور علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے مگر پھر بھی ایک آدمی ان کے اور حضور کے درمیان رہ گیا۔ حضرت ثابت بن قیس اس کو بھی ہٹانے لگے لیکن وہ شخص اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہٹا تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے غصہ میں بھر کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس شخص نے کہا کہ فلاں آدمی ہوں۔ یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس نے حقارت کے لہجے میں کہا: اچھا تو فلانی عورت کا لڑکا ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا اور اس کو بڑی تکلیف ہوئی اس موقع پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

اور حضرت ضحاک سے منقول ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے کچھ لوگ بہترین پوشاک پہن کر بصورت وفد بارگاہ نبوی میں آئے اور جب ان لوگوں نے ''اصحاب صفہ'' کے غریب و مفلس مسلمانوں کو فرسودہ حال دیکھا تو ان کا مذاق اڑانے لگے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(خزائن العرفان' ص ۶۱۴ و صاوی' ج ۴' ص ۹۴)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اُمّ المومنین بی بی صفیہ کو ایک دن ''یہودیہ'' کہہ دیا تھا جس سے ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا۔ جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا تو حضرت بی بی عائشہ پر بہت زیادہ خفگی کا اظہار فرمایا اور حضرت بی بی صفیہ کو دل

جوئی کے لئے فرمایا کہ تم ایک نبی (حضرت موسیٰ) کی اولاد میں سے ہو اور تمہارے چچاؤں میں بھی ایک نبی (حضرت ہارون) ہیں اور تم ایک نبی کی بیوی بھی ہو یعنی میری بیوی ہے۔ اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا۔ (صاوی ج ۴ ص ۹۵)

بہر حال ان مذکورہ بالا تینوں شان نزول میں سے کسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کا مذاق اڑانے کی سخت ممانعت فرمائی۔ آیت کریمہ یہ ہے:

دراصل یہی لوگ ظالم ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

(حجرات، رکوع ۲)

''اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کا مذاق بنا کر ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق بنا کر ہنسیں کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو اس سے توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔''

قرآن کریم کی اس چمکتی ہوئی آیت کو بغور پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ اس زمانے میں جو ایک فاسقانہ اور سراسر مجرمانہ رواج نکل پڑا ہے کہ ''سید'' ''شیخ'' اور ''پٹھان'' کہلانے والوں کا یہ دستور بن گیا ہے کہ وہ دھنیا' جولاہا' کنجڑا' قصائی' نائی کہہ کر مخلص و متقی مسلمانوں کا مذاق بنایا کرتے ہیں بلکہ ان قوموں کے عالموں کو محض ان کی قومیت کی بناء پر ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق بنا کر ہنستے ہیں جہاں تو جہال بڑے بڑے عالموں اور پیران طریقت کا بھی یہی طریقہ ہے کہ وہ بھی یہی حرکتیں کرتے رہتے ہیں

حد ہوگئی کہ جو لوگ برسوں ان قوموں کے عالموں کے سامنے زانوں تلمذ تہ کر کے خود عالم اور شیخ طریقت بنے ہیں مگر پھر بھی محض قومیت کی بناء پر اپنے استادوں کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کا تمسخر کرتے رہتے ہیں اور اپنے نسب و ذات پر فخر کر کے دوسروں کی ذلت و حقارت کا چرچا کرتے رہتے ہیں اللہ بتایئے کہ قرآن مجید کی روشنی میں ایسے لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں؟

کسی کا مذاق اُڑانے کا وبال

ملاحظہ فرمایئے کہ قرآن مجید نے مندرجہ ذیل احکام اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

۱- کوئی قوم کسی کا مذاق نہ اڑائے۔ ہوسکتا ہے کہ جن کا مذاق اڑا رہے ہیں وہ مذاق اڑانے والوں سے دنیا و آخرت میں بہتر ہوں۔

۲- مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ایک دوسرے پر طعنہ زنی کریں۔

۳- مسلمانوں پر حرام ہے کہ ایک دوسرے کے لئے برے برے نام رکھیں۔

۴- جو ایسا کرے وہ مسلمان ہو کر ''فاسق'' ہے۔

۵- اور جو اپنی ان حرکتوں سے توبہ نہ کرے وہ ''ظالم'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کوئی گنہگار مسلمان اپنے گناہ سے توبہ کرے تو توبہ کے بعد اس کو اس گناہ سے عار دلانا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اسی طرح کسی مسلمان کو کتا' گدھا' سور کہہ دینا بھی ممنوع ہے یا کسی مسلمان کو ایسے نام یا لقب سے یاد کرنا جس میں اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو یا اس کو ناگواری ہوتی ہو یہ ساری صورتیں بھی اسی ممانعت میں داخل ہیں۔ (خزائن العرفان' ص ۶۱۴)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق اڑاؤں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھے کتا نہ بنا دے۔ (صاوی' ج ۴' ص ۹۴)

(۱۵۶)

اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو

اس کا نام ڈاکٹر عیسیٰ مرزوقی تھا۔ شام کا رہنے والا عیسیٰ پیشے کے اعتبار سے طبیب تھا اور دمشق کے ایک ہسپتال میں کام کرتا تھا۔ اچانک اس کی طبیعت خراب ہوگئی اور اس کو ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ چیک اپ کے دوران معلوم ہوا کہ اسے کینسر کا موذی مرض لاحق ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھی ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا۔ ڈاکٹروں کی ایک ٹیم نے اس کیس پر پوری توجہ دی۔

اس کی طبی رپورٹیں اس کے سامنے تھیں، مرض مسلسل بڑھ رہا تھا۔ بورڈ کی رائے کے مطابق وہ محض چند ہفتوں کا مہمان تھا۔ ڈاکٹر عیسیٰ خود نوجوان تھا۔ اس کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی تاہم منگنی ہو چکی تھی۔ اس کی منگیتر سے لوگوں نے کہا تمہیں منگنی توڑ دینی چاہئے کیونکہ تمہارا ہونے والا خاوند کینسر کا مریض ہے۔ مگر اس نے سختی سے انکار کر دیا۔ ادھر ڈاکٹر عیسیٰ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث پڑھ رکھی تھی: ''دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ'' ''اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو۔''

ایک دن وہ مایوسی کے عالم میں بیٹھا تھا کہ اسے اچانک مذکورہ حدیث یاد آگئی۔ وہ اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا، سوچتا رہا پھر اچانک اس نے سر ہلایا اور بول اٹھا کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر مجھے اپنے مرض کا علاج صدقے کے ذریعے ہی کرنا چاہئے کیونکہ دنیاوی علاج بہت کر چکا اور بہت ہو چکا۔

حدیث پہ عمل کرنے کے برکت سے لاعلاج مرض جاتا رہا

اس کو ایک ایسے گھرانے کا علم تھا جس کا سربراہ وفات پا چکا تھا اور وہ نہایت کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ بیماری کے دوران اس کی جمع پونجی بھی خرچ ہو چکی تھی تاہم جو معمولی رقم موجود تھی اس نے اپنے ایک قریبی دوست کی وساطت سے اس گھرانے کو ارسال کر دی۔ ان پر سارے قصے کو واضح کر دیا کہ وہ اس صدقے کے ذریعے اپنے مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے لہٰذا مریض کے لئے شفا کی دعا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی حدیث سچ ثابت ہوئی اور بتدریج تندرست ہوتا گیا۔

ایک دن وہ ڈاکٹروں کے بورڈ کے سامنے دوبارہ پیش ہوا۔ اس کے علاج پر مامور ڈاکٹر حیران و ششدر رہ گئے کہ اس کی رپورٹیں اس کی مکمل صحت یابی کا اعلان کر رہی تھیں۔ اس نے بورڈ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق علاج کیا ہے۔ وہ اب مکمل طور پر تندرست تھا۔ اس نے ڈاکٹروں کو بتایا کہ بلاشبہ مین تقدیر پر یقین رکھتا ہوں اور اس کا یہ بھی مفہوم نہیں کہ ظاہری اسباب اختیار نہ کئے جائیں اور ڈاکٹروں سے بیماری کی صورت میں رجوع نہ کیا جائے مگر حدیث رسول درست ہے۔ بلاشبہ ایک ایسی ذات موجود ہے جو بغیر کسی دوا کے بھی بیماروں کو صحت عطا کر سکتی ہے۔

یہ واقعہ عربی ہفت روزہ المسلمون سے لیا گیا ہے جو اس کے شمارہ نمبر ۱۸۱ میں شائع ہوا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ہفت روزہ لندن سے شائع ہوتا تھا اور اب کافی عرصے سے بند ہو چکا ہے۔

(۱۵۷)

امام ابو یوسف کی خلیفہ وقت کو نصیحت

امام ابو یوسف: امام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری کوفی' بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر شاگردوں میں سے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب پھیلایا' فقیہ بھی تھے اور حافظ الحدیث بھی۔ ۱۱۳ھ کوکوفہ میں پیدا ہوئے۔ بغداد شریف میں قاضی بنائے گئے۔ سب سے پہلے انہیں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کہا گیا۔ سب سے پہلے انہوں نے فقہ حنفی کے اصول مرتب کئے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ہارون الرشید کے دور خلافت میں ۱۸۲ھ میں ان کی رحلت ہوئی۔

(الاعلام' ۱۹۳/۸)

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیف ''کتاب الخراج'' کے آغاز میں ہارون الرشید کو نصیحت کی۔ گفتگو سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا:

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو عظیم ذمہ داری سونپی ہے۔ اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے اور عذاب بھی بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کی زمام اقتدار عطا کی ہے۔ آپ صبح وشام بہت سی مخلوق کے لئے تعمیرات بنواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نگہبانی آپ کے سپرد کی ہے۔ آپ کو ان کا امین بنایا ہے۔ ان کے ذریعے آپ کو آزمائش میں ڈالا ہے اور ان کا اقتدار آپ کے سپرد کیا ہے۔ وہ عمارتیں دیرپا نہیں ہوتیں جن کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا اور انہیں بنیادوں سے اکھیڑ کر بنانے اور تعاون

کرنے والوں پر گرادے گا۔ آپ اس امت اور رعایا کے اقتدار کو ہرگز ضائع نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے اذن سے قوت عمل میں ہے۔

فکرِ آخرت اور خوفِ خدا کی تلقین

آج کا کام کل پر نہ ٹالیں۔ آپ نے ایسا کیا تو یوں سمجھیں کہ اسے ضائع کر دیا۔ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت امید کی مسافت سے پہلے ہے۔ وقت مقرر کے آنے سے پہلے عمل کیجئے' کیونکہ جب وہ وقت آئے گا تو عمل نہیں ہو سکے گا۔ بے شک حکمران اپنے رب کے سامنے وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو چرواہا اپنے مالک کے سامنے پیش کرتا ہے۔ آپ خداداد اختیار و اقتدار کے دور میں حق قائم کیجئے۔ اگرچہ دن کی ایک ساعت میں ہو' کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ خوش بخت حکمران وہ ہوگا جس کے ذریعے رعایا خوش حال ہوگی۔ آپ کج روی اختیار نہ کریں آپ کی رعایا گمراہ ہو جائے گی۔ آپ غیظ و غضب کو نہ اپنائیں اور خواہش نفس کے تحت حکم نہ دیں۔ جب آپ کو دو کام نظر آئیں جن میں سے ایک آخرت کے لئے اور دوسرا دنیا کے لئے ہو تو آپ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دیں۔ کیونکہ آخرت باقی رہے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ہر قدم احتیاط کے ساتھ اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے معاملے میں قریب اور بعید لوگوں کو برابر کا درجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ عاقبت اندیشی سے کام لیں اور یاد رکھیں کہ ڈر زبان پر نہیں دل میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں' تقویٰ گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ معین مدت' چالو گزرگاہ' ماخوذ طریقے' محفوظ عمل اور اس سرچشمے کے لئے عمل کریں جہاں مخلوقِ خدا حاضر ہو گی۔ وہ حاضری کی برحق اور عظیم جگہ ہے جہاں دل اڑ جائیں گے۔ اس جگہ مالک الملک کے غلبے کے آگے سب دلیلیں بے کار ہو جائیں گی جس کی عظمت کے سامنے بے بس ہیں۔ تمام مخلوق اس کے آگے حقیر ہوگی۔ سب اس کے فیصلے کا انتظار کریں گے اور اس کے عذاب سے اس طرح ڈریں گے گویا وہ واقع ہو چکا ہے۔ جس شخص نے علم کے باوجود عمل نہ کیا' اس

کے لئے اس دن اور اس میدان میں حسرت وندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اس دن قدم پھسل پھسل جائیں گے۔ رنگ فق ہو جائیں گے۔ طویل عرصے تک کھڑے رہنا پڑے گا اور حساب سخت ہوگا۔

قرآنی آیات کے ذریعے انداز

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے:

''بے شک ایک دن آپکے رب کے نزدیک ہزار سال کی طرح ہے' تمہارے دنوں کی گنتی سے۔ (الحج' ۲۲ر۴۷)

کہیں ارشاد فرمایا:

یہ فیصلے کا دن ہے' ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کر دیا۔ (المرسلٰت' ۷۷ر۳۸)

''جب اس عذاب کو دیکھیں گے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے تو (یوں محسوس کریں گے کہ وہ) دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی ٹھہرے تھے۔''

(الاحقاف' ۴۶ر۳۵)

ہائے! اس لغزش کا کیا حال ہوگا؟ جس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا اور وہ ندامت کیسی ہو گی؟ جو فائدہ نہیں دے گی۔ گردش لیل ونہار ہر نئی چیز کو پرانا کر دیتی ہے' ہر بعید کو قریب کر دیتی ہے اور ہر اس چیز کو حاضر کر دیتی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کی جزا دے گا' بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

امیر المومنین! اللہ سے ڈریئے! اللہ سے ڈریئے! کیونکہ زندگی بہت مختصر اور معاملہ بہت بڑا ہے۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب فنا ہونے والا ہے۔ آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ آپ کل اس حال میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں کہ آپ ظالموں میں سے ہوں۔ کیونکہ قیامت کے دن جزا دینے والا بندوں کو ان کے مراتب کے مطابق نہیں بلکہ ان کے اعمال کے حساب سے جزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ڈر سنا دیا ہے' اس سے ڈریئے! آپ کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا اور نہ ہی کھلا آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھے گا کہ آپ کس حال میں تھے؟ اور کیا عمل کیا؟ ابھی سے جواب سوچ لیجئے!

چار سوالوں کے جواب تیار رکھو

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بندے کے پاؤں چند سوالات کے جوابات کے بعد ہی حرکت کر سکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن بندے کے پاؤں چار سوالوں کے بعد ہی اٹھ سکیں گے (۱) اس نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ (۲) اپنی زندگی کن کاموں میں صرف کی؟ (۳) مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا (۴) اپنا جسم کن کاموں میں کمزور کیا؟'' (ترمذی، باب القیامۃ)

امیر المومنین! ان سوالات کے جوابات تیار رکھئے۔ اگر آپ نے ثابت قدمی سے عمل کیا تو وہ کل آپ کے لئے ذخیرہ ہوگا۔ آپ سب کے سامنے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ اٹھنے کا منظر ذہن میں رکھئے!

امیر المومنین! میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی نگہبانی آپ کے سپرد کی ہے ان کی نگرانی کریں۔ جن چیزوں کی حفاظت آپ کے ذمے لگائی ہے ان کی حفاظت کریں۔ اس سلسلے میں آپ کی نظر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا تو آپ ہدایت کی آسانی کھو بیٹھیں گے۔ ہدایت کے نشانات آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ ہدایت کی وسعت تنگ ہو جائے گی اور آپ ہدایت کی اس بات کا انکار کریں گے جسے پہچانتے ہیں اور جس چیز کا انکار کرتے ہیں اسے پہچاننے لگیں گے آپ اپنے نفس سے اس شخص کی طرح جھگڑا کریں جو نفس کے نقصان کا نہیں بلکہ فائدے کا ارادہ کرتا ہے کیونکہ اگر نگران کسی چیز کو ہلاکت کے مواقع سے اللہ تعالیٰ کے اذن سے بچا سکتا ہو اور اسے زندگی اور نجات کے مقامات پر لے جا سکتا ہو اس کے باوجود اسے ضائع کر دے تو وہ ذمہ دار ہوتا ہے۔ جب اس نے بچانے کی کوشش ہی نہیں کی تو اسے ضائع کر دیا اور اگر اسے بچانے کی بجائے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو گیا تو نہ صرف یہ کہ یہ عمل اس کے لئے نقصان دہ ہوگا بلکہ جلد ہلاکت کا شکار ہو جائے گا اور جب اصلاح کرے گا تو اس بناء پر وہ بہت خوش قسمت ہوگا اور جو کچھ اس نے اللہ کی راہ میں دیا اللہ اسے اس سے کئی گنا زیادہ

اجر عطا فرمائے گا۔

رعایا کی رعایت کرنے کی نصیحت

اپنی رعایا کو ضائع کرنے سے گریز کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اس کا حق طلب فرمائے گا اور آپ نے اپنا اجر ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس امت کا اقتدار آپ کو بخشا ہے اسی کے لئے کیا ہوا عمل آپ کے لئے فائدہ مند رہے گا اور اس کی حق تلفی آپ کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جس امت کے امور کا آپ کو والی بنایا ہے اس کی فلاح و بہبود کو فراموش نہ کریں' آپ کو بھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ آپ انہیں اور ان کی اصلاح کو نظر انداز نہ کریں' آپ کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا اور ان دنوں اور راتوں میں آپ کا دنیاوی حصہ ضائع نہیں کیا جائے گا۔ آپ بکثرت ذکر الٰہی' تسبیح' کلمہ طیبہ' کے ورد و حمد میں اپنی زبان کو مصروف رکھیں اور نبی رحمت' امام ہدایت' اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ و سلام پیش کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و عنایت سے حکمرانوں کو اپنی زمین میں خلیفہ بنایا ہے اور ان کو ایسا نور عطا فرمایا ہے جو ان کی مخفی اور مشتبہ ذمہ داریوں کو اجاگر کرتا ہے۔ حکمرانوں کے نور کی روشنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کریں اور حق داروں کو ان کے حقوق تحقیق اور دیانت داری سے فراہم کریں۔ نیک لوگوں کے جاری کردہ طریقوں کو زندہ کرنا بڑی وقعت رکھتا ہے۔ اچھے طریقوں کو زندہ کرنا زندہ و پائندہ ہوتا ہے۔ حکمران کا ظلم رعایا کی ہلاکت ہے۔ ناقابلِ اعتماد اور بھلائی سے محروم لوگوں سے مدد لینا عوام کی تباہی ہے۔

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نصیحتیں عطا فرمائی ہیں انہیں اچھی طرح استعمال کر کے ان میں اضافے کے طلب گار بنیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز' فرقان حمید میں فرمایا ہے:

''اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔'' (ابراہیم ۱۴/۷)

ایک مسلم حکمران کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح سے زیادہ محبوب اور فساد سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ گناہوں کا ارتکاب نعمتوں کی ناشکری ہے۔ جو قوم نعمت کی ناشکری کر کے فوراً توبہ نہیں کرتی' اس کی عزت چھین لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اقتدار کے ساتھ اپنی معرفت بھی عطا فرمائی ہے۔ میں اس کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی معاملے میں آپ کو آپ کے نفس کے سپرد نہ کرے اور آپ کی اسی طرح سرپرستی فرمائے جس طرح اپنے اولیاء اور محبوب ہستیوں کی سرپرستی فرماتا ہے۔ بے شک وہ سرفرازی عطا فرمانے کا مالک ہے اور اسی کی بارگاہ میں سربلندی کی درخواست کی جاتی ہے۔

آپ نے جس چیز کی فرمائش کی تھی میں نے وہ شرح وبسط سے لکھ دی ہے۔ آپ اس پر غور کریں' اسے سمجھیں اور بار بار پڑھیں یہاں تک کہ آپ کو یاد ہو جائے۔ میں نے اس سلسلے میں بھرپور کوشش کی ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کی بناء پر آپ کی اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کی۔ مجھے قوی امید ہے کہ اگر آپ نے اس بیان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو کثیر خراج عطا فرمائے گا اور آپ کو کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ آپ کی رعایا کی اصلاح بھی فرما دے گا۔ عوام کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر شرعی حدیں قائم کی جائیں۔ ان کو ظلم سے نجات دلائی جائے اور مشتبہ حقوق کے سلسلے میں انہیں ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے روکا جائے۔

میں نے آپ کی فرمائش پر اچھی اچھی باتیں لکھ دی ہیں جن پر آپ عمل کا ارادہ رکھتے ہیں' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' اللہ تعالیٰ آپ کو ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے جو رب کریم کو آپ سے راضی کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اور آپ کے ہاتھوں پر امت مسلمہ کی اصلاح فرمائے۔ آمین۔ (کتاب الخراج' امام ابو یوسف' کسی قدر تصرف کے ساتھ)

ہاں! جب حکام اور امراء کے کان علماء کی طرف متوجہ ہوں تو ان پر لازم ہے کہ انہیں

حکیمانہ اور ناصحانہ انداز میں ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تبلیغ کا وعدہ لیا ہوا ہے۔ ان سے یہ عہد نہیں لیا کہ امراء کی اطاعت اور ان کے تقرب کے ذریعے مادی منفعت حاصل کریں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کریں۔ ایسے علماء کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی فرمان ہے:

''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی' کہ تم اسے ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں' تو انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے حقیر معاوضہ وصول کیا۔''

(آل عمران' ۳/۱۸۷)

(۱۵۸)

آسمان سے اترنے والی دھات

اللہ تعالیٰ نے ''لوہے'' کا ذکر فرماتے ہوئے قرآن مجید (سورۃ الحدید) میں ارشاد فرمایا ہے: ''وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ط''

''اور ہم نے لوہا اتارا اور اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے لئے بہت سے فائدے ہیں۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے روئے زمین پر تشریف لائے تو لوہے کے پانچ اوزار اپنے ساتھ لائے' ہتھوڑا' نہائی' سنسی' ریتی' سوئی اور دوسری روایت انہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں زمین پر نازل ہوئیں۔ حجر اسود' عصا موسوی' لوہا۔ (صاوی' ج ۴' ص ۱۴۹)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''چار برکت والی چیزیں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائیں' لوہا آگ پانی اور نمک''۔ (صاوی ج ۴ ص ۱۴۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ ہے کہ ''لوہا'' جنت سے زمین پر آیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ ہے کہ ''لوہا'' آسمان سے نازل ہوا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ ''جنت'' آسمانوں کے اوپر ہی ہے تو

لوہا جب جنت سے اترا تو آسمان ہی سے زمین پر اترا۔

''لوہا'' ایک ایسی دھات ہے کہ ہر صنعت وحرفت کے آلات اس سے بنتے ہیں اور ہر قسم کے آلات جنگ بھی اسی سے تیار ہوتے ہیں اور انسانوں کی ضروریات کے ہزاروں سامان ایسے ہیں کہ بغیر لوہے کے تیار ہی نہیں ہو سکتے۔ اس لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا: ومنافعُ للناس کہ اس ''لوہے'' میں لوگوں کے لئے بے شمار فوائد ومنافع ہیں بہر حال ''لوہا'' خداوند تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے لہٰذا لوہے کا ہر سامان دیکھ کر خداوند قدوس کی اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۵۹)

بادشاہ کی شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے

مورخ ابن عساکر اور علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابوحسین احمد بن محمد خراسانی نوری ایک مرتبہ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے چل رہے تھے کہ قریب سے ایک کشتی گزری۔ دیکھا کہ ملاح بہت سارے شراب کے مٹکوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ ابوحسین نوری اس پر چڑھ گئے اور پوچھا یہ کیا ہے اور کس کے لئے ہے؟

ملاح نے کہا: آپ کو اس سے کیا لینا دینا؟

ابوحسین نے اصرار کے ساتھ ملاح سے پوچھا: بتاؤ کیا ہے؟

ملاح نے کہا:

"اَنْتَ وَاللهِ! كَثِيْرُ الْفُضُوْلِ، هٰذَا خَمْرٌ لِلْمُعْتَضِدِ"

''اللہ کی قسم! آپ بڑے فضول آدمی ہیں، یہ خلیفہ معتضد باللہ کی شراب ہے۔''

ابوحسین کو بڑا سخت غصہ آیا، ہاتھ میں لاٹھی تھی، مٹکوں کو یکے بعد دیگرے توڑنا شروع کر دیا۔ ملاح اس دوران ان کو منع کرتا رہا مگر وہ کب باز آنے والے تھے۔ چنانچہ ملاح نے خوب چیخ و پکار کی، لوگوں نے پولیس کو بلایا، اس دوران ایک مٹکے کے علاوہ سارے مٹکے ٹوٹ چکے تھے۔ پولیس نے ان کو پکڑا اور معتضد کے سامنے پیش کر دیا۔

خلیفہ معتضد نے پوچھا: ''مَنْ اَنْتَ وَيْلَكَ؟'' ''تمہاری بربادی ہو آخر تم ہو کون؟''

جواب دیا: میں محتسب ہوں (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والا)

معتضد نے پوچھا: اس کام پر تمہیں کس نے متعین کیا ہے؟

مجھے اللہ نے محتسب بنایا ہے

کہنے لگے: امیر المومنین! جس ہستی نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے اسی نے مجھے اس کام کا حکم دیا ہے۔

معتضد نے اپنے سر کو جھکایا اور بولا: یہ کام کرنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی اور تم نے یہ کیوں کیا؟

جواب میں کہنے لگے: تمہارے ساتھ محبت اور پیار کی وجہ سے کہ یہ تمہارے لئے نہایت غیر مفید' مکروہ اور نقصان دہ چیز تھی۔

خلیفہ نے پھر اپنے سر کا جھکایا' ذرا سا سوچا اور کہا: اچھا بتاؤ تم نے سارے مٹکے توڑ دیئے ایک جو باقی رہ گیا ہے اس کو کیوں نہیں توڑا؟

فرمانے لگے: دراصل جب میں نے مٹکوں کو توڑنا شروع کیا تو میرے دل میں محض رب کی رضا کی نیت تھی اور میں نے اس کی جلالت کی خاطر یہ کام کیا مگر آخری مٹکا توڑنے سے پہلے میرے دل میں اپنے تئیں عجب آ گیا کہ میں نے اتنا بڑا کام کر دیا ہے' باوجود یہ جاننے کے کہ یہ مال خلیفہ کا ہے' کوئی پروا نہیں کی۔ جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو پھر یہ کام رضائے الٰہی کے لئے نہیں رہا تھا۔ لہٰذا میں نے آخری مٹکا چھوڑ دیا۔

معتضد کہنے لگا: جاؤ! ہم نے تمہیں محتسب مقرر کر دیا اور اب جو بھی تمہیں منکر نظر آئے اسے تبدیل کر دو۔ ابوحسین نوری نے فرمایا: جناب! اب میرا ارادہ اس کام کو کرنے کا نہیں رہا۔ معتضد نے پوچھا: کیوں' کیا وجہ ہے؟

جواب دیا: پہلے یہ کام رب کی رضا کے لئے اور اس کی مدد کے ساتھ کرتا تھا' اور اب تمہیں راضی کرنے کے لئے پولیس کی مدد سے کروں گا۔

معتضد کہنے لگا: اگر آپ کی کوئی حاجت ہے تو پیش کریں۔

فرمانے لگے: مجھے اس دربار سے بغیر کسی ضرر کے نکلنے کی اجازت دے دیں اور میرے راستے میں تمہارا کوئی آدمی رکاوٹ نہ بنے۔

معتضد نے حکم جاری کیا کہ ان سے کوئی اعراض نہ کیا جائے۔

ابوحسین نوری بغداد سے نکل کر بصرہ میں قیام پذیر ہو گئے اور حتی الامکان کوشش کی کہ اپنے آپ کو چھپائے رکھیں تاکہ معتضد کے لئے کوئی سفارش طلب کرنے والا نہ آجائے۔ جب معتضد نے وفات پائی تو پھر یہ بغداد واپس آ گئے۔

ابوحسین کی وفات ۲۹۵ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۷۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

(۱۶۰)

امام اعظم علیہ الرحمہ کی اپنے تلامذہ کو نصیحت

اما ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: نعمان بن ثابت' ولاء کے اعتبار سے تیمی' جائے پیدائش کے لحاظ سے کوفی' مذہب حنفی کے امام' فقیہ' مجتہد' محقق اور چار اماموں میں سے ایک تھے۔ ۸۰ھ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے' جوانی کے دور میں طالب علم کے ساتھ کاروبار تجارت بھی کرتے تھے' آپ کا انتقال جیل میں ہوا' کیونکہ خلیفہ منصور عباسی نے آپ کو منصب قضا (جج کا عہدہ) پیش کیا جسے آپ نے مسترد کر دیا۔ آپ کریم النفس اور سخی تھے۔ آپ کے دلائل قوی ہیں۔ امام شافعی نے آپ کے بارے میں فرمایا ''تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں۔'' ۱۵۰ھ بغداد شریف میں آپ کی رحلت ہوئی۔

(الاعلام ۳۶/۸)

امام اعظم ابوحنیفہ کا عظیم الشان مزار شریف بغداد شریف میں ہے اور اس محلے کا نام اعظمیہ ہے۔

مشائخ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو نصیحت اور ہدایت کرتے رہتے تھے۔ امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں فرمایا:

استاذ پر واجب ہے کہ اپنے شاگردوں کی دیکھ بھال کرتا رہے اور انہیں نصیحت سے محروم نہ رکھے۔ کیونکہ نصیحت اس کے پاس امانت ہے۔

اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے تمام شاگردوں کو ایسی نصیحت فرمائی جو دنیا اور آخرت میں مفید ہے۔

رشوت لینے والا اپنے عہدے سے خود ہی معزول ہو جاتا ہے

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ ہم امام اعظم کے چند شاگردوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ زبان سے پہلے آپ کو چہرہ بول رہا ہے۔ آپ یوں گویا ہوئے' تم میرے دل کے پھل اور میرے جسم کی تازگی ہو۔ میں نے تمہارے لئے فقہ کو مدون اور آسان کر دیا ہے۔ میں نے عوام کو اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں گے اور تمہارے الفاظ کے متلاشی ہوں گے۔ تم میں سے ہر ایک قاضی (جج) بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی دی ہوئی جلالت علمی کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ فقہ کو ضائع نہ کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی ایک قاضی (جج) بنائے جانے میں مبتلا ہو جائے اور اسے اپنی کوئی کمزوری معلوم ہو جسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں سے چھپا رکھا ہے تو اس کے لئے قاضی بننا جائز نہیں اور نہ ہی وظیفہ لینا درست ہے اور اگر بامر مجبوری قاضی (جج) بننا پڑے تو عوام اور اپنے درمیان فاصلہ حائل نہ رکھے۔ اسے چاہئے کہ پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھے اور ہر نماز کے وقت اعلان کرے:

کسی کو کوئی کام ہے؟ کسی کی کوئی حاجت ہے؟

جب عشاء کی نماز پڑھے تو تین دفعہ اعلان کرے: کسی کو کوئی کام ہے؟

پھر اپنے گھر چلا جائے اور جب کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے کہ بیٹھ نہ سکے تو جتنے دن بیماری کی وجہ سے غیر حاضر رہے اتنے دن کی تنخواہ واپس کر دے۔ جو امام مسلمانوں کے مال میں خیانت کرے یا فیصلے میں ظلم کرے تو اس کی امامت باطل ہو جائے گی اور اس کا فیصلہ ناجائز ہوگا اور اگر قاضی رشوت لے تو وہ معزول ہو جائے گا' اگرچہ اسے معزول نہ کیا جائے۔ (الذهبی - کسی قدر تصرف کے ساتھ)

شرف ملت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عوام کا حکمران پہ کیا حق ہے؟

یہ خلوص بھرے دل سے نکلی ہوئی نصیحت ہے۔ امام اعظم نے اپنے شاگردوں کی کامل اخلاص کی طرف رہنمائی فرمائی اور اعلیٰ ترین فضائل تک پہنچنے میں ان کی دستگیری فرمائی۔ امام نے انہیں یاد دلایا کہ عوام کا حکمران پر کیا حق ہے؟ اس کی حکمرانی کب باطل ہوتی ہے اور کب اس کا فیصلہ ناجائز ہوتا ہے؟ خصوصاً قاضی (جج) جب رشوت لے تو وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے اگرچہ اسے معزول نہ کیا جائے۔

امام اعظم نے مستقبل میں قاضی (جج) بننے والے شاگردوں کو قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں تاکہ ان میں سے ایک ایسی جماعت تشکیل دیں جو سلف صالحین کے طریقے پر عمل پیرا ہو۔ اس طرح حکمران بھی ان سے فائدہ حاصل کریں اور عوام بھی اور حکومت اور دین کا معاملہ منظم رہے۔

امام اعظم نے شاگردوں، حکمرانوں اور قاضیوں (ججوں) کو مشترکہ طور پر ایک نصیحت فرمائی۔ ان کے سامنے حق کو بے نقاب کر دیا اور انہیں راہِ راست کی تلقین فرمائی۔ انہیں خوف تھا کہ کہیں وہ حکمرانی اور قضا کی رسوائیوں میں واقع نہ ہو جائیں۔ موجودہ دور کے حکمران اور قاضی (جج) حضرات اس نصیحت کے زیادہ حاجت مند ہیں۔ حکمران اور جج کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ امت مسلمہ کی کتنی ذمہ داریاں حکام اور ججوں کے ذمہ ہیں؟ ممکن ہے کہ یہ حضرات اس بات کو یاد کریں اور ایسی نصیحت سے نفع حاصل کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ حکمرانوں اور عوام کے معاملات درست ہو جائیں گے۔ (سدا بہار خوشبوئیں)

(۱۶۱)

سخاوت وایثار کا بے مثال قصہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے بطور ہدیہ ایک صحابی کے گھر بکری کا ایک سر بھیج دیا تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم سے زیادہ تو میرا فلاں مسلمان بھائی اس سر کا ضرورت مند ہے وہ سر اس کے گھر بھیج دیا تو انہوں نے کہا: میرا فلاں بھائی مجھ سے بھی زیادہ محتاج ہے' یہ کہا اور وہ سر اس صحابی کے گھر بھیج دیا۔ اسی طرح ایک نے دوسرے کے گھر اور دوسرے نے تیسرے کے گھر اس سر کو بھیج دیا یہاں تک کہ جب یہ سر چھٹے صحابی کے پاس پہنچا تو انہوں نے سب سے پہلے والے کے گھر یہ کہہ کر بھیج دیا کہ وہ ہم سے زیادہ مفلس اور حاجت مند ہیں اس طرح وہ جس گھر سے سب سے پہلے بھیجا گیا تھا پھر اسی گھر میں آ گیا۔ اس موقع پر سورۂ حشر کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی جس میں اللہ جل جلالہ نے صحابہ کرام کی سخاوت کا خطبہ ارشاد فرمایا اور وہ آیت مبارکہ یہ ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر' رکوع ۱)

''اور صحابہ اپنی جانوں پر (دوسروں کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔''

یہ تو زمانہ رسالت کا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تقریباً اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا جو عبرت خیز و نصیحت آموز ہونے میں پہلے واقعہ سے کم نہیں چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چار سو

دینار ایک تھیلی میں بند کر کے اپنے غلام کو حکم دیا کہ یہ تھیلی حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی خدمت میں پیش کر دو اور پھر تم گھر میں اس وقت تک ٹھہرے رہو کہ تم دیکھ لو کہ وہ اس تھیلی کا کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام تھیلی لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت امیر المومنین نے یہ دیناروں کی تھیلی آپ کے پاس بھیجی ہے اور فرمایا ہے: آپ اس کو اپنی حاجتوں میں خرچ کریں۔ امیر المومنین کا پیغام سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کا بھلا کرے۔ پھر اپنی لونڈی سے فرمایا: اے خادمہ! یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ اور یہ پانچ دینار فلاں کو۔ اسی طرح انہوں نے ایک ہی نشست میں تمام دیناروں کو حاجت مندوں میں تقسیم کرا دیا۔ صرف دو دینار ان کے سامنے رہ گئے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے لونڈی! یہ دو دینار بھی فلاح ضرورت مند کو دے دو۔

ہمارے آقا کا ہر غلام بے مثال ہے

یہ ماجرا دیکھ کر غلام امیر المومنین کے پاس واپس لوٹ آیا تو امیر المومنین نے چار سو دینار کی دوسری تھیلی دے کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور غلام سے فرمایا: تم اس وقت تک ان کے گھر میں بیٹھے رہنا اور دیکھتے رہنا کہ وہ اس تھیلی کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس تھیلی لے کر پہنچا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کا تحفہ اور پیغام پانے کے بعد یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ امیر المومنین پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کو نیک بدلہ دے پھر فوراً ہی اپنی لونڈی کو حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابہ کے گھروں میں اتنی اتنی رقم پہنچا دو صرف دو دینار باقی رہ گئے تھے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بیوی آگئیں اور کہا: خدا کی قسم ہم لوگ بھی تو مفلس اور مسکین ہی ہیں۔ یہ سن کر وہ دو دینار جو باقی رہ گئے تھے بیوی کی طرف پھینک دیے۔ یہ منظر دیکھ کر غلام امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سارا چشم دید ماجرا سنانے لگا۔ امیر المومنین حضرت عبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کی اس سخاوت الوالعزی کی داستان کو سن کر فرط تعجب سے انتہائی مسرور ہوئے اور فرمایا: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام یقیناً آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے پر نہایت رحم دل اور آپس میں بے حد ہمدرد ہیں۔ حضرت

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ (صاوی، ج ۴، ص ۱۶۱)

مہمان کی خدمت کا جذبہ

ایک حدیث میں ہے کہ آیت مذکورہ بالا کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا کہ بارگاہ نبوت میں ایک بھوکا شخص حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کے حجروں میں معلوم کرایا کہ کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: جو اس شخص کو مہمان بنائے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جا کر بیوی سے دریافت کیا کہ گھر میں کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ حضرت ابوطلحہ نے فرمایا: بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے کے لئے اٹھو اور چراغ بجھا دو تا کہ مہمان اچھی طرح کھالے۔ یہ تجویز اس لئے کہ مہمان یہ جان نہ سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہو جائے گا اور کھانا تھوڑا ہے اس لئے مہمان بھوکا رہ جائے گا اس طرح حضرت ابوطلحہ نے مہمان کو کھانا کھلا دیا اور خود اور اہل خانہ بھوکے سو رہے۔ جب صبح ہوئی اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے حضرت ابوطلحہ کو دیکھ کر فرمایا کہ رات فلاں فلاں کے گھر میں عجیب معاملہ پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بہت راضی ہے اور سورۂ حشر کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان، ص ۶۵۰)

یہ آیت مبارکہ اور اس کی شان نزول کے حیرت ناک واقعات ہم مسلمانوں کے لئے کس قدر عبرت خیز و نصیحت آموز ہیں اس کو لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہر شخص خود ہی انصاف کی عینک لگا کر اس کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ اس کے دل میں بصیرت کی روشنی اور آنکھوں میں بصارت کا نور موجود ہو۔

(۱۶۲)

فضیلت کا تقاضا بھی یہی ہے

محمد کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر الحنفیہ ہے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یمامہ کے قیدیوں میں آئی تھیں اور جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ہبہ دیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علی نے اسے بازار ذی المجاز سے خریدا تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ۱۱۰/۴)

حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور محمد بن حنفیہ (ابن ابی طالب) کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو گیا اور اس اختلاف نے اس قدر طول پکڑا کہ دونوں نے آپس میں گفتگو تک چھوڑ دی، آنا جانا بند ہو گیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو حمد بن حنفیہ نے اپنے بھائی حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''اَبِیْ وَاَبُوْكَ عَلِیٌّ، وَاُمِّیِ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنِیْ حَنِیْفَةَ، وَلَا یُنْكَرُ شَرَفُهَا فِیْ قَوْمِهَا، وَلٰكِنْ اُمُّكَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنْتَ اَحَقُّ بِالْفَضْلِ مِنِّیْ، فَصِرْ اِلَیَّ حَتّٰی تَرْضَانِیْ.''

''میرے اور آپ کے والد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، اور میری امی جان بنو حنیفہ کی خاتون تھیں، جن کی شرافت و عزت ان کی قوم میں مخفی نہیں، مگر آپ کی والدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں (جن کے درجہ کو میری والدہ نہیں پہنچ سکتیں) اور آپ مجھ سے افضل ہیں۔ (اس فضیلت کا تقاضا ہے کہ) آپ میرے پاس آئیں اور مجھے راضی کریں (تاکہ ہمارے

اور آپ کے تعلقات از سر نو بحال ہو سکیں)''

خط پڑھتے ہی حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سنبھالی' جوتا پہنا اور اپنے بھائی محمد بن حنیفہ کے پاس پہنچ کر انہیں راضی کر لیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر' دار احیاء التراث الاسلامی' ۷/۵۷/۲۵۷)

(۱۶۳)

حضرت عمر کا پیغام حضرت ابوموسیٰ اشعری کے نام

حضرت عمر بن خطاب بن نفیل قرشی عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابوحفص ہے' ہجرت سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے' دوسرے خلیفہ راشد ہیں' سب سے پہلے آپ کو ''امیر المومنین'' کا لقب دیا گیا۔ جلیل القدر صحابی' شجاعت وعدالت اور احتیاط کے پیکر تھے۔ آپ کا عدل وانصاف ضرب المثل ہے۔ آپ کے دور سعید میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہوا۔ قریش کے دلاور اور معزز افراد میں سے تھے۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے اسلام لائے۔ ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی۔ پہلے پہل آپ ہی نے تاریخ ہجری کو رواج دیا۔ آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جس نے تاریخ اسلام میں حساب کتاب کے رجسٹر رائج کئے۔ فارس کے رہنے والے ''ابو لؤلؤۃ فیروز'' نے دھوکے سے ۲۳ھ میں آپ کو شہید کیا' جب کہ آپ نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ (الاعلام ۵/۴۵)

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ: عبداللہ بن قیس ہیں' آپ کی کنیت ابوموسیٰ ہے' آپ قحطان کے قبیلہ بنوالاشعر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جلیل القدر صحابی' نامور نبرد آزما' فاتح اور حکمران تھے۔ ہجرت سے اکیس سال پہلے یمن کے شہر زبید میں پیدا ہوئے۔ جنگ صفین کے بعد حضرت علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ نے جو دو حکم منظور کئے تھے' ان میں سے ایک حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے' ہجرت کر کے حبشہ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زبید اور یمن کا گورنر مقرر فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ۱۷ھ میں بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا' وہیں ۴۷ھ میں وفات پائی۔ (الاعلام ۴/۱۱۴)

یادرکھو! حکمران کی ذمہ داری یہ ہے کہ عوام کی دیکھ بھال کرتا رہے۔ ان کے لئے فائدہ مند کارروائی کرتا رہے اوران کی غلطیوں کی اصلاح کرتا رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا:

سب سے زیادہ بدبخت حاکم کون؟

''عمر بن خطاب امیر المومنین کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کے نام''

السلام علیک!......امابعد!

لوگ اپنے سلطان سے نفرت رکھتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ مجھے اور آپ کو نامعلوم گمراہی اور سینوں میں اٹھائے ہوئے کینے لاحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم کیجئے! اگرچہ دن کی ایک ساعت میں ہو۔ جب آپ کے سامنے دو کام آئیں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور دوسرا دنیا کے لئے ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے حصے کو اختیار کریں کیونکہ دنیا ختم ہوجائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ فاسقوں کو ڈراؤ اور انہیں ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک پاؤں والا بنادو (یعنی چوروں کا ہاتھ کاٹ دو دوبارہ چوریں کریں تو ان کا پاؤں کاٹ دو) مسلمانوں کے بیماروں کی عیادت کرو اوران کے معاملات خود حل کرو۔ آپ ان میں سے ایک مرد ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر ذمہ داری کا بوجھ زیادہ ڈالا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے اہل خانہ میں کھانے پہننے اور سواری کا وہ انداز ہے جو عام مسلمانوں کا نہیں ہے۔

اے عبداللہ! اس بات سے گریز کر کہ تو اس چارپائے کی طرح ہوجائے جو سرسبز وادی میں گزرا اور اس کی تمام تر توجہ موٹاپے کی طرف ہو حالانکہ موٹاپے میں اس کی موت ہے۔ یاد رکھئے کہ جب حاکم گمراہ ہوجائے تو اس کی رعایا بھی گمراہ ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بدبخت وہ حاکم ہے جس کی وجہ سے رعایا بدبخت ہو۔

(نہایۃ الارب......کسی قدر تصرف کے ساتھ)

یہ تھے تاریخ اسلام کے دور اول کے مخلص حکمران۔ وہ عوام کے بارے میں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھتے تھے۔ وہ ان میں ایمانی روح پھونکتے تھے تاکہ ان کا ایمان قوی اور

حال درست ہو جائے اور وہ صحیح اور سیدھے راستے پر چلنے لگیں کیونکہ جب حاکم درست ہوگا تو عوام بھی درست ہو جائیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کی حالت' ان کی زندگی اور خوشحالی کی کڑی نگرانی کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ انہیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ دنیا میں محو ہو کر آخرت سے غافل نہ ہو جائیں۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ مقتدا ہوں اور دوسرے ان کی پیروی کریں۔ اس طرح حکام عوام کی نگاہوں میں محترم ہو جائیں گے اور نفرت و خوف کے ساتھ نہیں' بلکہ خوش دلی سے ان کی اطاعت کریں گے۔

(۱۶۴)

یہود مدینہ کی جلاوطنی کا واقعہ

ہجرت کے بعد جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہودیوں سے "صلح وعہد" کا معاہدہ فرمالیا مگر یہودی اپنے عہد و پیمان پر تادیر قائم نہیں رہے بلکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازشوں کا جال بچھانا شروع کردیا' اسی دوران یہودیوں میں سے قبیلہ "بنونضیر" کے ذمہ دار افراد نے ایک روز یہ سازش کی کہ نبی اکرم ﷺ سے جاکر یہ عرض کریں کہ ہم کو آپ سے ایک ضروری مشورہ کرنا ہے اور جب وہ تشریف لے آئیں تو دیوار کے قریب ان کو بٹھایا جائے اور وہ جب گفتگو میں مصروف ہو جائیں تو چھت کے اوپر سے ایک بھاری پتھر ان کے اوپر گرا کر ان کی زندگی کا خاتمہ کردیا جائے۔

چنانچہ آپ یہودیوں کی بستی میں تشریف لے گئے مگر ابھی آپ دیوار کے قریب بیٹھے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یہودیوں کی سازش سے آپ کو مطلع کردیا۔ اس لئے آپ خاموشی کے ساتھ فوراً واپس تشریف لے گئے۔ اس طرح یہودیوں کی سازش ناکام ہوگئی۔

آپ نے مدینہ پہنچ کر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ بنونضیر کے یہودیوں تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ چونکہ تم لوگوں نے غداری کر کے معاہدہ توڑ ڈالا ہے اس لئے تم لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ حجاز مقدس کی سرزمین سے جلاوطن ہو کر باہر نکل جاؤ۔ منافقین نے یہ سنا تو جمع ہو کر بنونضیر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ تم لوگ محمد (ﷺ) کے اس حکم کو ہرگز تسلیم نہ کرو اور یہاں سے ہرگز جلاوطن نہ ہو۔ ہم ہر طرح تمہارے شریک کار ہیں' بنونضیر نے منافقین کی

پشت پناہی دیکھی تو حضور ﷺ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جہاد کی تیاری شروع کر دی اور حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم کو مدینہ کا امیر بنا کر اور صحابہ کرام کی ایک فوج لے کر بنو نضیر کے قلعہ پر حملہ آور ہو گئے۔ یہودی اس قلعہ میں بند ہو گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اب مسلمان ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے لیکن حضور ﷺ نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور پھر حکم دیا کہ ان کے درختوں کو کاٹ ڈالو کیونکہ ممکن تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں چھپ کر یہودی اسلامی لشکر پر چھاپہ مارتے۔ ان حالات کو دیکھ کر بنو نضیر کے یہودیوں پر ایسا رعب بیٹھ گیا اور اس قدر خوف طاری ہو گیا کہ وہ لرز اٹھے اور ان کو منافقین کی طرف سے بھی بجز مایوسی اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ آخر کار مجبور ہو کر یہودیوں نے درخواست کی کہ ہم لوگوں کو جلاوطن ہونے کا موقع دیا جائے چنانچہ ان لوگوں کو اجازت دی گئی کہ سامان جنگ کے علاوہ جس قدر سامان بھی وہ اونٹوں پر لاد کر لے جانا چاہتے ہیں' لے جائیں چنانچہ بنو نضیر کے یہودی چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و سامان لاد کر ایک جلوس کی شکل میں گاتے بجاتے مدینہ سے نکلے اور کچھ تو ''خیبر'' چلے گئے اور زیادہ تعداد میں ملک شام جا کر ''اذرعات'' اور ''اریحا'' میں آباد ہو گئے اور چلتے وقت یہودیوں نے اپنے مکانوں کو گرا کر برباد کر دیا تاکہ مسلمان ان مکانوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ (مدارج النبوۃ' ج ۲' زرقانی' ج ۲' ص ۷۹ تا ص ۸۵)

سورۂ حشر میں یہودیوں کا حشر

اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے یہودیوں کی اس جلاوطنی کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ حشر میں اس طرح فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَ اَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۝ (الحشر' رکوع ۱)

''اللہ وہی ہے جس نے کافر کتابیوں (یہودیوں) کو ان کے گھروں سے نکالا

ان کے پہلے حشر کے لئے (اے مسلمانو!) تمہیں یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ان کے پاس آ گیا جہاں سے کہ ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرنے لگے تو عبرت پکڑو اے نگاہ والو۔''

یہود کا قومی خاصہ

یہودیوں کی قوم اپنی روایتی حسد و بغض اور تاریخی منافقت میں ہمیشہ سے مشہور ہے خاص کر غداری اور بدعہدی تو ان کا قومی خاصہ ہے۔ ان کے علاوہ ان بدبختوں کا ظلم بھی ضرب المثل ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے بہت سے انبیاء کرام کو قتل کر دیا دراں حالیکہ ان بدبختوں کو یہ اعتراف تھا کہ ہم ان کو ناحق قتل کر رہے ہیں۔ خداوند قدوس نے ان کی بدعہدیوں اور وعدہ شکنیوں کا قرآن مجید میں بار بار ذکر فرما کر مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے: یہودیوں کے عہد و معاہدہ پر ہرگز ہرگز مسلمانوں کو بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور ہمیشہ ان بدبختوں کی مکاریوں اور دسیسہ کاریوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

اور بدعہدی اور عہد شکنی کے یہ خبیث خصائل اور بدترین شرارتوں کے گھناؤنے رذائل زمانہ دراز سے آج تک بدستور یہودیوں میں موجود ہیں جیسا کہ اس دور میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ آج کل اسرائیل کی غاصبانہ حکومت بنا کر فلسطینی عربوں کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟ امریکہ کے یہودی کس طرح ان کی بدعہدیوں پر ان کی پیٹھ ٹھونک کر خود اترا رہے ہیں اور اسرائیلی حکومت کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں حالانکہ پوری دنیا اسرائیل اور امریکہ پر لعنت و ملامت کر رہی ہے مگر ان بے ایمان بے حیاؤں کی شرم و حیا اس طرح غارت ہو چکی ہے کہ ان ظالموں کو اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ فلسطینی عرب تو ظاہر ہے کہ امریکہ جیسی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر ہم ناامید نہیں ہیں اور قرآنی وعدوں سے پرامید ہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور سابق ان لوگوں کو کوئی نہ کوئی عذاب الٰہی تو ضرور ہلاک و برباد فرما دے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

(۱۶۵)

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام، ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور قریش کے معززین جمع ہیں اور ملاقات کے لئے بلاوے کے منتظر ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت صہیب رومی، بلال بن رباح رضی اللہ عنہم اور بعض غلام جو بدر میں شریک تھے، ملاقات کے لئے آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دربان کو کہہ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو فوراً ملاقات کے لئے اندر بلوا لیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس بات سے سخت سیخ پا ہوئے کہ ان غلاموں کو تو ملاقات کے لئے فوراً اجازت مل گئی جب کہ ہمیں انتظار میں بٹھا دیا گیا ہے اور ہماری طرف نظر التفات بھی نہیں کی گئی۔ وہ ابھی اس قسم کی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جو اپنے وقت کے نہایت دانا، عاقل، سمجھدار اور خطیب آدمی تھے۔ انہوں نے شرکاء کو مخاطب کیا اور فرمایا:

"اَیُّهَا الْقَوْمُ، اِنِّیْ وَاللّٰهِ قَدْ اَرَی الَّذِیْ فِیْ وُجُوْهِكُمْ، فَاِنْ كُنْتُمْ غِضَابًا فَاغْضَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ"

"اے قوم! اللہ کی قسم! میں نے تمہارے چہروں پر غصے اور ناراضی کی علامتیں دیکھی ہیں۔ دیکھو! غصہ و ناراضی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ اپنے آپ پر کرو۔"

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"دُعِیَ الْقَوْمُ وَدُعِیْتُمْ، فَاَسْرَعُوْا وَاَبْطَاْتُمْ"

"قوم کو دعوتِ حق دی گئی اور تمہیں بھی یہ دعوت ملی تھی' ان کمزور لوگوں نے اس دعوت کو فوراً قبول کر لیا مگر تم نے تاخیر کی اور ان کے مقابلے میں پیچھے رہ گئے۔"

غلام لوگ سرداروں سے آگے بڑھ گئے

"اَمَا وَاللهِ! لِمَا سَبَقُوْكُمْ بِهٖ مِنَ الْفَضْلِ اَشَدُّ عَلَيْكُمْ فَوْتًا مِّنْ بَابِكُمْ هٰذَا' الَّذِىْ تَنَافِسُوْنَ عَلَيْهِ"

"جس فضیلت (ایمان) کے ذریعے یہ فقراء تم لوگوں پر سبقت کر چکے ہیں' اس کا فوت ہو جانا تمہارے اس دروازے میں پہلے داخل نہ ہونے سے زیادہ افسوس ناک ہے' جس میں داخلے کے لئے تم مقابلہ کر رہے ہو۔"

پھر فرمایا:

"اَيُّهَا الْقَوْمُ' اِنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ قَدْ سَبَقُوْكُمْ بِمَا تَرَوْنَ' وَلَا سَبِيْلَ لَكُمْ- وَاللهِ- اِلٰى مَا سَبَقُوْكُمْ اِلَيْهِ فَانْظُرُوْا هٰذَا الْجِهَادَ فَالْزَمُوْهُ عَسَى اللهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّرْزُقَكُمْ شَهَادَةً"

"اے لوگو! یہ فقراء جس نعمت کے ذریعے تم پر سبقت کر چکے ہیں وہ تمہیں معلوم ہے' اللہ کی قسم! جس چیز کی طرف وہ تم پر سبقت لے گئے ہیں' وہاں تک تمہاری رسائی ناممکن ہے' اس لئے تم جہاد سے خود کو مربوط کر لو' ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت دے دے (اور تم بھی اعلیٰ درجات کے مستحق بن سکو)"

یہ کہہ کر حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور چل دیئے۔

(الاستیعاب ۲/۲۳۱' اسد الغابہ ۲/۵۸۶' العقد الثمین ۴)

(۱۶۶)

مہمان کی خدمت سے روکنے والی بیوی کو طلاق

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے گھر دس علماء مہمان آئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس وقت ان کے پاس مہمانی کے لئے کچھ نہیں تھا۔ صرف ایک گھوڑا تھا جس پر حج کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ نے وہی گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت پکا کر مہمانوں کو پیش کر دیا۔ آپ کی اہلیہ نے کہا:

''سبحان اللہ! آپ کے پاس اس گھوڑے کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی' آپ نے اسے کیوں ذبح کر دیا؟''

آپ جلدی سے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور گھر کے سامان میں سے اس کے مہر کے برابر مال نکالا اور اسی وقت اسے طلاق دے دی اور فرمایا:

''جو عورت مہمان کی آمد کو مکروہ جانے' وہ ہمارے لائق نہیں ہے۔''

کچھ دنوں کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے امام المسلمین! میری ایک بیٹی ہے جس کی والدہ فوت ہو گئی ہے۔ وہ ہر دن اس صدمے اور رنج میں اپنے کپڑے پھاڑ دیتی ہے۔ آج وہ آپ کی مجلس میں حاضر ہونا چاہتی ہے۔ آپ اسے تسلی دینے کے لئے کچھ کلمات ارشاد فرمائیں تا کہ اس کا صدمہ کم ہو جائے۔ ممکن ہے اس کا دل مطمئن ہو جائے۔

جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ایسی گفتگو کی کہ واقعی اس کے صدمے میں افاقہ ہوا اور والدہ کی وفات کا غم کم ہو گیا۔ جب وہ گھر گئی تو اس نے کہا:

ابا جان! میں توبہ کرتی ہوں اور آئندہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کروں گی لیکن میری ایک درخواست ہے۔ اس شخص نے کہا: کیا چاہتی ہو؟ اس نے کہا آپ ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مالدار اور دنیادار تجھے طلب کرتے ہیں اور تیرے بارے میں نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ آپ میرا نکاح عبداللہ ابن مبارک کے سوا کسی سے نہ کریں۔ اگر ان کے پاس دنیا نہیں ہے تو نہ سہی' ہمارے پاس تو ہے۔

ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے

اس شخص نے یہ بات سنی تو خوشی سے نہال ہو گیا اور اسے احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیٹی کو خیر کی بھرپور توفیق عطا فرمادی ہے اور یہ کہ اس کا رنج والم جاتا رہے گا۔ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کر دیا۔ جہیز میں بیش بہا مال دیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے دس گھوڑے پیش کئے۔ ایک رات حضرت عبداللہ ابن مبارک نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

اگر تم نے ہمارے لئے ایک بڑھیا کو طلاق دی تو ہم نے تمہیں نوخیز دوشیزہ عطا کر دی اور اگر تم نے ایک گھوڑا ذبح کیا تو ہم نے اس کے بدلے میں تمہیں دس گھوڑے عطا کر دیئے ہیں تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ ہم ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتے ہیں اور ہم نیکوکاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ جو شخص ہمارے ساتھ معاملہ کرتا ہے وہ نقصان میں نہیں رہتا اور آئندہ بھی نقصان میں نہیں رہے گا۔ (نہایۃ الارب۔ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

یہ نتیجہ ہے سچائی' اللہ تعالیٰ پر توکل اور مہمان نوازی جیسی سنت پر عمل کرنے کا جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اللہ نے اس سے دس گنا زیادہ اجر دنیا میں عطا فرمادیا اور انہیں نیک اور نوجوان بیوی عطا فرمادی۔ یہ اس حدیث شریف کی تصدیق ہے:

> "جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا' اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا' اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرا اس کا مخلوق خدا سے خوف کم ہو جائے گا۔"

(۱۶۷)

ایک ہی آیت کافی ہو جائے

مفسرین نے فرمایا ہے: عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کو جن کا نام ''سالم'' تھا مشرکوں نے گرفتار کرلیا تو عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی مفلسی و فاقہ مستی کی شکایت کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ مشرکوں نے میرے بچے کو گرفتار کرلیا ہے جس کے صدمہ سے اس کی ماں بے حد پریشان ہے تو اس سلسلے میں اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرو اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرو اور بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھا کرو اور بچے کی ماں کو بھی تاکید کردو کہ وہ بھی کثرت سے اس وظیفہ کا ورد کرتی رہیں۔ یہ سن کر عوف بن مالک اشجعی اپنے گھر چلے گئے اور اپنی بیوی کو یہ وظیفہ بتا دیا پھر دونوں میاں بیوی اس وظیفہ کو بہ کثرت پڑھنے لگے۔

اسی درمیان میں وظیفہ کا یہ اثر ہوا کہ ایک دن مشرکین ''سالم'' کی طرف سے غافل ہو گئے چنانچہ موقع پاکر حضرت سالم مشرکوں کی قید سے نکل بھاگے اور چلتے وقت مشرکوں کی چار ہزار بکریاں اور پچاس اونٹوں کو بھی ہانک کر ساتھ لے آئے اور اپنے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں باپ نے دروازہ کھولا تو حضرت سالم موجود تھے۔ ماں باپ بیٹے کی ناگہانی ملاقات سے بے حد خوش ہوئے اور عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کی سلامتی کے ساتھ قید سے رہائی کی خبر سنائی اور یہ فتویٰ دریافت کیا کہ مشرکین کے اونٹوں اور بکریوں کو جس طرح چاہیں استعمال کریں اور اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

جو اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کرتا ہے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ (الطلاق، رکوع ۱)

''جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے بیشک اللہ اپنے ہر کام کو پورا کرنے والا ہے بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس آیت کو لے لیں تو یہ آیت لوگوں کو کافی ہو جائے گی اور وہ آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ سے آخر آیت تک۔ (صاوی، ج ۴، ص ۱۸۲)

علامہ اجھوری نے اپنی کتاب ''فضائل رمضان'' میں تحریر فرمایا ہے: ایک مرتبہ چھ لوگ سمندر میں کشتی پر سوار ہو کر سفر کر رہے تھے تو سمندر میں سے ایک آواز دینے والے کی آواز آئی مگر اس کی صورت نہیں دکھائی پڑی۔ اس نے کہا اگر کوئی شخص مجھے دس ہزار دینار دے دے تو میں اس کو ایک ایسا وظیفہ بتا دوں گا کہ اگر وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہو اور اس وظیفہ کو پڑھ لے تو تمام بلائیں اور ہلاکتیں ٹل جائیں گی تو کشتی والوں میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا آؤ میں تجھ کو دس ہزار دینار دیتا ہوں تو مجھے وہ وظیفہ بتا دے تو آواز آئی کہ تو دیناروں کو سمندر میں ڈال دے، مجھے مل جائیں گے چنانچہ کشتی والے نے دس ہزار دیناروں کو سمندر میں ڈال دیا تو اس غیبی آواز دینے والے نے کہا: وہ وظیفہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ آخر آیت تک ہے تجھ پر جب کوئی مصیبت پڑے تو اس کو پڑھ لیا کر۔ یہ سن کر کشتی کے سب سواروں نے مذاق اڑایا اور کہا کہ تو نے اپنی دولت ضائع کر دی، اس نے جواب دیا کہ ہرگز ہرگز میں نے اپنی دولت کو ضائع نہیں کیا ہے اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ قرآن شریف کی آیت ضرور نفع بخش ہوگی۔ اس کے بعد چند دن کشتی چلتی رہی۔ پھر اچانک طوفان کی موجود سے کشتی ٹوٹ

کر بکھر گئی اور سوائے اس آدمی کے کشتی کا کوئی آدمی زندہ نہیں بچا۔ یہ کشتی کے ایک تخت پر بیٹھا ہوا سمندر میں بہتا چلا جارہا تھا یہاں تک کہ ایک جزیرہ میں اتر اپڑا اور چند قدم چل کر یہ دیکھا کہ ایک شاندار محل بنا ہوا ہے اور قسم قسم کے موتی اور جواہرات وہاں پڑے ہوئے ہیں اور اس محل میں ایک بہت ہی حسین عورت اکیلی بیٹھی ہوئی ہے اور ہر قسم کے میوے اور کھانے کے سامان وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیسے یہاں تک پہنچ گئے؟ اس نے عورت سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو؟

ایک حسین وجمیل عورت کی داستان

اس عورت نے اپنا قصہ سنایا کہ میں بصرہ کے ایک عظیم تاجر کی بیٹی ہوں۔ میں اپنے باپ کے ساتھ سمندری سفر میں جارہی تھی تو ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور مجھے کوئی اچانک کشتی میں سے اچک کر لے بھاگا اور میں اس جزیرہ میں اس محل کے اندر اس وقت سے پڑی ہوں۔ ایک شیطان ہے جو مجھے اس محل میں لے آیا ہے وہ ہر ساتویں دن یہاں آتا ہے میرے ساتھ صحبت تو نہیں کرتا مگر بوس وکنار کرتا ہے اور آج اس کے یہاں آنے کا دن ہے لہٰذا تم اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ وہ آکر تم پر حملہ کر دے گا ابھی اس عورت کی گفتگو ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک دم اندھیرا چھا گیا تو عورت نے کہا: جلدی بھاگ جاؤ وہ آرہا ہے ورنہ تم کو ضرور ہلاک کر دے گا چنانچہ وہ آ گیا اور یہ شخص کھڑا رہا مگر جوں ہی شیطان اس کو دبوچنے کے لئے آگے بڑھا تو اس نے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو شیطان زمین پر گر پڑا اور اس زور کی آواز آئی کہ گویا پہاڑ کا کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑا ہے اور پھر وہ شیطان جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتہ رحمت بنا کر میرے پاس بھیج دیا ہے۔ تمہاری بدولت مجھے اس شیطان سے نجات ملی۔ پھر اس عورت نے اس مرد سے کہا: ان موتی جواہرات کو اٹھا لو اور اس محل سے نکل کر میرے ساتھ سمندر کے کنارے چلو اور کوئی کشتی تلاش کر کے یہاں سے نکل جاؤ چنانچہ بہت سے موتی وجواہرات اور پھل اور کھانے کا سامان لے کر دونوں محل سے نکلے اور سمندر کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی ''بصرہ'' جارہی تھی دونوں اس پر سوار ہو کر بصرہ پہنچے۔ لڑکی کے والدین اپنی گمشدہ لڑکی کو پا

کر بے حد خوش ہوئے اور اس مرد کے ممنون احسان ہو کر اس کو بہت عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھر میں مہمان رکھا۔ پھر لڑکی کے والدین نے پوری سرگزشت سن کر دونوں کا نکاح کر دیا اور دونوں میاں بیوی بن کر رہنے لگے اور تمام موتی جواہرات جو دونوں جزیرہ سے لائے تھے وہ دونوں کی مشترکہ دولت بن گئے اور اس عورت سے خداوند تعالیٰ نے اس مرد کو اولاد بھی دی اور دونوں بہت ہی محبت و الفت کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے۔

(صاوی ج ۴ ص ۱۸۳)

(۱۶۸)

بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جس نے میرے قبر میں جانے کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جو حرمین شریفین میں سے کسی حرم میں مرا وہ قیامت کے دن امن والوں میں اٹھایا جائے گا اور بے شک میری قبر اور میرے منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(بخاری، کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب فضل مابین القبر والمنبر حدیث ۱۱۹۵، ص ۹۳، دارقطنی، کتاب الحج باب المواقیت حدیث ۲۶۲۸، ص ۳۵۱)

ایک حدیث میں سرکار ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (دارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیت حدیث ۲۶۶۹، ص ۳۵۱)

مولیٰ کائنات علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔ (دارقطنی، کتاب الحج باب مواقیت الحج، حدیث ۲۶۶۸، ص ۳۵۱، فردوس الاخبار للدیلمی باب المیم حدیث ۵۴۰۸، ج ۲، ص ۲۵۲)

اللہ کے حبیب ﷺ کا فرمان ہے: ”جو میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا اور مجھ پر سلام بھیجے گا تو میں جواب میں دس بار اس پر سلام بھیجوں گا اور دس فرشتے اس کی زیارت کریں گے اور وہ سب اس پر سلام بھیجیں گے اور جو اپنے گھر میں مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ میں روح لوٹا دے گا یہاں تک کہ میں اس پر سلام بھیجوں گا۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، الحدیث ۲۰۴۱، ص ۱۳۷۳، مختصراً)

حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''جس نے میری وفات کے بعد حج کیا اور میری قبر مبارک کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔''

(سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیت، الحدیث ۲۶۶۷، ج۲، ص۳۵۱)

اَعرابی کو نوید بخشش مل گئی:

امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبر اقدس پر گرا دیا اور روضہ شریفہ کی خاک پاک سر پر ڈالنے لگا پھر عرض کرنے لگا ''یارسول اللہ السلام علیك صلی اللہ علیك اے اللہ تعالیٰ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا'' اس میں یہ آیت مبارکہ بھی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ (پ ۵، النساء ۶۴)

''اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے گا تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔''

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''(یعنی اگر) معصیت و نافرمانی کر کے (اپنی جانوں پر ظلم کریں)۔ اس (آیت مبارکہ) سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے۔'' (یہاں پر اعرابی کا مذکورہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

چند مسائل کا استنباط

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ

کامیابی ہے۔ مسئلہ: قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی ''جَآءُوْكَ'' میں داخل اور خیر القرون کا معمول ہے۔ مسئلہ: بعد وفات مقبولانِ حق کو یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔ مسئلہ: مقبولانِ حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔'' کیونکہ اعرابی نے عرض کی تھی: یارسول اللہ!

میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے رب تعالیٰ سے بخشوائیں، تو قبر اقدس کے اندر سے ندا آئی: ''اے شخص! تجھے بخش دیا گیا۔'' (تفسیر القرطبی، سورۃ النساء، تحت الآیۃ ۶۴، الجزء الخامس تحت، ج ۳، ص ۱۸۴)

حضرت سیّدنا ابوالحسن صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''حضرت سیّدنا حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر کھڑے ہو کر عرض کی: ''اے ہمارے رب! ہم نے تیرے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کی اب تو ہمیں نامراد نہ لوٹا۔'' آواز آئی ''اے بندے! ہم نے تجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کی زیارت کی اجازت ہی تب دی جب تجھے پاک کر دیا۔ اب تم اور تمہارے ساتھ زیارت کرنے والے مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ تجھ سے اور اس سے راضی ہو گیا جس نے اس کے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کی زیارت کی۔''

☆ حضرت سیّدنا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ''ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ پر حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا اللہ! تو نے اپنے محبوب بندوں کے مزارات کے پاس غلام آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ پس تو مجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قرب کی وجہ سے نارِ دوزخ سے آزادی کا پروانہ عطا فرما دے۔'' ہاتف غیبی کی آواز آئی ''تو نے صرف اپنے لئے جہنم سے آزادی کا سوال کیا، تمام مخلوق کے لئے کیوں نہیں کیا تا کہ میں ان سب کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کے صدقے نارِ جہنم سے آزاد کر دیتا؟ اے اعرابی! جا ہم نے تجھے آزاد کر دیا۔''

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی عطا فرمائی:

حضرت سیّدنا ابوعبداللہ بن محمد بن علاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے مدینہ

شریف میں حاضری دی' مجھ پر بھوک کا غلبہ تھا' حضور نبی کریم ﷺ اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے مزارِ پاک کی زیارت کی اور سلام کیا' پھر عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں' بھوک اور فاقہ سے میری حالت ایسی ہو چکی ہے جس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ میں اس رات آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔'' مجھ پر نیند غالب ہوئی۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی۔ میں نے (خواب ہی میں) نصف روٹی کھالی جب بیدار ہوا تو روٹی کا آدھا ٹکڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے جان لیا کہ نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان حق ہے ''جس نے خواب میں میری زیارت کی اس نے حقیقت میں میری ہی زیارت کی کیوں کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔''

(صحیح البخاری' کتاب التعبیر' باب من رای النبی ﷺ فی المنام' الحدیث ۶۹۹۴' ص ۵۸۴)

پھر مجھے ندا کی گئی ''اے عبداللہ! جو بھی میری قبر کی زیارت کرے گا اس کو بخش دیا جائے گا اور کل بروزِ قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا۔''

☆ حضرت سیّدنا ابوالفضل محمد بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سیّدنا محمد بن یعلیٰ کنانی رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے نبی رحمت ﷺ کی قبرانور کی زیارت کیا کرتے تھے اور آپ کو اکثر خواب میں نبی کریم ﷺ کا دیدار بھی ہو جاتا۔ ایک دن زیارت قبراطہر کے قصد سے نکلے لیکن پاؤں میں چوٹ لگنے کے سبب زیارت سے محروم ہو گئے۔ حج کرنے والے جا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رقعہ لکھ کر کسی حاجی کو دیا اور فرمایا: ''جب تم مزارِ اقدس پر پہنچو تو میرا یہ رقعہ مزار شریف کے قریب رکھ کر عرض کرنا یارسول اللہ ﷺ! کنانی آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ہوئے عرض گزار ہے کہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ کنانی کو آپ ﷺ کی زیارت سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟'' چنانچہ جب اس شخص نے ایسا کیا تو حضرت سیّدنا کنانی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے کنانی! تمہارا خط پہنچ گیا ہے اور ہم نے تمہارا عذر بھی قبول کرلیا ہے۔''

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

حضرت سیّدنا عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی کو اونٹ پر آتے دیکھا۔ اونٹ سے اتر کر وہ نبی کریم ﷺ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوا اور یوں عرض گزار ہوا "السلام علیك یارسول اللہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! السلام علیك یا صفوۃ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم! اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! آپ پر سلام ہو۔ اے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسول ﷺ! آپ پر سلام ہو۔" اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۵، النساء ۶۴)

اور میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، اب میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں، آپ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری شفاعت فرمائیں۔" حضرت سیّدنا عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور مجھے آپ ﷺ کا دیدار نصیب ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عتبی! اس اعرابی کو بشارت دے دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔" (المغنی لابن قدامہ، کتاب الحج، باب الفدیۃ وجزاء الصید، مسئلۃ ۶۹۹، فصل یستحب زیارۃ قبر النبی ﷺ، ج ۵، ص ۴۶۵)

☆ منقول ہے کہ "میں نے حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ میں سمجھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز شروع کرنے والے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا پھر واپس لوٹ گئے۔" (شعب الایمان للبیہقی، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرۃ، الحدیث ۴۱۶۴، ج ۳، ص ۴۹۱)

☆ حضرت سیّدنا ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے تو قبر اطہر کے قریب ہو جاتے، اپنا رخ قبر اطہر کی طرف کر کے سلام عرض کرتے اور دعا کرتے لیکن قبر اقدس کو ہاتھ سے مس نہ کرتے۔"

زیارتِ روضۂ اقدس کرنے کے دس فوائد:

حضور ﷺ کی قبر اقدس کی زیارت کرنے والے کے لئے دس کرامات یعنی عزتیں ہیں (۱) وہ بلند مرتبہ ہوگا۔ (۲) حصول مقصد میں کامیاب ہوگا۔ (۳) اس کی حاجت پوری ہوگی۔ (۴) اسے عطیات خرچ کرنے کی توفیق ملے گی۔ (۵) وہ ہلاکت و بربادی سے امن میں رہے گا۔ (۶) عیوب ونقائص سے پاک ہوگا۔ (۷) اس کی مشکلات آسان ہوں گی۔ (۸) حادثات سے اس کی حفاظت ہوگی۔ (۹) اسے آخرت میں اچھا بدلہ ملے گا۔ (۱۰) مشرق ومغرب کے رب تعالیٰ کی رحمت ملے گی۔''

منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھ کر عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! جو حجاجِ کرام وغیرہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہیں کیا آپ ﷺ ان کی بات سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں' ان کی بات کا جواب بھی دیتا ہوں۔'' (الروض)

اے مسلمانو! اس محبوبِ کریم ﷺ کی صفات پر غور کرو کہ وہ کتنی جمیل ہیں' وہ اپنے قریب حاضر ہونے والے کی کتنی عزت افزائی فرماتے ہیں اور اسے جوابِ سلام سے نوازتے ہیں' اگر تو دور سے بھی سلام عرض کرے تو وہ تیرے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں گے' تو شفاعت طلب کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیری شفاعت فرمائیں گے' تو آپ ﷺ کی قبر اقدس کی زیارت سے منقطع ہے جبکہ وہ ہمیشہ تیری حاضری کے مشتاق ہیں' تو دنیا میں مشغول ہونے کے سبب اور مال جمع کرنے کی خاطر سرکار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے تیار نہیں مگر وہ خواب میں بھی جلوے دکھا دیتے ہیں' اگر تو دربارِ رسالت میں حاضر ہونے کا عزم کرتا ہے تو سواری پر سوار ہو جا اور اگر انصاف سے کام لے تو تجھے سر کے بل چلنا چاہئے نہ کہ قدموں پر۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(حدائق بخشش)

کب وہ چاہیں گے میری حشر میں رسوائی ہو

حضور نبی پاک ﷺ دنیا میں تیرے گناہوں کی پردہ پوشی فرمانے والے ہیں' کل بروز قیامت تیری شفاعت فرمانے والے ہیں' سلامتی کے گھر یعنی جنت تک تیرے رہبر و رہنما ہیں۔

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

(ذوق نعت)

کیا تو نے ایسا کوئی محبوب بھی دیکھا ہے جو اپنے محبین سے ایسا معاملہ کرتا ہو یا ان پر اتنا مہربان ہو؟ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں' تو نے نہ دیکھا ہوگا اور نہ ہی دیکھے گا۔ اس کے باوجود تو کیسے ٹھہرا ہوا ہے؟ یا کیسے تجھے افسوس و حسرت نہیں ہوتی؟ محبوبِ خدا ﷺ نے تجھے کتاب و سنت سے آگاہ کیا تو تو دیکھنے والا ہو گیا۔ تجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا۔ وہ تجھے بشارت دینے والے ہیں۔ پس اے حضور کی محبت کے دعوے دار! تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ تجھے ان کی سنتوں سے کہاں موافقت ہے؟ تیرے افعال و اقوال ان کے تابع کہاں ہیں؟ اللہ کی قسم! تجھ پر ان کی پیروی کا نام و نشان تک نہیں' کیا تجھے معلوم نہیں کہ آپ ﷺ سخت بھوک میں رات بسر کرتے تھے؟ صبح تہجد کی نماز ادا کرتے تھے اور روزوں کے سبب خالی پیٹ رہتے تھے؟ آپ ﷺ پر خزانے پیش کیے گئے لیکن آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ تمام رات اپنے ربّ کی بارگاہ میں جاگ کر گزار دی' دست طلب پھیلائے اور سر جھکائے رکھا اور اپنی خلوتوں میں اپنی امت کے لئے گروہ در گروہ جنت میں داخلے کا سوال کرتے رہتے۔

یا اللہ! حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ کے آل و اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر درود و سلام بھیج۔ یا اللہ! ہمیں ان کی زیارت سے بہرہ مند فرما اور آخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرما اور ہمیں ان کے قافلے میں اکٹھا کرنا اور ان کا رخ روشن دکھانا اور ان کے حوض کوثر سے سیراب کرنا اور ہمیں ان لوگوں میں سے کرنا جو ان کی صحبت میں رہ کر کامیاب ہوئے اور ان کے راستے سے نہ ہٹانا اور ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا

فرمانا اور اپنی رحمت سے عذابِ جہنم سے بچانا۔ اے مالک و مولیٰ! تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ یا اللہ! حضرت سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ کے آل واصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بے حد و بے شمار درود و سلام بھیج۔

وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

(۱۶۹)

ایک اعرابی کی تین پسندیدہ احادیث

امام سفیان بن عیینہ اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ ایک اعرابی ان کی خدمت میں طویل مدت تک رہا۔ وہ ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوتا اور احادیث سنتا۔ جب وہ ان کے پاس سے رخصت ہو کر اپنے وطن کو جانے لگا تو امام سفیان نے اس سے پوچھا تم اتنی مدت تک میرے حلقے میں رہے بتاؤ:

"مَا اَعْجَبَكَ مِنْ حَدِيْثِيْ يَا اَعْرَابِيُّ!"

"اعرابی! میری بیان کردہ احادیث میں سے تمہیں کون کون سی احادیث پسند آئیں؟" اعرابی کہنے لگا: صرف تین احادیث۔ پوچھا: کون کون سی؟

اعرابی نے جواب دیا: پہلی حدیث جس میں راویہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' یہ ہے:

"كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ"

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد پسند تھا۔" (بخاری ۵۵۹۹' مسلم ۱۴۷۴)

دوسری حدیث یہ ہے:

"اِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ"

"جب رات کا کھانا لگ جائے اور نماز کا وقت ہو تو پہلے کھانا کھاؤ۔"

(بخاری ۶۷۱' مسلم ۵۵۸)

تیسری حدیث یہ ہے: "لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ"

"سفر کی حالت میں (مشقت اٹھا کر) روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔"

(بخاری ۱۹۴۶' مسلم ۱۱۱۵)

(۱۷۰)

جواد! خدا کا خوف کر

شیخ عبدالحکیم افغانی قندھار میں پیدا ہوئے، تحصیل علم کے شوق میں مختلف ملکوں میں گئے، ہندوستان گئے، وہاں کے علماء سے علوم دینیہ اور خاص طور پر فقہ پڑھی، پھر حرمین شریفین گئے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے، پھر بیت المقدس گئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا، آخر میں دمشق گئے اور وہیں مقیم ہو گئے اور دارالحدیث کو مرکز بنا کر تاحیات علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف رہے، ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

آپ میں اس قدر جرأت و بے نیازی تھی کہ ترکی حکومت کی پانچویں پلاٹون کا کمانڈر مشیر جواد پاشا جب دمشق کے خطیب شیخ ابی نصر کے ساتھ آپ کی زیارت کے لئے دارالحدیث حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جواد اللہ سے ڈر، جواد خدا کا خوف کر، جواد مظلوم کی دعا سے ڈر۔

جب مشیر جواد پاشا ترکی سے شام گیا اور دمشق میں داخل ہوا تو علماء اور سرکردہ لوگوں کے وفد اس کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ پاشا چونکہ فطری طور پر علماء سے محبت رکھتا تھا اور ان سے مانوس تھا، اس لئے اس نے خندہ پیشانی سے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ ان ملاقاتوں سے فارغ ہو کر پاشا نے اپنے رفیق خاص ابونصر خطیب سے پوچھا: کیا کوئی ایسا عالم بھی ہے جو ہماری ملاقات کے لئے نہیں آیا؟ خطیب نے کہا: ہاں، شیخ عبدالحکیم افغانی ایسے عالم ہیں جو نہیں آئے۔ پاشا نے پوچھا:

''وہ کیوں نہیں آئے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بڑے بڑے لوگ ہمارے پاس

کھنچے چلے آ رہے ہیں؟ اور ان کی قیادت اکابر علماء نے کی ہے۔''

شیخ ابونصر خطیب (محمد بن عبدالقادر شافعی محدث' قاضی یکے از خطیب و مدرس جامع بنی امیہ المتوفی ۱۳۲۴ھ) نے کہا:

''اس عالم کا اپنا مزاج ہے۔ یہ سلاطین اور امراء کے پاس نہیں جاتے اور نہ ہی کسی محفل میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر طلباء کو علوم دینیہ پڑھاتے ہیں' لوگوں کو فقیہ بناتے ہیں اور انہیں دینی مسائل کی تعلیم دیتے ہیں اور بس! البتہ جو شخص جامع دارالحدیث سے متصل ان کے کمرے میں جا کر ان کی زیارت کرنا چاہے تو اسے اجازت ہے۔''

عالم ربانی کی زیارت کا شوق

پاشا کے دل میں ان کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا۔ کہنے لگا:

چلیں ان کی زیارت کرتے ہیں اور اس نادر شخصیت کا دیدار کرتے ہیں جن کی مثال آپ کے کہنے کے مطابق مشکل ہی سے ملے گی۔

دونوں دارالحدیث گئے' مسجد میں داخل ہو کر سیڑھیاں طے کر کے شیخ عبدالحکیم کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ دونوں پہنچے تو شیخ فقہ کا سبق پڑھا رہے تھے۔ ان کے سامنے طلباء بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کتابیں کھولے ہوئے ہمہ تن گوش ہو کر شیخ کی گفتگو سن رہے تھے۔ پاشا اور خطیب ابونصر کی آمد کا انہوں نے نوٹس نہ لیا اور پورے انہماک کے ساتھ شیخ کی طرف متوجہ رہے۔ شیخ شروح اور مفید حواشی سے جو کچھ بیان کر رہے تھے' اس کے لئے سب طلباء سراپا گوش تھے۔ پاشا اور خطیب کی آمد پر نہ تو شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور نہ ہی طلباء نے۔ پاشاؤں کا لباس دیکھ کر بھی وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

خطیب ابونصر کو پاشا کے بٹھانے کے لئے کمرے میں کوئی چیز نہ ملی۔ چٹائی پر بکری کی کھال بچھی ہوئی تھی جس پر شیخ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں کمرے کے ایک کونے میں پرانی سی گول چوکی دکھائی دی۔ جب شیخ کھال کو خشک کرنے کے لئے دھوپ میں ڈالتے تھے تو اس چوکی پر بیٹھتے تھے۔ خطیب نے پاشا کو اسی پر بٹھا دیا۔ اتنے میں شیخ نے سبق ختم کر دیا اور طلباء شیخ کو درازی عمر اور عافیت کی دعائیں دیتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔ پاشا دل ہی دل میں

اس زیارت پر پشیمان ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کاش وہ دار الحدیث میں نہ آتا تاہم اس نے صبر کیا تا کہ نتیجہ سامنے آ جائے۔

یہ صدرِ اعظم مشیر جواد پاشا ہیں

اب شیخ عبدالحکیم شیخ ابونصر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: ابونصر آپ کو تو ہم پہچانتے ہیں' یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ گویا انہوں نے پاشا کا لباس دیکھا ہی نہیں' جو بتا رہا تھا کہ یہ پاشا اور مشیر ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ اس کی پہچان کی نفی اور ناشناسائی کا اظہار کر کے شیخ اسے پاشائیت سے نکال کر لباس بندگی پہنانا چاہتے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ اس کی روح عالم ملکوت کی بلندیوں تک پہنچ جائے تو حکمت و دانش اور خالص نصیحت کی جو بات ممکن ہو اس تک پہنچائیں اور اس میں مخلصانہ نصیحت کے قبول کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے۔ پاشا نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا:

مولانا! میں امیر المومنین کے لشکر کا ایک سپاہی ہوں' اللہ تعالیٰ ان کی حکومت سلامت رکھے۔ خطیب ابونصر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

مولانا! یوں تو ہم سب امیر المومنین کے سپاہی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی عظمتوں کو چار چاند لگائے۔ یہ جو آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں یہ صدر اعظم مشیر جواد پاشا ہیں۔

خطیب ابونصر اور پاشا کا خیال تھا کہ اس خوش قسمتی والی ملاقات پر شیخ عبدالحکیم فرطِ مسرت سے جھوم جائیں گے۔ جب انہیں یہ معلوم ہو گا کہ ان کے سامنے سلطنت عثمانیہ کے صدر اعظم' مشیر اور ناظم الامور بنفس نفیس جلوہ گر ہیں لیکن ان کی فکر کا تیر رائیگاں گیا اور ان کا گمان غلط ثابت ہوا کیونکہ شیخ پرانی طرز کے عالم تھے ایسا عالم انہوں نے کہاں دیکھا ہو گا؟

اب شیخ پاشا کی طرف متوجہ ہوئے اور براہِ راست اسے مخاطب کرتے ہوئے پورے جلال کے ساتھ فرمانے لگے:

"اے جواد! اللہ تعالیٰ سے ڈر...... اے جواد! خدا کا خوف کر' میں تجھے دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں۔ جواد! مظلوم کی دعا سے ڈر کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ جواد! اس دن تو کیا جواب دے گا؟ جب رب العالمین تجھ سے فرمائے

گا کہ میں نے اپنے بندے بطور امانت تیرے سپرد کیے تھے تو' تو نے ان بندوں کو ضائع کر دیا اور شہروں کو برباد کر دیا۔ جواد! اللہ سے ڈر' جواد! ذرا سوچ کہ قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا' اس دن تیرا رخ کدھر ہوگا؟''

میرے آقا! میرے لیے دعا کیجئے

جواد نے شیخ کی گفتگو سنی تو یوں معلوم ہوا کہ پہلا پاشا غائب ہو گیا اور اس کی جگہ نیا پاشا آ گیا ہے۔ پاشا یک دم چھوٹا' بہت ہی چھوٹا ہو گیا۔ جیسے وہ عظیم مربی اور مرشد کے سامنے چھوٹا سا بچہ ہو اور شیخ اسے جدھر چاہے متوجہ کر دے۔ پاشا پر شدید گریہ طاری ہو گیا۔ اس کے دونوں رخساروں پر آنسو بہنے لگے۔ وہ زمانہ ماضی میں کیے ہوئے گناہوں پر شرمسار تھا۔ وہ شیخ کے ہاتھوں پر جھک گیا' انہیں بوسہ دینے اور اپنے چہرے پر ملنے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا: میرے آقا! میرے لئے دعا کیجئے۔

شیخ اٹھ کر چلے گئے اور پاشا اور خطیب ابونصر کو سلگتے ہوئے انگاروں پر بیٹھا ہوا چھوڑ گئے۔ جو کچھ انہوں نے سنا تھا' اس کی بناء پر ان پر دہشت طاری تھی اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ وہ جس روح کے ساتھ داخل ہوئے تھے اس کی بجائے ایک نئی روح کے ساتھ باہر نکلے۔ وہ دونوں اس حال میں باہر نکلے کہ بوریائے بندگی پر بیٹھ چکے تھے۔ ان کی نگاہوں میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ گئی تھی۔ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کوتاہیوں کا محاسبہ کر رہا تھا۔ دونوں ندامت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ چلتے چلتے دمشق کی سرائے (ریسٹ ہاؤس) پہنچ گئے جہاں ان کا قیام تھا۔

شیخ کی ملاقات کے دوسرے دن پاشا نے کمانڈروں' فوجیوں' سرکاری ملازموں اور ان کے آفیسروں کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز کے بعد دارالحکومت میں جمع ہو جائیں۔ لوگ دارالحکومت میں یہ جاننے کے لئے جمع ہو گئے کہ پاشا انہیں کیا حکم دینا چاہتے ہیں؟ اس پر خوف وہراس طاری تھا کہ نہ جانے کیا ہو؟

پاشا حزن ملال کے سمندر میں ڈوب گیا

پاشا اس حال میں آیا کہ وہ حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے کچھ

دوست بھی تھے۔ اس کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ وہ لوگوں کے دائرے کے درمیان ٹھہر گیا۔ کمانڈر اور فوجی اس کے اردگرد تھے۔ اس کے آنسو داڑھی اور سینے پر گر رہے تھے۔ اس حالت نے حاضرین کو بھی متاثر کیا' وہ بھی رونے لگے۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے خیال کیا کہ شاید پاشا کا کوئی عزیز' باپ' بیٹا یا کوئی دوست فوت ہوگیا ہے۔ اچانک پاشا نے روتے ہوئے اونچی آواز میں کہنا شروع کیا:

''جواد کو معاف کر دو' جواد کو معاف کر دو' جواد سے تم سب کے بارے میں باز پرس ہو گی۔ اگر تم نے اسے معاف نہ کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اگر تم نے اسے معاف نہ کیا تو جواد کے لئے تباہی ہے۔ جس پر میں نے ظلم کیا ہے وہ بیان کر دے۔''

وہ بری طرح رو رہا تھا۔ پھر اس نے ہر کمانڈر کو سونے کا لیرہ (ایک سکہ) دیا۔ ہر فوجی کو ایک مجیدی (چاندی کا سکہ جو پہلی دفعہ سلطان عبدالمجید خان کے دور میں بنایا گیا تقریباً پانچ مجیدی سونے کے عثمانی لیرے کے برابر تھے) دیا۔ پھر سب کو رخصت کر دیا اور چلا گیا۔ وہ اس شدت سے رو رہا تھا جیسے وہ روتے روتے ہلاک ہو جائے گا۔

اس کے بعد پاشا نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ شیخ فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں ان کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ ان کی کچھ خدمت کی جانی چاہئے۔ اس نے خطیب ابونصر کو بلا کر کہا کہ اس تھیلی مس چار سو عثمانی لیرے (سونے کے سکے) ہیں۔ یہ لے جا کر دارالحدیث میں ہمارے شیخ کو پیش کر دو۔ وہ بھلائی کی طرف ہماری رہنمائی کا سبب بنے ہیں اور انہیں گزارش کریں: کہ آپ کا بیٹا جواد آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے اور آپ کی دعا کا طلب گار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا ہے' آپ بھی یہ ہدیہ قبول فرمالیں۔ اللہ کی قسم! یہ ہدیہ حکومت کے مال میں سے نہیں بلکہ اس کے ذاتی مال سے ہے۔ یہ ہدیہ اس کی زمین کی پیداوار ہے جو اسے باپ کی وراثت سے ملی ہے۔ تم سے ان کی جتنی خوشامد ہو سکے کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امید ہے کہ وہ قبول کرلیں گے۔

ابونصر' شیخ کی دنیا سے بے رغبتی اور بیزاری جانتے تھے اس لئے انہیں اس کام کے کرنے میں تردد ہوا لیکن پاشا کے اصرار کو دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کام کے لئے

تیار ہو گئے۔

شیخ نے ہدیہ قبول نہ فرمایا

چنانچہ شیخ عبدالحکیم کے پاس پہنچ گئے اور جہاں تک ہو سکا ان سے عقیدت و محبت کی باتیں کیں پھر ان کے سامنے ایک سوال پیش کیا' جیسے ان سے فتویٰ لینا چاہتے ہوں:

مولانا! ہدیہ کے بارے میں شرعاً آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا ہے؟ شیخ نے فرمایا: ہاں نبی اکرم ﷺ نے ہدیہ قبول فرمایا ہے اور بدلے میں ہدیہ بھی دیا۔ شریعت میں ہدیہ کا قبول کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱- بطور رشوت نہ ہو۔

۲- ہدیے کی صورت میں صدقہ کسی مالدار' غیر محتاج شخص کو نہ دیا جائے۔

ابونصر نے تھیلی نکالی اور کہنے لگا:

مولانا! یہ مال آپ کے بیٹے جواد نے بطور ہدیہ آپ کو پیش کیا ہے اور انہوں نے اللہ عظیم کی قسم کھا کر کہا ہے کہ یہ حکومت کا مال نہیں بلکہ میرا ذاتی مال ہے۔ یہ مجھے والد کی وراثت میں ملنے والی زمین کی پیداوار ہے اور ان کی گزارش یہ ہے کہ آپ اسے جہاں چاہیں صرف فرمائیں۔ یہ کہہ کر وہ جواب کا انتظار کرنے لگے۔

انہیں یقین تھا کہ شیخ ہرگز ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ شیخ نے غصے کے ساتھ ابونصر کی طرف دیکھا اور ہدیہ واپس کر دیا۔ ابونصر نے بڑا اصرار کیا مگر شیخ کسی طرح بھی ہدیہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ فرمایا: اس الماری میں دیکھو غالباً انہوں نے ایسے ہی موقع کے لئے اپنے ہاتھ کی کمائی سے نصاب کے برابر مال جمع کیا ہوا تھا۔ پھر کہنے لگے:

ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

پاشا سے کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ' صدقہ ہے اور میرے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ اگر تم چاہو تو اس شخص کو دے دو جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہے۔ ہم رشد و ہدایت اور نصیحت کا معاوضہ نہ تو مال کی صورت میں لیتے ہیں اور نہ کسی دوسری صورت میں۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ

کی رضا کے لئے کھانا پیش کرتے ہیں' تم سے نہ تو جزا کے طالب ہیں اور نہ ہی شکریہ کے۔

یہ واقعہ میں نے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مجھے میرے بیٹے شیخ محمد عبداللطیف نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ واقعہ الحاج صادق اسطوانی سے ان کے گھر میں ان کی وفات سے کچھ پہلے سنا۔ وہ عینی شاہد اور معاصر ہیں' انہوں نے اسے محفوظ کیا پھر بیان بھی کیا۔

یہ تھے فقہاء اور یہ تھے امت مسلمہ کے حکمران! جو مخلص علماء کی نصیحت سنتے تھے اور ان کی اطاعت کرتے تھے۔ وہ خطا کی اصلاح کرتے تھے اور عدل وانصاف کی دلیل کی پیروی کرتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو خطا کار قرار دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے خوش دلی سے خالص حق کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اسی لئے مسلم امہ اپنے پیکر اخلاص علماء اور ایماندار حکمرانوں سے فائدہ حاصل کرتی تھی۔

یہ عابد و پرہیزگار عالم کیا خوب تھے؟ جن کے سامنے وزراء اور امراء شاگردوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ دنیا اور اس کی چمک دمک سے الگ رہنے والے اس شیخ کی طیب وطاہر روح ان لوگوں پر حاوی تھی۔ سلاطین اور ان کے معاونین ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے دین ودنیا کے فائدے کی باتیں سیکھتے تھے۔ میں نے اس متقی عالم باعمل کی حیات کا مطالعہ کیا تو اسے سلف صالحین کے طریقے پر پایا۔ میں نے ان کی حیات اور علم وزہد پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اسے شائع کیا جائے گا۔

(سدابہار خوشبوئیں ترجمہ من نسمات الخلود)

(۱۷۱)

پانچ مشہور اور پرانے بت

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بت پرست ہوگئی تھی اور ان لوگوں کے پانچ بت بہت مشہور تھے، جن کی پوجا کرنے پر پوری قوم نہایت ہی اصرار کے ساتھ کمر بستہ تھی اور ان پانچوں بتوں کے نام یہ تھے:

(۱) ود۔ (۲) سواع۔ (۳) یغوث۔ (۴) یعوق۔ (۵) نسر۔

حضرت نوح علیہ السلام جو بت پرستی کے خلاف وعظ فرمایا کرتے تھے تو ان کی قوم اُن کے خلاف ہر کوچہ و بازار میں چرچا کرتی پھرتی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کو طرح طرح کی ایذائیں دیا کرتی تھی چنانچہ قرآن مجید کا بیان ہے:

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ٥ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ج (نوح، رکوع ۲)

''اور (کفار) بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو اور بیشک انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔''

یہ پانچوں بت کون تھے؟ ان کے بارے میں حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہ پانچوں فرزند تھے جو نہایت ہی دیندار اور عبادت گزار تھے اور لوگ ان پانچوں کے بہت ہی محبّ و معتقد تھے جب ان پانچوں کی وفات ہوگئی تو لوگوں کو بڑا رنج و صدمہ ہوا تو شیطان نے ان لوگوں کی تعزیت کرتے ہوئے یوں تسلی دی کہ تم لوگ ان پانچوں صالحین کا مجسمہ بنا کر رکھ لو اور ان کو دیکھ دیکھ کر اپنے دلوں کو تسکین دلاتے رہو چنانچہ پیتل اور سیسے کے مجسمے بنا بنا کر ان لوگوں نے اپنی اپنی مسجدوں میں رکھ دیے۔ کچھ دنوں تک

تو لوگ ان مجسموں کی زیارت کرتے رہے پھر لوگ ان بتوں کی عبادت کرنے لگے اور خدا پرستی چھوڑ کر بت پرستی کرنے لگے۔ (صاوی، ج ۴، ص ۲۱۳)

بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا؟

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک ان لوگوں کو وعظ سنا سنا کر بت پرستی سے منع فرماتے رہے بالآخر طوفان میں غرق ہو کر سب ہلاک ہو گئے مگر شیطان اپنی اس چال سے باز نہیں آیا اور ہر دور میں اپنے وسوسوں کے جادو سے لوگوں کو اسی طور پر بت پرستی سکھاتا رہا چنانچہ لوگ اپنے صالحین کی تصویریں اور مجسمے بنا کر پہلے تو کچھ دنوں تک ان کی زیارت کرتے رہے اور ان کے دیدار سے اپنا دل بہلاتے رہے پھر رفتہ رفتہ ان کی تصویروں اور مجسموں کی عبادت کرنے لگے۔ اس طرح شرک و بت پرستی کی لعنت میں دنیا گرفتار ہو گئی اور خدا پرستی اور توحید خاص کا چراغ بجھنے لگا جس کو روشن کرنے کے لئے انبیاء سابقین یکے بعد دیگرے برابر معبوث ہوتے رہے یہاں تک کہ ہمارے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ اس طرح کاٹ دی کہ آپ نے تصویروں اور مجسموں کا بنانا ہی حرام فرما دیا اور حکم صادر فرما دیا کہ تصاویر اور مجسمے ہرگز ہرگز کوئی شخص کسی آدمی تو آدمی کسی جاندار کا بھی نہ بنائے اور جو پہلے سے بن چکے ہیں ان کو جہاں بھی دیکھو فوراً مٹا کر توڑ پھوڑ کر تباہ و برباد کر دو تا کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

آج کل میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے پیروں کے مریدین نے اپنے پیروں کی تصویروں کو چوکھٹوں میں بند کر کے اپنے گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اور خاص خاص موقعوں پر اس کی زیارت کرتے کراتے رہتے ہیں بلکہ بعض تو ان تصویروں پر پھول مالائیں چڑھا کر اگربتی بھی سلگایا کرتے ہیں اور اس کے دھویں کو اپنے بدن پر ملا کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنی ان خرافات سے باز نہ رہے اور علماء اہلسنت نے اس کے خلاف علم مخالفت نہ بلند کیا تو اندیشہ ہے کہ شیطان کا پرانا حربہ اور اس کی شیطانی چال کا جادو مسلمانوں پر چل جائے گا اور آنے والی نسلیں ان تصویروں کی عبادت کرنے لگیں گی۔

خوب کان کھول کر سن لو کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے جس درخت

کی جڑوں کو کاٹ دیا تھا آج کل کے یہ جاہل بدعتی پیر اور ان کے توہم پرست مریدین بت پرستی کی ان جڑوں کو سینچ سینچ کر پھر شرک و بت پرستی کے درخت کو ہرا ابھرا اور تناور درخت بنا رہے ہیں۔ آج کل کے جاہل اور دنیادار پیروں سے تو کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس کے خلاف زبان کھولیں گے مگر ہاں حق پرست اور حق گو علماء اہلسنّت سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ ان خلاف شرح اعمال و افعال کے خلاف انشاء اللہ تعالیٰ ضرور علم جہاد بلند کریں گے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر اس موقع پر جبکہ اسلام کی کشتی گمراہیوں کے بھنور میں ڈگمانے لگی ہے تو علمائے اہلسنّت ہی نے اپنی جان پر کھیل کر کشتیٔ اسلام کی ناخدائی کی ہے اور آخر طوفانوں کا رخ موڑ کر اسلام کی کشتی کو غرقاب ہونے سے بچالیا ہے۔

مگر اس زمانے میں اس کا کیا علاج؟ کہ ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں نے چند روپیوں کے بدلے کچھ مولولوں کو خرید لیا ہے اور یہ مولوی صاحبان ان بے شرع پیروں اور مکار باباؤں کو "مجذوب" یا فرقہ "ملامتیہ" کا خوبصورت لبادہ اوڑھا کر خوب خوب ان کے کشف و کرامات کا ڈنکا بجا رہے ہیں اور ان باباؤں کے نذرانوں سے اپنی مٹھی گرم کر رہے ہیں اور اگر کوئی حق گو عالم ان لوگوں کے خلاف کلمہ حق کہہ دے تو بابا لوگ اپنے داداؤں کو بلا کر اس عالم کی مرمت کرا دیں اور ان کے زرخرید مولوی اپنی مخالفانہ تقریروں کی بوچھاڑ سے بے چارے حق گو عالم کی زندگی دوبھر کر دیں۔ میں نے بار بار علماء اہلسنّت کو پکارا اور للکارا کہ للہ اٹھو اور حق کے لئے کمربستہ ہو کر کم از کم اتنا تو کر دو کہ متفقہ فتویٰ کے ذریعہ یہ اعلان کر دو کہ یہ داڑھی منڈے اول فول بکنے والے کنجیڑی' تارک صوم وصلوٰۃ۔ بے شرع بابا لوگ فاسق معلن ہیں جو خود گمراہ اور مسلمانوں کے لئے گمراہ کن ہیں اور ان لوگوں کو ولایت و کرامت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں مگر افسوس کہ ایک مولوی بھی مجھ عاجز کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں ملا بلکہ پتہ یہ چلا کہ ہر بابا کی جھولی میں کوئی نہ کوئی مولوی چھپا ہوا ہے جس کے خلاف کچھ کہنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ جو بھی ان باباؤں کے خلاف زبان کھولے گا ان نذرانہ خور مولویوں کی گاؤں گاؤں اور چاؤں چاؤں میں اس کی مٹی پلید ہو جائے گی۔ فیا اسفاہ ویا حسرتاہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۷۲)

خلفاء اربعہ' خلفاء راشدین

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ"

(پ۲۶' الفتح ۲۹)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔"

یادرکھو! حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسرار الٰہی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر وامین ہیں۔ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ دشمن کے ہاتھوں مقتول اور اپنے گھر میں شہید ہونے والے ہیں اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارث اور دشمنوں پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے شہسوار ہیں۔ یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جو سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء' وزراء اور نیک سیرت پیشوایان امت ہیں۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے عہد کو پورا کیا اور انہی کی سعادت مندیوں کے سبب دینی اقدار بام عروج پر پہنچیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہا اور پسند فرمایا انہوں نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی اور بیعت کی۔

☆ حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے میرے کسی صحابی کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے خوش کر کے جنت میں داخل فرمادے۔"

☆ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''ان چار کی محبت سوائے مومن کے کسی کے دل میں جمع نہ ہوگی۔ (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔''

(حلیۃ الاولیاء، عطاء بن میسرۃ، الحدیث ۶۹۳۶، ص ۲۳۰)

چاروں یار حضور کے نور سے

حضور نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: ''میں قیامت کے دن اس حال میں آؤں گا کہ میری دائیں جانب ابوبکر صدیق، بائیں جانب عمر فاروق، پیچھے عثمان غنی اور میرے سامنے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) ہوں گے اور علی کے پاس لواء الحمد ہوگا، اس پر دو کپڑے کے ٹکڑے ہوں گے۔ ایک سندس کا اور دوسرا استبرق کا۔'' ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کی ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا حضرت سیّدنا علی لوآء الحمد کو اٹھا سکیں گے؟'' ارشاد فرمایا: ''کیوں نہیں اٹھا سکیں گے کہ ان کو بہت سی خوبیاں عطا کی گئی ہیں، میرے صبر جیسا صبر، حضرت یوسف علیہ السلام جیسا حسن اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جیسی قوت عطا ہوئی۔ لوآء الحمد علی بن ابی طالب کے ہاتھ میں ہوگا اور اس دن تمام مخلوق میرے لواء (جھنڈے) کے نیچے ہوگی۔''

حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے، تاجدار رسالت ﷺ کا فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، انہوں نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی، مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے مدینہ پاک لے گئے اور بلال کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، وہ حق بولتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو۔ اللہ تعالیٰ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، ملائکہ ان سے حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، یا اللہ! علی رضی اللہ عنہ جہاں چلے حق کو اس کے ساتھ چلا دے۔''

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی...... الخ، حدیث ۳۷۱۴، ص ۳۰۳۴)

☆ مروی ہے، اللہ کے محبوب ﷺ نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے نور کے جوہر سے پیدا فرمایا، پس اس جوہر پر نظر کرم فرمائی اور مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا تو مجھے حیا سے پسینہ آ گیا اور پسینے کے چار قطرے گر

پڑے۔ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے پہلے قطرے سے تمہیں پیدا فرمایا' دوسرے سے عمر کو' تیسرے سے عثمان کو اور چوتھے سے علی کو پیدا فرمایا۔ ابوبکر! تیرا' عمر' عثمان اور علی کا نور میرے نور سے ہے۔"

جو اِن سے محبت نہیں کرتا وہ جہنمی ہے

حضور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کرام کو تمام مخلوق پر فضیلت دی سوائے انبیاء و مرسلین کے پھر میرے صحابہ میں سے چار کو فضیلت دی' ابوبکر' عمر' عثمان اور علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔"

(المجروحین لابن حیان الرقم ۵۶۸' عبداللہ بن صالح کاتب اللیث المصری' ج ۱' ص ۵۳۵)

☆ امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی رحمت' شفیع امت ﷺ کا فرمان ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر' عمر' عثمان اور علی کی محبت کو فرض کر دیا ہے' جیسے نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کو تم پر فرض کیا ہے تو جو ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول فرمائے گا نہ زکوٰۃ' نہ روزہ اور نہ ہی حج اور اسے قبر سے (اُٹھا کر سیدھا) جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

(فردوس الاخبار للدیلمی' باب الالف' الحدیث ۶۱۹' ج ۱' ص ۱۰۱)

☆ حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے "میرے حوض کے چار کونے ہیں' پہلے کونے پر ابوبکر' دوسرے پر عمر' تیسرے پر عثمان اور چوتھے پر علی ہوں گے۔ جو ابوبکر سے محبت کرے اور عمر سے بغض رکھے اس کو ابوبکر سیراب نہیں کریں گے اور جو عمر سے محبت رکھے اور عثمان سے بغض رکھے اس کو عمر سیراب نہیں کریں گے اور جو عثمان سے محبت کرے اور علی سے بغض رکھے اس کو عثمان حوض سے نہیں پلائیں گے اور جو علی سے محبت کرے مگر عثمان سے بغض رکھے اس کو علی سیراب نہیں کریں گے تو جس نے ابوبکر سے محبت کی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے عمر سے محبت کی وہ ایمان والوں میں لکھا جائے گا اور جس نے عثمان سے محبت کی وہ نور مبین سے منور ہوا اور جس نے علی سے محبت کی تو اس نے بھلائی کا کام کیا اور اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے اور

جس نے ان تمام کے متعلق حسن ظن رکھا وہ مومن ہے اور جو بدگمانی کرے وہ منافق ہے۔"

(الثقات لابن حبان، کتاب من روی عن اتباع التابعین، الرقم ۱۰۳۳۱، محمد بن مقاتل العبادانی، ج ۵، ص ۴۴۹، العلل المتناھیۃ لابن الجوزی، حدیث فی فضل الاربعۃ، الحدیث ۴۰۸، ج ۱، ص ۲۵۴)

یہ مرتبہ بلند ملا جن کو مل گیا

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتماع پاک میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال کرتے ہوئے فرمایا، اپنے مال کے ساتھ غمگساری کرنے والے اور دوسروں کو خود پر ترجیح دینے والے کو خوش آمدید! پھر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو ارشاد فرمایا: "حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے کو مرحبا! اس شخص کو خوش آمدید جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کیا اور مسلمانوں کو عزت بخشی۔" پھر حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا: "میرے داماد، میری دو بیٹیوں کے شوہر کو خوش آمدید! جس میں میرا نور جمع ہوا، جو اپنی زندگی میں سعادت مند اور موت میں شہید ہے، اس کے قاتل کے لئے نار جہنم کی بربادی ہے۔" پھر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا: "میرے چچازاد بھائی کو خوش آمدید، مجھے اور اسے ایک نور سے پیدا کیا گیا ہے۔"

(فردوس الاخبار للدیلمی، باب الحاء، الحدیث ۵۰۷۷، ج ۲، ص ۳۷۴، مختصرا)

☆ حضرت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں جنت میں داخل ہوا۔ اسی دوران جبکہ میں اس کے باغوں، نہروں اور درختوں کے گرد گھوم رہا تھا کہ میرا ہاتھ ایک پھل سے مس ہوا، میں نے اسے پکڑا تو وہ میرے ہاتھ میں چار ٹکڑوں میں بٹ گیا، ہر ٹکڑے سے ایک حور نکلی، اگر وہ اپنا ایک ناخن ظاہر کر دے تو تمام زمین و آسمان والوں کو فتنے میں مبتلا کر دے اور اگر اپنی ایک ہتھیلی ظاہر کر دے تو اس کی روشنی سورج اور چاند کی روشنی پر غالب آجائے، اگر وہ تبسم کرے تو اپنی خوشبو سے زمین و آسمان کی درمیانی جگہ کو کستوری سے بھر دے، میں نے پہلی سے پوچھا: "تم کس کے لئے ہو؟" بولی "حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے۔" میں نے اسے حکم دیا "تم اپنے شوہر کے محل کی طرف

جاؤ۔'' تو وہ چلی گئی۔ دوسری سے پوچھا' اس نے کہا: ''میں حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لئے ہوں۔'' اسے بھی میں نے حکم دیا کہ تم اپنے خاوند کے محل میں چلی جاؤ۔'' تو وہ بھی چلی گئی۔ تیسری سے پوچھا' اس نے جواب دیا ''خون سے لت پت ظلماً شہید کئے ہوئے' حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لئے۔ اسے بھی میں نے اپنے خاوند کے محل کی طرف جانے کا حکم دیا وہ بھی چلی گئی۔ چوتھی سے سوال کیا تو وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے کہا: ''اللہ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسن پر پیدا کیا اور میرا نام ان کے نام پر رکھا اور حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ان کے ساتھ نکاح ہونے سے دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے میرا نکاح کر دیا تھا۔'' یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدین' انصار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں' انہیں بروز قیامت عزت والے گھر یعنی جنت کی طرف احترام و اکرام کے ساتھ لے جایا جائے گا۔

منقول ہے حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام میں مشغول تھے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھ کر امامت کرانے کا کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ اس کے مجھ سے زیادہ حق دار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقدم فرمایا اور آپ کی تعریف کی۔''

حضرت عمر اور حضرت عثمان کے درمیان دلچسپ مکالمہ

حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ سے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا' عثمان کتنا اچھا انسان ہے میرا داماد ہے اور میری دو بیٹیوں کا شوہر ہے' اللہ تعالیٰ نے اس میں میرا نور اکٹھا کر دیا ہے۔''

حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ سے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ عثمان سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔''

(صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابہ' باب من فضائل عثمان بن عفان' الحدیث ۲۴۰۱' ص ۱۱۰۰)

☆ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ سے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کے ذریعے دین کی تکمیل فرمائی اور مسلمانوں کو عزت بخشی۔'' (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ' مناقب امیر المومنین عمر فصل تاسع' جزء ثانی' ج ا' ص ۱۳۱۴' کمل' بدلہ ''اعز'')

حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ سے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عثمان قرآن پاک کو جمع کرے گا اور یہ رحمٰن عزوجل کا محبوب ہے۔''

(المستدرک' کتاب التفسیر' باب جمع القرآن لم یکن مرۃ واحدۃ' ج ا' ص ۹۰۳ مفہوماً)

☆ حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ سے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمر کتنا اچھا انسان ہے' بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتا ہے' ان کے لئے اس وقت کھانا لاتا ہے جب لوگ عالم خواب میں ہوتے ہیں۔''

(جامع الترمذی' ابواب المناقب' باب مناقب معاذ بن جبل' الحدیث ۳۷۹۵' ص ۲۰۴۲ مختصراً)

☆ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ کے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے جیش العسرہ (غزوۂ تبوک کا لشکر) تیار کرنے والے عثمان کی مغفرت فرمادی ہے۔''

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی' الرقم ۱۶۹' اسحاق بن ابراہیم' ج ا' ص ۵۵۳ بتغیر)

☆ حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں آپ سے آگے نہیں بڑھوں گا کیونکہ میں آپ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے سنا کہ یا اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاروق رکھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے حق و باطل کے درمیان فرق کیا۔'' (سنن ابی ماجہ' کتاب السنۃ' باب فضل عمر رضی اللہ عنہ' الحدیث ۱۰۵' ص ۲۴۸۳ - الطبقات الکبریٰ لابن سعد' الرقم ۵۶' اسلام عمر' ج ۳' ص ۲۰۵)

اس واقعہ کی خبر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے لئے دعا فرمائی اور ایک دوسرے سے حسن ادب کے ساتھ پیش آنے پر ان کی تعریف فرمائی۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے درمیان دلچسپ مکالمہ

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک دن حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مولیٰ مشکل کشا حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ اقدس کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ''آپ آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دیں اور اسے کھولنے کی درینہ التجاء کریں۔'' حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے علی! آپ آگے بڑھیے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے متعلق میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''میرے بعد ایسے شخص پر سورج طلوع و غروب نہ ہوگا جو ابوبکر صدیق سے افضل ہو۔'' (الثقات لابن حبان' کتاب اتباع التابعین' الرقم ۲۶۸۹ عبدالملک بن عبدالعزیز' ج ۴' ص ۷' ۵' حلیہ الاولیاء' عطاء بن رباح' الحدیث ۴۳۱۵' ج ۳' ص ۳۷۳)

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے سب سے بہترین خاتون (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سب سے بہترین مرد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو عطا کی۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: ''میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے سینۂ مبارک کو دیکھنا چاہے اور وہ ابوبکر کا سینہ دیکھ لے۔''

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کی شان میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو حضرت آدم علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا حسن' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی نماز' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کا زہد اور مجھے اور میری صورت دیکھنا چاہے وہ علی کو دیکھ لے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب قیامت کی

گھڑیوں میں حسرت وندامت کے دن تمام مخلوق جمع ہو گی تو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے ابو بکر! تم اور تم سے محبت کرنے والے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کی طرف غزوۂ حنین اور غزوۂ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور دودھ ہدیۃً بھیجا اور ارشاد فرمایا یہ فتح ونصرت کے طالب کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف ہدیہ ہے۔"

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: "میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! تم میری آنکھ (کی ٹھنڈک) ہو۔"

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "علی جنت کی سواریوں میں سے کسی سواری پر آئیں گے اور ایک منادی ندا کرے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں آپ کا حسین والد اور خوبصورت بھائی تھا، حسین والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور خوب صورت بھائی حضرت علی ہیں۔"

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب قیامت کا دن ہو گا تو داروغۂ جنت حضرت رضوان جنت اور جہنم کی چابیاں لائے گا اور کہے گا اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ جنت ودوزخ کی چابیاں ہیں جسے چاہو جنت میں بھیج دو اور جسے چاہو جہنم میں بھیج دو۔"

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور علی سے محبت کرتا ہوں تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا (پھر فرمایا) میں فاطمہ سے محبت کرتا

ہوں تو میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا (پھر فرمایا) میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں تو میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر ابو بکر کا ایمان اہل زمین کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابو بکر کا ایمان سب پر بھاری ہو جائے۔''

(شعب الایمان للبیھقی' باب القول فی زیادۃ الایمان...... الخ' الحدیث ۳۶' ج ۱' ص ۶۹' راوی عمر رضی اللہ عنہ)

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علی قیامت کے دن اپنی اولاد اور زوجہ کے ساتھ اونٹوں کی سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے' لوگ پوچھیں گے یہ کون سے نبی ہیں؟ تو ایک منادی ندا کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کا دوست علی بن ابی طالب ہے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کل بروز قیامت اہل محشر جنت کے آٹھوں دروازوں سے یہ آوازیں سنیں گے' اے صدیق اکبر! جس دروازے سے چاہو (جنت میں) داخل ہو جاؤ۔''

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا (جنت میں) میرے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے محل کے درمیان علی بن ابی طالب کا محل ہے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کے حق میں حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آسمان والے مقربین بارگاہِ الٰہی' نوری فرشتے اور ملأ اعلیٰ روزانہ ابو بکر صدیق کا دیدار کرتے ہیں۔''

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کی شان میں اور جس کے گھر والوں کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تینوں دن پانی سے سحری افطاری

''وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا''

(پ ۲۹' الدھر ۸)

''اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔''

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیہ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں ''یعنی ایسی حالت میں جبکہ خود انہیں کھانے کی حاجت و خواہش ہو اور بعض مفسرین نے اس کے یہ معنی لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھلاتے ہیں۔ یاد رہے! یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی۔ وہ اس طرح کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ نذر کی وفا کا وقت آیا۔ سب صاحبوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جو لائے۔ حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین' ایک روز یتیم' ایک روز اسیر (قیدی) آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔''

سات آسمانوں کے فرشتے ابوبکر و علی کو دیکھ رہے ہیں

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا میں ایسے شخص سے آگے نہیں بڑھوں گا جس کی شان اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝

(پ ۲۴' الزمر ۳۳)

''اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے حضور نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ساتوں آسمانوں کے ملائکہ اس وقت ابوبکر صدیق و علی المرتضیٰ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کے مابین ہونے والے حسن جواب اور حسن ادب کو سماعت کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جائیے اور تیسرے فرد ہو جائیے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ان کے ساتھ حسن ادب اور حسن اسلام و ایمان کو خاص کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو ویسے ہی پایا جیسا کہ حضرت سیّدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے بیان کیا تھا پھر آپ ﷺ نے دونوں کے چہروں کو بوسۂ رحمت سے نوازا اور ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' اگر تمام سمندر سیاہی ہو جائیں' تمام درخت قلم بن جائیں' آسمان و زمین والے کتاب بن جائیں تو بھی تمہارے فضل و مرتبہ اور تمہارے اجر و ثواب کو لکھنے سے عاجز آ جائیں گے۔'' (الروض)

(۱۷۳)

حکمران کی دو کمزوریاں

امام راغب اصبہانی اپنی کتاب ''محاضرات الأدباء'' میں بیان کرتے ہیں کہ میمون بن مہران عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں باہر سے آواز سنادی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دربارن سے کہا دیکھو دروازے پر کون ہے؟ جواب ملا کہ جس شخص نے ابھی ابھی اپنا اونٹ بٹھایا ہے' اس کا دعویٰ ہے کہ وہ موذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہے۔ حکم ہوا کہ اسے اندر بلایا جائے۔ جب وہ اندر آئے تو فرمائش کی گئی کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کریں۔

ابن بلال نے عرض کیا: مجھ سے میرے والد گرامی نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''مَنْ وَلِیَ مِنْ أُمُوْرِ النَّاسِ شَیْئًا فَاحْتَجَبَ، حَجَبَهُ اللهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ''

''جو شخص لوگوں کے کسی معاملے کا نگراں ہو' اور وہ خود کو ان سے چھپالے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس سے پردے میں ہو جائے گا (یعنی ایسے شخص کو دیدارِ الٰہی نصیب نہ ہوگا)''۔

(التلخیص الحبیر ۴/۳۴۶' ابوداؤد ۲۹۴۸' ترمذی ۱۳۳۲' احمد ۴/۲۳۱)

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے دربان سے فرمایا: آج سے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے' اپنے گھر چلے جاؤ۔ اس کے بعد ان کے دروازے پر کوئی دربان نہیں دیکھا گیا۔

دراصل حاکم کے دربان مقرر کر لینے سے بڑھ کر مملکت کو تباہ کرنے والی اور رعایا کو ہلاک کرنے والی کوئی دوسری شئے نہیں۔ دربانوں کی موجودگی کے باعث رعایا پر حکمران اور حکومتی کارکنوں کا بے پناہ رعب طاری ہو جاتا ہے کیونکہ جب حکام کو عام آدمی کی حکمرانوں تک رسائی آسان ہونے کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ ظلم سے رک جاتے ہیں۔ مگر جب ان کو یہ پتہ چلتا ہے کہ ان تک عام لوگوں کی رسائی ناممکن ہے تو پھر وہ خوب ظلم کرتے ہیں۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ حاکم عام لوگوں سے دو اسباب کی بناء پر چھپتا ہے ایک تو اس کے ذاتی کردار کی کمزوری اور دوسرا بخل۔ (سنہرے اوراق)

(۱۷۴)

بادشاہ، جادوگر اور راہب

''اصحاب الاخدود'' کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ اور ان کا کیا واقعہ تھا۔ اس بارے میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگلی امتوں میں ایک بادشاہ تھا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور ایک جادوگر اس کے دربار میں بہت ہی مقرب تھا۔ ایک دن جادوگر نے بادشاہ سے کہا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں لہٰذا تم ایک لڑکے کو میرے پاس بھیج دو تا کہ میں اس کو اپنا جادو سکھا دوں چنانچہ بادشاہ نے ایک ہوشیار لڑکے کو جادوگر کے پاس بھیج دیا۔ لڑکا روزانہ جادوگر کے پاس آنے جانے لگا لیکن راستہ میں ایک ایماندار راہب رہتا تھا۔ لڑکا ایک دن اس راہب کے پاس بیٹھا تو اس کی باتیں لڑکے کو بہت پسند آ گئیں۔ چنانچہ لڑکا جادوگر کے پاس آنے جانے میں روزانہ راہب کے پاس بیٹھنے لگا اور ایک دن لڑکے نے دیکھا کہ ایک بڑا اور مہیب جانور کھڑا انسانوں کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ لڑکے نے ایک پتھر اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر تیرے دربار میں یہ مذہب جادوگر سے زیادہ مقبول و محبوب ہو تو اس جانور کو اسی پتھر سے مقتول فرما دے۔ یہ دعا کر کے لڑکے نے جانور کو پتھر سے مار دیا تو یہ بہت بڑا جانور ایک چھوٹے سے پتھر سے قتل ہو کر مر گیا اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔

لڑکے نے راہب سے یہ پورا واقعہ بیان کیا تو راہب نے کہا: اے لڑکے! خدا کے دربار میں تیرا مرتبہ بلند ہو گیا ہے لہٰذا اب تو عنقریب امتحان میں ڈالا جائے گا۔ اس لئے کسی کو میرا پتہ نہ بتانا اور امتحان کے وقت صبر کرنا۔ اس کے بعد یہ لڑکا اس قدر صاحب

کرامت ہو گیا کہ اس کی دعاؤں سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی شفا پانے لگے۔

سراپا ظلم بادشاہ

رفتہ رفتہ بادشاہ کے دربار میں اس کا چرچا ہونے لگا تو بادشاہ کا ایک بہت مقرب ہم نشین جو اندھا ہو گیا تھا اس لڑکے کے پاس بہت سے ہدایا اور تحائف لے کر حاضر ہوا اور اپنی بصارت کے لئے دعا کا طالب ہوا' لڑکے نے کہا: اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو میں تیرے لئے دعا کروں گا۔ چنانچہ وہ ایمان لایا اور لڑکے نے اس کے لئے دعا کر دی تو فوراً ہی وہ انکھیارا ہو گیا اور بادشاہ کے دربار میں گیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری آنکھوں میں بصارت کیسے آ گئی؟ مقرب ہم نشین نے کہا: میرے رب نے مجھے بصارت عطا فرما دی۔ بادشاہ نے غضب ناک ہو کر کہا کہ میرے سوا بھی تمہارا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ میرا اور تیرا دونوں کا رب ہے۔ بادشاہ نے اس کو طرح طرح کی سزائیں دے کر پوچھا کہ کس نے تجھے یہ بتایا ہے؟ اس نے لڑکے کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے لڑکے کو قید کر کے اس قدر مارا کہ لڑکے نے راہب کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے راہب کو گرفتار کر کے اس سے کہا: تم اپنے عقیدہ کو چھوڑ دو مگر راہب نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے اس عقیدہ پر آخری دم تک قائم رہوں گا۔ یہ سن کر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے راہب کے سر پر آرہ چلوا کر اس کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے مقرب ہم نشین کے سر پر بھی آرہ چلوا دیا۔ پھر لڑکے کو سپاہیوں کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا کر اوپر سے نیچے لڑھکا دو۔ لڑکے نے پہاڑ پر چڑھ کر دعا مانگی تو ایک زلزلہ آیا اور بادشاہ کے سپاہی زلزلہ کے جھٹکوں سے ہلاک ہو گئے اور لڑکا سلامتی کے ساتھ پھر بادشاہ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا پھر بادشاہ نے غیظ و غضب میں بھر کر حکم دیا کہ اس لڑکے کو کشتی پر بٹھا کر سمندر میں لے جاؤ اور سمندر کی گہرائی میں لے جا کر اس کو سمندر میں پھینک دو۔ چنانچہ بادشاہ کے سپاہی اس کو کشتی میں بٹھا کر لے گئے پھر جب لڑکے نے دعا کی تو کشتی غرق ہو گئی اور سب سپاہی ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحت و سلامتی کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا اور بادشاہ حیران رہ گیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اگر تو مجھ کو شہید کرنا چاہتا ہے تو اس کی صرف ایک ہی

صورت ہے کہ مجھ کو سولی میں لٹکا کر اور بسم اللہ پڑھ کر مجھے تیر مار کہ میں شہید ہو جاؤں۔

ہزاروں کا مجمع ذکرِ خدا کرنے لگا

چنانچہ اسی ترکیب سے بادشاہ نے اس لڑکے کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر ہزاروں کے مجمع نے بلند آواز سے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ غصہ میں بوکھلا گیا اور اس نے گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی۔ جب آگ کے شعلے خوب بلند ہونے لگے تو اس نے ایمانداروں کو پکڑوا کر اس آگ میں ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ستتر (۷۷) مومنین کو اس نے آگ میں ڈالا۔ آخر میں ایک ایمان والی عورت اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے آئی اور جب بادشاہ نے اس کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ کچھ گھبرائی تو اس کے دودھ پیتے بچے نے کہ اے میری ماں! صبر کر' تو حق پر ہے۔ بچے کی آواز سن کر اس کی ماں کا جذبہ ایمانی بیدار ہو گیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر ظالم بادشاہ نے اس مومنہ کو اس کے بچے کے ساتھ آگ میں پھینک دیا۔

بادشاہ اور اس کے ساتھی خندق کے کنارے مومنین کو آگ میں جلنے کا منظر کرسیوں پر بیٹھ کر دیکھ رہے تھے اور اپنی کامیابی پر خوشی منا رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے کہ ایک دم قہر الٰہی نے ظالموں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ اس طرح کہ خندق کی آگ کے شعلے اس قدر بھڑک کر بلند ہوئے کہ بادشاہ اور اس کے سب ساتھیوں کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سب کے سب لمحہ بھر میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور باقی تمام دوسرے مومنین کو اللہ تعالیٰ نے کافر اور ظالم کے شر سے بچا لیا۔ (تفسیر صاوی' ج ۴' ص ۲۵۷' ص ۲۵۸)

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ بیان فرمایا:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝ (البروج' پ ۳۰)

''خندق والوں پر لعنت ہو۔ اس بھڑکتی آگ والوں پر جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں کہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔''

اس واقعہ سے یہ ہدایت کا سبق ملتا ہے کہ عموماً خدا کی طرف سے امتحان ہوا کرتا ہے اور بوقت امتحان مومنوں کو بلاؤں اور مصیبتوں پر صابر وشاکر رہنا یہی اس امتحان کی کامیابی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کامل کی یہی نشانی ہے کہ مومن خدا کی راہ میں پڑنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں سے گھبرا کر کبھی بھی اس میں تذبذب نہیں پیدا ہوتا بلکہ مومن خواہ پھولوں کے ہار کے نیچے ہو یا تلوار کے نیچے' پانی میں غرق کیا جائے یا آگ کے شعلوں میں جلایا جائے۔ ہر حال میں بہر صورت وہ اپنے ایمان پر استقامت واستقلال کے ساتھ پہاڑ کی طرح قائم رہتا ہے اور اس کا خاتمہ ایمان ہی پر ہوتا ہے۔ یہ وہ سعادت عظمیٰ ہے کہ جس کو نصیب ہو جائے اس کی خوش بختیوں کی معراج ہو جاتی ہے اور وہ خدا اور رسول کی بارگاہ میں قرب حاصل کر لیتا ہے کہ آسمانوں کے فرشتے اس کے اعلیٰ مراتب کی سربلندیوں کے مداح اور ثنا خواں بن جاتے ہیں۔

(۱۷۵)

شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میں وقت سحر کچھ سی رہی تھی کہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی اور چراغ بجھ گیا۔ اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے نور سے سارا کمرہ جگمگا اٹھا اور سوئی مل گئی۔ (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

(حدائق بخشش)

میں نے عرض کی: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کتنا روشن ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! ہلاکت ہے اس کے لئے جو بروزِ قیامت مجھے نہ دیکھے گا۔" میں نے عرض کی: "بروزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے کون محروم رہے گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بخیل۔" میں نے پوچھا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخیل کون ہے؟" ارشاد فرمایا: "وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود پاک نہ بھیجے۔"

(دلائل النبوۃ للاسماعیل اصبھانی، فصل، الحدیث ۱۱۷، ص ۱۱۳، السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب العمل الیوم واللیلۃ، باب من البخیل، الحدیث ۹۸۸۵، ج ۲، ص ۳۰)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مجھ پر درود پاک پڑھو بے شک تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لئے طہارت ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے (مقام) وسیلہ کا سوال کرو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض

کی: ''یارسول اللہ ﷺ! وسیلہ کیا ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''جنت میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں۔'' (مصنف ابن ابی شیبۃ' کتاب الفضائل' باب ما اعطی اللہ تعالیٰ محمد ﷺ' حدیث ۱۴۶' ج ۷' ص ۴۴۲' جامع الترمذی' ابواب المناقب' باب صلو اللہ لی الوسیلۃ' الحدیث ۳۶۱۲' ص ۲۰۲۴)

درود پاک کی فضیلت

حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ''جو مجھ پر جمعرات کی شام کو درود پاک پڑھتا ہے فرشتے اپنے ہاتھوں میں چاندی کے ورق اور سونے کے قلم لے کر نازل ہوتے ہیں اور جو مجھ پر جمعرات کی شام' روز جمعہ کو درود پاک پڑھتا ہے تو فرشتے اس کا درود لکھتے ہیں۔ پس جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھو۔''

(نزھۃ المجالس' باب فضل الصلاۃ والتسلیم ......الخ' ج ۲' ص ۱۸۰)

☆ حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضور نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے: ''جو مجھ پر جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن ایک بار درود پاک پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سو اخروی حاجات اور تیس دنیوی حاجات پوری فرماتا ہے اور میرے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو میری قبر میں داخل ہو کر مجھے اس درود پڑھنے والے کے نام و نسب اور خاندان کے متعلق بتاتا ہے پھر میں اسے اپنے پاس سفید صحیفہ میں محفوظ کر لیتا ہوں۔''

(شعب الایمان للبیھقی' باب فی الصلوات رفضل الصلوۃ علی النبی ﷺ لیلۃ الجمعۃ' الحدیث ۳۰۳۵' ج ۳' ص ۱۱۱ بتغیر)

☆ حضور نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں' وہ مشرق و مغرب میں مجھ پر درود پڑھنے والے کا درود شریف مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ پس جو شخص ہر جمعہ کے دن مجھ پر اسی (۸۰) بار درود پاک پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

(سنن النسائی' کتاب السھو' باب التسلیم علی النبی ﷺ' الحدیث ۱۲۸۳' ص ۲۱۷۰' تاریخ بغداد' الرقم ۷۳۲۶ وھب بن داؤد بن سلیمان ابو القاسم المخرمی' ج ۱۳' ص ۴۶۳)

(۱۷۶)

جو کسی کے لئے کنواں کھودے......

ایک شخص کسی بادشاہ کا مقرب اور وفادار تھا اور اسی وجہ سے وہ کافی اہم تھا۔ وہ جب بھی بادشاہ کی محفل میں بیٹھتا تو عموماً یہ ضرب المثل بیان کرتا:

''اَحْسِنْ اِلَی الْمُحْسِنِ بِاِحْسَانِہٖ فَاِنَّ الْمُسِیْءَ سَیَکْفِیْکَہٗ اِسَاءَتُہٗ''

''اپنے محسن کے ساتھ اس کے احسان کی وجہ سے اچھا سلوک کرو۔ رہا برائی کرنے والا تو اس کی برائی ہی اس کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔''

درباریوں میں سے ایک شخص کو اس کے ساتھ بیر تھا یعنی خوامخواہ کا حسد۔ اس کی پوری خواہش تھی کہ یہ بادشاہ کا مقرب نہ رہے اور کسی طرح اسے بادشاہ سے بدظن کر دیا جائے۔ اس نے کئی کوششیں کیں مگر ناکام رہا چنانچہ اس نے ایک چال چلی۔ ایک مرتبہ موقع پا کر اس نے بادشاہ کو بتایا کہ یہ شخص آپ کے سب سے زیادہ قریب ہے' آپ کے جوتے تک اٹھاتا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ آپ کا دشمن ہے۔ آپ سے محبت نہیں کرتا بلکہ اس کا کہنا ہے کہ آپ کے منہ سے نہایت گندی بدبو آتی ہے۔

بادشاہ بولا: تمہارے اس الزام کا ثبوت کیا ہے اور اس الزام کی تصدیق کیسے ہوگی؟

حاسد بولا: آپ اس شخص کو شام کے وقت بلوائیں اور اپنے قریب کریں۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ وہ فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے گا تاکہ آپ کی بدبو نہ سونگھ سکیں۔

بادشاہ نے کہا: تم جاؤ ہم خود اس کی تصدیق کریں گے۔

حاسد کی چالبازی

وہ حاسد بادشاہ کی مجلس سے نکل کر سیدھا اس آدمی کے پاس گیا اور اسے کھانے کی دعوت دی۔ اس شخص کو حاسد کے حسد اور چال کا قطعاً علم نہ تھا۔ وہ تو اسے دوست ہی سمجھتا تھا اور یوں بھی اس کے تعلقات سب کے ساتھ اچھے تھے۔

حاسد نے اسے کھانا کھلایا جس میں لہسن شامل تھا۔

کھانے کے بعد وہ بادشاہ کے دربار میں جا پہنچا' بادشاہ چلنے لگا تو اس نے اس کے جوتے پکڑ لئے اور ساتھ ہی اپنی عادت کے مطابق بولا:

''اَحْسِنْ اِلَى الْمُحْسِنِ بِاِحْسَانِہٖ' فَاِنَّ الْمُسِیْءَ سَیَکْفِیْکَہٗ اِسَاءَتُہٗ''

''اپنے محسن کے ساتھ اس کے احسان کی وجہ سے اچھا سلوک کرو۔ رہا برائی کرنے والا تو اس کی برائی ہی اس کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔''

بادشاہ نے اس سے کہا: ذرا میرے قریب آؤ۔ جب وہ بادشاہ کے قریب ہوا تو اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا' مبادا بادشاہ اس کے منہ سے لہسن کی بدبو نہ سونگھ لے۔

بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ میرے درباری نے بلاشبہ اس کے بارے میں درست ہی بیان دیا تھا۔

اس واقعہ کے راوی بکر بن عبداللہ المزنی بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزا اور سزا لکھتا تھا۔ جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ شخص میرا مخلص نہیں بلکہ اندر سے میرا مخالف ہے تو اس نے ایک تحریر اپنے چیف سیکرٹری کو لکھی جس کا مضمون یہ تھا:

''جب اس تحریر کا حامل تمہارے پاس آئے تو اس کو قتل کرنے کے بعد اس کی کھال اتار دو اور اس میں بھس بھر کر میرے پاس بھجوا دو۔''

بادشاہ نے اس شخص کو یہ خط دیا اور کہا اسے چیف سیکرٹری کے پاس لے جاؤ۔

وہ اس سربمہر خط کو لے کر دربار سے باہر آیا تو اس کو وہی حاسد ملا۔

حاسد حسد کی آگ میں خود ہی جلا کرے

حاسد نے اس خط کو دیکھا تو پوچھا: ارے! یہ تمہارے پاس کیسا خط ہے؟ ذرا مجھے دکھاؤ۔

اس نے کہا: بادشاہ نے مجھے صلے کے طور پر یہ انعام دیا ہے۔ اس حاسد نے اصرار کیا کہ خط مجھے دے دو۔ اس شخص نے کہا یہ رہا خط۔ یہ تمہارا ہو گیا۔ اس نے خط لیا اور خوشی خوشی چیف سیکرٹری کے پاس جا پہنچا۔ اس نے خط کو کھولا تو کہنے لگا اس خط میں لکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر کے تیری کھال اتار کر بادشاہ کے پاس بھجوا دوں۔

وہ حاسد بولا: نہیں نہیں' یہ خط میرے لئے نہیں ہے بلکہ میرے فلاں دوست کا ہے۔ غلطی سے میں نے لے لیا ہے۔

چیف سیکرٹری بولا: دیکھو! تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔ خط میں واضح طور پر ہدایات ہیں کہ جو بھی اس کا حامل ہے اس کو قتل کر کے اس کی کھال میں بھس بھر دو۔ اس نے بڑا واویلا کیا کہ ایک مرتبہ مجھے بادشاہ کے پاس جانے کا موقع دو۔ یہ میرے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے۔

چیف سیکرٹری بولا: اس خط کے حصول کے بعد تمہارے پاس واپسی کی کوئی صورت نہیں ہے اور اب موت تمہارا مقدر ہے۔

چنانچہ چیف سیکرٹری نے اس کو قتل کروایا اور حسب ہدایت اس کی لاش بادشاہ کے پاس بھجوا دی۔ وہ شخص جو بادشاہ کا مقرب تھا' اپنی عادت کے مطابق دربار میں پہنچا اور اتفاق سے اپنی عادت کے مطابق اس نے وہ ضرب المثل بادشاہ کے سامنے دہرا دی۔

بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے پوچھا: میرے خط کا کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا جب میں آپ کا خط لے کر نکلا تو مجھے فلاں شخص ملا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ یہ خط اس کو دے دوں چنانچہ میں نے خط اس کو بخش دیا۔

بادشاہ نے اس سے کہا: اس شخص نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم میرے بارے میں کہتے ہو کہ میرے منہ سے بدبو آتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

اس نے کہا: حاشا و کلاء میں نے تو ایسی بات کبھی نہیں کی۔

بادشاہ نے کہا: اچھا یہ بتاؤ کل جب میں نے تمہیں بلایا تھا تو تم نے اپنے منہ پر ہاتھ کیوں رکھ لیا تھا؟

وہ کہنے لگا: بادشاہ سلامت! اس شخص نے مجھے کھانے کی دعوت دی جس میں مجھے خوب لہسن کھلایا' میں نے ہاتھ اس لئے منہ پر رکھا تھا کہ کہیں آپ کو اس ناگوار بو سے تکلیف نہ ہو۔

بادشاہ کہنے لگا: تم سچ اور درست کہتے ہو۔ اپنی ڈیوٹی پر واپس چلے جاؤ۔ تمہارا قول درست تھا کہ ''برائی کرنے والا اپنے کرتوت کا مزہ از خود چکھ لیتا ہے۔''

اسی کو کہتے ہیں: ''چاہ کن را چاہ درپیش''

یعنی کنواں کھودنے والا خود ہی اس میں جا گرتا ہے۔ (غرائب الاخبار' احمد عیسی عاشور)

(۱۷۷)

چار قرآنی عورتوں کا حال

۱- واہلہ: یہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھی۔اس کو ایک نبی برحق کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور برسوں یہ اللہ کے نبی کی صحبت سے سرفراز رہی مگر اس کی بدنصیبی قابل عبرت ہے کہ اس کو ایمان نصیب نہیں ہوا بلکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دشمنی اور توہین و بے ادبی کے سبب سے بے ایمان ہو کر مر گئی اور جہنم میں داخل ہوئی۔

یہ ہمیشہ اپنی قوم میں جھوٹا پروپیگنڈا کرتی رہتی تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام مجنون اور پاگل ہیں لہٰذا ان کی کوئی بات نہ مانو!

۲- واعلہ: یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے۔ یہ بھی اللہ کے ایک جلیل القدر نبی کی زوجیت وصحبت سے برسوں سرفراز رہی مگر اس کے سر پر بھی بدنصیبی کا ایسا شیطان سوار ہوا تھا کہ سچے دل سے کبھی ایمان نہیں لائی بلکہ عمر بھر منافق رہی اور اپنے نفاق کو چھپاتی رہی۔ جب قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آیا اور پتھروں کی بارش ہونے لگی اس وقت حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں اور مومنین کو ساتھ لے کر بستی سے باہر چلے گئے۔ ''واعلہ'' بھی آپ کے ساتھ تھی۔آپ نے فرمادیا تھا کہ کوئی شخص بستی کی طرف نہ دیکھے ورنہ وہ بھی عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ کے ساتھ والوں میں سے کسی نے بھی بستی کی طرف نہیں دیکھا اور سب عذاب سے محفوظ رہے لیکن واعلہ چونکہ منافق تھی اس نے حضرت لوط علیہ السلام کے فرمان کو ٹھکرا کر بستی کی طرف دیکھ لیا اور شہر کو الٹ پلٹ ہوتے دیکھ کر چلانے لگی کہ ''یا قوماہ'' ہائے رے میری قوم! یہ زبان سے نکلتے ہی ناگہاں عذاب کا ایک پتھر اس کو بھی لگا اور یہ بھی ہلاک

ہو کر جہنم رسید ہو گئی۔

۳-آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی ہیں۔ فرعون تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بدترین دشمن تھا لیکن حضرت آسیہ نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے دیکھ لیا تو فوراً ان کے دل میں ایمان کا نور چمک اٹھا اور وہ ایمان لے آئیں۔ جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس ظالم نے ان پر بڑے بڑے عذاب کیے۔ بہت زیادہ زدوکوب کے بعد چومیخا کر دیا یعنی چار کھونٹیاں گاڑ کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے چاروں ہاتھوں پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھونک کر چاروں کھونٹوں میں اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھیں اور بھاری پتھر سینہ پر رکھ کر دھوپ کی تپش میں ڈال دیا اور دانہ پانی بند کر دیا لیکن ان مصائب وشدائد کے باوجود وہ اپنے ایمان پر قائم و دائم رہیں اور فرعون کے کفر سے خدا کی پناہ اور جنت کی دعائیں مانگتی رہیں اور اسی حالت میں ان کا خاتمہ بالخیر ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں اور ابن کیسان کا قول ہے کہ وہ زندہ ہی اٹھا کر جنت میں پہنچادی گئیں۔

۴-حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس لئے ان کی قوم نے طعن اور بدگوئیوں سے ان کو بڑی بڑی ایذائیں پہنچائیں مگر یہ صابرہ رہ کر اتنے بڑے بڑے مراتب ودرجات سے سرفراز ہوئیں کہ خداوند قدوس نے قرآن مجید میں ان کی مدح وثناء کا بار بار خطبہ ارشاد فرمایا۔ ان چاروں عورتوں کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ تحریم میں فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

واہلہ و واعلہ' آسیہ ومریم کا انجام

اللہ تعالیٰ کافروں کی مثال دیتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی عورت (واہلہ) اور حضرت لوط علیہ السلام کی عورت (واعلہ) یہ دونوں ہمارے دو مقرب بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے ان دونوں سے دغا کیا تو وہ دونوں پیغمبران ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آئے اور ان دونوں عورتوں کے بارے میں خدا کا یہ فرمان ہو گیا کہ تم دونوں جہنمی عورتوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے مثال بیان فرماتا ہے۔ فرعون

کی بیوی (آسیہ) جب انہوں نے عرض کی اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمان برداروں میں سے ہوئی۔ (التحریم' رکوع ۲' پارہ ۲۸)

واہلہ اور واعلہ دونوں نبیوں کی بیویاں ہو کر کفر و نفاق میں گرفتار ہو کر جہنم رسید ہوئیں اور فرعون جیسے کافر کی بیوی حضرت ''آسیہ'' ایمان کامل کی دولت پا کر جنت میں داخل ہوئیں اور حضرت آسیہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اس طرح ایمان لائیں کہ فرعون کے گھر کے سب آرام و راحت کو ٹھکرا دیا اور بے پناہ تکلیفوں اور ایذاؤں کے باوجود اپنے ایمان پر قائم رہیں۔ بے شک یہ باتیں قابل عبرت ہیں۔

(۱۷۸)

اس دور کا بڑا سخی کون ہے؟

ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ تین افراد کا بیت اللہ میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ اس دور کا سب سے بڑا سخی کون ہے؟ ایک نے کہا: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرا بولا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ تیسرا بولا نہیں' عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ۔ گفتگو نے طول کھینچا' ہر ایک اپنے اپنے حق میں دلائل دے رہا تھا حتیٰ کہ آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگ بھی اکٹھے ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص بولا بھائیو! کیوں لڑائی کرتے ہو؟ ایسا کرو کہ ہر شخص اپنے اپنے پسندیدہ شخص کے پاس چلا جائے' اس سے کچھ مانگے اور جو کچھ ملے وہ آ کر یہاں بتا دے پھر اس بات کا جائزہ لے لیتے ہیں کہ بڑا سخی کون ہے؟

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند ان کے گھر گیا اور ان سے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے! میں مسافر ہوں اور زادِ راہ ختم ہے' مدد کا طلبگار ہوں۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس وقت گھوڑے پر سوار کہیں جانے کے لئے تیار تھے۔ اسی وقت گھوڑے سے نیچے اترے اور فرمایا گھوڑے کی رکاب پر پاؤں رکھو اور اس پر سوار ہو جاؤ اب یہ تمہارا ہے۔ اس کے ساتھ ایک تھیلا بھی ہے اس میں جو کچھ ہے وہ بھی تمہارا ہے اور ہاں اس میں ایک تلوار بھی ہے اس کو معمولی نہ سمجھنا' یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تلوار ہے۔

جب وہ خوبصورت گھوڑا لے کر اپنے دوستوں کے پاس آیا اور تھیلا کھولا تو اس میں چار ہزار دینار اور ریشمی چادریں تھیں اور ان سب پر مستزاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند جب اس کے گھر گیا تو وہ سوئے ہوئے تھے۔

لونڈی نے پوچھا تمہاری کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا: مسافر ہوں اور زادِ راہ ختم ہو گیا ہے۔

لونڈی نے کہا: تمہاری اس معمولی حاجت کے لئے آقا کو اٹھانا اچھی بات نہیں۔ یہ تھیلی پکڑو اس میں سات سو دینار ہیں' اس وقت قیس کے گھر میں یہی کچھ موجود ہے۔ گھر کے ساتھ ہی حویلی میں اونٹ بندھے ہوئے ہیں اپنی مرضی کا اونٹ پسند کرلو اور ایک غلام کو اپنی خدمت کے لئے لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ۔

تھوڑی دیر کے بعد قیس رضی اللہ عنہ بھی اٹھ بیٹھے۔ لونڈی نے ان سے قصہ بیان کیا۔ کہنے لگے بہتر تھا مجھے اٹھا لیتی اور میں خود اس کی حاجت پوری کرتا' نہ معلوم جو کچھ تم نے اسے دیا ہے اس کی ضرورت کے مطابق ہے یا نہیں تاہم تم نے جو اچھا کام کیا ہے اس کے بدلے میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔

عرابہ اَوسی سب سے بڑا سخی نکلا

ادھر عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ کا عقیدت مند بھی ان کے گھر جا پہنچا۔ اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ عرابہ رضی اللہ عنہ بوڑھے تھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ نماز کے لئے گھر سے نکل رہے تھے' وہ غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ اس آدمی نے کہا اے عرابہ! میری بات سنیں گے؟

عرابہ رضی اللہ عنہ بولے بولو کیا کہتے ہو؟

کہنے لگا میں مسافر ہوں اور میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے۔

عرابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ غلاموں کے کندھوں سے ہٹائے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر زور سے مارا اور کہنے لگے عرابہ نے اپنا تمام مال و دولت خرچ کر دیا ہے مگر یہ دو غلام باقی ہیں تم ان دونوں کو لے جاؤ' اب یہ تمہارے ہو گئے۔

اس آدمی نے کہا حضرت! ایسے کیسے ہو سکتا ہے' آپ خود سخت ضرورت مند ہیں' میں ان کو نہیں لوں گا۔

عرابہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے سنو! اب یہ تمہارے ہیں اور اگر تم نہیں لیتے تو بھی ان دونوں کو

آزاد کرتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو لے لو چاہو تو انکار کر دو۔ یہ کہنے کے بعد آگے بڑھے دیوار کا سہارا لیا اور اسے ٹٹولتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیئے۔

اس شخص نے ان دونوں غلاموں کو ہمراہ لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا۔

تینوں دوست پھر سے اکٹھے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنے عطیے اور سلوک کا ذکر کیا اور ان تینوں کی تعریف کی کہ بلاشبہ یہ تینوں بہت سخی ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں۔

اب رہا یہ فیصلہ کہ سب سے بڑا سخی کون ہے؟ تو فیصلہ عرابہ اوسی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا کیونکہ انہوں نے تنگ دستی کے باوجود جو پایا خرچ کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ ۳۵۶/۱۱-۳۵۷' دار ہجر' تاریخ دمشق لابن عساکر ۴۵۸/۱۴)

(۱۷۹)

ہماری اماں کے نکاح کا حق مہر

اِنَّ اللّٰـهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○(پ ۲۲'الاحزاب ۵۶)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔اے ایمان والو!ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔''

حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بشاشت (خوشی) کے آثار تھے۔میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آج کی طرح اتنا خوش وخرم اور ہشاش بشاش نہیں دیکھا۔'' فرمایا:''آج میں کیونکر خوش نہ ہوں گا کہ ابھی میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کی:''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجے اس کے عوض اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں' دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجات بلند ہوتے ہیں اور مالک حقیقی بھی درود پاک بھیجنے والے کی مثل کہتا ہے۔''

(المسند للامام احمد بن حنبل' حدیث ابی طلحہ' الحدیث ۱۶۳۵۲' ج ۵' ص ۵۰۹)

☆ ایک دوسری روایت میں ہے ''اللہ تعالیٰ درود پڑھنے والے پر اس کے قول کی مثل رحمتیں اور برکتیں لوٹاتا ہے۔''

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:''بندہ جب اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کا سوال کرتا ہے لیکن اس کے بعد مجھ پر درود پاک نہیں پڑھتا تو اس کی حاجت بادلوں تک بلند

ہوتی ہے پھر جب وہ مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور دعا بھی قبول ہو جاتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔''

☆ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر مقرر فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ تین دن تک اس کا کوئی (برا) عمل نہ لکھیں۔''

(المستطرف فی کل فن مستظرف، باب ۸۴ فیما جاء فی فضل الصلاۃ ......الخ، ج ۲، ص ۵۰۵)

☆ مروی ہے ''جب قیامت کے دن مومن کی نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ صحیفے اس کی نیکیوں والے پلڑے میں رکھے جائیں گے جس کی وجہ سے نیکیاں برائیوں پر غالب آ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''یہ تیرا وہ درود پاک ہے جو تو نے محمد ﷺ پر بھیجا تھا جس کے سبب تیری نیکیوں کا وزن زیادہ ہو گیا، میں نے اس کو تیرے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔''

اس نے اپنے نبی کا حق ادا کر دیا

حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے صبح و شام یہ درود پاک پڑھا ''اَللّٰهُمَّ يَارَبَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْزِ مُحَمَّدًا ﷺ مَا هُوَ اَهْلُهٗ ''یعنی یا اللہ! اے (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کی آل کے رب! (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کی آل پر رحمت بھیج اور (حضرت) محمد (ﷺ) کو ان کے شایانِ شان جزائے خیر عطا فرما'' تو اس نے اعمال لکھنے والے فرشتوں کو ایک ہزار صبح تک (اس کا اجر لکھنے) پر لگا دیا۔ (نزہۃ المجالس، باب فضل الصلاۃ والتسلیم ......الخ، ج ۲، ص ۲-۱۸۱، المعجم الکبیر، الحدیث ۱۱۵۰۹، ج ۱۱، ص ۱۶۵، باختصار) اور اس نے اپنے نبی کا حق ادا کیا، اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے اور (حضرت) محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کے ساتھ اس کا حشر فرمائے۔'' آمین

حضرت سیّدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح پھونکی اور انہوں نے اپنی نگاہیں کھولیں تو جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' تو عرض کی: ''یا اللہ! کیا تو نے کسی

ایسی ہستی کو بھی پیدا فرمایا ہے جو تیرے نزدیک مجھ سے بھی زیادہ معزز ہے؟'' تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب ملا ''ہاں! وہ تیری اولاد میں سے ایک نبی ہے۔'' پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدہ اماں حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرما کر حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام میں شہوت رکھی اور آپ علیہ السلام نے ان سے نکاح کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اس کا حق مہر ادا کرو۔'' آپ علیہ السلام نے عرض کی: ''اس کا حق مہر کیا ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اس نام والے پر سو مرتبہ درود پاک بھیجو۔'' عرض کی: ''یا اللہ! اگر میں ایسا کروں تو کیا میرا نکاح اس سے کر دے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں۔'' چنانچہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود پاک پڑھا اور یہ حضرت سیّدہ حوا رضی اللہ عنہا کا حق مہر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا نکاح حضرت سیّدہ حوا رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔'' (نزھۃ المجالس' باب مناقب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا' فصل فی تزویج حواء......الخ' ج ۲' ص ۳۱۷' مفہوماً)

فضائل درود وسلام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''مجھ پر محبت وشوق سے درود پاک پڑھا کرو اس لئے کہ وہ مجھ تک پہنچتا ہے۔''

(سنن ابی داوٗد' کتاب المناسک' باب زیارۃ القبور' الحدیث ۲۰۴۲' ص ۱۳۷۳' مفہوماً)

☆ امیر المومنین حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''قیامت کے دن لوگوں میں میرے قریب وہ شخص ہو گا جس نے مجھ پر کثرت سے درد پاک پڑھا ہو گا' اور جو لوگ اپنی محفل میں مجھ پر درود پاک نہیں پڑھتے بروز قیامت ان پر حجت ہو گی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں معاف فرما دے اور چاہے تو مواخذہ فرمائے۔'' (جامع الترمذی' ابواب الوتر' باب ماجاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' الحدیث ۴۸۴' جامع الترمذی' کتاب الدعوات' باب ماجاء فی القوم یجلسون......الخ' الحدیث ۳۳۸۰' ص ۱۹۹۹' الزھد لابن المبارک' باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ' الحدیث ۹۶۲' ص ۳۴۲)

☆......حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جس دن سایہ عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا اس دن تین قسم کے لوگ عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔'' عرض کی گئی ''یا رسول

اللہ ﷺ! وہ کون ہیں؟'' ارشاد فرمایا: ''(۱) جس نے میرے کسی امتی کی پریشانی دور کی۔ (۲) جس نے میری سنت کو زندہ کیا (۳) جس نے مجھ پر کثرت سے درود پڑھا۔''

(شرح الزرقانی علی موطاالامام مالک' کتاب الشعر' باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ تحت الحدیث ۱۸۴۱' ص ۴۶۹)

☆...... حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھا جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔''

(المعجم الاوسط' الحدیث ۱۸۳۵' ج ۱' ص ۴۹۷)

☆...... سرکارِ ہردو عالم' نور مجسم ﷺ کا ارشاد ہے ''جو میرے حق میں تعظیم کرتے ہوئے مجھ پر درودِ پاک بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جس کا ایک پر مشرق میں' دوسرا مغرب میں' اس کی دونوں ٹانگیں ساتویں زمین میں اور گردن عرش کے نیچے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فرماتا ہے ''تم میرے بندے پر اسی طرح درود پاک بھیجو جس طرح اس نے میرے نبی پر بھیجا۔'' پس وہ فرشتہ تا قیامت اس بندے پر درود بھیجتا رہے گا۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی' باب الالف' الحدیث ۱۱۳۱' ج ۱' ص ۱۸۰)

☆...... حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ استغفار کے سبب تمہارے گناہ بخش دیتا ہے' پس جو سچے دل سے استغفار کرے اس کو بخش دیا جاتا ہے اور جس نے ''لا الٰــــہ الا اللہ '' کہا اس کا میزان (نیکیوں کا پلڑا) بھاری ہوگا اور جو مجھ پر درود بھیجے میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔''

(الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک لابن شاھین' باب مختصر من فضل الاستغفار وثوابہ' الحدیث ۱۷۸' ص ۲۰۱)

ہر دم از ما صد درود و صد سلام

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر اقدس پر دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں۔ جب کسی مسلمان کے پاس میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھ پر درود پاک پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے جواب میں کہتے ہیں ''اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے'' اس کے جواب میں عرش اٹھانے والے اور دیگر فرشتے آمین کہتے ہیں اور جس کے پاس میرا ذکر

ہو اور وہ مجھ پر درود پاک نہ بھیجے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں "اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہ فرمائے۔" اور عرش اٹھانے والے اور دیگر فرشتے اس کے جواب میں آمین کہتے ہیں۔"
(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۷۵۳، ج ۳، ص ۸۹)

☆...... حضور ﷺ کا فرمان ذیشان ہے: "جو لوگ کسی مجلس میں جمع ہوں اور پھر مجھ پر درود پاک پڑھے بغیر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو وہ مردار گدھے سے زیادہ بدبو چھوڑ کر جدا ہوتے ہیں۔" (السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب العمل الیوم واللیلۃ، باب من جلس مجلسا...... الخ، الحدیث ۱۰۲۴۴، بدون "الحمار") اور جس اجتماع میں مجھ پر درود پاک پڑھا جاتا ہے وہاں سے پاکیزہ خوشبو پھوٹتی ہے یہاں تک کہ وہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جاتی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں "یہ اس اجتماع کی خوشبو ہے جس میں محمد ﷺ پر درود پڑھا گیا ہے۔ یقیناً آپ ﷺ پر بھیجے گئے درود وسلام کی خوشبو تمام خوشبوؤں پر فوقیت رکھتی ہے، ملائکہ اس کو فوراً پہچان لیتے ہیں اور تمام خوشبوؤں سے اس کا امتیاز کر لیتے ہیں۔"

☆ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے مجھ پر درود پاک پڑھا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔" (الروض)

☆...... حضور ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے مجھ پر سو بار درود پاک بھیجا تو اس سے آگ سو سال کی دوری پر ہٹ جائے گی۔" (الروض)

☆...... نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے "تم میں سے زیادہ درود پاک پڑھنے والے کے لئے جنت میں زیادہ بیویاں ہوں گی۔" (الروض)

☆...... حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے محمد! جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔"

(المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمٰن بن عوف، الحدیث ۱۶۶۴، ج ۱، ص ۴۰۷)

باآواز بلند درود پڑھنے والوں کی بخشش ہوگئی:

ایک بزرگ کا بیان ہے "میرا ایک گناہ گار پڑوسی تھا۔ اس کی وفات کے بعد میں نے

اسے خواب میں جنت میں دیکھا تو پوچھا: "تمہیں یہ مقام کیسے ملا؟" اس نے بتایا "میں ایک اجتماع ذکر میں حاضر ہوا۔ ایک محدث صاحب کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بیان کرتے سنا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر بلند آواز سے درود پاک بھیجے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" یہ کہنے کے بعد ان محدث صاحب نے باآواز بلند درود پاک پڑھا پھر میں نے اور تمام اہل اجتماع نے درود پاک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی دن ہمیں بخش دیا۔"

(فضائل درود وسلام بحوالہ سعادۃ الدارین ص ۱۵۸)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دن جبرائیل امین علیہ السلام نے میرے پاس حاضر ہو کر عرض کی: "اے محمد مصطفیٰ (ﷺ) میں آپ ﷺ کے پاس ایسی خوشخبری لے کر حاضر ہوا ہوں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کے پاس نہ لایا نہ بعد میں (لاؤں گا) اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (اے محبوب) تیرا جو امتی تجھ پر تین مرتبہ درود پاک پڑھے گا اگر کھڑا ہو گا تو بیٹھنے سے پہلے اور اگر بیٹھا تھا تو کھڑا ہونے سے پہلے اسے بخش دیا جائے گا۔" یہ سن کر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔"

(المستطرف فی کل فن مستظرف باب ۸۴ فیما جاء فی فضل الصلاۃ ..... الخ ج ۲ ص ۵۰۵)

☆ منقول ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو مرنے کے بعد قبر کے اندر عذاب میں مبتلا دیکھ کر بہت غمگین ہوئی اور گریہ وزاری کرنے لگی۔ پھر اس عورت نے دوبارہ اپنے بیٹے کو رحمت و نور کی چھما چھم بارش میں دیکھ کر اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "ایک شخص اس قبرستان سے گزرا اس نے حضور نبی کریم ﷺ پر درودِ پاک پڑھ کر اس کا ثواب تمام مردوں کو پہنچایا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔"

☆ ایک عارف کا بیان ہے کہ "میں ایک رات نماز پڑھتے ہوئے تشہد میں سرکار ﷺ پر درودِ پاک پڑھنا بھول گیا' مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ خواب میں آقائے دو جہاں ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تو آج ہم پر درود بھیجنا بھول گیا۔" میں نے عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ تعالیٰ کی ثناء میں مشغول تھا۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھ پر درودِ پاک پڑھے بغیر اللہ تعالیٰ اپنی ثناء

بھی قبول نہیں فرماتا' وہ ایسی کوئی دعا قبول نہیں فرماتا جس میں مجھ پر درود نہ بھیجا گیا ہو اور کوئی حاجت پوری نہیں فرماتا جب تک کہ مجھ پر درود پاک نہ بھیجا جائے' کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان نہیں سنا؟: صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

(پ۲۲' الاحزاب ۵۶)

''ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔''

اور چہرہ روشن ہو گیا:

حضرت سیّدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے دوران طواف ایک شخص کو ہر قدم پر حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا: ''اے بھائی! سبحان اللہ' لا الٰہ الا اللہ' کی بجائے درود پاک کا ورد کئے جا رہے ہو اس میں تمہارا کیا راز ہے؟'' تو وہ پوچھنے لگا ''اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے' آپ کون ہیں؟'' میں نے بتایا ''میں سفیان ثوری ہوں۔'' تو اس نے کہا: ''اگر آپ اہل زمانہ میں اجنبی نہ ہوتے تو میں آپ کو اس کا راز نہ بتاتا' میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حج بیت اللہ کے ارادے سے چل پڑا۔ اثنائے سفر میرے والد محترم بیمار ہو گئے تو میں اپنے والد محترم کے علاج معالجے کے لئے رک گیا۔ علاج کے دوران ان کا انتقال ہو گیا۔ جبکہ میں ان کے سر کے قریب کھڑا تھا' ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میں نے فوراً پڑھا ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (پ۲' البقرة ۱۵۶)' ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔'' پھر میں نے ان کے چہرے پر چادر ڈال دی۔ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس سے زیادہ حسین و جمیل میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کا لباس انتہائی صاف و شفاف تھا اور اس سے ایسی خوشبو آ رہی تھی جو میں نے کبھی نہ سونگھی تھی۔ وہ قدم بقدم چلتے ہوئے میرے والد محترم کے قریب تشریف لائے اور ان کے چہرے سے چادر ہٹا کر اپنا مبارک ہاتھ چہرے پر پھیرنے لگے۔ والد صاحب کا چہرہ اچانک چمک اٹھا۔ پھر وہ پلٹنے لگے تو میں ان کے کپڑوں سے لپٹ گیا اور ان سے دریافت کیا ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' آپ کون ہیں؟ جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے میرے والد محترم پر اس ویرانے میں یہ احسان فرمایا ہے۔''

انہوں نے پوچھا: "کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں صاحب قرآن محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہوں، تیرے والد گرامی تو گنہگار تھے لیکن مجھ پر کثرت سے درود پاک بھیجتے تھے۔ جب یہ اس بیماری میں مبتلا ہوئے تو مجھ سے فریاد کی اور بے شک جو مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھتا ہے میں اس کی فریاد رسی کرتا ہوں۔" پھر میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ میرے والد گرامی کا چہرہ بالکل سفید ہو چکا تھا۔"

(تفسیر روح البیان، سورۃ الاحزاب، تحت الآیۃ ۵۶، ص ۲۲۵)

درود پڑھنے والے کے لئے عزتیں اور عظمتیں

☆ اے مسلمانو! اللہ کے محبوب ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھو۔ بے شک آپ ﷺ پر درود بھیجنا بڑے بڑے گناہوں کے مٹنے کا سبب اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت کا باعث ہے، درودِ پاک بھیجنے والا جہنم کے عذاب سے محفوظ رہے گا اور جنت میں ابدی نعمتوں کا مستحق ہوگا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنے والوں کے لئے دس عزتیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت (۲) نبی مختار ﷺ کی شفاعت (۳) معزز ملائکہ میں موافقت (۴) منافقین و کفار کی مخالفت (۵) خطاؤں اور گناہوں کی معافی (۶) حاجات کی تکمیل (۷) ظاہر و باطن کی روشنی (۸) جہنم سے نجات (۹) جنت میں داخلہ (۱۰) ربّ تعالیٰ کے سلام کی بشارت۔" (الروض)

یا اللہ! تو ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحمت بھیج جن کو تو نے تمام مخلوق پر فضیلت اور بلند مقام عطا فرمایا، دین اسلام کی طرف ہدایت دینے والا اور راہِ جنت کی طرف رہنمائی کرنے والا بنایا۔ یا اللہ! یارب العلمین! ہماری طرف سے آپ ﷺ پر درود پاک بھیج جیسے تو نے ہمیں درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے محبوب ﷺ کے گروہ میں اٹھا، آپ ﷺ کی اتباع میں کامیابی حاصل کرنے والوں میں رکھ، ہمیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مطیع بنا، آپ ﷺ کی سنت پر چلا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اقتداء کرنے

والا بنا۔

یا اللہ! ہمیں حوض کوثر پر حاضر ہونا نصیب فرما' حضور ﷺ کا دیدار عطا فرما' ان کی شفاعت سے محروم نہ فرما اور اے جلال واکرام والے! ہمیں اپنی رحمت سے رحمت ورضوان والے گھر میں آپ ﷺ کا پڑوس عطا فرما۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

(۱۸۰)

یہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں

یہ الفاظ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کب فرمائے' واقعہ پڑھنے سے پہلے دو جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تعارف ضروری ہے:

☆......جلیل القدر صحابی عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال قرشی فہری ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے جنگ بدر واحد اور دیگر تمام غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت فرمائی اور حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا تھا:

"لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَّاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ"

"ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت (محمدیہ) کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے" (بخاری ۴۳۸۲)

جس زمانے میں یہ ملک شام کے امیر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے تو ان کی خستہ حالی کو دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا:

"كُلُّنَا غَيَّرَتْهُ الدُّنْيَا' غَيْرَكَ يَا اَبَا عُبَيْدَةَ"

"دنیا نے ہم سب کی حالت کو بدل کر رکھ دیا ہے' اے ابوعبیدہ! صرف آپ ہی اس سے محفوظ ہیں۔"

ان کی وفات طاعون کی بیماری سے عمواس میں ۱۸ھ میں ہوئی اور نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

عورتیں ان جیسا جننے سے عاجز ہیں

جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس انصاری خزرجی ہیں۔ یہ ان ستر انصاری صحابہ میں شامل تھے' جنہوں نے بیعت عقبہ میں شرکت کی تھی۔ جنگ بدر اور احد کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ان کا شمار اپنی قوم کے خوبصورت نوجوانوں میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''صحابہ کرام میں حلال وحرام کے بارے میں سب سے زیادہ حضرت معاذ کو علم ہے۔''

(ابن ماجہ ۱۵۴' احمد ۳/۲۸۱)

عہد نبوی میں قرآن جمع کرنے والوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

''عَجِزَتِ النِّسَآءُ اَنْ یَّلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ' وَلَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ''

''عورتیں معاذ جیسا بیٹا جننے سے عاجز ہو گئیں' اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل بہت ہیں۔ ان کی وفات بھی طاعون کی بیماری سے عمواس میں ۱۸ھ میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۳۸ سال تھی۔ اب واقعہ ملاحظہ ہو:

حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو چار ہزار یا چار سو دینار دیئے اور کہا کہ اسے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو دے آؤ اور ہاں تھوڑی دیر انتظار کرنا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کو کہاں خرچ کرتے ہیں۔

غلام نے دینار پکڑے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' سلام پیش کیا اور کہا یہ دینار امیر المومنین نے آپ کو ارسال کیے ہیں اور کہا ہے کہ اپنے مصرف میں لائیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں کہ اللہ ان کو اپنی رحمت اور تندرستی سے نوازے پھر اپنی لونڈی کو بلا کر فرمایا یہ سات دینار فلاں کو دے آؤ' پانچ فلاں کے گھر دے دینا' یہ دس دینار فلاں شخص کے لئے اور یہ بیس فلاں گھرانے کے لئے ہیں حتیٰ کہ وہیں کھڑے ساری رقم

بانٹ دی۔ غلام واپس آیا اور جو منظر دیکھا تھا' اس کی تفصیل سے عمر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔

اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی دینار معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھجوائے اور غلام کو وہی ہدایات دیں جو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لئے دی تھیں۔ غلام ان کے پاس دینار لے کر آیا' سلام پیش کیا اور دیناروں کی تھیلی سامنے رکھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ انہوں نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے' ان کے مال و جان میں اضافہ فرمائے اور پھر اپنی لونڈی کو بلایا کہ فلاں گھر کو پانچ دے دو' فلاں کو دس' فلاں گھرانے کو بیس' اس طرح ہدایات دیتے گئے اور تھیلی خالی ہوتی گئی۔ اتنے میں ان کی اہلیہ آئی اور آ کر کہنے لگی کہ ہم بھی تو مساکین ہیں' کچھ ہمیں بھی عطا ہو۔ اس وقت تھیلی میں محض دو دینار باقی رہ گئے تھے وہ اپنی بیوی کو ادا کر دیئے۔ غلام واپس آیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو واقعہ سنایا' وہ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا:

"اِنَّهُمْ اِخْوَةٌ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ" "رضوان الله علیهم اجمعین"

"یہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ (نیکی اور بھلائی میں) سب ایک جیسے ہیں۔" (طبقات ابن سعد ۳/۱/۳۰۱' سیر أعلام النبلاء ۱:۶-۴۵۶)

(۱۸۱)

اور اونٹ بولنے لگا

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک اعرابی اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیٹھ گیا۔ جب اس کا مقصد پورا ہو گیا تو کھڑے ہونے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کچھ لوگوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس اعرابی کے پاس جو اونٹنی ہے وہ چوری کی ہے۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''تم کیا کہتے ہو؟'' وہ سر جھکا کر اپنی انگلی سے زمین کریدنے لگا اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی عطا فرمائی تو اس نے دروازے کے پیچھے سے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر حق کے ساتھ بھیجا! اس شخص نے مجھے نہیں چرایا بلکہ مجھے کسی اور نے چرایا ہے اس نے تو قیمت دے کر مجھے اس سے خریدا ہے یہ مجرم نہیں ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی سے استفسار فرمایا: ''اے اعرابی! تجھے اس ذات کی قسم جس نے تیری براءت کے لئے اونٹنی کو قوت گویائی عطا فرمائی! یہ تو بتا کہ سر جھکا کر زمین کریدتے ہوئے تو نے کیا کہا تھا؟'' اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے عرض کی تھی ''اللھم لست برب استحدثناک ولا معک شریک فی ملکک اعانک علی خلقنا انت کما تقول وفوق کل ما تقول، اسالک یارب ان تصلی علی محمد وعلی ال محمد وتبرئنی ببراءۃ مما انا فیہ یعنی یا اللہ! تو ایسا رب نہیں کہ جس کو ہم نے اپنے پاس سے گھڑ لیا ہو اور نہ ہی تیرے ملک میں تیرا کوئی شریک ہے جو

ہماری تخلیق پر تیری اعانت کرے، بے شک تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو فرماتا ہے اور تو ہمارے بیان سے بھی بہت بلند ہے، یا اللہ تعالیٰ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل پر رحمت بھیج اور مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا عطا فرما۔" تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ معبوث فرمایا! میں نے گلیوں میں ملائکہ کا ازدحام دیکھا جو تیرے ان کلمات کو لکھ رہے تھے پس جو شخص ایسی مصیبت میں مبتلا ہو اور یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ! اسے اس مصیبت سے نجات عطا فرمادے گا۔"

(المستدرک، کتاب آیات رسول اللہ ﷺ ......الخ، الحدیث ۴۲۹۴، ج ۳، ص ۵۲۲)

منقول ہے محدثین کرام رحمہم اللہ قیامت کے دن اپنے قلم دان لئے حاضر ہوں گے، اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمائے گا: "اے جبرائیل ان کی تمام حاجات پوری کردو کیونکہ یہ دنیا میں نبی کریم (ﷺ) پر کثرت سے درود بھیجتے تھے اور انہیں ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرو۔" (الروض)

(۱۸۲)

مصنوعی، جھوٹی اور جعلی جنت

قوم عاد کا مورث اعلیٰ عاد بن عوص بن ارم بن نوح ہے۔ اس عاد کے بیٹوں میں ''شداد'' بھی ہے۔ یہ بڑی شان و شوکت والا بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے اپنے وقت میں تمام بادشاہوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے سب کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیا تھا۔ اس نے پیغمبروں کی زبان سے جنت کا ذکر سن کر بطور سرکشی دنیا میں جنت بنانی چاہی اور اس ارادے سے ایک بہت بڑا شہر بنایا جس کے محل سونے چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیے گئے اور زبرجد اور یاقوت کے ستون اس کی عمارتوں میں نصب کیے گئے اور ایسے ہی فرش مکانوں میں بنائے گئے۔ سنگریزوں کی جگہ آبدار موتی بچھائے گئے۔ ہر محل کے گرد جواہرات پر نہریں جاری کی گئیں۔ قسم قسم کے درخت زینت اور سائے کے لئے لگائے گئے۔ الغرض اس سرکش نے اپنے خیال سے جنت کی تمام چیزیں اور ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان اس شہر میں جمع کر دیئے۔ جب یہ شہر مکمل ہوا تو شداد بادشاہ اپنے اعیان سلطنت کے ساتھ اس کی طرف روانہ ہوا۔ جب ایک منزل کا فاصلہ باقی رہ گیا تو آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے اللہ تعالیٰ نے شداد اور اس کے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا اور وہ اپنی بنوائی ہوئی جنت کو دیکھ بھی نہ سکا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت عبداللہ بن قلابہ اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن سے گزر کر اس شہر میں پہنچے اور اس کی تمام زینتوں اور آرائشوں کو دیکھا مگر وہاں کوئی رہنے بسنے والا انسان نہیں ملا۔ یہ تھوڑے سے جواہرات

وہاں سے لے کر چلے آئے۔ جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معلوم ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن قلابہ کو بلا کر پورا حال دریافت کیا اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا سب کچھ بیان کر دیا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''کعب احبار'' کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر موجود ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا لیکن یہ سب عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے اور اس قوم میں سے کوئی ایک آدمی بھی باقی نہیں رہا اور آپ کے زمانے میں ایک مسلمان جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر ایک تل ہوگا اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے اس ویران شہر میں داخل ہوگا۔ اتنے میں عبداللہ بن قلابہ آگئے تو کعب احبار نے ان کو دیکھ کر فرمایا: بخدا وہ شخص جو شداد کی بنائی ہوئی جنت کو دیکھے گا وہ یہی شخص ہے۔

(خزائن العرفان، ص ۸۶۴)

جب ان پہ رب کے عذاب کا کوڑا برسا

قوم عاد اور دوسری قوموں کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۝ وَ ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ ۝ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ ۝ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝

(الفجر، پارہ ۳۰)

''کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ وہ حد سے زیادہ طول والے ''عاد ارم'' کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا اور قوم ثمود جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانوں کو تراشا، اور فرعون جو کہ چومیخا کی سزا دیا کرتا تھا۔ انہی لوگوں نے شہروں میں سرکشی کی، پھر انہوں نے شہروں میں بہت زیادہ فساد پھیلایا تو ان لوگوں پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔''

اللہ تعالیٰ کو بندوں کی سرکشی اور تکبر وغرور بے حد ناپسند ہے اس لئے خداوند قدوس کا دستور ہے کہ ہر سرکش اور متکبر قوم جس نے زمین میں اپنی سرکشی اور ظلم وعدان سے فساد پھیلایا۔ اس قوم کو قہر الٰہی نے کسی نہ کسی عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر ہلاک و برباد کردیا۔ شداد اور قوم عاد کے دوسرے افراد سب اپنی سرکشی اور تکبر کی وجہ سے خدا کے مبغوض ٹھہرے اور جب ان لوگوں کا تمرد اور ظلم وعدان اس درجہ بڑھ گیا کہ روئے زمین کا ذرہ ذرہ ان کے گناہوں اور بداعمالیوں سے بلبلا اٹھا تو خداوند قہار و جبار کے عذابوں نے اس سب سرکشوں اور ظالموں کو تباہ و برباد کر کے صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ لہٰذا ان قوموں کے عروج و زوال اور ان لوگوں کے عذاب الٰہی سے پامال ہونے کی داستانوں سے عبرت ونصیحت حاصل کرنی چاہئے کیونکہ قرآن کریم میں ان اقوام کے انجام کے ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ اہل قرآن ان کی داستان سن کر عبرت پکڑیں اور خوف الٰہی سے ہر دم لرزہ براندام رہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کریں اور ان کا ترجمہ بھی پڑھا کریں اور ان اقوام کی ہلاکت سے عبرت حاصل کریں اور ہر وقت توبہ واستغفار کرتے رہیں اور ہر قسم کی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے ہمیشہ بچتے رہیں اور اعمال صالحہ کی کوشش کرتے رہیں اور خبردار مال و دولت کے غرور اور گھمنڈ میں سرکشی و تکبر نہ کریں بلکہ ہمیشہ دل میں خوف خدا رکھ کر تواضع وانکساری کو اپنی عادت بنائیں اور جہاں تک ہو سکے اپنی زندگی میں اچھے اعمال کرتے رہیں۔

(۱۸۳)

دجال کی آنکھ

مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بڑے نامور مجاہد اور سخی تھے۔ جب مسلمہ بن عبدالملک نے سرزمین روم میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو یہ اس لڑائی میں شامل تھے۔ اس لڑائی میں ان کی آنکھ زخمی ہوگئی جس کے سبب بینائی جاتی رہی۔ یہ جس بستی میں جاتے وہاں اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھانا کھلاتے۔

ایک مرتبہ ان کا دسترخوان لگا ہوا تھا۔ ایک بدو بھی مہمانوں میں شامل تھا۔ وہ کھانے کی بجائے مسلسل مغیرہ کی طرف دیکھے جارہا تھا۔ مغیرہ اس سے کہنے لگے:

"اَلَا تَاْکُلُ مِنْ ھٰذَا الطَّعَامِ؟ مَالِیْ اَرَاکَ تُدِیْمُ النَّظَرَ اِلَیَّ"

"تم کھانا کیوں نہیں کھاتے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ٹکٹکی باندھے میری ہی جانب دیکھے جارہے ہو؟"

بدو نے کہا: تمہارا دسترخوان بڑا وسیع ہے اور کھانا بھی لذیذ ہے۔ مگر میں تمہاری آنکھ کی وجہ سے شک میں پڑ گیا ہوں۔ کہنے لگے: تمہیں کیا شک پڑ گیا ہے۔

وہ بولا: تم کانے ہو اور لوگوں کو کھانا کھلا رہے ہو۔ میں نے ایک مسجد کے خطیب سے سن رکھا ہے کہ یہ دجال کی نشانی ہے۔

مغیرہ بے اختیار ہنس دیئے اور کہا بھئی! اطمینان سے کھانا تناول کرو، میں دجال نہیں! دجال کی آنکھ جہاد فی سبیل اللہ میں ضائع نہیں ہوگی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ۸۸۴۶)

(۱۸۴)

ایک رقت انگیز خط

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دینی بھائی کو خط لکھا کہ مجھے بعض معتبر حضرات کی زبانی جناب شیخ، زہد و ریاضت کے پیکر امام کے حالات معلوم ہوئے۔ جن کی بناء پر انہیں دینی بھائی بنانے کا شدید شوق ہو گیا ہے۔ اس ثواب کی امید کرتے ہوئے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے ان بندوں کے لئے فرمایا ہے جو صرف رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اخوت اخلاص کی آنکھوں سے دیکھنے اور جسمانی قرب کا تقاضا نہیں کرتی۔ اس کا تقاضا صرف یہ ہے کہ دل قریب ہوں اور ارواح آپس میں متعارف ہوں۔ روحیں تو جمع کئے ہوئے لشکر ہیں۔ جب روحیں متعارف ہوں تو آپس کی محبت قدرتی امر ہے۔ سنئے! میں اس عالم ربانی کو رضائے الٰہی کے لئے بھائی بناتا ہوں اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تنہائی کے لمحات میں مجھے اپنی دعاؤں سے محروم نہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے حق دکھائے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور باطل کو باطل دکھائے اور اس سے بچنے کی ہمت بخشے۔ آمین

پھر مجھے یہ بھی اطلاع ملی کہ انہوں نے مجھ سے وعظ و نصیحت کے سلسلے میں گفتگو کی فرمائش کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ میں مختصر طور پر دین کے وہ قواعد بیان کروں جن پر عقیدہ رکھنا ہر مکلف پر واجب ہے۔ جہاں تک وعظ و نصیحت کا تعلق ہے تو میں اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں سمجھتا کیونکہ وعظ تو نصیحت حاصل کرنے کے نصاب کی زکوٰۃ ہے۔ جس کے پاس نصاب ہی نہ ہو وہ زکوٰۃ کیسے نکالے گا؟ جو خود روشنی سے خالی ہو، وہ دوسرے کو روشنی کیسے

دے گا؟ جب لکڑی ٹیڑھی ہو تو اس کا سایہ کیسے سیدھا ہو سکتا ہے؟

اپنے آپ کو نصیحت کرو

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کے اپنے آپ کو نصیحت کیجئے۔ اگر آپ خود نصیحت حاصل کر لیں تو لوگوں کو نصیحت کریں ورنہ مجھ سے شرمائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں' ایک ناطق اور دوسرا خاموش۔ پس بولنے والا واعظ قرآن پاک ہے اور خاموش واعظ موت ہے۔''

یہ دونوں نصیحتیں حاصل کرنے والے کے لئے کافی ہیں۔ جو ان دونوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا وہ دوسرے کو کیسے نصیحت کر سکتا ہے؟ میں نے ان دونوں کے ساتھ اپنے نفس کو وعظ کیا ہے' اس نے زبانی اور عقلی طور پر تصدیق کی اور قبول کیا ہے۔

میں نے اپنے نفس کو کہا کہ کیا تو اس بات کی تصدق نہیں کرتا کہ قرآن کریم بولنے والا اور سچا واعظ ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا وہ کلام ہے جس کے پاس باطل نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے؟ اس نے کہا ہاں یہ سچ ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتے ہیں ہم انہیں دنیا ہی میں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دیں گے اور اس میں انہیں کچھ کم نہیں دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا وہ برباد گیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے سب بے کار ہے۔'' (سورۂ ھود ۱۱/۱۵)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ارادہ کرنے پر تجھے آگ کی خوفناک وعید سنائی ہے اور ہر وہ چیز جو موت کے بعد تیرا ساتھ نہیں دے گی وہ دنیا ہے۔ کیا تو نے دنیا اور اس کی محبت کی چاہت سے دامن چھڑا لیا ہے؟ اگر عیسائی ڈاکٹر تجھے کہے کہ تو نے فلاں پسندیدہ اور لذیز ترین چیز کھائی تو تیری موت واقع ہو جائے گی یا تو خوفناک مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو تو اس چیز کو چھوڑ دے گا۔ کیا تیرے نزدیک عیسائی ڈاکٹر اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے؟ اگر تیرے نزدیک

وہ زیادہ سچا ہے تو تجھ سے بڑا کافر کون ہو سکتا ہے اور اگر تیرے نزدیک بیماری آگ سے زیادہ سخت ہے تو تو کتنا جاہل ہے؟ میرے نفس نے اس کی تصدیق کی' لیکن فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں کیا بلکہ دنیا کی محبت پر اصرار کیا اور اس کا یہ اصرار جاری ہے۔

خاموش واعظ کے ذریعے نصیحت

پھر میں نے اپنے نفس کو خاموش واعظ کے ذریعے وعظ کیا۔ میں نے کہا: بولنے والے واعظ (قرآن پاک) نے خاموش واعظ کے بارے میں خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''بے شک جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (ہر صورت میں) تم سے ملاقات کرنے والی ہے۔ پھر تمہیں ہر غیب اور شہادت کے جاننے والے کی طرف لوٹایا جائے گا۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو؟''

(الجمعہ' ۶۲/ ۸)

میں نے اسے کہا: میں تسلیم کرتا ہوں کہ تو دنیا کی طرف مائل ہے کیا تو اس بات کی تصدیق نہیں کرتا کہ موت یقیناً آنے والی ہے؟ ہر اس چیز کو تجھ سے جدا کر دے گی جسے تو پکڑے ہوئے ہے اور تیری ہر دلچسپی کی چیز کو چھین لے گی۔ یاد رکھ کہ ہر وہ چیز قریب ہے جو آنے والی ہے اور دور صرف وہی ہے جو آنے والی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم انہیں کئی سالوں تک فائدہ اٹھانے کی مہلت دیں پھر ان پر وہی عذاب آجائے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ سامان ان کے کس کام آئے گا؟ جس سے انہیں فائدہ اٹھانے کی مہلت دی گئی تھی۔''

(الشعراء' ۲۶/ ۷-۲۰۵)

کیا تو اسے اپنی مصروفیات سے نکال کر باہر کرے گا؟ کیا آزاد' عقل مند دنیا سے خالی ہاتھ' حسرت کی تصویر بنا ہوا جائے گا؟ اس نے کہا: میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ سب صحیح ہے لیکن یہ اس کا صرف زبانی جمع خرچ تھا۔ حاصل کچھ بھی نہیں کیا کیونکہ:

خطاب بہ نفس

☆...... جس طرح دنیا کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح اس نے سامانِ

آخرت تیار کرنے کی بالکل کوشش نہیں کی۔

☆......جس طرح اپنی من پسند چیزوں بلکہ مخلوق کی رضا کی طلب میں کوشش کرتا ہے اتنی کوشش بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں کی۔

☆......جتنا مخلوق میں سے کسی سے شرماتا ہے اتنا بھی اللہ تعالیٰ سے کبھی نہ شرمایا۔

☆......جتنی تیاری وہ گرمیوں میں کرتا ہے' اتنی بھی آخرت کے لئے نہ کی۔ سردیوں کے شروع ہوتے ہی جب تک ضرورت کی تمام چیزیں فراہم نہیں کر لیتا' اسے اطمینان نہیں ہوتا حالانکہ سردی اچانک نہیں آتی' اور موت بعض اوقات اچانک آجاتی ہے۔

آخرت یقینی ہے اور اس کا اجر و ثواب اچانک حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے اسے کہا کیا تو موسم گرما کی لمبائی کے مطابق تیاری نہیں کرتا؟ اور کیا تو جس قدر گرمی برداشت کر سکتا ہے اسی قدر گرمی کے آلات (لباس' پنکھا وغیرہ) فراہم نہیں کرتا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا:

پھر اللہ تعالیٰ کی اتنی ہی نافرمانی کر جس قدر تو آگ برداشت کر سکتا ہے اور آخرت کے لئے اتنی ہی تیاری کر جتنی دیر تجھے آخرت میں رہنا ہے۔

اس نے کہا یہ ضروری ہے اور کوئی بے وقوف ہی اسے ترک کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی عادت پر برقرار رہا۔ میں نے اپنے آپ کو بعض حکماء کے قول کے مطابق پایا۔ انہوں نے کہا: بعض لوگوں کا آدھا جسم فالج کا شکار ہو جاتا ہے پھر بھی باقی آدھا جسم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ میں بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں۔

لیکن میرا نفس سرکشی میں بڑھتا ہی گیا

میں نے جب دیکھا کہ میرا نفس سرکشی میں بڑھتا ہی جا رہا ہے' موت اور قرآن کے وعظ سے بھی نفع حاصل نہیں کرتا تو مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اہم بات یہ ہے کہ اس کے اعتراف اور تصدیق کے باوجود اس کی سرکشی کے اضافے کے سبب کی تحقیق کی جائے کیونکہ یہ تو بہت ہی عجیب صورت حال ہے۔ میں عرصہ دراز تک اس بات کی تحقیق کرتا رہا۔ یہاں

تک کہ میں اس کے سبب سے آگاہ ہو گیا۔ اس وقت میں غمگین ہوں اور اپنے نفس کو اس سبب سے دور رہنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ یہ ایک پیچیدہ بیماری ہے اور یہی بے کاری اور فریب خوردہ ہونے کا سبب ہے اور وہ یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ موت کا وقت بہت دور ہے اور اس نے کون سا اچانک آجانا ہے؟ اگر اسے کوئی سچا اور قابل یقین آدمی دن کی روشنی میں یہ خبر دے کہ وہ آج رات مر جائے گا یا ایک ہفتے یا ایک مہینے بعد اس کی موت واقع ہو جائے گی تو وہ سیدھا ہو جائے گا اور راہِ راست پر گامزن ہو جائے گا۔ وہ چیزیں تو الگ رہیں جن کے بارے میں اسے علم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہیں' ان تمام کاموں کو بھی چھوڑ دے گا جن کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کر رہا ہے اور اس کے باوجود ان کے فریب میں مبتلا ہے۔

تحقیق سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ شام کی امید رکھتا ہو یا اس حال میں شام کرے کہ وہ صبح کی امید رکھتا ہو تو وہ سستی اور ٹال مٹول کا شکار ہو جائے گا اور اگر اس نے آخرت کے لئے کوشش کی بھی تو معمولی سی ہو گی۔ میں اپنے دوست کو اور اپنے آپ کو ہی نصیحت کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے

آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم اس طرح نماز پڑھو جیسے یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہو۔''

(اس حدیث کو امام ابو محمد ابراہیمی نے کتاب الصلوٰۃ میں اور ابن نجار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ امام سیوطی نے اشارہ کیا کہ یہ حدیث حسن ہے' حافظ مناوی نے اس کی شرح میں فرمایا: امام طبرانی نے اسے معجم اوسط میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کچھ ارشاد فرمائیں تو نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

دیکھئے جامع صغیر اور اس کی شرح از علامہ مناوی' نیز البیان والتعریف از علامہ حمزاوی' ۸۱/۲)

ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھو

نبی اکرم ﷺ کو جوامع الکلم (مختصر الفاظ جن میں معانی کا ایک جہان پنہاں ہو)

اور حق و باطل میں فرق کرنے والی گفتگو عطا کی گئی۔ آپ ہی کے ارشادات کے وعظ سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جس شخص کے دل پر ہر نماز میں یہ تصور غالب ہو کہ یہ میری آخری نماز ہے تو اسے نماز میں حضور قلب حاصل ہوگا اور نماز سے آخرت کے لئے تیاری آسان ہوگی اور جو ایسا نہ کر سکے وہ دائمی غفلت' مسلسل دھوکے اور امروز و فردا کے چکر میں رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے موت آ جائے گی اور یہ افسوس ساتھ لے جائے گا کہ میں کچھ نہ کر سکا۔

میری اس عالم سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ مجھے یہ مقام عطا فرمائے کیونکہ میں اس مقام کا طالب ہوں اور تا حال اس کے حاصل کرنے سے قاصر ہوں۔ میری انہیں وصیت ہے کہ وہ اپنے لئے بھی اسی مقام کو پسند کریں اور فریب نفس کے مقامات سے بچیں اور جب نفس اس کا وعدہ کرے تو اس سے حلف لیں کیونکہ نفس کے مکر پر ارباب دانش ہی قابو پا سکتے ہیں۔

(التبر المسبوک - امام غزالی - کسی قدر تصرف کے ساتھ)

(۱۸۵)

اہل علم کی فضیلت اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (پ ۳' ال عمران' ۱۸'۱۹)

''اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں' عزت والا حکمت والا۔ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔''

☆ حضرت سیّدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت تھے' جب مذکورہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو تمام بت سجدہ ریز ہو گئے۔''

(تفسیر القرطبی' سورۂ آل عمران' تحت الآیۃ ۱۸' الجزء الرابع' ص ۳۴)

☆ حضرت سیّدنا ابن کیسان سے منقول ہے ''اللہ تعالیٰ نے اپنی عجیب تدبیر' پختہ صناعت اور محکم امور سے خود اپنے لئے اپنی مخلوق کے سامنے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی' سورۂ آل عمران' تحت الآیۃ ۱۸' ج ۱' ص ۳۱۱)

☆ حضرت سیّدنا غالب قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں نے تجارت کی غرض سے کوفہ میں حضرت سیّدنا اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ایک رات جب میں نے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس

آیت مبارکہ پر پہنچے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ تو کہنے لگے میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے گواہی دی' اور اس گواہی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں' یہ اللہ تعالیٰ کے پاس میری امانت ہے۔ پھر انہوں نے اس آیت طیبہ کو کئی بار دہرایا۔ میں نے دل میں سوچا کہ ضرور اس کے متعلق انہوں نے کچھ سن رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کے ساتھ مل کر نماز ادا کی اور رخصت ہوتے وقت عرض کی میں نے آپ کو یہ آیت مبارکہ بار بار پڑھتے سنا ہے' کیا آپ نے اس کے متعلق کوئی (فضیلت) سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں ایک سال تک نہیں بتاؤں گا۔''

علم کی ایک بات حاصل کرنے کے لئے ایک سال انتظار

چنانچہ میں نے ان کے دروازے پر وہ دن لکھ دیا اور سال گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ سال گزرنے پر میں نے عرض کی: ''اے ابو محمد! سال گزر چکا ہے۔'' تو ارشاد فرمایا: ''مجھے حضرت سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اس آیت مبارکہ کو پڑھنے والا لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے اس بندے کا میرے پاس عہد ہے اور میں سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے کا حق دار ہوں' (اے فرشتو!) میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔'' (المعجم الکبیر' الحدیث ۱۰۴۵۳' ج ۱' ص ۱۹۹)

☆ منقول ہے ''جس نے سوتے وقت مذکورہ آیت پڑھی اللہ تعالیٰ اس سے ایک فرشتہ پیدا فرمائے گا جو تا قیامت اس (پڑھنے والے) کے لئے استغفار کرتا رہے گا۔''

(تفسیر القرطبی' سورہ آل عمران' تحت الآیۃ ۱۸' الجزء الرابع' ص ۳۴)

☆ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ '' (پ ۲۴' المومن ۳) کی تفسیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے جو اس کی وحدانیت کی گواہی دے۔''

اور شَدِيْدُ الْعِقَابِ (پ ۲۴' غافر ۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اس شخص کو سخت عذاب

دینے والا ہے جو اس کی وحدانیت پر ایمان نہ لائے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا۝'' (پ۱۶' مریم ۸۷)

''مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار رکھا ہے''

صبح وشام اپنے رب کے پاس عہد لو

مفسر قرآن' حضرت سیّدنا ابوعبداللہ بن محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت عہد کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ علیہم الرضوان سے یہ فرمایا: ''کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ صبح وشام رب تعالیٰ کے پاس ایک عہد لو؟'' عرض کی: ''وہ کس طرح'' فرمایا: ''صبح وشام یہ کہو!'' **اللھم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشھادۃ انی اعھد الیک فی ھذہ الحیوۃ بانی اشھد ان لا الٰہ الا انت لاشریک لک وان محمد اعبدک ورسولک فلاتکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تباعد نی من الخیر و تقربنی الی الشروانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عندک عھدا توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد** ''یعنی اے اللہ تعالیٰ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے پوشیدہ ظاہر کو جاننے والے! میں تیرے پاس اس زندگی میں ایک عہد رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔ مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر' کیونکہ اگر تو نے مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیا تو وہ مجھے بھلائی سے دور اور برائی کے قریب کر دے گا۔ میں تیری رحمت کے علاوہ کسی چیز پر بھروسہ نہیں کرتا' میرے اس اقرار کو بطور عہد نامہ محفوظ فرما اور قیامت کے دن مجھے پورا بدلہ عطا فرما۔ بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔'' جو یہ کہے گا اللہ تعالیٰ اس پر مہر لگا کر عرش کے نیچے رکھے گا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ تعالیٰ کے پاس عہد ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوگا اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی سورہ مریم' تحت

الآیۃ ۸۷، ج ۶، ص ۶۳)

اللہ تعالیٰ کا عہد کیا ہے؟

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "عہد یہ ہے کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" (المعجم الاوسط، الحدیث ۹۴۸۱، ج ۶، ص ۲۸۱، رازی ابن عمر، الاسماء والصفات للبیہقی، باب ماجاء فی فضل الکلمۃ، الحدیث ۲۰۵، ج ۱، ص ۲۱۹) فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (پ ۲۶، الفتح ۲۶)

"اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا۔"

☆ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں "كَلِمَةَ التَّقْوٰى" سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔

(المستدرک، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الفتح، باب کلمۃ التقوی، الخ الحدیث ۳۷۶۹، ج ۳، ص ۲۶۱)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ" (پ ۲۲، فاطر ۱۰) اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام۔ "اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ" سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" (پ ۸، الانعام ۱۶۰)

"جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں"

یہاں "اَلْحَسَنَةُ" سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے۔

صدر الافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خزائن العرفان میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں "یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا اور یہ بھی حدونہایت کے طریقہ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے۔ ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے۔ اصل یہ ہے کہ نیکیوں کا ثواب محض فضل ہے۔ یہی مذہب ہے اہل سنت کا اور بدی کی اتنی ہی جزا، یہ عدل ہے۔"

کلمہ طیبہ ایک مضبوط زرہ اور محفوظ قلعہ

بعض علماء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کلمہ طیبہ ایک مضبوط زرہ اور محفوظ قلعہ ہے

جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور وہ ہر قسم کی برائی سے حفاظت میں ہو گیا۔ اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کے ذکر سے اپنے رب کی عظمت و بزرگی بیان کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ میرا قلعہ ہے تو جو میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الصلاۃ، باب ثالث بیان تفصیل ما...... الخ، ج ۱، ص ۲۳۷)

☆ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "اگر گنہگاروں کو معلوم ہو جائے کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ میں کیا اجر ہے تو اس کا ذکر کثرت سے کریں۔ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہیں اور لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے حروف بھی چوبیس ہیں۔ ہر حرف ایک گھنٹے کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

☆ منقول ہے "جب بندہ دن یا رات کے کسی لمحے میں کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں جو خطائیں اور گناہ ہوتے ہیں وہ مٹ جاتے ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لے لیتی ہیں۔" (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند انس بن مالک، الحدیث ۳۵۹۹، ص ۲۷۲)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سب سے افضل بات جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء نے کہی وہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کہنا ہے۔"

(الموطا للامام مالک، کتاب القرآن، باب ماجاء فی الدعا، الحدیث ۵۰۹، ج ۱، ص ۲۰۳)

☆ حضور ﷺ کا فرمان ہے: "مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں۔"

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس...... الخ، الحدیث ۲۱، ص ۲۸۴)

☆ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، سرکار مدینہ ﷺ کا فرمان ہے: "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ پڑھنے والوں پر نہ قبر میں کوئی وحشت ہو گی اور نہ قبروں سے زندہ اٹھانے میں اور نہ ہی قیامت میں۔ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں، جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے قبروں سے نکلیں گے اور لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کہتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ، اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ

شَكُورْ" یعنی سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور فرمایا' بے شک ہمارا رب بخشنے والا' شکر قبول کرنے والا ہے۔" (تاریخ بغداد' الرقم ۵۳۸۰' عبدالرحمن بن واقد' ج ۱۰' ص ۲۶۴' احیا علوم الدین' کتاب الاذکار والدعوات' باب اول فضیلۃ التھلیل' ج ۱' ص ۳۹۴' المعجم الاوسط' الحدیث ۹۴۷۸' ج ۶' ص ۴۸۰)

حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی "کون سا عمل سب سے افضل ہے؟" ارشاد فرمایا: "مرتے وقت تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔"

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان' کتاب الرقائق' باب الاذکار' الحدیث ۸۱۵' ج ۲' ص ۹۳)

وہ جن سے خود خدا محبت فرماتا ہے

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو میرے قریب کر دو' بے شک میں ان سے محبت کرتا ہوں۔"

(فردوس الاخبار للدیلمی' باب الیاء' الحدیث ۸۱۱۵' ج ۲' ص ۴۶۰)

اے مسلمانو! مومنین سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے ہی اپنی محبت اور اپنا فرمانبردار ہونا ان کے لئے مقدر فرما دیا تھا تو وہ وہبی (عطائی) ولایت سے اللہ تعالیٰ کے ولی بن گئے۔ یقیناً آیات طیبات میں ان کی مدح فرمائی گئی ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ" (پ ۶' المائدہ ۵۴)

"وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا"

☆ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم اپنے مردوں کو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ کی تلقین کرو کہ یہ (کلمہ) گناہوں کو مٹاتا ہے۔" (الموسوعۃ لامام بن ابی الدنیا' کتاب المحتضرین' الحدیث ۲/۳' ج ۵' ص ۳۰۳)

حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کا آخری کلام لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ ہو اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (سنن ابوداؤد' کتاب الجنائز' باب فی التلقین' الحدیث ۳۱۱۶' ص ۱۳۵۸)

حضرت سیدنا صنابحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں حضرت سیدنا عبادہ بن صامت

رضی اللہ عنہ کی حالت نزع میں ان کے پاس حاضر تھا۔ (ان کی حالت دیکھ کر میں رونے لگا تو انہوں نے ارشاد فرمایا چپ ہو جایئے' آپ کیوں روتے ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں آپ کے حق میں گواہی دوں گا' اگر مجھ سے شفاعت کا کہا گیا تو میں آپ کی شفاعت کروں گا' اگر مجھ سے ہو سکا تو آپ کو ہر قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''قسم بخدا! میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تمام احادیث جن میں آپ کے لئے بھلائی تھی' آپ کو بیان کر دی ہیں مگر ایک حدیث بیان نہیں کی' وہ آج بیان کر دیتا ہوں اور اسے میں نے اپنے دل میں محفوظ رکھا ہے (پھر ارشاد فرمایا) میں نے تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔'' (المسند للامام احمد بن حنبل' حدیث عبادۃ بن الصامت' الحدیث ۲۲۷۴۷' ج ۸' ص ۴۰۲)

اگرچہ وہ زانی اور چور ہو

حضرت سیدنا ابوالاسود دؤلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ''میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ایک سفید کپڑا تھا پھر دوسری بار حاضر ہوا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ تیسری بار حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے پھر اسی حالت پر مر جائے تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' میں نے عرض کی: ''اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔'' میں نے پھر عرض کی: ''اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔'' ارشاد فرمایا: ''اگرچہ وہ زانی اور چور ہو۔'' چوتھی بار پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔'' (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ ازراہ محبت فرمایا) حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اس حال میں وہاں سے نکلے کہ آپ کہہ رہے تھے' ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔''

(صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب الدلیل علی من مات ...... الخ' الحدیث ۹۴' ص ۶۹۴)

(۱۸۶)

مکہ کیسے فتح ہوا؟

ہجرت کے وقت انتہائی رنجیدگی کے عالم میں حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار صدیق جان نثار رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔

اس وقت کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ مکہ کو اس بے سروسامانی کے عالم میں خیر باد کہنے والا صرف آٹھ ہی برس بعد ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی مکہ میں نزول اجلال فرمائے گا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال و جلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمائے گا۔

لیکن ہوا یہ کہ اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ ڈالا اور صلح نامہ سے غداری کر کے ''عہد شکنی'' کے مرتکب ہو گئے کہ حضور علیہ السلام کے حلیف بنوخزاعہ کو مکہ والوں نے بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ بے چارے بنوخزاعہ اس ظالمانہ حملے کی تاب نہ لا کر حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے تو ان درندہ صفت انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ میں بھی ظالمانہ طور پر بنوخزاعہ کا خون بہایا۔ اس حملہ میں بنوخزاعہ کے تیئس آدمی قتل ہو گئے۔ اس طرح اہل مکہ نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ ڈالا اور

یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

چنانچہ ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو رسول اللہ ﷺ مدینہ سے دس ہزار کا لشکر پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ سے چلتے وقت حضور ﷺ اور تمام صحابہ کرام روزہ دار تھے لیکن جب آپ مقام ''کدید'' پر پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۱۳، و زرقانی ج ۲، ص ۳۰۰، سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۴۰۰)

بانی کعبہ کے جانشین مکہ میں داخل ہوتے ہیں

غرض فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے سرزمین مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام ''حجون'' (جنۃ المعلیٰ) کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام فرمان جاری کر دیا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ یعنی ''کدا'' کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۱۳)

تاجدار دو عالم ﷺ نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان شاہی جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا جس کے ہر ہر لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں کہ

جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔
جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے امان ہے۔
جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ابو سفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لئے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے تو آپ نے فرمایا:

''جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے!''

حضور ﷺ جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی

''قصواء'' پر سوار تھے اور آپ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر ''مغفر'' تھا۔ آپ کی ایک جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبۂ نبوی تھا۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ و جلال کے باوجود شہنشاہِ رسالت کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔

(زرقانی' ج ۲' ص ۳۲۰ و ص ۳۲۱)

پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر حضرت اسامہ بن زید کو اونٹنی کے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ کعبہ کے کلید بردار بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ (بخاری' ج ۲' ص ۶۱۴)

حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا

کعبہ کے اندرون حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ آپ خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے تھے اور ''جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ'' کی آیت تلاوت فرماتے تھے یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ (بخاری' ج ۲' ص ۶۱۴ فتح مکہ)

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے آپ نے ان سب کو نکالنے کا حکم فرمایا۔ جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہو گیا تو آپ اپنے ساتھ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ حجبی کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی پڑھی۔ (بخاری' ج ۱' ص ۲۱۸' بخاری' ج ۲' ص ۶۱۴)

کعبہ مقدسہ کے اندر سے جب آپ باہر نکلے تو عثمان بن طلحہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی ان کے

ہاتھ میں عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا: "خذوھا خالدۃ لاینزعھا منکم الا ظالم" لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم لوگوں میں رہے گی۔ یہ کنجی تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

(زرقانی' ج ۲' ص ۲۲۹)

دربار رسالت اور عفو و درگزر کا بے مثال مظاہرہ:

اس کے بعد حرم الٰہی میں آپؐ نے سب سے پہلا دربار عام منعقد فرمایا جس میں افواج اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار و مشرکین کے عوام و خواص کا ایک زبردست اژدحام تھا۔ اس دربار میں آپ نے خطبہ دیا اور پھر اہل مکہ کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا: بولو تم کو معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے تمام مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر سب کی زبان ہو کر بولے کہ "اخ کریم' ابن اخ کریم" یعنی آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر فاتح مکہ ﷺ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا:

"لاتثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء"

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رحمت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے در و دیوار پر بارش انوار ہونے لگی۔ مجرموں کی نظر میں ناگہاں ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا۔ فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا' ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

اس میں بڑا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ کون سی تاریخ میں فتح ہوا؟ امام بیہقی نے ۱۳ رمضان' امام مسلم نے ۱۶ رمضان' امام احمد نے ۱۸ رمضان بتایا مگر محمد بن اسحٰق نے اپنے مشائخ

کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: ۲۰ رمضان ۸ ہجری کو مکہ فتح ہوا۔

(واللہ تعالیٰ اعلم' زرقانی' ج ۲' ص ۲۹۹)

لوگوں کا فوج درفوج دین میں داخل ہونا

فتح مکہ کی پیشین گوئیاں اور بشارتیں قرآن کریم کی چند آیتوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے سورۂ نصر بھی ہے۔ چنانچہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

(سورۂ نصر' پارہ ۳۰)

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح (مکہ) آجائے اور اے محبوب! آپ دیکھ لیں کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہورہے ہیں تو آپ اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں اور اس سے بخشش طلب کریں۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

فتح مکہ کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس موقع پر عفو و درگزر اور رحم و کرم کا جو اعلان و اظہار فرمایا تاریخ عالم میں کسی فاتح کی زندگی میں اس کی مثال نہیں مل سکتی!

غور فرمائیے کہ قریش کے ان ظالموں اور جفا کاروں میں وہ لوگ بھی تھے جو بار بار آپ پر پتھر کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے' جنہوں نے بارہا آپ پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے' جنہوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ کے قلب مبارک کو زخمی بھی کر چکے تھے۔ وہ سفاک اور درندہ صفت بھی تھے جو آپ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے' جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔ وہ جفاکار و خونخوار بھی تھے'

جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ کے در و دیوار ہل چکے تھے۔ وہ ستم گار بھی تھے' جنہوں نے حضور الصلوٰۃ والسلام کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کی ناک کان کاٹنے والے' ان کی آنکھیں پھوڑنے والے' ان کا جگر چبانے والے بھی مجمع میں موجود تھے۔ وہ بے رحم بھی تھے' جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال' حضرت صہیب' حضرت عمار' حضرت خباب' حضرت خبیب' حضرت زیاد بن وشنہ رضی اللہ عنہم کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر' جلتی ریتوں پر لٹایا تھا۔ کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا۔ کس کو سولی پر لٹکا کر شہید کر دیا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستم گار' کے پیکر جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عدوان اور شرکسی و طغیان کے وبال سے شرمناک مظالم اور خوفناک جرموں کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون کر کے تہس نہس کر دیں گی مگر ان سب مجرمین کو رحمت عالم نے یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ انتقام تو کیسا؟ بدلا تو کہاں کا؟ آج تم پر کوئی ملامت بھی نہیں۔

اے آسمان بول' اے زمین بتا' اے چاند و سورج تم بولو' کیا تم نے روئے زمین پر ایسا فاتح اور ایسا رحم دل شہنشاہ کبھی دیکھا ہے؟ یا کبھی سنا ہے؟ سن لو تمہارے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام کے سوا اور کوئی فاتح نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر کمال میں بے مثل و بے مثال ہیں!

مسلمانو! سیرت النبی کے اس پہلو پہ بھی عمل کرو

مسلمانو! یہ ہے ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور سیرت مبارکہ لہٰذا تم مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے پیارے رسول کے اسوۂ حسنہ اور سیرت مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں سے بدلہ اور انتقام لینے کا جذبہ اپنے دل سے نکال کر اپنے دشمنوں کو در گزر کرنے اور معاف کر دینے کی کوشش کریں کیونکہ لوگوں کی تقصیرات اور خطاؤں کو معاف کر

دینا یہ ہمارے رسول اکرم ﷺ کی سنت بھی ہے اور یہی امت کے لیے حضور ﷺ کی تعلیم بھی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "صل من قطعك واعف عمن ظلمك واحسن الی من اساء لك" جو تم سے تعلق کاٹے تم اس سے میل ملاپ رکھو اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دیا کرو اور جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے تم اس کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرو اور قرآن مجید میں بھی عفو تقصیر اور دشمنوں سے درگزر کر دینے والوں کے بڑے بڑے درجات و مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دینے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں اور یہ بڑے درجات والے ہیں۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور سیرت مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

ہاتھی والوں کے ساتھ کیا ہوا؟:

یمن و حبشہ کا بادشاہ "ابرہہ" تھا۔ اس نے شہر "صنعاء" میں ایک گرجا گھر بنایا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ حج کرنے والے مکہ مکرمہ کی بجائے صنعاء میں آئیں اور اسی گرجا گھر کا طواف کریں اور یہیں حج کا میلہ ہوا کرے۔ عرب خصوصاً قریشیوں کو یہ بات بہت شاق گزری چنانچہ قریش کے قبیلہ بنوکنانہ کے ایک شخص نے آپے سے باہر ہو کر صنعاء کا سفر کیا اور ابرہہ کے گرجا گھر میں داخل ہو کر پیشاب پاخانہ کر دیا اور اس کے در و دیوار کو نجاست آلود کر ڈالا۔ اس حرکت پر ابرہہ بادشاہ کو بہت طیش آیا اور اس نے کعبہ معظمہ کو ڈھا دینے کی قسم کھالی اور اس ارادہ سے اپنا لشکر لے کر روانہ ہو گیا۔ اس لشکر میں بہت سے ہاتھی تھے اور ان کا پیش رو ایک بہت بڑا پیکر ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ نے اپنی فوج لے کر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر دی اور اہل مکہ کے سب جانوروں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ جس میں عبدالمطلب کے اونٹ بھی تھے۔

ہمارے پیارے نبی کے دادا جان

یہی عبدالمطلب جو ہمارے حضور خاتم النّبیین ﷺ کے دادا ہیں۔ خانہ کعبہ کے متولی اور اہل مکہ کے سردار تھے۔ یہ بہت ہی رعب دار اور نہایت ہی جسیم و باشکوہ آدمی تھے۔ یہ ابرہہ

کے پاس آئے۔ ابرہہ نے ان کی بہت تعظیم کی اور آنے کا مقصد پوچھا تو آپ نے فرمایا: میرا مطلب یہ ہے کہ تم میرے اونٹوں کو مجھے واپس دے دو۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا: مجھے بڑا تعجب ہو رہا ہے کہ میں تو تمہارے کعبہ کو ڈھانے کے لئے فوج لے کر آیا ہوں جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا ایک بہت مقدس و محترم مقام ہے۔ آپ نے اس کے بارے میں تو کچھ بھی مجھ سے نہیں کہا۔ صرف اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں؟ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: میں اپنے اونٹوں ہی کا مالک ہوں۔ اس لئے اونٹوں کے لئے کہہ رہا ہوں، رہا کعبہ تو جو اس کا مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا مجھے اس کی کوئی فکر نہیں۔ ابرہہ نے آپ کے اونٹوں کو واپس کر دیا۔ پھر آپ نے قریش سے فرمایا: تم لوگ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں پر پناہ گزین ہو جاؤ۔ چنانچہ قریش نے آپ کے مشورہ پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کے لئے خوب رو رو کر دعا مانگی اور دعا سے فارغ ہو کر آپ بھی اپنی قوم کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکروں کو لے کر کعبہ مقدسہ پر دھاوا بول دینے کا حکم دے دیا اور ہاتھیوں کو چلنے کے لئے اٹھایا لیکن ہاتھیوں کا پیش رو محمود جو سب سے بڑا تھا وہ کعبہ کی طرف نہ چلا اور جس طرف اس کو چلاتے تھے چلتا تھا مگر کعبہ مکرمہ کی طرف جب اس کو چلاتے تھے تو وہ بیٹھ جاتا تھا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی جانب سے پرندوں کا لشکر بھیج دیا اور ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں دو پنجوں اور ایک چونچ میں۔ ابابیلوں کے اس لشکر نے ابرہہ کی فوجوں پر اس زور سے سنگباری کی کہ ابرہہ کی فوج بدحواس ہو کر بھاگنے لگی اگرچہ کنکریاں تو چھوٹی چھوٹی سی تھیں لیکن وہ قہر الٰہی کے پتھر تھے کہ پرندے جب ان کنکریوں کو گراتے تو وہ سنگریزے فیل سواروں کے خود کو توڑ کر سر سے نکل کر جسم کو چیر کر ہاتھی کے بدن کو چھیدتے ہوئے زمین پر گرتے تھے۔ ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا تھا جو اس کنکری سے ہلاک کیا گیا۔ اس طرح ابرہہ کا پورا لشکر ہلاک و برباد ہو گیا جو اس کنکری سے ہلاک کیا گیا۔ یہ واقعہ جس سال وقوع پذیر ہوا اس سال کو اہل عرب ''عام الفیل'' (ہاتھی والا سال) کہنے لگے اور

اس واقعہ سے پچاس روز بعد حضور سیّد عالم ﷺ کی ولادت ہوئی۔

(خزائن العرفان وسیرۃ المصطفیٰ وغیرہ)

اور اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بچالیا

اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرماتے ہوئے ایک سورہ نازل فرمائی جس کا نام ہی ''سورۂ الفیل'' ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ○ (الفیل' پارہ ۳۰)

''اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال کر دیا۔ کیا ان کی خفیہ تدبیر کو تباہی میں نہ ڈال دیا اور ان پر پرندوں کے لشکر کو بھیج دیا کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں تو انہیں ایسا کر ڈالا۔ جیسے کھائی ہوئی کھیتی کی پتی۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی طرح کعبہ معظمہ کی حفاظت کا ذمہ بھی خداوند قدوس نے اپنے ذمہ کرم پر رکھا ہے کہ کوئی طاغوتی طاقت نہ قرآن مجید کو فنا کر سکتی ہے نہ کعبہ کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتی ہے کیونکہ خداوند کریم ان دونوں کا محافظ ونگہبان ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(۱۸۷)

اور سازش ناکام ہوگئی

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بحرین کے علاقے پر گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ چونکہ اپنی سختی میں مشہور تھے اس لئے بحرین کے لوگوں نے نہ انہیں قبول کیا اور نہ ہی ان سے راضی تھے۔ سوچ بچار شروع ہوئی کہ ان کو کیسے گورنری سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ مشورہ ہوا کہ ان کی کوئی شکایت کی جائے۔ اب کیا شکایت ہو؟ کیونکہ اگر شکایت کا ثبوت نہ ہوا تو دوبارہ ان ہی کو گورنر مقرر کر دیا جائے گا۔

کافی غور وخوض کے بعد وہاں کے ایک سردار نے کہا ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے اگر اسے استعمال کرلو تو کبھی بھی ان کو دوبارہ گورنر بنا کر اس علاقے میں نہیں بھیجا جائے گا۔ لوگوں نے کہا، بتاؤ! کیا ترکیب ہے؟

سردار نے کہا: میرے پاس ایک لاکھ درہم جمع کرو۔ میں یہ لے کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا اور ان سے کہوں گا کہ مغیرہ نے بیت المال سے یہ رقم چرا کر میرے پاس رکھوائی ہے۔ اس طرح ان پر چوری کا الزم لگے گا اور ان کو گورنری سے ہٹا دیا جائے گا اور دوبارہ واپس بھی نہ آئیں گے۔

مخالفین نے ایک لاکھ درہم اکٹھے کر کے سردار کے پاس جمع کرادیئے اور وہ یہ درہم لے کر مدینہ آگیا۔

سردار نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے عرض کیا: امیر المومنین! آپ کے گورنر نے یہ ایک لاکھ درہم بیت المال سے نکال کر مجھے دیئے ہیں کہ اپنے پاس رکھوں اس طرح

وہ امانت میں خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی عقلمندی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کو بلا لیا اور ان سے پوچھا یہ شخص کیا کہہ رہا ہے اور اس کا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"كَذَبَ - أَصْلَحَكَ اللهُ - اِنَّمَا كَانَتْ مَائَتَىْ اَلْفٍ"

"اللہ آپ کو صحیح سالم رکھے، یہ شخص جھوٹا ہے، ایک لاکھ نہیں بلکہ دو لاکھ درہم میں نے اسے دے رکھے تھے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: مغیرہ! تم نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اہل وعیال اور ذاتی ضروریات کے لئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سردار سے پوچھا: اب تم کیا کہتے ہو؟ یہ تو دو لاکھ تھے، تم ایک لاکھ کی بات کر رہے ہو، دوسرا لاکھ کدھر ہے؟

وہ نادم اور شرمندہ ہو کر کہنے لگا: اللہ آپ کا بھلا کرے! مغیرہ نے اصل میں مجھے کوئی مال نہیں دیا تھا، نہ تھوڑا نہ زیادہ۔ دراصل یہ تو ان کے خلاف ایک سازش تیار کی گئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تم کیا کہتے ہو اور تم نے ایسا کیوں کہا کہ یہ دو لاکھ تھے؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اَلْخَبِيْثُ كَذَبَ عَلَىَّ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُخْزِيَهُ"

"اس خبیث نے میرے اوپر جھوٹ باندھا، اس لئے میں نے چاہا کہ اس کو رسوا کروں۔ ورنہ میں نے کوئی رقم کسی کو نہیں دی تھی۔"

(سیر اعلام النبلاء ۳۰/۲۷، تاریخ ابن عساکر ۳۸/۱۸)

(۱۸۸)

سچ کی خوبیاں اور ایک سچی خبر

بعض حکماء نے سچ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے کہا: تو سچ کو لازم پکڑ! کیونکہ کسی دلاور مرد کے ہاتھ میں شمشیر براں سچائی سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے۔ سچائی عزت ہے' اگرچہ اس سلسلے میں ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے اور جھوٹ ذلت ہے' اگرچہ اس سے فائدہ حاصل ہو۔ جو شخص جھوٹا مشہور ہو جائے' اس کے سچ کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ کہا گیا ہے کہ سچ اللہ تعالیٰ کا وہ ترازو ہے جس پر عدل و انصاف کا دار و مدار ہے اور جھوٹ شیطان کا وہ پیمانہ ہے جس کے گرد ظلم گردش کرتا ہے۔

بعض دانشوروں نے کہا: اگر عقل مند مروت اور وقار کے پیش نظر ہی جھوٹ کو ترک کرے تو اس کے شایانِ شان ہے۔ مزید برآں یہ کہ یہ گناہ بھی ہے۔ ابن السماک فرماتے ہیں کہ مجھے گمان نہیں کہ مجھے جھوٹ کے ترک کرنے پر ثواب ملے کیونکہ میں اسے اس لئے ترک کرتا ہوں کہ مجھے اس سے طبعی طور پر نفرت ہے۔

(ابن السماک کا نام عبد بن احمد ابوذر انصاری ہروی ہے۔ حدیث کے عالم اور مالکی حفاظ وفقہاء میں سے تھے۔ ہرات کے رہنے والے تھے اور وہیں ۴۳۴ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ)

جو حضرات صدقات میں معروف ہیں ان میں نمایاں شخصیت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسمان کی چھت کے نیچے اور زمین کی دھرتی کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچے لہجے

والا کوئی نہیں ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ: کا نام جندب بن جنادہ تھا اور آپ بنو غفار میں سے تھے۔ آپ قدیم الاسلام اور اکابر صحابہ میں سے' سچائی میں ضرب المثل تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں ہجرت کر کے شام کے ایک گاؤں میں چلے گئے۔ وہیں مقیم رہے' زاہد تھے اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے' اپنے گھر میں بقدر کفایت بھی مال نہیں رکھتے تھے۔ فقراء کی امداد کیا کرتے تھے۔ مالداروں کے اموال کے بارے میں ان کا خاص نقطہ نظر تھا۔ مدینہ منورہ میں ان کی رحلت ہوئی۔

(حیاۃ الصحابہ کچھ تصرف کے ساتھ)

اور یہ حدیث (کہ آسمان کی چھت کے نیچے اور زمین کی دھرتی کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچے لہجے والا کوئی نہیں ہے) حسن ہے' اسے امام احمد' ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کیا' امام ترمذی نے اسے کئی مقامات پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے جامع الاصول اور جامع صغیر امام سیوطی' حدیث نمبر ۷۸۲۵۔

کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ خلیفہ منصور کے پاس گئے تو منصور نے انہیں کہا: ابوالمنذر! آپ کو یاد ہے کہ میں اور میرا بھائی آپ کے پاس گئے تھے۔ اسوقت آپ قصبہ راع میں ستو پی رہے تھے اور جب ہم آپ کے پاس سے رخصت ہوئے تو ہمارے والد نے کہا: میں تمہیں اس شخص کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔ ان کی فضیلت پہچانو۔ تمہاری قوم میں اس وقت تک بھلائی باقی رہے گی جب تک یہ باقی رہیں گے۔ ہشام نے کہا امیر المومنین! مجھے تو یاد نہیں ہے۔ انہوں نے خلیفہ وقت سے شرم و حیا کی بنا پر جھوٹ نہیں بولا بلکہ سچ اختیار کیا۔ خلیفہ کی ہیبت انہیں سچ سے برگشتہ نہ کر سکی اور نہ ہی ان کی بنیاد میں تبدیلی آئی۔ انہوں نے سچی بات کہہ دی اور انجام کی پروا نہیں کی۔ ان کے بعض متعلقین نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین آپ کو اپنے تعلق کی خبر دیتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے

یاد نہیں۔ کہنے لگے واقعی مجھے یاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچائی میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں رکھا۔

اسی طرح ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ حق اور سچ بات کہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ ہو۔ (من تسمات الخلود)

☆...... ہشام بن عروہ ابن زبیر بن عوام قریشی اسدی' ان کی کنیت ابومندر ہے' جلیل القدر تابعی' مدینہ طیبہ کے علماء اور ائمہ حدیث میں سے ہیں' مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ پھر بغداد شریف گئے اور خلیفہ منصور سے ملے اور اس کے خواص میں شامل ہوئے۔ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ (۱۲' الاعلام للزرکلی بتصرف)

(۱۸۹)

بازار میں داخل ہونے کی دعا اور اس کی فضیلت

امیر المومنین حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”جو بازار میں داخل ہوا اور بلند آواز سے یہ کلمات کہے ”لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی دائم لایموت بیدہ الخیر والیہ المصیر وھو علیٰ کل شی ء قدیر “ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور دس لاکھ درجات بلند فرما دیتا ہے۔“ (جامع الترمذی' کتاب الدعوات' باب مایقول اذا دخل السوق' الحدیث ۳۴۲۸' ص ۲۰۰۵)

☆ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے روزانہ سو بار لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی ء قدیر “ کہا تو یہ اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے' اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ معاف ہوں گے' اس دن شام تک شیطان سے حفاظت ہوگی اور اس سے افضل کسی کا عمل نہ ہوگا مگر اسی شخص کا جو اس سے زیادہ عمل کرے۔“ (صحیح البخاری' کتاب الدعوات' باب فضل التھلیل' الحدیث ۶۴۰۳' ص ۵۳۸)

☆ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس نے دس بار لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شـــی ء قـدیـر کہا وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چار جانوں کو آزاد کیا۔“

(صحیح البخاری' کتاب الدعوات' فضل التھلیل' الحدیث ۶۴۰۴'' ۵۳۸)

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''اپنے مردوں کو لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو اور انہیں جنت کی بشارت دو کیونکہ دانا اور باخبر مرد و عورت اس کلمہ کو سن کر خوش ہوتے ہیں۔''

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموت...... الخ، حدیث ۹۱۶، ص ۸۲۱، موسوعۃ للامام ابن ابی الدنیا، کتاب ذکر الموت، باب خوف من اللہ الحدیث ۱۶۹، ص ۴۴۶)

غور کرو اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (آمین) دیکھو تو سہی! کلمہ اخلاص لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کتنا عظیم الشان ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مقام کتنا بلند ہے۔ اس کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ اجر کثیر پاؤ، اس سے ثواب کامل اور اجر وافر ملتا ہے۔ مومن کافر سے ممتاز ہو جاتا ہے اور جو بندہ موذن کو سنے اور جس طرح موذن کہتا ہے اسی طرح کہے اور جب موذن کہے لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ تو وہ بھی لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور پھر تبرکاً اپنے چہرے اور داڑھی پر ہاتھ پھیر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر اس بال کے عوض جس کو اس کے ہاتھ نے چھوا ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

ایک صحابی رسول ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تعظیم کی خاطر اسے بلند آواز سے کہا اللہ تعالیٰ اس کے چار ہزار گناہ معاف فرما دے گا۔'' اور یہ بھی منقول ہے کہ ''اگر اس کے چار ہزار گناہ نہ ہوں تو اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں کے گناہ معاف فرما دے گا۔'' (فردوس الاخبار للدیلمی، باب المیم، الحدیث ۵۵۱۱، ص ۲۳۳)

(۱۹۰)

ابوجہل کو خدائی چیلنج کا سامنا

ابوجہل نے حضور نبی کریم ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور وہ علانیہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے پاؤں سے ان کی گردن کچل دوں گا اور ان کا چہرہ خاک میں ملا دوں گا (نعوذ باللہ) چنانچہ وہ اپنے اس فاسد ارادہ سے حضور علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کے قریب آیا مگر اچانک الٹے پاؤں بھاگا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ چہرے کا رنگ اڑ گیا اور بدن کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی۔ اس کے ساتھیوں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ میرے اور محمد (علیہ السلام) کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے اور کچھ دہشت ناک پرند بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ اس سے میں اس قدر خوفزدہ ہو گیا کہ آگے نہیں بڑھ سکا اور ہانپتے ہانپتے کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔

نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: اگر ابوجہل میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو جدا کر دیتے۔

اس کے بعد بھی ابوجہل اپنی خباثت سے باز نہیں آیا اور حضور ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع کرنے لگا۔ اس پر حضور ﷺ نے سختی سے اس کو جھڑک دیا تو ابوجہل نے غصہ میں بھر کر کہا: آپ مجھے جھڑکتے ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ مکہ میں مجھ سے زیادہ جتھے والا اور مجھ سے بڑی مجلس والا کوئی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں آپ کے مقابلہ میں سواروں اور پیدلوں سے اس میدان کو بھر دوں گا۔ اس کی دھمکی کے جواب میں سورۂ ''علق'' کی مندرجہ ذیل یہ

آیات نازل ہوئیں۔ (خزائن العرفان، ص ۱۰۷، دیگر تفاسیر)

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا ۢ بِالنَّاصِيَةِ ○ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ○ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ (علق)

''ہاں۔ ہاں اگر (ابوجہل) باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر (جہنم میں) کھینچیں گے جھوٹی خطا کار پیشانی کو اب پکارے وہ بھی اپنی مجلس کو ابھی ہم اپنے سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔''

حدیث شریف میں ہے کہ اگر ابوجہل اپنی مجلس والوں کو بلاتا تو فرشتے اس کو بالاعلان گرفتار کر لیتے اور وہ ''زبانیہ'' کی گرفت سے بچ نہیں سکتا تھا۔

(خزائن العرفان، ص ۱۰۷)

ابوجہل جب تک زندہ رہا ہمیشہ حضور علیہ السلام کی دشمنی و ایذا رسانی پر کمر بستہ رہا اور دوسروں کو بھی اس پر اکساتا رہا آخر قہر خداوندی میں گرفتار ہوا کہ جنگ بدر کے دن دو لڑکوں کے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ قتل ہوا اور اس کی لاش بے گور و کفن بدر کے گڑھے میں پھینک دی گئی۔ اس طرح تمام دشمنانِ رسول طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد ہو گئے۔ سبحان اللہ!

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں، اسے منظور بڑھانا تیرا

(۱۹۱)

اہل عرب کی خوبصورت روایات

وفا اور بہادروں کی قدر کرنا عربوں کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر چہ وہ ان کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ دُرید ابن الصمۃ قبیلہ جشم کے سواروں کی ایک جماعت میں نکلا۔ دور جاہلیت میں عربوں کی عادت کے مطابق ان کا پروگرام لوٹ مار اور جنگ کا تھا۔ ایک گھر میں تھے کہ درید کی نظر ایک کجاوہ نشین عورت پر پڑی جس کے ساتھ ایک شہسوار بھی تھا۔ درید نے اپنے ایک سوار کو کہا: اس شخص کو للکار اور اسے کہہ کر اس عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جا۔ اس سوار نے جا کر اس شخص کو یہی بات کہی۔ اس گھوڑے سوار نے للکارنے والے پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں میں اسے قتل کر دیا اور اس کا گھوڑا عورت کے حوالے کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد درید نے دوسرے سوار کو بھیجا کہ جا کر دیکھے کہ پہلا سوار واپس کیوں نہیں آیا؟ وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کا ساتھی زمین پر مردہ پڑا ہے۔ اس نے بھی خاتون کے ساتھی کو چیلنج کیا کہ عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچائے اس شخص نے اونٹنی کی نکیل عورت کی طرف اچھال دی اور اس سوار پر حملہ کر دیا۔ چشم زدن میں وہ بھی خاک وخون میں تڑپ رہا تھا۔

جب بہت دیر ہو گئی تو درید نے تیسرے سوار کو بھیجا اور کہا دیکھو پہلے دو سواروں نے کیا کیا؟ وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں ساتھی قتل ہو چکے ہیں اور کجاوہ نشین عورت کا ساتھی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے نیزے سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے فخر اور تکبر کے ساتھ جا رہا ہے۔ اس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا: عورت کو چھوڑ دے ورنہ مارا جائے گا۔ اس نے

عورت کو کہا: تو آبادی میں چلی جا اور خود اس سوار پر حملہ کر دیا اور اس قوت سے نیزہ مارا کہ اس سوار کے جسم کے پار ہو گیا۔ اسے بھی قتل کر کے زمین پر گرا دیا لیکن اس کا نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔

درید پریشان ہو گیا اس کا خیال تھا کہ میرے ساتھیوں نے اس شخص کو قتل کر کے عورت کو قبلے میں لے لیا ہو گا۔ وہ خود ان کے پیچھے گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ گھوڑا سوار ربیعہ ابن مکدم صحیح سالم ہے لیکن اس کے پاس نیزہ نہیں ہے اور وہ اپنے قبیلے کے پاس پہنچ چکا ہے۔ درید نے بچشم حیرت دیکھا کہ اس کے تینوں ساتھی قتل کیے جا چکے ہیں۔ درید کو خطرہ محسوس ہوا کہ ربیعہ جیسا شیر بہادر شہسوار قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا:

تجھ جیسے شہسوار کو قتل نہیں ہونا چاہیے

اے شہسوار اگرچہ تو نے ہمارے تین ساتھی قتل کر دیئے ہیں تاہم تجھ جیسے آدمی کو قتل نہیں ہونا چاہئے۔ میں نہیں چاہتا کہ تجھ جیسا نبرد آزما قتل کیا جائے۔ اسی لئے میں یہ کارروائی کر رہا ہوں۔ پھر اس نے ایسی بات کہی جو انسانی عظمت' بلندی اخلاق اور قابل قدر چشم پوشی کی دلیل ہے۔

میرا یہ نیزہ لے لے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تو جرأت اور بہادری کے باوجود قتل کر دیا جائے گا۔ گھوڑے اپنے سواروں سمیت روانہ ہو چکے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے پاس نیزہ نہیں ہے تو نوجوان ہے' یہ نیزہ لے لے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہا ہوں۔ میں انہیں غلط راستے پر لگا دوں گا تاکہ تیری جان بچ جائے۔

درید نے اپنا نیزہ دے دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا۔ انہیں بتایا کہ کجاوہ نشین عورت کا ساتھی اس کی حفاظت میں کامیاب رہا ہے۔ وہ بڑا گھاگ قسم کا شہسوار ہے' اس نے تمہارے تینوں ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے اور میرا نیزہ بھی چھین لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے قابو نہیں آئے گا۔ چنانچہ وہ لوگ ناکام و نامراد واپس اپنی قوم کے پاس چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ربیعہ ابن مکدم کی قوم بنو مالک بن کنانہ نے درید کے قبیلے بنو جشم پر

حملہ کر دیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا' کچھ کو قیدی بنایا اور کچھ کو معاف کر دیا۔ درید بھی قیدیوں میں تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ وہ ان کے پاس ہی تھا کہ کچھ عورتیں ایک دوسری کو ہدیہ دینے کے لئے آئیں۔ انہوں نے جب درید کو دیکھا تو ان میں سے ایک عورت دوسری عورتوں سے الگ ہوگئی اور اس نے بلند آواز سے اعلان کیا:

عورت کی للکار اور دُرید کی فراست

اللہ کی قسم! تم خود بھی ہلاک ہو گئے اور تم نے دوسروں کو بھی ہلاک کر دیا۔ ہماری قوم نے ہمیں کیسی عار سے دوچار کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! یہ وہ شخص ہے جس نے کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کے دن ربیعہ کو اپنا نیزہ دے دیا تھا۔ پھر اس نے اپنا کپڑا درید پر ڈال دیا اور کہنے لگا:

میں اسے پناہ دیتی ہوں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کے دن وادی میں ہماری امداد کی تھی۔

عورت کے ساتھیوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگا میں درید بن الصمہ ہوں' ربیعہ ابن مکدم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے بتایا اسے بنوسلیم نے قتل کر دیا ہے۔ پوچھا کہ اس کے ساتھ کجاوے میں سوار عورت کون تھی؟ عورت نے بتایا: ''اس کا نام ریطہ بنت جذل ہے اور وہ میں ہی ہوں۔'' اس کے ساتھیوں نے کہا:

ہم درید کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتے۔ یہ ہماری نظر میں درید کا یادگار واقعہ ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ ہم اس شخص کو پورے اعزاز اور احترام سے رخصت کریں گے۔

صبح ہوئی تو ان لوگوں نے بالاتفاق اسے آزاد کر دیا اور عزت و آبرو کے ساتھ رخصت کیا۔ ریطہ نے اسے کپڑے دیئے اور جو کچھ ممکن تھا اسے ساز و سامان دیا۔ اس طرح درید اپنی قوم کے پاس پہنچا اور اس کے بعد اس نے زندگی بھر بنوفراس سے جنگ نہیں کی۔

(قصص العرب' بتصرف)

اس واقعہ میں مذکور دو حضرات کا مختصر تعارف اس طرح ہے کہ درید بن الصمۃ جشمی بکری' قبیلہ ہوازن سے تھا۔ دور جاہلیت میں معمر بہادروں میں سے تھا۔ بنوجشم کا سردار'

شہسوار، قائد اور شاعر تھا۔ اس نے تقریباً ایک سو جنگوں میں حصہ لیا۔ زمانہ اسلام پایا مگر اسلام نہ لایا۔ حنین کے دن قتل ہوا۔ اپنی قوم کا قائد تھا مگر قوم نے اس کی اطاعت نہ کی۔ (الاعلام ۳۳۹/۲) جبکہ ربیعہ ابن مکدم بنو کنانہ سے تھا۔ دور جاہلیت میں مضر کے گنے چنے شہسواروں میں سے تھا۔ عرب کے بڑے اور مشہور بہادروں میں سے تھا۔ اس کے بہت سے واقعات ہیں۔ مشہور ترین واقعہ کجاوہ نشین عورت کی حفاظت کا ہے۔ اس کی موت کے بعد بھی یہ واقعہ مشہور رہا۔ بنو اسلم نے اسے قتل کیا (متن میں ہے کہ اسے بنو سلیم نے قتل کیا۔)۔ (الاعلام ۱۷/۳)

(۱۹۲)

بارگاہ رسالت میں فضیلت کا معیار

ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک (مالدار) آدمی کا گزر ہوا۔ آپ نے اپنی خدمت میں بیٹھے ہوئے ایک صحابی سے فرمایا: ''مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا؟''

''اس آدمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

صحابی نے عرض کیا اس آدمی کا شمار بڑے اور باعزت لوگوں میں ہے' اللہ کی قسم! یہ اس بات کا مستحق ہے کہ شادی کا پیغام دے تو اس کی شادی ہو جائے اور کسی کی سفارش کرے تو قبول کی جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے۔ پھر ایک دوسرے آدمی کا گزر ہوا تو آپ نے مذکورہ صحابی سے فرمایا: اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا شمار مسلمانوں کے فقراء میں ہے' یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اگر کسی کے پاس پیغام نکاح بھیجے تو اس کی شادی نہ ہو' اگر کسی کی سفارت کرے تو قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو کوئی کان نہ دھرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا''

(بخاری' کتاب الرقاق' باب فضل الفقر' ۶۴۴۷)

''اللہ کے نزدیک یہ محتاج شخص اس مالدار شخص سے زمین بھر بہتر ہے۔

فقراء و مساکین کی عظمت

آخر وہ میزان کیا ہے؟ وہ ناپنے کا کون سا آلہ ہے؟ اور انسان کی وہ کون سی صلاحیتیں اور لیاقتیں ہیں جو اسے اوج ثریا پر پہنچاتی ہیں یا تحت الثریٰ میں گرا کر ذلیل و خوار کرتی ہیں؟ درحقیقت وہ میزان اسلام کی میزان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میزان اور آلہ کو تقویٰ کا نام دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ"

"جان لو! اللہ کے نزدیک تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی (ڈرنے والا) ہے۔" (الحجرات' ۱۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ گمان تھا کہ غریب لوگوں پر انہیں کچھ اہمیت حاصل ہے اور وہ ان سے بلند درجہ ہیں۔ جب اس بات کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ"

"تم لوگ صرف اپنے کمزور و معذور لوگوں کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے مدد پہنچائے جاتے ہو اور ان ہی کی دعاؤں سے رزق دیئے جاتے ہو" (بخاری' کتاب الجہاد' باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب ۲۸۹۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء و محتاجین کی شان میں فرمایا ہے:

"اِبْغُوْنِی الضُّعَفَاءَ' فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ"

"مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کیا کرو' کیونکہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی بدولت رزق و مدد دیئے جاتے ہو۔"

(صحیح ابوداؤد' کتاب الجہاد' باب فی الانتصار برذل الخیل والضعفہ ۲۵۹۴' نسائی ۳۱۸۱)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا صحیح سند سے ثابت ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّتَوَفَّنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ"

''اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکینی میں موت دے اور قیامت کے روز مسکینوں کے زمرے میں مجھے اٹھا!''

(اسے بیہقی وطبرانی نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح الجامع ۱۲۶۱ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

(۱۹۳)

صدقے اس انعام کے

منقول ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو میزان پر لایا جائے گا اور اس کے نامۂ اعمال کے (۹۹) رجسٹر گناہوں کے نکالے جائیں گے اور وہ رجسٹر تاحد نگاہ وسیع ہوں گے۔ ان کو میزان میں رکھا جائے گا۔ پھر انگلی کے پورے جتنا کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی لکھی ہوگی۔ جب اس ٹکڑے کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ گناہوں پر غالب آجائے گا اور اللہ تعالیٰ محض اس کلمہ لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللہُ کی برکت سے اس کو معاف فرما کر جنت میں لے جانے کا حکم فرما دے گا۔'' (تفسیر الطبری' سورۃ الاعراف' تحت الآیۃ ۸' الحدیث ۱۴۳۴۱' ج ۵' ص ۴۳۴' فردوس الاخبار للدیلمی' باب الیاء' الحدیث ۸۴۷۲' ج ۲' ص ۴۹۸)

اے امت مصطفیٰ! تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا و آخرت میں کیسی کیسی نعمتوں سے نوازا ہے اور حضور پاک کا صدقہ جو تم پہ انعامات کی بارش ہوئی دنیا دیکھتی ہے تو تم پر قربان ہو جاتی ہے اور فرشتوں میں بھی تمہاری عظمت کی ہلچل مچی ہوئی ہے۔

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

(۱۹۴)

ایک انتہائی بابرکت رات

شب قدر بڑی برکت والی رات ہے۔ اس رات کے مراتب ودرجات کا کیا کہنا ہے کہ خداوند قدوس نے اس مقدس رات کے بارے میں قرآن مجید کی ایک سورہ نازل فرمائی ہے جس میں ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ وَمَآ اَدۡرٰكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِّنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ۟ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۝ (سورۃ القدر)

''بیشک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا اور تم کیا جانو کہ کیا چیز ہے شب قدر؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔ یہ سلامتی ہے یہ صبح صادق کے طلوع تک رہتی ہے۔''

یعنی شب قدر وہ قدر ومنزلت والی رات ہے کہ اس رات میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا اور اس کی ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر اور افضل ہے اس رات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ملائکہ کے ایک لشکر کے ساتھ آسمان سے زمین پر اترتے ہیں یہ رات زمین وآسمان اور سارے جہان کے لئے سلامتی کا نشان ہے۔ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک اس کے انوار وبرکات کی تجلیاں برابر جلوہ افروز رہتی ہیں۔

روایات کی روشنی میں

روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ایک عابد کا قصہ بیان فرمایا: اس نے ایک ہزار مہینے تک لگاتار عبادت اور جہاد کیا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے امتیوں کی عمریں تو بہت کم ہیں پھر بھلا ہم لوگ اتنی عبادت کیوں کر سکیں گے؟ صحابہ کے اس افسوس پر آپ کچھ فکر مند ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۂ نازل فرمائی کہ اے محبوب! ہم نے آپ کی امت کو ایک رات ایسی عطا کی ہے کہ وہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (صاوی، ج ۴، ص ۲۸۷)

☆ روایت ہے کہ شب قدر میں سدرۃ المنتہیٰ کے فرشتوں کی فوج حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سرداری میں زمین پر اترتی ہے اور ان کے ساتھ چار جھنڈے ہوتے ہیں۔ ایک جھنڈا حضور علیہ السلام کی قبر انور پر اور ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر اور ایک جھنڈا کعبہ معظمہ کی چھت پر اور ایک جھنڈا طور سینا پر لہراتے ہیں اور پھر یہ فرشتے مسلمانوں کے گھروں میں تشریف لے جا کر ہر اس مومن مرد و عورت کو سلام کرتے ہیں جو عبادت میں مشغول ہوں مگر جن گھروں میں بت یا تصویر یا کتا ہو یا جن مکانوں میں شرابی یا خنزیر کھانے والا، یا غسل جنابت نہ کرنے والا یا بلا وجہ شرعی اپنی رشتہ داری کو کاٹ دینے والا رہتا ہو ان گھروں میں یہ فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (صاوی، ج ۴، ص ۲۸۸)

☆ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان فرشتوں کی تعداد روئے زمین کی کنکریوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور یہ سب سلام و رحمت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

(صاوی، ج ۴، ص ۲۸۸)

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی اکیسویں اور تیئیسویں اور ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں تلاش کرو۔

(بخاری و مسلم)

اس لئے بعض علمائے کرام نے فرمایا: شب قدر کی کوئی معین رات نہیں ہے لہٰذا ان پانچوں راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنا چاہئے۔

☆ مگر حضرت ابی بن کعب و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دوسرے علمائے کرام کا قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ (صاوی ج ۴ ص ۴۸۸)

اور بعض علمائے کرام نے بطور اشارہ اس کی یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ "لیلۃ القدر" میں نو حروف ہیں اور "لیلۃ القدر" کا لفظ اس سورہ میں تین جگہ آیا ہے اور نو کو تین میں ضرب دینے سے ستائیس ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (صاوی ج ۴ ص ۴۸۸)

اس رات کی عبادت ودعا

روایت ہے کہ جو شب قدر میں اخلاص نیت سے نوافل پڑھے گا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (روح البیان وغیرہ)

۱- شب قدر میں چار رکعت نماز نفل اس ترکیب سے پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ انا انزلنا ہ تین مرتبہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ پچاس مرتبہ پڑھے پھر سلام کے بعد سجدہ میں جا کر ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جو دعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ مقبول ہو گی۔ (فضائل الشہور والایام)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کون سی دعا پڑھوں؟ تو ارشاد فرمایا: تم یہ دعا پڑھو: "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ"

۳- ایک روایت میں ہے کہ جو شخص رات میں یہ دعا تین مرتبہ پڑھ لے تو اس نے گویا شب قدر کو پالیا لہٰذا ہر رات اس دعا کو پڑھ لینا چاہئے۔ دعا یہ ہے:

"لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ"

۴- یہ دعا بھی جس قدر زیادہ پڑھ سکیں پڑھیں۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے دعا یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ"

(۱۹۵)

دین کے حوالے سے ہماری سوچ

اس واقعہ کے راوی مصر کے مشہور عالم شیخ محمد غزالی ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''تاملات فی الدین والحیاۃ'' میں لکھتے ہیں:

مصر میں ایک نہایت امیر شخص کا بیٹا ضعف بصر کا شکار تھا۔ اس کا علاج شروع ہوا مگر ڈاکٹروں کی تمام تر کوشش کے باوجود اس کی آنکھ کی بینائی کم ہوتی چلی گئی۔ وہ وقت بھی آیا کہ اس کی بینائی اتنی کمزور ہوگئی کہ وہ روشنی اور اندھیرے میں تمیز نہیں کرسکتا تھا۔ والدین کے دل پر جو گزرتی ہوگی اس کا اندازہ قارئین خوب کرسکتے ہیں۔

اس بچے کا والد ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ارد گرد کافی لوگ جمع تھے۔ گفتگو کا رخ بچے کی بینائی کی طرف مڑ گیا۔ بچے کے باپ نے کہا: میں نے اس بچے کو دین کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اسے اب قرآن کریم حفظ کروائیں گے اور حفظ کے بعد عالم دین بنانے کے لئے اسے یونیورسٹی میں داخل کروائیں گے۔ لوگوں نے اس کی خوب تحسین کی کہ دیکھیں ان کو اسلام سے کتنی محبت ہے کہ اپنے بیٹے کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کردیا ہے۔

بچے کے لئے ایک مشہور قاری و حافظ قرآن کا بندوبست کیا گیا جو صبح و شام بچے کو حفظ کراتا اور قرأت سکھاتا۔ کچھ ہی مدت میں بچے نے کافی سورتیں حفظ کرلیں اور تلاوت میں تو اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔

قرآن کی برکت سے آنکھیں روشن ہوگئیں

ادھر اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کی آنکھیں ٹھیک ہونا شروع ہوگئیں۔ ڈاکٹروں

نے ایک مرتبہ پھر اس پر بھرپور توجہ دی۔ قدرت الٰہی بھی مہربان ہوگئی۔ چنانچہ بچے کی بصارت بتدریج واپس آگئی اور اب وہ بالکل تندرست تھا' اس کو عینک کی بھی ضرورت نہ تھی۔

ادھر بچے کے والد نے مختلف انداز سے سوچنا شروع کر دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس نے تو اپنے بیٹے کو جامعہ ازہر کے لئے اس لئے وقف کیا تھا کہ وہ بڑی حد تک نابینا تھا۔

دراصل اس نے دینی تعلیم دلانے کا اہتمام تو ضعف بصر کی وجہ سے کیا تھا۔ بالکل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ''وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ''

''اللہ کے لئے اس چیز کی نسبت کر دیتے ہیں جسے خود اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔'' (النحل' ۶۲)

اب وہ مسلسل سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہئے اور پھر وہی ہوا جو دنیادار کرتے ہیں۔ اس نے اپنے بیٹے کو دینی تعلیم سے نکال کر ایک انگلش سکول میں داخل کر دیا۔

شیخ محمد غزالی لکھتے ہیں کہ یہ ہے مسلمانوں کا اپنے دین کے ساتھ تعلق اور رابطہ۔ دین کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جو خدانخواستہ بہرے' کانے اور نابینا بچے ہیں' ان کو تو دینی مدارس میں داخل کر دیا جائے اور جو نہایت قابل اور ذہین بچے ہیں ان کو سکولوں' کالجوں میں داخل کر دیا جائے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ذہین اور سمجھدار بچے دین کے عالم بنیں اور اسلام کی روشنی کو مزید عام کریں۔

(سنہرے اوراق)

(۱۹۶)

اسلام میں غیر مسلموں کے لئے رعایت

''جزیہ کی وصولی کے لئے ایک چابک بھی نہ مارنا''

یہ وہ کلمات ہیں جو امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص کو کہے جسے آپ نے جزیہ وصول کرنے کے لئے نیشاپور بھیجا تھا۔ باب مدینۃ العلم نے ارشاد فرمایا:

ایک درہم کی وصولی کے لئے ایک چابک بھی نہ مارنا۔ ان کی سردیوں اور گرمیوں کی روزی اور پوشاک ہرگز فروخت نہ کرنا اور نہ وہ جانور بیچنا جس پر وہ کام کرتے ہیں اور ایک درہم کے مطالبے کے لئے بھی کسی شخص کو دھوپ میں ہرگز کھڑا نہ کرنا۔

رحمت اور ایمان سے معمور دل سے صادر ہونے والے نادر زمانہ اور مخلصانہ یہ کلمات امیر المومنین کی طرف سے جزیہ وصول کرنے والے ثقفی کو پہنچے تو وہ حیران رہ گئے کہ کیا کریں؟ اگر امیر المومنین کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو کچھ بھی جزیہ وصول نہیں ہوگا۔ انہوں نے عریضہ ارسال کیا اور اس میں لکھا:

> ''امیر المومنین! اگر آپ کے حکم کی تعمیل ضروری ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں جس طرح گیا تھا' اسی طرح جزیہ کا مال وصول کئے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔''

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ جواب لکھا جس میں مال اور جزیے کی پروا نہیں کی' جیسے بہت سے حکمرانوں کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مال ملنا چاہئے اگرچہ حرام اور

مکروہ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کا دل خوف خدا سے آباد تھا۔ آپ نے جواب میں جزیہ وصول کرنے والے کو بتایا کہ اسلام کس طرح ذمیوں کے ساتھ رواداری سے پیش آتا ہے اور وہ بنیادی قواعد تحریر کئے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ آپ نے انہیں لکھا:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

''تم جس طرح گئے تھے' اسی طرح خالی ہاتھ واپس آجاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بندۂ خدا ہمیں ان سے صرف زائد مال لینے کا حق ہے۔''

یعنی جو ہمارا حق نہیں ہے' وہ لے کر ہم ان پر ظلم نہیں کریں گے۔ یہ وہ عظیم تعلیم ہے جو آپ نے بعد والے حکمرانوں کو دی۔ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

جس نے غیر مسلم ذمی پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو ہم قیامت کے دن اس کے خلاف دعویدار ہوں گے۔ (بقول حافظ عجلوانی اس حدیث کو امام ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے)

یہی وہ عظیم اخلاق ہیں جن کی بنیاد پر مسلمانوں نے بڑے بڑے ممالک فتح کئے اور غیر مسلموں کی حکومتیں الٹ دیں۔ مختلف قوموں نے ان کی اطاعت قبول کی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔ اسی لئے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ عفو اور درگزر کا رویہ اختیار کرتے تھے۔ ذمیوں کو کسی بھی قسم کی ایذا پہنچانے سے گریز کرتے رہے۔ چنانچہ اسلام کا قانون یہ ہے کہ کسی ذمی کو جزیہ وصول کرنے کے لئے عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جزیہ ادا نہ کرنے کی بنا پر دھوپ میں کھڑا نہیں کیا جائے گا بلکہ واجب ہے کہ ان کے ذمہ جو جزیہ لازم ہے اس کی ادائیگی کے لئے ممکن حد تک مہلت اور سہولت دی جائے اور چشم پوشی سے کام لیا جائے۔

جن حضرات نے غیر مسلم ذمیوں کو جزیہ وصول کرنے کے سلسلے میں رعایت اور سہولت دی ہے' ان میں سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جب آپ ملک شام گئے تو آپ

کا گزر دھوپ میں کھڑے ہوئے ذمیوں کے پاس سے ہوا۔ آپ نے پوچھا انہیں دھوپ میں کیوں کھڑا کیا گیا ہے؟ بتایا گیا کہ انہوں نے جزیہ ادا کرنے میں تاخیر کی ہے۔ ہم نے انہیں جزیہ ادا کرنے تک دھوپ میں کھڑا کر دیا ہے۔ آپ نے اس بات کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا: یہ کس چیز پر قادر ہیں؟ یہ کس چیز کی طاقت رکھتے ہیں؟

بتایا گیا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جزیہ ادا کرنے کے لئے مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اور انہیں اس کام کا پابند نہ کرو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے آپ کے حکم پر انہیں رہا کر دیا گیا۔

صرف جزیہ کی وصولی میں نہیں بلکہ خراج وصول کرنے میں بھی ان سے مہربانی اور درگزر کا سلوک کیا گیا۔

خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ مصر کا خراج جلد بھجوائیں۔ انہیں تاخیر کرنے پر ملامت کی کیونکہ انہیں علم تھا کہ حجاز مقدس میں مسلمانوں کو مال کی سخت حاجت ہے۔ انہیں تاکید کی کہ خراج جلد ارسال کریں۔ حضرت عمرو نے جواب میں وہ بات لکھی جسے شریعت اسلامیہ ذمیوں کے حق میں پسند کرتی ہے یعنی ان کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے۔ انہوں نے لکھا کہ مصر والوں نے مجھ سے غلوں کے پک جانے تک مہلت مانگی ہے اور اگر میں ان سے جلدی کا مطالبہ کروں گا تو وہ اپنی ضرورت کی چیزیں فروخت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ امیر المومنین! یہ وجہ ہے کہ جس کی بناء پر تاخیر ہوئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کی معذرت قبول کی اور ان کی تائید کی۔ اگرچہ آپ کو مال کی شدید حاجت تھی تاہم آپ نے ذمیوں کی رعایت کو مسلمانوں کی حاجت پر مقدم رکھا۔

اسلام نے جو سہولت اور آسانی فراہم کی ہے اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ اسلام نے جزیہ، خراج اور عشر (دسواں حصہ) ان کمزور اور فقیر لوگوں کو معاف کر دیا ہے جو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

پانچ نکاتی فارمولا برائے اہل کتاب

۱- مسکینوں، فقیروں اور غلاموں کو معاف کر دیا کیونکہ ان کی ملکیت میں ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔

۲- عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ وہ ہتھیار نہیں اٹھا سکتے اور ان کے خلاف اعلان جنگ بھی نہیں کیا جاتا۔

۳- نابینا، فقیر اور اپاہج بھی پابند نہیں ہیں کیونکہ یہ کمانے اور کام کرنے سے عاجز ہیں۔

۴- بچوں اور پاگلوں کو پابند نہیں کیا کیونکہ اسلام نے انہیں عبادت کا مکلف نہیں کیا۔

۵- اہل کتاب کے دینی پیشوا اور عبادت گزار جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے لئے وقف کر رکھا ہے، ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

(کتاب الخراج، امام ابو یوسف، سماحۃ الاسلام، بتصرف)

یاد رہے! حضرت عمر بن عاص بن وائل سہمی قریشی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، فاتح مصر، عرب کے عظیم سپوت، دانشور اور صاحب فکر واحتیاط تھے۔ حدیبیہ کی صلح کے عرصہ میں ایمان لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی لشکروں کے کمانڈروں میں سے تھے۔ آپ نے انہیں پہلے فلسطین پھر مصر کا گورنر بنایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور میں معزول کر دیا۔ ہجرت سے پچاس سال پہلے پیدا ہوئے۔ ۴۳ھ میں قاہرہ میں رحلت ہوئی۔ کتب حدیث میں آپ کی ۳۹ حدیثیں مروی ہیں۔

(الاعلام ۵/۷۹ اور اصابہ کسی قدر تصرف کے ساتھ)

(۱۹۷)

رحمت الٰہی کی وسعتیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○

(پ۲۴' الزمر ۵۳)

''تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو' بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے' بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگار' نافرمان' فاسق و فاجر اور سرکش بندوں کو مخاطب فرمایا جنہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور وہ رحمت الٰہی سے مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یعنی اس کے عفو و کرم اور معاف فرمانے سے مایوس نہ ہونا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط (پ ۲۴' الزمر ۵۳)

''بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے''

یعنی وہ اس کے گناہ بخشتا ہے جو توبہ کرے' ظلم سے باز آ جائے اور برے افعال سے معافی طلب کرے اور فرمایا: ''اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○''۔ ''بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے''۔ یعنی اس کے لئے غفور ہے جو توبہ کرے اور اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار

کرے اور اس کے لئے رحیم ہے جو افعال ترک کر کے نیک اعمال کی طرف راغب ہو جائے۔

صحابۂ کرام نے اس آیت سے کیا سمجھا؟

حضرت سیّدنا ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم میں کوئی آیت (رحمت کے اعتبار سے) مذکورہ آیت سے بڑھ کر وسعت والی نہیں۔'' (الموسوعۃ لابن ابی الدنیا' کتاب حسن الظن باللہ' الحدیث ۶۸' ج ۱' ص ۸۴)

حضرت سیّدنا اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور اسے کوئی پروانہیں (یعنی سب کے گناہ بخش دے تو بھی اسے کوئی پروانہیں)''۔

(جامع الترمذی' ابواب تفسیر القرآن' باب من سورۃ الزمر' الحدیث ۳۲۳۷' ص ۱۹۸۲)

☆ حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے ''اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا لِمَنْ یَّشَآءُ'' بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے جس کے چاہتا ہے (اس میں لمن یشاء زائد ہے)۔ (تفسیر القرطبی سورۃ الزمر' تحت الآیہ ۵۳' ج ۸' الخامس عشر' ص ۱۹۶)

☆ حضرت سیّدنا ابو کنود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک واعظ کو دیکھا جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا اور آگ اور بیڑیوں کا ذکر کر رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''اے وعظ کرنے والے! لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہو؟

(شعب الایمان للبیہقی' باب فی الرجا من اللہ' الحدیث ۱۰۵۳' ج ۲' ص ۲۱)

☆ حضرت سیّدنا زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پہلی امتوں میں ایک شخص کثرت عبادت سے اپنے نفس پر سختی کرتا اور لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس کرتا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہے اور عرض کر رہا ہے: اے میرے رب! میرے لئے تیری بارگاہ میں کیا (اجر) ہے؟ بارگاہِ خداوندی سے جواب

ملا ''آگ۔'' عرض کی: ''میری عبادت و ریاضت کہاں گئی؟'' ارشاد فرمایا: ''تو دنیا میں لوگوں کو میری رحمت سے مایوس کرتا تھا' آج میں تجھے اپنی رحمت سے مایوس کردوں گا۔''

(جامع معمر بن راشد مع مصنف عبدالرزاق' کتاب الجامع' باب الاقناط' الحدیث ۲۰۷۴۸' ص ۲۶۱)

اے مسلمان! اگر اللہ تعالیٰ تجھے اپنی بارگاہ میں معافی سے مایوس کرنے کا ارادہ فرما لے تو کون ہے جو تیرے گناہ بخشے گا؟ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف (پ ۴' ال عمران ۱۳۵)

''اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔''

اور پھر اپنے وسیع عفو و کرم کے پیش نظر فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط (پ ۲۴' الزمر ۵۳)

''بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔''

(۱۹۸)

جب زمین بول پڑے گی

قیامت کے دن بندوں کی نیکی بدی کے حساب کے وقت جہاں بہت گواہ ہوں گے وہاں زمین بھی گواہ بن کر شہادت دے گی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر مرد و عورت نے زمین پر جو کچھ اچھا یا برا عمل کیا ہے زمین اس کی گواہی دے گی۔ کہے گی کہ فلاں روز یہ کام کیا اور فلاں روز یہ کام کیا۔ (خزائن العرفان' ص ۱۲۷، بحوالہ ترمذی)

زمین پر جو کچھ اچھے یا برے کام لوگوں نے کئے ہیں ان سب کو زمین نے یاد رکھا ہے اور قیامت کے دن وہ ساری خبروں کو علی الاعلان بیان کرے گی جس کو سب لوگ سنیں گے اس مضمون کو قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

اِذَا زُلْـزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا٥ وَ اَخْـرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا٥ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا٥ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا٥ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا٥

(الزلزال)

''جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے اور جب زمین اپنے بوجھوں کو باہر پھینک دے گی اور آدمی (حیرت سے) کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی کیونکہ تمہارے رب نے اس کو اس بات کا حکم دیا ہے''

قیامت کے دن بندوں کے اچھے برے اعمال کے بہت سے گواہ ہوں گے۔ ہر انسان کے کندھوں پر جو فرشتے نامۂ اعمال لکھ رہے ہیں۔ وہ مستقل گواہ ہیں پھر ان کے علاوہ

انسان کے اعضاء گواہی دیں گے یعنی انسان کے ہاتھ پاؤں، آنکھ کان وغیرہ جن جن اعضاء سے جو جو نیکی یا بدی انسان نے کی ہے ان اعمال کے بارے میں زمین ہر ہر عمل کی خبر دے گی اور خداوند قدوس کے حضور گواہی دے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان چاہے جتنا بھی چھپ کر اور چھپا کر کوئی اچھا یا برا عمل کرے مگر وہ عمل قیامت کے دن ہرگز ہرگز چھپ نہ سکے گا بلکہ ہر آدمی کا ہر عمل اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور وہ اپنے تمام کرتوتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور ہر عمل کا بدلہ بھی پائے گا چنانچہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

ایک ایک ذرّے کا حساب ہوگا

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ○ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ○ (الزلزل)

''اس (قیامت) کے دن لوگ اپنے رب کی طرف پھریں گے کئی راستوں سے ہو کر تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں تو جو ایک ذرّہ بھر نیکی کرے وہ اس کو دیکھے گا اور وہ ایک ذرّہ بھر بدی کرے وہ اس کو دیکھے گا۔''

بہر حال قیامت کا دن بڑا سخت دن ہوگا اور ہر آدمی کو اپنے ہر چھوٹے بڑے اور اچھے برے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ زندگی کے ہر لحہ میں یہ دھیان رکھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں مجھے ایک دن اپنے ان کاموں کا حساب دینا پڑے گا اور جن اعمال کو میں چھپا کر کر رہا ہوں وہ ایک دن قیامت کے بھرے مجمع میں احکم الحاکمین کے حضور ظاہر ہو کر رہیں گے اس وقت کیسی اور کتنی بڑی رسوائی اور شرمندگی ہوگی۔

(۱۹۹)

حدیث پہ عمل کرنے کی برکت

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:
میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا۔ ایک دن مجھے بہت سخت بھوک لگی۔ مجھے کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے اپنی شدید بھوک مٹا سکوں۔ اس دوران مجھے ریشم کی ایک تھیلی گری ہوئی ملی۔ اس کا منہ بھی ریشمی دھاگے سے بندھا ہوا تھا۔ میں نے تھیلی لی اور سیدھا اپنے گھر آیا۔ جب تھیلی کھولی تو اس کے اندر موتیوں کا ایک نہایت خوبصورت ہار تھا۔ اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا خوبصورت ہار نہیں دیکھا تھا۔ تھیلی کو گھر میں رکھا اور باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی پانچ سو دینار ہاتھوں میں لئے اعلان کر رہا تھا میری ریشمی تھیلی گم ہوگئی ہے جس میں موتیوں کا ہار ہے، جو شخص اسے واپس دے گا یہ پانچ سو دینار اسے بطور انعام دوں گا۔

میں نے اس کا اعلان سن کر دل میں کہا میں اس کا ضرورت مند ہوں۔ فاقہ کشی ہے مگر یہ ہار میرا نہیں ہے۔ نہ ہی میرا اس پر کوئی حق ہے۔ مجھے ہر حالت میں اسے واپس کر دینا چاہئے۔ اچانک دل میں خیال آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

"مَنْ تَرَكَ شَيْئًا لِلّٰهِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا"

"جس نے اللہ کے لئے کوئی چیز چھوڑی، اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔"

اس حدیث کو یاد کرنے کے بعد میں نے اپنے عزائم کو اور پختہ کیا اور گھر جا کر وہ تھیلی

لایا۔ بوڑھے نے مجھے تھیلی کی علامت، اس کے پھندنے کی علامت اور اس کے اندر ہار میں موتیوں کی لڑیوں کی تعداد بتادی۔ نیز جس دھاگے سے تھیلی بندھی ہوئی تھی اس کی علامت بھی بتادی۔ میں نے تھیلی بوڑھے کے سپرد کردی۔

ضرورت مند ہونے کے باوجود پانچ سو دینار نہ لیے

بوڑھے نے اپنی تھیلی پا کر مجھے پانچ سو دینار دینے کی کوشش کی لیکن میں نے لینے سے انکار کردیا اور کہا اس تھیلی کو اس کے مستحق تک پہنچانا میرے اوپر واجب تھا اس لئے میں اس کا بدلہ نہیں لے سکتا۔

بوڑھے نے کہا: نہیں، نہیں تمہیں یہ ضرور لینا ہوگا۔ پھر اس نے بار بار اصرار کیا لیکن جب میں نے لینے سے انکار کردیا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔

میرے پاس کوئی بھی ذریعہ معاش نہیں تھا جس سے میں اپنی زندگی گزارتا، میں نے ذریعہ معاش کی تلاش میں مکہ مکرمہ سے رخت سفر باندھا اور سمندر کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے میری کشتی ٹوٹ گئی اور لوگ غرقاب ہوگئے۔ کشتی میں جو کچھ ساز وسامان تھا، وہ سب کا سب سمندر کی نذر ہوگیا۔ اتفاقاً کشتی کا ایک تختہ میرے ہاتھ آگیا۔ میں اس پر بیٹھ گیا، نہ جانے کب تک سمندر کے تھپیڑوں سے دوچار ہوتا ہوا مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جارہا ہوں اور میری منزل کدھر ہے؟

سمندر کے تھپیڑوں نے مجھے ایک ایسے جزیرہ میں لا ڈالا جہاں کچھ لوگ آباد تھے۔ میں جزیرے کے اندر داخل ہوا اور وہاں ایک مسجد میں جا کر پناہ گزیں ہوگیا۔ میں مسجد میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کررہا تھا۔ جزیرے کے لوگوں نے میری قرأت سنی تو بڑے خوش ہوئے، میرے پاس اکٹھے ہوگئے اور کہنے لگے ہمیں اور ہمارے بچوں کو بھی قرآن پڑھنا سکھلاؤ۔ چنانچہ میں ان لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے لگا۔ انہوں نے میری کافی خاطر ومدارات کی۔

ایک روز میری نگاہ مسجد کے اندر قرآن کریم کے چند اوراق پر پڑی تو میں انہیں دیکھنے لگ گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا تمہیں اچھی طرح لکھنا بھی آتا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں۔

ان لوگوں نے مجھ سے درخواست کی کہ ہمارے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھلاؤ۔

اس کے بعد وہ لوگ اپنے بچوں اور نوجوانوں کو میری خدمت میں بھیجنے لگے اور میں انہیں پڑھنے لکھنے کی تعلیم دینے لگا۔ اس کی وجہ سے مجھے بہت سا مال بھی حاصل ہو گیا اور گاؤں میں میری خاصی اہمیت بھی ہوگئی۔

یہ ہے دعا کی قبولیت

چند دنوں کے بعد ان لوگوں نے مجھ سے کہا ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے' نیک سیرت اور خوبصورت ہے۔ اس کے پاس ورثے میں کچھ دولت بھی آئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس سے تمہاری شادی کر دیں لیکن میں نے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے کہا نہیں' نہیں! ہم تمہاری شادی کر کے چھوڑیں گے' پھر انہوں نے مجھے مجبور کر دیا۔ میں نے کچھ پس و پیش کے بعد ہاں کر دی۔

شادی کے بعد جب بیوی سامنے آئی تو میں نے دیکھا کہ بالکل وہی موتیوں کا ہار اس کے گلے کی زینت بنا ہوا ہے جس کو میں نے مکہ مکرمہ میں پایا تھا۔ میں ٹکٹکی باندھ کر ہار کی جانب دیکھنے لگا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا بھائی! تم اس یتیم لڑکی کی طرف سے نگاہ پھیر کر اس ہار کی طرف دیکھ رہے ہو' تم نے تو اس یتیم کا دل توڑ دیا!

میں نے ان لوگوں کو اس ہار کا قصہ تفصیل سے بتا دیا۔ ان لوگوں نے میری بات سن کر بلند آواز سے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کا نعرہ لگایا۔ میں نے پوچھا بات کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ بوڑھا آدمی جس کا ہار تمہیں ملا تھا' اسی یتیم لڑکی کا باپ تھا۔ وہ بسا اوقات کہا کرتا تھا میں نے پوری دنیا میں صرف ایک ہی کامل مسلمان دیکھا ہے اور وہی ہے جس نے موتیوں کا ہار پا کر میرے حوالے کر دیا۔ نیز وہ برابر اپنی دعا میں کہا کرتا تھا کہ اے اللہ! مجھے اس آدمی کو ایک ساتھ اکٹھا کر دے تاکہ میں اپنی صاحبزادی کی اس سے شادی کر دوں اور اب یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد پوری کر دی اور تم خود بخود یہاں آن پہنچے۔

اور موتیوں کا ہار بھی مل گیا

قاضی ابوبکر کا بیان ہے پھر میں اس لڑکی کے ساتھ جواب میری بیوی تھی' ایک زمانے تک زندگی کا سفر طے کرتا رہا۔ اس سے دو بچے پیدا ہوئے پھر اس کی وفات ہوگئی۔ وہ ہار مجھے اور میرے دونوں بچوں کو وراثت میں ملا۔ کچھ دنوں بعد میرے یہ دونوں بچے بھی اللہ کو پیارے ہوگئے اور یہ ہار میری وراثت میں آ گیا۔

میں نے بعد میں یہ ہار ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا' یہ جو دولت تم میرے پاس دیکھ رہے ہو' یہ اسی ہار کی بدولت ہے۔

(کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ۱۹۶/۳' رجب الحنبلی)

(۲۰۰)

گرچہ ناپاکم ولیکن دل باپاکان بستہ ام

منقول ہے "اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں زمین میں میرے ایک ولی کا انتقال ہوگیا ہے تم وہاں جا کر اس کو غسل وکفن دو اور اس کی نماز جنازہ ادا کرو اور مٹی میں اس کو دفن کر دو کہ وہ جنت میں تیرا پڑوسی ہے۔" چنانچہ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے۔ اس کو بیابان میں مردہ پایا۔ اس کے پاس کوئی نہ تھا اور نہ ہی دنیا میں اس کی ملکیت کی کوئی چیز تھی۔ لوگ اس کی برائی بیان کرتے اور ہر قسم کے گناہ کا مرتکب قرار دیتے۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے غسل وکفن دے کر اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ پھر عرض کی: "یارب! میں نے اس میت کے متعلق تیرے حکم پر عمل کیا لیکن لوگ تو اس کی برائی بیان کرتے ہیں اور ہر قسم کے گناہ کا مرتکب کہتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے موسیٰ! میرے بندے سچ کہتے ہیں لیکن میں ان سے زیادہ وہ کچھ جانتا ہوں جو وہ نہیں جانتے۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے پانچ کلمات کے ساتھ مجھ سے مناجات کی جس کے سبب میں نے اس کی مغفرت فرمادی۔ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "وہ پانچ کلمات کون سے ہیں؟" ارشاد ہوا: اے موسیٰ! وہ پانچ کلمات یہ ہیں:

پانچ کلمات نے بگڑی بنادی

۱- اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ میں نیکوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ خود نیک نہیں ہوں۔

۲- یارب! تو جانتا ہے کہ میں فاسقوں سے بغض رکھتا ہوں اگرچہ میں خود فاسق ہوں۔

۳- یارب! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے جنت میں داخل ہونے سے تیری ملکیت میں کوئی کمی آجائے گی تو میں تجھ سے جنت کا سوال نہ کروں۔

۴- یارب! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے لئے جہنم میں داخل ہونے سے تیری ملکیت میں اضافہ ہوگا تو میں جہنم سے تیری پناہ نہ مانگوں۔

۵- یارب! اگر تو مجھ پر رحم نہ کرے گا تو پھر کون کرے گا؟

اے موسیٰ! میں نے اس پر رحم کیا اور کیا میرے کرم کے لائق تھا کہ میں اس کو خائب وخاسر لوٹا دیتا؟ جب اس نے یہ کلمات کہے تو میں نے اس سے درگزر فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی اور میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ (الروض)

یا اللہ! ہمیں دین کی سمجھ عطا فرما' مشکل امور کی تشریح کرنا سکھا اور ہمیں ذلت ورسوائی سے محفوظ فرما۔ اے ہمارے مالک ومولیٰ! اے حق ومبین ذات! ہمیں اپنی رحمت سے اپنا کامیاب بندہ بنادے۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ! ہم پر اپنا خاص کرم فرما۔ اٰمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ